دیوبندی کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" کا
دندان شکن و مدلل جواب براہین و دلائل کی روشنی میں

کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع

المعروف

تحفۂ اہلِ سنت و جماعت

جلد سوم

از قلم
ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی عفی عنہ

باہتمام
حضرت علامہ مولانا پیر سید مظفر شاہ قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مکتبہ منظر الاسلام

کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع

المعروف بہ

تحفظ اہل سنّت وجماعت

جلد3

از قلم

ڈاکٹر قاری **محمد ارشد مسعود اشرف** چشتی رضوی

بانی دار القلم اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان

باہتمام:

حضرت علّامہ مولانا پیر **سیّد مظفر شاہ قادری** دامت برکاتہم العالیہ

ناشر:

مکتبہ منظر الاسلام پاکستان

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب: **کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع**
المعروف "**تحفظ اہل سنّت وجماعت**" (جلد3)
ازقلم: ڈاکٹر قاری **محمد ارشد مسعود اشرف** چشتی رضوی
باہتمام: حضرت علّامہ مولانا پیر **سیّد مظفر شاہ قادری**
دامت برکاتہم العالیہ
صفحات: 472
اشاعت: دسمبر 2020ء
قیمت:
ناشر: مکتبہ منظر الاسلام پاکستان

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	علماء سرحد کے اعتراضات	14
2	حافظ دراز پشاری رحمۃ اللہ علیہ کا تعارُف	15
3	مولانا حافظ محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ کا تعارُف	21
4	حضرت علامہ عبد الغفور صاحب یعنی اخون صاحب صوات	30
5	سکھوں کی رُوحانی و معنوی اولاد	38
6	اہل عرب جتنی نفرت وہابیوں سے کرتے تھے اُتنی نہ یہود سے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس و ہنود سے کرتے، ٹانڈوی صاحب کی گواہی	38
7	وہابیت کا خوفناک تصور	41
8	وہابیوں کے متعلق قائم کردہ تصورات	46
9	دیوبندی مولوی بھی حرام خور ثابت ہوں گے	54
10	دس ہزار روپے میں لوگوں کو وہابی بنانا	62
11	نجدی عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں، تھانوی صاحب کا اقرار	64
12	دیوبندی موصوف کی آغوشِ غیر مقلدین سے نکلنے کی کوشش	68
13	اہل حدیث اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں؟	77
14	داؤد غزنوی اور مفتی محمد حسن کے باہمی تعلقات	87
15	دیوبندی موصوف کا لفظِ مرحوم پر اعتراض	91
16	رنڈیاں بھی خلیق ہیں تھانوی کا نظریہ	106
17	نذیر حسین دہلوی کے متعلق مقابیس المجالس کا حوالہ	111
18	دیوبندی وہابی بھیڑیئے ہیں	125

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
129	دیوبندیوں کے نزدیک چار مصلے برے ہیں	19
133	چار مصلوں کے متعلق موصوف کا اعتراض	20
135	علّامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ (م794ھ) کا ارشاد	21
137	سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا عظیم الشان فتویٰ جس میں گنگوہی کی مذکورہ عبارت کی دھجیاں اُڑا دی گئی ہیں	22
165	گنگوہی یزید کے قدم بہ قدم بقولِ کرامت علی جونپوری	23
170	خلیل انبیٹھوی "من شذ شذ فی النار" کا مصداق بقول دیوبندی موصوف	24
177	ائمہ حرم کی اقتداء میں نماز	25
180	گنگوہی کا فتویٰ	26
184	سیّد احمد رائے بریلی اور اُس کے ساتھیوں کا ائمہ حرم کی اقتداء میں نماز تراویح ادا نہ کرنا	27
185	فتاویٰ فریدیہ کا حوالہ	28
186	بیت الخلاء آباد کرنے کا مشورہ	29
188	مفتی رشید احمد دیوبندی صاحب کا ائمہ حرمین کی اقتداء سے اجتناب	30
189	حرمین شریفین میں اگر مردوں کی نماز درست ہے تو عورتوں کی نماز نہ ہوگی، مفتی رشید احمد دیوبندی کا فتویٰ	31
192	ان دیوبندیوں کے نام جو ائمہ حرم کی اقتداء نہ کرنے کی وجہ سے علماء اہل سنّت و جماعت بریلوی کو بدنام کرتے ہیں	32

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
192	نجدی حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں	33
193	فتاویٰ محمودیہ	34
193	خیر الفتاویٰ	35
195	نجدیوں کے عقائد احمد رضا بجنوری صاحب کی زُبانی	36
197	نجدی دیوبندیوں کو مشرک سمجھتے ہیں	37
198	حکامِ وقت اور بدعقیدگی	38
199	سرکاری اعزاز میں ایدھی کی نماز جنازہ اور دیوبندی موصوف کی خاموشی	39
201	مولوی زکریا دیوبندی کا اعتراف وہابیت	40
211	مولوی محمد زکریا کے بعد تھانوی کا اقرار وہابیت	41
216	احمد علی لاہوری کا غیر مقلدین کو حق پر سمجھنا	42
222	کانپور میں تھانوی صاحب کا تقیہ کرنا	43
230	تھانوی صاحب نے چودہ (14) سال تقیہ میں گزارے	44
238	تبلیغی جماعت کا مکروہ چہرہ	45
246	دعوتِ اسلامی پر اعتراض اور اس کا جواب	46
253	دعوتِ اسلامی اور تعلیماتِ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ	47
254	تبلیغی جماعت کی گھناؤنی حرکت کی دیوبندی گواہی	48
268	قصیدہ نعمان کے متعلق بحث	49
274	امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے بڑا عالم ہونے کا دعویٰ	50
276	قانون مناظرہ سمجھنے میں دیوبندی موصوف کی غلط فہمی	51

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
52	امام اعظم ثانی پر اعتراض اور اُس کا جواب	278
53	علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کے متعلق دیوبندیوں کے نظریات	280
54	علّامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ	281
55	لفظ جھلک پر اعتراض	285
56	سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو امام غزالی علیہ الرحمۃ کا ہم پلہ قرار دینا	288
57	امیر المؤمنین فی الحدیث	290
58	حوالہ نمبر (2)	293
59	حوالہ نمبر (1)	294
60	حوالہ نمبر (2)	295
61	حوالہ نمبر (3)	296
62	دو عظیم رہنما	303
63	دیوبندیوں کے لئے جائے شرم	308
64	تعارف یا تقابل	309
65	شیخ ابن ہمام کے تفردات	313
66	کیا امام ابُوحنیفہؒ کا قول قرآن وحدیث کے مخالف ہوسکتا ہے؟	316
67	علّامہ غلام رسول سعیدی پر اعتراض اور اس کا جواب	318
68	اقرارِ نمک حرامی	319
69	حنفیت قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے	324
70	وہابیوں کے متعلق علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کا نظریہ	325
71	حوالہ نمبر (2)	328

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
72	حوالہ نمبر (3)	328
73	"جدالممتار" پر اعتراض	329
74	"ردالمحتار" کی عبارت پر بحث	332
75	"فتاویٰ شامی" کی عبارت اور موصوف کی خُوش فہمی	337
76	اہل ایمان کی پہچان	347
77	شیعہ اسلامی فرقہ ہے مفتی کفایت اللہ دہلوی کا فتویٰ	357
78	خاکساریوں پر فتویٔ کفر	361
79	قادیانی دیوبندیوں کے نزدیک اہل کتاب ہیں	361
80	دیوبندی موصوف کی ناکام وکالت اور قادیانیوں کو تحفظ دینے کی کوشش	362
81	دیوبندی موصوف کی دوسری جہالت	369
82	فرقہ مہدویہ کافر ہے مفتی کفایت اللہ دہلوی فتویٰ	372
83	محمد زمان لواری شریف والے کے مُریدین پر فتویٰ	373
84	دیندار انجمن پر فتویٔ کفر از یوسف لدھیانوی	373
85	ذکری فرقہ غیر مسلم ہے یوسف لدھیانوی کا فتویٰ	373
86	بہائی مذہب خارج از اسلام ہے یوسف لدھیانوی کا فتویٰ	373
87	اداکارہ نرگس مُرتد ہے یوسف لدھیانوی کا فتویٰ	374
88	"روحی ماں" پر کفر کا فتویٰ از سلمان منصور پوری	374
89	پرویزیوں پر کفر کا فتویٰ	374
90	اہل قرآن خارج از اسلام ہیں	375

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
91	دیوبندی موصوف یُوسف بنوری دیوبندی کے فتوے سے جاہل و بے دین ثابت	375
92	علّامہ شامی علیہ الرحمہ کے خلوص پر شک	377
93	دیوبندیوں کی کھلی منافقت اور ٹانڈوی کے رجوع کا افسانہ	381
94	دیوبند نام کی کہانی اور دیوبندیوں کی پریشانی	390
95	بریلی شریف پر اعتراض اور اُس کا جواب	396
96	عامر عثمانی کو دیوبندی ماننے سے انکار	398
97	تھانوی صاحب کے "ملفوظات"	406
98	مفتی تقی عثمانی صاحب کے ذوق کا اندازہ	406
99	تھانوی صاحب کے ماموں کا واقعہ	409
100	کشف المحجوب۔فرقہ ملامتیہ۔اور دیوبندی موصوف کی جہالت	412
101	تھانوی کے ماموں کو گمراہ قرار دینے کے متعلق دیوبندی موصوف کا اعتراف	414
102	حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ پر جھوٹا الزام	414
103	حضرت ابراہیم ادھم علیہ الرحمہ کا واقعہ اور دیوبندی موصوف کا مغالطہ	418
104	تھانوی صاحب کے ماموں کو مجذوب ثابت کرنے کی کوشش	420
105	"پیر جی سے حضرت والا کا رجوع کرنا"	423
106	موسیٰ سہاگ علیہ الرحمہ کا واقعہ اور دیوبندی موصوف کا اعتراض	424

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
107	مجذوب سے ملاقات پر اعتراض	430
108	دیوبندیوں کی چیخیں	434
109	کوئی موزوں لفظ ہو تو بتلادیں	436
110	کیا موصوف قاسم نانوتوی کو" آوارہ کتا" ماننے کو تیار ہیں؟	438
	بابِ دوم	
111	دیوبندیوں کو توحید سمجھنے میں غلطی کیوں لگی	444
112	متاخرین حنابلہ کے نظریات وعقائد سے متاثر ہونے والے	445
113	"کتاب التوحید" امام ابنِ خزیمہ علیہ الرحمۃ کو امام رازی علیہ الرحمۃ نے "کتاب الشرک" قرار دیا	449
114	ثبوت فراہم کرنے میں ناکامی	450
115	مُلّاں نجیب اللہ عمر پر تعاقب نمبر (1)	451
116	مُلّاں نجیب اللہ عمر پر تعاقب نمبر (2)	452
117	مُلّاں نجیب اللہ عمر پر تعاقب نمبر (3)	
118	مُلّاں نجیب اللہ عمر پر تعاقب نمبر (4)	453
119	مُلّاں نجیب اللہ عمر پر تعاقب نمبر (5)	
120	مُلّاں نجیب اللہ عمر پر تعاقب نمبر (6)	454
121	مُلّاں نجیب اللہ عمر پر تعاقب نمبر (7)	
122	مُلّاں نجیب اللہ عمر پر تعاقب نمبر (8)	466
123	مُلّاں نجیب اللہ عمر پر تعاقب نمبر (9)	468
	علّامہ اویسی صاحب علیہ الرحمۃ پر اعتراض اور اس کا جواب	470

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسول الکریم الأمین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد!

اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے "کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع"، المعروف" تحفظ اہل سنّت وجماعت" کی تیسری جلد زیور طباعت سے آراستہ ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہے اس جلد میں مختلف عنوانات کے ساتھ مختلف موضوعات سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اہل باطل کی جانب سے اُٹھائے گئے جملہ اعتراضات کا دفعیہ احسن انداز میں کیا گیا ہے دیوبندی موصوف کے جاہلانہ واحمقانہ اعتراضات کا بھی انتہائی متانت وسنجیدگی سے جواب دیا گیا ہے۔ دیوبندی موصوف نے اپنی جہل وفریب پر مبنی دستاویز میں اپنے اکابرین سے ورثہ میں ملنے والی زُبان کا خُوب اظہار کیا اور اکابرین اہل سنّت ومشائخ اہل سنّت کی توہین وتنقیص میں کوئی کسر نہ چھوڑی ،مگر پھر بھی ہم نے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور دامن صبر کوحتی الوسع ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا،نوک قلم کوبھی اصل مباحث تک ہی محدود رکھنے کی کوشش کی ہے،مگر پھر بھی بتقاضائے بشریت کہیں پر کوئی فقرہ تند وتیز لہجے کی صورت اختیار کر گیا ہوتو وہ بھی موصوف کی سوقیانہ وعامیانہ گفتگو کے جواب میں ہے۔

اس جلد میں کئی تاریخی حقائق کو بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں یا تو اُن کتابوں سے استناد کیا گیا جو فریق مخالف کے نزدیک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں یا ان کتابوں کو پیش کیا گیا جس کے مصنفین اسماعیل دہلوی کے ماننے والوں کے ساتھ ہمدردی کا نرم گوشہ رکھتے ہیں اور ان کے دیوبندیوں کے ساتھ گہرے روابط ومراسم ہیں۔ان کتابوں سے استناد کی وجہ یہ ہے کہ مخالفین بھی ان مصنفین کے مداح ومعترف ہیں اس لئے ہم نے فریق مخالف کے ممدوحین ہی سے ثبوت پیش کئے ہیں،علماء پشاور کا تعارف بھی ذکر کیا گیا ہے گو اس میں کچھ تفصیل ہے مگر راقم کی مجبوری یہ تھی کہ دیوبندی یہ تأثر دیتے ہیں کہ اسماعیل دہلوی

کی مخالفت کرنے والے برصغیر کے صرف چند افراد تھے، لہذا ضروری ہو گیا تھا کہ اس حقیقت کو آشکار کیا جائے کہ اسماعیل دہلوی اپنے نظریات کو لے کر جہاں تک بھی پہنچا علماء ومشائخ اہل سنّت نے اسماعیل دہلوی کے وہابیانہ نظریات کی پُرزور مذمت کی یہاں تک کہ برصغیر سے نکل کر وہ قبائلی علاقے جہاں تک فرنگی اقتدار کی منحوس سازشیں و مسموم ہوائیں ابھی تک نہ پہنچی تھیں ان قبائلی علاقوں میں بھی اسماعیل دہلوی کے نظریات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا گیا وہ علماء جن کی علمی شہرت کا ڈنکا چاروں طرف بج رہا تھا برصغیر کے باہر بھی جن کی عظمت مسلّم تھی اور ثمرقند و بخارا تک جن کا طوطی بول رہا تھا انہوں نے بھی اسماعیل دہلوی کے نظریات کو غلط سمجھا اور اسماعیل دہلوی کے ساتھ معاملہ ہاتھا پائی تک پہنچ گیا ان حقائق کو تو آپ اس جلد میں پڑھیں گے یہاں پر ایک حوالہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ حافظ دراز پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (ان کا تعارف اس جلد کے شروع میں موجود ہے، انہوں نے اسماعیل دہلوی کے وہابیانہ نظریات کے رد میں کتاب بھی تحریر فرمائی) کے بحث ومباحثہ کا ایک واقعہ دیوبندیوں کی مسلّمہ کتاب "ارواح ثلاثہ" میں موجود ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

"حاجی امیر شاہ خاں صاحب خادم خاص حضرت نانوتوی نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے مُلاّ نواب صاحب نے (جو شاگرد ہیں حافظ دراز محشی صدرا کے اور شاگرد ہیں مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی کے اور مجاز ہیں شاہ احمد سعید برادر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کے اور اُستاد ہیں مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری کے) روایت کی (نیز مولوی اسماعیل صاحب ابن مُلا نواب صاحب نے بھی اس واقعہ کی روایت کی) کہ میں (یعنی مُلا نواب صاحب) پندرہ برس کا تھا اور اپنے استاد حافظ دراز صاحب کی انگلی تھامے ہوئے (جو نابینا تھے) مولانا اسماعیل صاحب شہید کی خدمت میں حاضر ہوا (یہ وہ وقت تھا کہ مولانا شہید پشاور میں قیام پذیر تھے اور اپنے گھوڑے پر کھرہ کر رہے تھے) حافظ دراز صاحب نے اسی حالت میں چند معقولی سوال کئے جن کا جواب حضرت شہید نے نہایت سادگی اور

متانت سے اسی وقت دے دیا، حافظ دراز صاحب شافی جوابات لے کر واپس ہونے لگے تو مولانا شہید نے فرمایا کہ حافظ صاحب ایک سوال میرا ابھی ہے، حافظ صاحب ٹھہر گئے اور مولانا کا سوال سنا اور جواب دیا اس پر مولانا نے شبہ فرمایا اس کا جواب پھر حافظ صاحب نے دیا مولانا نے اس پر شبہ پیش فرمایا حافظ صاحب نے اس کا بھی جواب دیا۔ مولانا نے پھر تیسری دفعہ خدشہ پیش فرمایا تو حافظ صاحب کو غصہ آ گیا اور طیش میں آ کر بجائے جواب کے غیر مہذب عربدہ شروع کر دیا، جس سے مولانا کی پگڑی زمین پر گر پڑی، مولانا نے اسی سادگی سے خاک آلود پگڑی اٹھا کر پھر سر پر رکھ لی اور فرمایا کہ حافظ صاحب میں نے تو آپ کے کتنے سوالات کے جواب عرض کئے مگر آپ تو ایک ہی سوال پر خفا ہو گئے"۔

(ارواح ثلاثہ: ص80، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

اس حوالے میں تصریح ہے کہ شارح بخاری حافظ دراز رحمۃ اللہ علیہ اور اسماعیل دہلوی کے مابین سوال وجواب کی نشست ہوئی اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اسماعیل دہلوی صاحب کی پگڑی بھی گر گئی، معلوم ہوا کہ شارح بخاری جیسے بزرگ بھی اسماعیل دہلوی کی حرکات ونظریات سے سخت نالاں تھے، اس لئے انہوں نے اسماعیل دہلوی کی پگڑی بھی گرا دی، مزید تفصیل اس جلد میں مُلاحظہ فرمائیں۔

قارئین کرام! یہ بھی یاد رہے کہ اہل باطل کو دُھول چٹانے کے لئے کتاب میں مختلف اسلوب اختیار کئے گئے ہیں، کہیں مسلّمات خصم سے استدلات ہے تو کہیں پر مسلّم بین الفریقین سے استناد، کہیں پر ملازمہ ہے تو کہیں پر منع، کہیں پر نقض ہے تو کہیں پر معارضہ، لہذا قارئین سے کتاب کو باریک بینی سے پڑھنے کی گذارش ہے تا کہ کتاب کے دلنشین اسلوب ان کے اذہان میں منقش ہو سکیں۔

اہم گذارش! راقم الحروف اپنے آپ کو خطا سے بالاتر نہیں سمجھتا کتاب میں سہو ونسیان کا پایا جانا عین ممکن ہے کوئی اہل علم ساتھی راقم کی کسی غلطی پر مطلع ہو تو ضرور آگاہ فرمائے، راقم بھی

وقتاً فوقتاً اپنی تحریر کو دیکھتا رہتا ہے تاکہ کہیں پر خُود راقم کو بھی کسی سہو پر اطلاع ہو تو راقم اس کی تصحیح کر دے اور اسی سلسلہ میں راقم خُود اپنے ایک دو سہو پر مطلع ہوا ہے، چنانچہ "دافع ازالۃ الوسواس" کے صفحہ 363 پر "فتاوی رشیدیہ" کے بجائے "فتاوی ثنائیہ" لکھا گیا ہے، یُونہی "کشف القناع" ج۲ ص۱۱٦" پر دیوبندی موصوف کی عبارت نقل کرتے ہوئے "بستان السالکین" کے بجائے "بستان العارفین" لکھا گیا ہے۔

اُمید ہے کہ قارئین سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور راقم کو اپنی مناجات میں یاد رکھتے ہوئے اِس کی تکمیل کی بھی دُعا کریں گے۔

آخر میں راقم الحروف اپنے تمام معاونین ومحبین کا شکریہ ادا کرتا ہے، بالخصوص پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علّامہ مولانا **پیر سیّد مظفر شاہ قادری** صاحب مدظلہ العالی جنہوں نے اس کی مکمل اشاعت کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے، اور فاضل جلیل، عالم نبیل حضرت علّامہ مولانا **محمد علی رضوی** صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا جو قدم بقدم اس کی تیاری میں راقم کے معاون وممد ہیں۔ محترم جناب **رانا نعیم اللہ خان** قادری صاحب دام اقبالہ کا جو اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس پر نظر ثانی اور پروف ریڈنگ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

اللہ رب العالمین سے دُعا ہے کہ پروردگار عالم اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر فقیر، اُس کے والدین اور تمام معاونین ومحبین کے لئے ذریعہ نجات بنائے، اور حق وحقیقت کے طلب گاروں کے لئے اسے ذریعہ ہدایت بنائے، آمین، بجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی عفی عنہ

علماءِ سرحد کے اعتراضات

(1) سیّد (احمد صاحب رائے بریلی) اور آپ کے رفقاء الحاد و زندقہ میں مبتلا ہیں۔ ان کا کوئی مذہب و مسلک نہیں، نفسانیت کے پیرو ہیں اور لذاتِ جسمانی کے جویا۔

(2) وہ ظلم و تعدی کے خوگر ہیں

(3) بلا وجہ شرعی مسلمانوں کے اموال و نفوس پر دست درازی کرتے ہیں۔

(4) سیّد صاحب انگریزی رسالے میں ملازم تھے۔ اسماعیل دہلوی اور بعض دُوسرے لوگوں نے انہیں مہدی مَوعُود قرار دیا۔ انگریزوں نے اُنہیں ملک سے نکال دیا۔

(5) وہ مکہ معظّمہ پہنچے، وہاں سے براہِ مسقط و بلوچستان قندھار گئے۔

(6) خادے خاں کو مُلاّ عبد الغفور (اخوند سوات) کے ذریعے سے صلح کے بہانے بُلایا اور قتل کرا دیا۔

(7) وہ افغانوں کی لڑکیوں کو جبراً "جدید الاسلام" ہندوستانیوں کے حوالے کرتے ہیں [1]

غلام رسول مہر نے مندرجہ بالا اعتراضات کرنے والے علماءِ سرحد کے نام حاشیہ میں یہ ذکر کئے ہیں:

(1) مولانا حافظ محمد احسن بن محمد صدیق معروف بہ حافظ دراز پشاوری

(2) مولانا حافظ محمد عظیم

(3) مولانا غلام حبیب

(4) مولانا مفتی محمد احسن بن مولانا مفتی محمد احمد

(5) مولانا مفتی حافظ احمد

(6) مولانا عبد المالک اخوندزادہ

---

[1] سیّد احمد شہید، از غلام رسول مہر، ص 660، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، لاہور، حیدر آباد، کراچی۔

(7) مولانا مرادا خوندزادہ

(8) مولانا قاضی سعدالدین

(9) مولانا قاضی مسعود

(10) مولانا عبداللہ اخوندزادہ۔[1]

محترم قارئین کرام! دیوبندی موصوف نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی کہ سیّد احمد رائے بریلی اور اسماعیل دہلوی کی مخالفت میں سکھوں کی سازش تھی، اور ہم نے باحوالہ جلد ثانی میں اس پر تفصیلی گفتگو کی، اور ثابت کیا کہ اُس وقت کے جلیل القدر علماء سیّد احمد رائے بریلی اور اسماعیل دہلوی کی وہابیانہ تحریک کے مخالف تھے، یہاں پر اُن علماء کا تعارف نقل کیا جاتا ہے تاکہ دیوبندی موصوف سمیت عوام الناس بھی جان جائیں کہ سیّد احمد رائے بریلی اور اسماعیل دہلوی کی مخالفت کرنے والے کس پائے کے عالم تھے، اگرچہ ان تمام علماء کا تعارف تو دستیاب نہیں ہوسکا لیکن اُن میں سے چند کا تعارف پیش خدمت ہے، گو یہ تعارف کچھ طویل ہے لیکن بامر مجبوری لکھنا پڑ رہا ہے اس لئے کہ دیوبندی اور دیوبندی ذہن رکھنے والے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ سیّد احمد رائے بریلی اور اسماعیل دہلوی کی مخالفت کرنے والوں کو صرف سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا معتقد وعقیدت مند قرار دیتے ہیں، اور اُن کے علمی مرتبہ کو تسلیم نہیں کرتے، اس لئے ان علماء کا تعارف لکھا جارہا ہے تاکہ دیوبندی قماش کے لوگوں کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو کہ سیّد احمد رائے بریلی اور اسماعیل دہلوی کی مخالفت کرنے والے سکھوں کی سازش کا شکار تھے، کیونکہ یہ اُن علماء کا گروہ تھا جنہوں نے سیّد احمد رائے بریلی اور اسماعیل دہلوی کے حالات وواقعات کو سرحد کی سرزمین میں خاص طور پر اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور سیّد احمد رائے بریلی اور اسماعیل دہلوی سے ملاقات کر کے اُن

---

[1] سیّد احمد شہید، از غلام رسول مہر، ص 659۔660، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز۔

کے عقائد ونظریات کو جاننے کی کوشش کی اس کے بعد ان علماء نے اُن اعتراضات کا اظہار کیا جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

حافظ دراز پشاری رحمۃ اللہ علیہ کا تعارُف

صاحبِ" تذکرہ علماء ومشائخ سرحد" نے اُن کا تذکرہ لکھا ہے جس کو ہم مع حواشی کے نقل کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:" حضرت علاّمہ حافظ محمد احسن صاحب المعروف حافظ دراز صاحب علیہ الرحمۃ (1202ھ تا 1263ھ)

آپ کا اسم گرامی حافظ محمد احسن [۱] ، والد کا نام حافظ محمد صدیق، اور دادا کا نام محمد اشرف تھا " حافظ دراز" [۲] کے نام سے مشہور تھے۔

" اُستاذ العلماء" لقب تھا۔آپ موضع خوشاب (پنجاب) کے رہنے والے تھے، مگر مستقل طور پر پشاور شہر کو اپنی قیام گاہ بنالیا تھا۔آپ کا تمام خاندان علم وفضل اور قرآنِ مجید کے حفاظ کا گھرانہ تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے گھرانے کی عورتیں بھی حافظِ قرآنِ پاک تھیں اور زیورِ علم سے آراستہ تھیں۔

---

[۱] حدائق الحنفیہ ،ص ٤٧٥ ،از مولوی فقیر محمد صاحب جہلمی ،منہ۔

[۲] پشاور کے لوگ آپ کو حافظ دراز کے نام ہی سے جانتے ہیں اور آپ کے اصلی نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔آپ کو دراز یعنی لمبا اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کا قد غیر معمولی لمبا تھا۔میرے استاذ محترم گرامی قدر محدث صوبہ سرحد صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ ایک بار موضع چمکنی میں حافظ دراز صاحب جوتی بنوانے کے لئے تشریف لے گئے۔ایک پیزار دوز اپنے مکان کی چھت پر بیٹھے جوتی بنا رہا تھا۔آپ نے اس کے کوٹھے پر اپنے سر کو اٹھا کر فرمایا۔او جوتی والے میرے پاؤں کی جوتی ہے۔اُس نے جواب میں کہا کہ مولانا گھوڑے سے نیچے اُتر کر اوپر آجا۔آپ نے فرمایا کہ مَیں تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہوں وہ یہ سُن کر گھبرا گیا کہ یہ اتنے لمبے قد کا آدمی ہے کوٹھا چھوڑ کر بھاگ گیا،منہ۔

صاحبِ "حدائق الحنفیہ" ،ص ٤٧٥ پر لکھتے ہیں:

"اورخاندانِ علم وفضل سے تھے"۔

صاحبِ "تذکرہ علماءِ ہند" [١] فرماتے ہیں:

"علمی خاندان کے فرد تھے"۔

آپ نے علومِ متداولہ کا بیشتر حصہ اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کیا۔

مولوی فقیر محمد صاحب جہلمی [٢] لکھتے ہیں:

"اکثر علوم اپنی والدہ ماجدہ سے جو کہ ایک بڑی عالمہ فاضلہ تھی حاصل کئے،اور مسندِ افادت واضافت پر متمکن ہو کر تمام عمر تدریس وتالیف میں صرف کی"۔

چونکہ آپ ایک عالمانہ گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔اس لئے اپنے خاندان کے اس علم کے ورثہ کو پورا پورا حاصل کیا۔اور" استاذ العلماء" کے معزز لقب سے پکارے گئے۔آپ کا مکان اور مسجد باقاعدہ ایک دار العلوم کی صورت اختیار کئے ہوئے تھا۔جس میں پشاور، مضافات، علاقہ آزاد، کابل ،قندھار ،غزنی ،ہرات ،ثمرقند اور بخارا تک کے طلباءِ علوم متداولہ حاصل کرتے ،اور فراغت حاصل کر کے صاحبِ فتویٰ اور صاحبِ درس بن کر اپنے اپنے ممالک کو لوٹتے ،اس تمام علاقہ میں آپ کے تبحر علم کی شہرت تھی۔

مولوی غلام رسول مہر اپنی کتاب" اسماعیل شہید" [٣] میں لکھتے ہیں:

"مولانا حافظ محمد احسن صاحب بن محمد صدیق معروف بہ حافظ دراز پشاوری تبحر عالم،علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر،سرحد سے ثمرقند تک ان کے علم کا چرچا تھا"۔

آپ پشاور کے علماء میں چوٹی کے عالم اور مرکزی حیثیت کے مالک تھے۔مذہبی اور سیاسی

---

[١] ص ١٨٥،ازمولوی رحمان علی مرحوم،شائع کردہ،بسلسلہ ریگل سوسائٹی،کراچی،منہ۔

[٢] حدائق الحنفیہ،ص ٤٧٥ ،ازمولوی فقیر محمد صاحب جہلمی،منہ۔

[٣] جلددوم ص ٢٨١ ،منہ۔

دونوں حیثیتوں سے اُس وقت آپ مسلمانوں کی قیادت کرتے تھے۔جس وقت پشاور کے علماء کی طرف سے محدثینِ ہندوستان کی تحریک پر نہیں ،عقائد پر تنقید شروع ہوئی تو مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے ان کے شکوک وشبہات کے جواب میں دو خط [۱] لکھے۔

سب سے پہلے جس عالم کو اپنے خطوط میں انہوں نے مخاطب کیا تو وہ آپ ہی کی ذات تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت کے علماء میں بہت ہی بلند اور ارفع مقام کے مالک تھے۔آپ ایک ایسے دَور میں فقہ، اُصول فقہ، حدیث، اُصول حدیث اور تفسیر کی اشاعت وترویج میں مصروف تھے۔جس دَور کو" پُرفتن دَور" کہنا حقیقت پر مبنی ہے، دُرّانیوں کا زوال، افغانوں کی خانگی جنگیں اور ایک دوسرے کو برباد کرنے کی ریشہ دوانیاں، سکھوں کے ظالمانہ راج پر منتج ہوئیں۔ یہ سکھوں کا دَور ایک ایسا دَور تھا جس میں ہر ظلم کا نام انصاف تھا۔ ہر شریف اور باعزت شہری کو بے عزت اور ذلیل کرنا اُن کے نزدیک شریفانہ فعل تھا۔ اس قسم کے ابتلاء اور آزمائش کے ایام میں علم کی مشعل کو روشن رکھنا،تصنیف وتالیف کرنا، مجالسِ وعظ قائم کرنا،آپ کی ہمت واستقلال کا روشن ثبوت ہے۔

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک نواسہ جناب حضرت قطبِ برحق شاہ غلام محمد صاحب معصومی المعروف حضرت جی صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ جب سرہند شریف سے ہجرت کر کے پشاور تشریف لائے ،تو حافظ دراز صاحب بسا اوقات آپ سے ملنے محلہ فضل حق صاحبزادہ [۲] علاقہ یکہ توت میں آیا کرتے۔حضرت جی صاحب علماء اور صلحاء کے بڑے قدردان تھے۔ دو بار ہفتہ میں لوگوں کی اصلاح کے لئے مجلسِ وعظ کا اہتمام فرماتے، چنانچہ ہفتہ میں ایک دن حافظ دراز صاحب کے وعظ کے لئے مخصوص تھا۔

---

[۱] کتاب" اسماعیل شہید" ج دوم ص ۲۸۱ ،از مولانا غلام رسول مہر لاہوری، منہ۔

[۲] حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی اسی محلہ میں مرجع خلائق ہے، منہ۔

صاحبِ "تحفۃ المرشد" [1] فرماتے ہیں:

"بروز جمعہ حافظ دراز صاحب را کہ عالم متبحر بود نزد خود برائے وعظ طلب می کردند"۔

یعنی جمعہ کے دن (حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حافظ دراز صاحب کو جو کہ "متبحر عالم" تھے۔اپنی مجلس میں وعظ کے لئے بلواتے، آپ کے مواعظ ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے عقائد حقہ اہلِ سنّت و جماعت کی اشاعت پر مبنی ہوتے اور نہایت ہی مدلل اور موئثر طریقہ پر وعظ فرماتے۔آپ کا وعظ اتنا پُر دَرد ہوتا کہ سامعین زار وقطار روتے رہتے۔ بڑی بڑی دُور جگہوں سے لوگ آ آ کر مستفیض ہوتے۔ظہر کی نماز کے بعد عصر کی نماز تک وعظ کی مجلس رہتی یہی وجہ ہوئی کہ آپ حافظ دراز صاحب" واعظ" کے نام ہی سے معروف ہو گئے۔

آپ اتنے نڈر اور بے خوف تھے کہ حق کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے، بزرگوں نے بتایا کہ ایک بار آپ نے اپنے وعظ میں وقت کے حاکم جرنیل ابی طبیلہ اطالوی کو مظالم پر خُوب بُرا کہا، اور مظالم کرنے سے منع کیا۔ابوطبیلہ اتنا ظالم و جابر حاکم تھا کہ لوگ اُس کا نام سن کر کانپ جاتے تھے۔اُس نے گور کھٹڑی میں آپ کو طلب کیا بس پھر کیا تھا پشاور شہر میں کہرام مچ گیا۔مشائخ اور علماء مسجدوں اور خانقاہوں سے باہر نکل آئے، بجائے اس کے کہ ابوطبیلہ آپ کو سخت سست کہتا۔ یہ عالم دیکھ کر اس نے آپ کو عزّت و اکرام سے رُخصت کر دیا۔آپ نے وعظ و نصیحت، درس و تدریس کے ساتھ ساتھ سلسلہ تصنیف و تالیف بھی جاری رکھا۔ چنانچہ بخاری شریف کی شرح بنام "منح الباری شرح صحیح البخاری" فارسی میں لکھی، حضرت محدث جلیل مولانا مولوی میاں نصیر احمد صاحب المعروف "میاں صاحب قصہ خوانی" نے اس شرح کے پہلے پارہ کی تصحیح کر کے چھپوائی۔آپ کا قلمی نسخہ مہتمم دار العلوم رفیع الاسلام بھانہ ماڑی جناب مولانا سیّد فضل صمدانی صاحب مدظلہ کے پاس تھا جو کہ اب ان

---

[1] صاف نہیں ہے غالباً ص 30۔

سے پشاور یونیورسٹی نے خرید لیا ہے۔

اس شرح میں آپ نے اسماءُ الرجال کی پُوری زندگی بیان کر دی ہے۔ احادیث کی تطبیق کی ہے، فقہ حنفی کو احادیثِ بخاری سے ثابت کیا ہے۔ ضروری ضروری صرفی نحوی ترکیبیں کی ہیں۔ لغاتِ حدیث کو حل کیا ہے۔ اور عقائدِ حقہ اہلِ سنّت و جماعت کو احادیثِ بخاری سے کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ زبان انتہائی سلیس اور آسان ہے غرضیکہ ہر علم کو یہ کتاب اپنے پہلو میں لئے ہوئے ہے۔ قاضی مبارک پر عربی میں ایک مبسوط حاشیہ لکھا۔ یہ حاشیہ اپنی جامعیت کی وجہ سے اتنا مقبول ہوا کہ بطورِ درس کے پڑھایا جاتا ہے۔

تتمہ اخوند یوسف پر حواشی لکھے، سورۂ یوسف اور والضحیٰ سے لے کر آخری سورۃ تک کی تفسیر لکھی۔ "معراج نامہ" اور "وفات نامہ" نامی رسالے لکھے۔

بادشاہ بخارا نے آپ سے چند نہایت ہی اہم سوالات دریافت کئے۔ آپ نے ان تمام سوالات کے جواب بالتفصیل دیئے جو کہ اسلامیہ کالج کی لائبریری میں عدد مسلسل ۷۹۶ میں محفوظ ہے۔ آپ نے بہت ہی قیمتی اور بیش بہا کتب خانہ چھوڑا تھا۔

شومئ قسمت سے برلبِ کھُ اندرون قصہ خوانی بازار میں آپ کے مکان کے ساتھ آگ لگ گئی جس کی وجہ سے وہ آگ آناً فاناً آپ کے مکان تک پہنچ گئی۔ آپ کے نواسے مکان سے سامان تک نہ نکال سکے۔ تمام سامان بمعہ کتابوں کے جل کر خاکستر ہو گیا۔ اور وہ بیش قیمت کتب خانہ ضائع ہو گیا۔ آپ کی وفات بعمر ۶۱ برس ۱۲۶۳ھ میں واقع ہوئی"۔ [1]

---

[1] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، از فقیر محمد امیر شاہ قادری، ج 1 ص 122۔127، مکتبہ الحسن کوچہ آقا پیر جان یکہ توت، پشاور۔ مزید ملاحظہ فرمائیں: حدائق الحنفیہ، از مولانا فقیر محمد جہلمی، ص 492، مکتبہ ربیعہ، کراچی، حاشیہ سیّد احمد شہید، از غلام رسول مہر، ص 659۔660، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، لاہور، حیدر آباد، کراچی۔ **نوٹ**: حافظ دراز پشاوری نے وہابیوں کے حالات مشاہدہ کر کے اُن کے رد میں رسالہ "تحقیق توحید و شرک" فارسی زبان میں تصنیف کیا (شرح تحفہ محمدیہ فی رد فرقہ مرتدیہ، ص 174)

مولانا حافظ محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ کا تعارُف

صاحبِ" تذکرۂ علماء ومشائخ سرحد" نے اُن کا تذکرہ لکھا ہے جس کو ہم مع حواشی کے نقل کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

" حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم صاحب علیہ الرحمۃ المتخلص بہ واعظ 1205ھ تا 1275ھ

آپ کا اسم شریف محمد عظیم، لقب بحر العلوم، تخلص واعظ اور حافظ جی صاحب گنج والے، کے نام سے مشہور ہیں، جامع مسجد گنج کے امام، خطیب اور مدرس تھے۔

آپ کے خاندان کے ایک بزرگ جناب مفتی [1] فضل کریم صاحب فرماتے ہیں کہ آپ حضرت قدوۃ السالکین خواجہ نُور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

چونکہ آپ کا خاندان علمِ ظاہری و باطنی کا مرکز تھا اس لئے آپ بہت ہی تھوڑی عمر میں (یعنی ۱۶ برس کی عمر میں) تکمیل علوم فرما کر مَسند درس پر متمکن ہوئے۔ چند برس درس وتدریس فرمانے کے بعد اچانک طبیعت میں انقلاب آیا۔ درس کو چھوڑ کر سلوک ومعرفت کے حصول کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ پنجاب سے نکل کر پشاور میں گنج دروازہ کے باہر سڑک کے کنارے پر" تہہ خانے والے ملّا صاحب" کے قبرستان میں ایک چھوٹی مسجد ہے اس میں ٹھہرے۔ اور عبادت وریاضت میں مصروف ہوگئے، یہاں پر آپ نے درس کا

---

[1] جناب مفتی فضل کریم صاحب حضرت بحر العلوم کے نواسہ کے فرزند تھے آپ نے بعمر 75 برس رمضان المبارک 1382ھ بمطابق ۲ فروری ۱۹۶۳ء بروز ہفتہ وفات پائی۔ نہایت ہی ملنسار، متواضع اور منکسر المزاج تھے۔

مجھے جناب حافظ تاج محمد صاحب گلکار نے بیان کیا کہ مفتی صاحب کے دفن کے چھٹے دن جب میں مفتی صاحب کی قبر بنانے لگا کہ قبر کو پاؤں کی جانب سے کھولا تو قبر سے خوشبو ہی خوشبو آرہی تھی اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی نے منوں بھر گلاب کا عطر ڈالا ہوا ہے۔ اور یہ خوشبو تمام قبرستان میں پھیل گئی۔

سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

آپ کے زہد وتقویٰ اور علم کی شہرت پشاور اور اس کے گرد ونواح میں پھیلی ،علماء ،مشائخ اور عوام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقبول کر دیا۔علاقہ گنج کی جامع مسجد (جو کہ مسجد خواجہ معروف کے نام سے موسوم ہے) میں مدرس ،امام اور خطیب بنائے گئے۔

جب پنجاب میں سکھوں کے جبر استبداد اور مظالم سے تنگ آ کر مسلمانوں نے وہاں سے ہجرت کرنا شروع کر دیا تھا تو ان مہاجرین میں حضرت قطبِ برحق شاہ غلام محمد صاحب المعروف" حضرت جی صاحب پشاوری" بھی سرہند سے ہجرت کر کے پشاور تشریف لائے اور علاقہ یکہ توت میں مقیم ہوئے ،حضرت بحر العلوم صاحب بھی آپ کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے ،اور یہ مراسم یہاں تک بڑھے کہ بقول مصنف" تحفۃ المرشد" حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ہر جمعرات کے دن اپنی مجلس میں بلوا کر وعظ کرواتے ،الفاظ یہ ہیں :

" وبروز پنجشنبہ حضرت حافظ محمد عظیم صاحب واعظ کہ بحر العلوم بود برائے وعظ نزد خود طلب می فرمودند" ۔[۱]

نیز آپ نے جناب" حضرت جی صاحب" کی معیت اور صحبت میں رہ کر علومِ باطنی کا وافر حصہ پایا ،اور آپ ہی سے ہر چہار سلاسل میں بیعت ہوئے ،اور بقولِ حضرت محمد حسن [۲] بن حضرت امام محمد نوحانوی۔

---

[۱] صفحہ ۳ برحاشیہ" تحفۃ المرشد" کا مصنف مرزا نظام الدین صاحب مزار شریف (کابل) کا متولی ہے، اور حضرت جی صاحب کا خلیفہ بھی رہا ہے اور آپ کے صاحبزادہ فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر یہ کتاب آپ کے حالات میں لکھی ہے ان۔

[۲] " تحفۃ المرشد" کا حاشیہ ص ۱۹ امام محمد رضا نوحانوی حضرت جی صاحب کے خلیفہ تھے۔ڈیرہ اسماعیل خان میں زکوڑی شریف میں آپ کا مزار ہے۔

"ونیز بحر العلوم حافظ محمد عظیم واعظ پشاوری از خلفائے حضرت جیوٗ (جی) صاحب بودند"۔
یعنی حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم واعظ پشاوری حضرت جی صاحب کے خلفاء میں سے تھے"۔

حضور سیدِ دو عالم احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت کا جو عالم تھا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے، ایک بار جناب بحر العلوم صاحب حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پُرانوار سے مشرف ہوئے تو آپ نے عرض کیا:
"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دیدار پُر جمال سے مشرف ہونے کے بعد یہ آنکھیں اب اور کسی کو نہ دیکھیں"۔ جب آپ بیدار ہوئے تو نابینا تھے، آپ کی بہت ہی خُوبصورت اور موٹی موٹی آنکھیں تھیں۔ سبحان اللہ! کیا عشق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا۔
اور آپ کی پیارے محبوب مالک ومختار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنی والہانہ محبت تھی۔ حضور عالمِ ما کان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبت وعشق کا یہ نتیجہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت بحر العلوم کو علم لدنی سے نوازا۔
بغیر بینائی کے معقول ومنقول کی کتابیں پڑھاتے۔ ہر ایک استفتاء کا جواب اِملا فرماتے کتاب کا نام، صفحہ اور سطر تک لکھواتے۔ صاحب "تاریخ پشاور" [1] لکھتے ہیں:
"یہ صاحب (یعنی حافظ محمد عظیم صاحب) عالمِ باعمل تھے ان کی نسبت لوگ اعتقادِ ولایت رکھتے تھے، اور تمام عمر ان کی تعلیم علوم میں باوجود نابینا ہونے کے گذری"۔
آپ کو صحاح ستہ کے تمام اسانید زبانی یاد تھے۔ جناب مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:
"حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں شیخِ وقت، صحاح ستہ کے اسانید زبانی یاد تھے"۔ [2]

---

[1] ازلالہ کنہیالال وکپتان اے جی ہسلنگر، ص 709۔

[2] کتاب اسماعیل شہید جلد دوم ص 281۔282۔

آپ کے علم اور بزرگی کا شہرہ ملک کے طول وعرض میں پھیلا، آپ کے درس میں مختلف علاقوں کے طلباء جوق دَر جوق آنے لگے، اور ہر قسم کے علوم سے بہرہ یاب ہوکر مشہور عالم وفاضل ہوئے۔ حضرت " خواجہ معروف " کی مسجد دار العلوم اسلامیہ کی شکل اختیار کر چکی تھی، طلباء کی روٹی، رہنے کی جگہ اور کپڑا ابھی آپ خُود مہیا کرتے، آپ کے ساتھ آپ کے اس دار العلوم میں مشہور ومعروف دو (2) عالم جناب اخونزادہ عبد اللہ صاحب اور مولانا قاضی مسعود صاحب بھی علومِ متداولہ کا درس پڑھاتے۔

آپ کے دَور میں صوبہ سرحد پر سکھوں نے غلبہ اور اقتدار حاصل کیا ہوا تھا۔ سکھوں کا دَور یہاں کے لوگوں کے لئے جبر واستبداد اور ظلم وتعدی کا دَور تھا یہ ایک ایسا دَور تھا کہ جس میں ظلم کا نام انصاف، جبر وستم کا نام رحم وکرم، اور تباہی وبربادی کا نام آبادکاری تھا۔ خانقاہوں کی عمارتوں کو ملیا میٹ کر دیا گیا۔

مساجد کو اصطبل کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا۔ اسلام پر ہر طرف سے کفر کی یلغار تھی۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں انتہائی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے عالم میں قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی ترویج واشاعت کرنا۔ وعظ کی مجالس کا انعقاد کرنا بہت ہی کٹھن اور مشکل کام تھا مگر آپ نے کمال ہمت واستقلال کے ساتھ کسی قسم کے خطرات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے دار العلوم اور مجالس وعظ کو جاری رکھا۔

سکھوں کے جرنیل ابُوطبیلہ اپنے ظلم وستم کی وجہ سے اب تک یاد کیا جاتا ہے، یہ جرنیل اطالوی تھا، اور اتنا ظالم وجابر تھا کہ یوسف زئی اس کے جبر واستبداد کے تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔

یہ جرنیل ابوطبیلہ ۱۸۳۸ء سے لے کر ۱۸۴۲ء تک پشاور میں مقیم رہا۔ ایک دفعہ اس نے آپ کو حکم بھیجا کہ آپ میرے پاس حاضر ہو جائیں مگر آپ نے نہایت ہی دلیری اور جرأت کے ساتھ اُس کے قاصد کو کہہ دیا کہ گورنر کو ضرورت ہے تو اس فقیر کے پاس آئے، چنانچہ

ابُوطبیلہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا[1]۔

آپ کے شاگردانِ رشید میں سے مشہور و معروف شاگرد حضرت شیخ المشائخ، شیخ الاسلام والمسلمین مجاہد اعظم حافظ عبد الغفور صاحب المشہور بہ اخون صاحب صوات رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عالم اجل فاضل اکمل عالم علومِ اسرارِ الٰہی سیّد اکبر شاہ صاحب ساکن بھانہ ماڑی، حضرت علامہ وقت، فہامہ عصر مولانا بالفضل اولنا مرید محی الدین صاحب نوشہروی وغیرہ وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔

نیز بقول مولانا غلام رسول صاحب مہر[2]، جناب مولانا مولوی سیّد امیر صاحب المشہو رکوٹھہ ملّا صاحب بھی آپ کے شاگرد تھے۔

محدثین ہندوستان نے جناب سیّد احمد صاحب شہید کی قیادت میں سکھوں کے خلاف جو جنگیں کیں ابتداءً آپ نے، آپ کے شاگردوں نے اور آپ کے معتقد مشائخ کرام نے خُوب گرم جوشی سے حصہ لیا۔ محدث جلیل فقیہہ عصر شیخ المشائخ سیّدنا و مرشدنا حضرت سیّد غلام صاحب المعروف بہ آغا میر جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گورکھٹڑی میں اس جماعت محدثین کی دعوت کی اور یہ دعوت اس صورت میں تھی کہ کھانے کا تمام سامان یعنی دُنبے، چاول، گھی، مصالحہ اور لکڑی سب دے دیا گیا اور اُنہوں نے خُود پکا کر کھایا[3]، مگر بعد میں مذہبی اور سیاسی اختلاف کی بنا پر حضرت بحر العلوم نے بمعہ متعلقین کے یکسوئی اختیار کر لی۔

مولانا مولوی غلام رسول صاحب مہر محدث اپنی کتاب "اسماعیل شہید" کے صفحہ ۲۸۱ جلد دوم میں لکھتے ہیں: "شاہ اسماعیل کے مجموعہ مکاتیب میں دو مکتوب[4] ایسے ہیں جو پشاور کے

---

[1] یہ روایت جناب فضل کریم صاحب مرحوم نے مجھے بیان کی۔

[2] اسماعیل شہید جلد دوم، ص 281۔282۔

[3] بروایت جناب حضرت قطبِ وقت آقا سید سعید احمد شاہ صاحب مرحوم جدام

[4] افسوس ہے کہ مولانا مرحوم نے وہ خطوط نہ چھاپے، اگر وہ خطوط سامنے ہوتا تو یہ مسئلہ کافی مبرہن ہو جاتا

دس علماء کے نام بھیجے گئے ۔ پہلا ۹ ربیع الثانی ۱۲٤٤ھ (۲۰ اکتوبر ۱۸۲۹ء) کو دوسرا ۱۷ شوال ۱۲٤٥ھ (۱۱ اپریل ۱۸۳۰ء) کو۔

ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان علماء کی طرف سے سیّد صاحب اور آپ کے رفقاء پر کئی الزام لگائے گئے تھے مثلاً:

(1) سیّد صاحب اور آپ کے رفقا الحاد و زندقہ میں مُبتلاء ہیں، ان کا کوئی مذہب و مسلک نہیں ہے، نفسانیت کے پیرو ہیں اور لذاتِ جسمانی کے جویا۔

(2) وہ ظلم اور تعدی کے خوگر ہیں۔

(3) بلا وجہ شرعی، مسلمانوں کے اموال ونفوس پر دست درازی کرتے ہیں۔

(4) سیّد صاحب انگریزی رسالہ میں مُلازم تھے۔ مولانا اسماعیل اور بعض دوسرے لوگوں نے انہیں مہدی موعود قرار دیا۔ انگریزوں نے ان کو ملک سے نکال دیا۔

(5) وہ مکّہ معظّمہ پہنچے وہاں سے براہ مسقط وبلوچستان قندھار گئے۔

(6) خادی خان کو ملا عبد الغفور (اخون صاحب صوات) کے ذریعہ صلح کے بہانے بُلایا اور قتل کر دیا۔

(7) وہ افغانوں کی لڑکیوں کو جبراً" جدید الاسلام" ہندوستانیوں کے حوالے کرتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ یہ الزام کہاں تک دُرست ہیں، مگر ثابت ہوتا ہے کہ پشاور کے علماء کرام نے محدثین سے اختلاف کیا، اور یہ اختلاف معمولی نہیں تھا بلکہ بنیادی اختلاف تھا، جن کے نام یہ خطوط لکھے گئے، مولانا غلام رسول صاحب مہران کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ"

مولانا حافظ محمد احسن صاحب بن محمد صدیق معروف بہ حافظ دراز پشاوری، تبحر عالم علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر سرحد سے ثمر قند تک ان کے علم کا چرچا تھا۔

دُوسرے یہی بزرگ ہیں جن کی تعریف میں لکھتے ہیں: حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم صاحب علم و فضل اور زہد وتقویٰ میں شیخ وقت، صحاح ستہ کے اسانید زبانی یاد تھے۔ روتے

بہت تھے۔آخری عمر میں نابینا ہو گئے۔

تیسرے مولانا غلام حبیب جو کہ آسیا والے میاں صاحب غلام جیلانی کے والد تھے۔یہ بہت بڑے عالم تھے۔(٤) مولانا مفتی محمد احسن صاحب بن مولانا مفتی محمد احمد متبحر عالم تھے محلہ کوٹلہ رشید گنج پشاور (٥) مولانا مفتی حافظ احمد صاحب (٦) مولانا مولوی عبد الما لک اخونزادہ (٧) مولانا مراد اخونزادہ (٨) مولانا قاضی سعدالدین (٩) مولانا قاضی مسعود (١٠) مولانا عبداللہ اخونزادہ۔

حضرت بحر العلوم صاحب اپنے مواعظ میں عقائدِ حقہ اہلِ سنت و جماعت کو مدلل طریقے سے بیان فرماتے اور فرقِ باطلہ کا مسکت طریقہ پر رد فرماتے۔یہ بات عام طور پر پشاور میں مشہور ہے بلکہ زبان زد خلائق ہے کہ جس وقت منبر پر رونق افروز ہوتے تین بار" الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" بلند آواز سے پڑھتے۔آپ کے معاصر علماء سے حضرت مولانا مولوی غلام جیلانی صاحب المشہور" میاں صاحب آسیا" نے اعتراض کیا۔آپ نے ان کو کہلا بھیجا کہ آیئے اور جمعہ کے وعظ میں یہ مسئلہ سُن لیجئے۔چنانچہ بیان کیا جاتا ہے [1] کہ جناب" میاں صاحب آسیا" بمعہ اپنے معتقدین کے آپ کی مجلس وعظ میں تشریف لائے اس وقت علماء کے وعظ کا یہ طریقہ تھا کہ نماز جمعہ کے بعد عصر تک وعظ کیا کرتے تھے۔

حسبِ قاعدہ آپ نے درود وسلام پڑھ کر اسی مسئلہ ندا پر تقریر شروع کر دی،تمام وقت آپ کی تقریر سے لوگ اتنے متأثر ہوئے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں آہ وبکا کرتے رہے،اور یہی عالم" آسیا والے میاں صاحب" کا بھی تھا۔ آسیا والے میاں صاحب مطمئن ہو کر چلے گئے۔

حضور محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی سیّد شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت بحر

---

[1] مجھے یہ واقعہ چاچا غلام سرور صاحب مرحوم نے بیان کیا جو کہ میاں صاحب آسیا کے انتہائی معتقد تھے اور وہ اس مجلس میں موجود تھے وہ کہتے تھے کہ اُس وقت میری عمر ١٤ یا ١٥ برس کی تھی۔

العلوم کو والہانہ عقیدت تھی اور یہ عقیدت عشق کی حد تک پہنچ چکی تھی ہر وقت خواہ آپ درس میں ہوتے یا وعظ فرماتے حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے ہی کمالات اور کرامات بیان فرماتے۔

ایک بار جو کچھ آپ کے پاس تھا سب کچھ طلباء کو دے دیا، یہاں تک کہ آپ پر گیارہ وقت کا فاقہ گذرا تو آپ نے بغداد شریف کی طرف منہ کر کے عرض کیا۔

مفتی فضل کریم مرحوم فرماتے تھے کہ مجھے والد صاحب نے فرمایا کہ معاً ایک شخص دروازے پر آیا اس کے پاس چاولوں کی ایک غوری تھی کہا کہ:

" محمد عظیم کو کہو کہ خُود آکر لے جائے، حضرت خُود دروازے پر آئے اور وہ غوری لے کر گئے، اس غوری میں سے ہر لقمہ کے ساتھ ایک ایک اشرفی نکلی، جب آپ نے گیارہ لقمے لے لئے اور گیارہ اشرفیاں ہوگئیں تو فرمایا کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گیارہ ناموں کا صدقہ یہ گیارہ اشرفیاں ہیں، اب میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ بارھواں لقمہ لوں۔

آپ کی یہ والہانہ عقیدت آپ کی اولاد کو بھی نصیب تھی (اسی طرح مفتی فضل کریم صاحب مرحوم حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور انتہائی شوق وجذبہ کے ساتھ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی لیتے تھے) آپ کے دَور میں پشاور میں ایک بار بہت سخت بیماری پھیلی پشاور کے لوگ اپنی اصطلاح میں اس کو" وبا" کہتے ہیں سینکڑوں افراد روزانہ لقمہ اجل ہو جاتے ،لوگ آپ کی خدمت میں دُعا کے لئے حاضر ہوئے ،آپ تمام لوگوں کو ساتھ لے کر پشاوری حضرت جی صاحب کی مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے اور آپ کے مزار کو پانی سے غسل دیا اور پھر آپ کے توسل سے دُعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً پشاور سے اس عذاب کو دُور فرما دیا۔

آپ نے کثرت کے ساتھ مدح، نصائح اور مُناجات بھی نظم کی صورت میں لکھے ہیں، پُرانی وضع کے خطیب حضرات اب تک اپنے خطبوں میں پڑھتے ہیں۔

صاحبِ" تاریخ پشاور" [1] لکھتا ہے کہ:

" اور کبھی تعلیم سے فراغت ہوئی تو اشعار، مناجات اور مدح اور نصائح میں رہے"۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے (1) حافظ محمد امین صاحب، یہ متبحر عالم، علومِ عقلیہ ونقلیہ تھے، والد کی وفات کے بعد آپ مسند تدریس پر متمکن ہوئے، آپ کو امیر شیر علی خاں والیٔ کابل نے کابل بُلا کر اپنا مفتی کابل مقرر کیا۔ (2) حافظ غلام جیلانی صاحب (3) حافظ سیّد احمد صاحب (4) عبد الحکیم صاحب سب کے سب عالم و فاضل اور حافظ قرآن پاک تھے۔

حضرت بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۴ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ بمطابق ۲۶ دسمبر ۱۸۵۸ء شب جمعہ میں ہوئی۔ آپ کی شخصیت اب تک لوگوں کے دلوں اور نظروں میں قابل عزت اور احترام ہے، اور پشاور شہر کا ہر ایک فرد آپ کو صاحبِ کرامت اور صاحبِ ولایت سمجھتا ہے۔ چنانچہ اسی محبت وعقیدت کے پیش نظر ۱۹۶۲ء میں میونسپلٹی پشاور نے فیصلہ کیا کہ اس عظیم شخصیت کی یاد میں جس محلہ میں آپ نے دینِ اسلام کی خدمت کی (یعنی گنج کے علاقہ میں) اس محلہ کا نام آپ کے نام سے موسوم کیا جائے۔ چنانچہ اب اس محلہ کا نام" محلّہ حافظ محمد عظیم" رکھا گیا۔

صاحبِ" حدائق الحنفیہ" [2] تحریر فرماتے ہیں" عالمِ نبیل، فاضل جلیل، واعظِ بیعدیل، جامع کمالاتِ ظاہری وباطنی صاحبِ کشف وکرامات تھے"۔

فرماتے ہیں:" جن لوگوں نے آپ کا وعظ سنا ہے آج تک اس کا مذاق ان کو نہیں بھُولا، اور کہتے ہیں کہ وعظ کا باب گویا آپ پر بند ہو گیا ہے۔

آپ عربی، فارسی، پشتو، پنجابی جس ملک وزبان کا طالب علم یا سامع ہوتا تعلیم دیتے اور وعظ کرتے تھے"۔ آپ کی وفات ۱۲۷۵ھ۔ ۱۸۵۸ء میں واقع ہوئی۔

---

[1] ص 709 از لالہ کنہیا لال وکپتان اے، ہسٹنگز۔

[2] ص 478۔479۔

صاحبِ "حدائق الحنفیہ" لکھتے ہیں:

"اس کثرت وہجوم سے لوگ آپ کے جنازے پر حاضر ہوئے کہ شہر کے لوگ تعجب کرتے تھے کہ اس قدر بے شمار خلقت کہاں سے آ گئی"۔ [1]

حضرت علامہ عبد الغفور صاحب یعنی اخون صاحبِ صوات علیہ الرحمۃ

صاحب" تذکرہ علماء ومشائخ سرحد" نے ان کا تذکرہ طویل ذکر کیا ہے مگر ہم اس کے فائدہ اور کچھ حقائق سے قارئین کرام کی آگاہی کے لیے مکمل نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

امام المجاہدین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت عبد الغفور صاحب یعنی اخون صاحب صوات رح 1209ھ تا 1295ھ

آپ کا اسمِ گرامی عبد الغفور صاحب، لقب شیخ الاسلام اور اخون صاحب سوات کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ مہمندوں کے قبیلہ صافی سے تعلق رکھتے تھے۔

"اخون" "اخوند" کا مرخم ہے یعنی اخوند کا لفظ زبان پر ثقیل تھا اس لئے اخوند کے آخری حرف کو گرادیا گیا۔ تو اخوند سے "اخون" بن گیا۔ یہ تورانی لفظ ہے اور بہت بڑے متبحر عالم کے لئے استعمال ہوتا ہے، چونکہ آپ بھی عالمِ اجل اور شیخ الاسلام تھے اس لئے آپ کو عام زُبان میں اسی لقب کے ساتھ پکارا گیا۔

آپ کی پیدائش ۱۱۸۴ھ میں ہوئی۔ ابتدائی عمر سے آپ کو دینی تعلیم کا شوق تھا، لہٰذا اپنے علاقہ ہی میں مختلف اساتذہ سے ابتدائی تعلیم کر کے مزید تعلیم کے حصول کے لئے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں رہ کر آخر مردان سے پشاور پہنچے۔

پشاور میں آپ" گنج والے حافظ جی صاحب کی خدمت میں پہنچے اور تقریباً چار (4) برس رہ

---

[1] تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، ج1 ص128۔138۔

کر سندِ فراغت حاصل کی۔ چونکہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوفیٔ کامل تھے اس لئے اپنے اُستاد کی صحبتِ بابرکت نے آپ کو بھی اصلاحِ نفس کی طرف متوجہ کیا۔ تحصیل علم کے بعد آپ فقراء کی تلاش میں نکلے۔ اس وقت شہر میں جناب شاہ میاں غلام محمد صاحب المعروف حضرت جی صاحب یکہ توت والے کا بہت شہرہ تھا۔ اور حضرت اخون صاحب خُود فرماتے ہیں کہ حضرت جی صاحب سے ہزاروں لوگ آ آ کر فیض حاصل کرتے تھے۔ مجھے آٹھ دن کے بعد آپ سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ چنانچہ حضرت جی صاحب نے آپ کو فرمایا کہ میرے پاس تمہارے لئے فقر نہیں۔ مگر "استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ"۔ پڑھا کرو"۔ اسی طرح آپ مختلف فقراء اور مشائخ سے ملے۔ آخر آپ وہاں پہنچ گئے جہاں سے آپ کو فقر ملنا تھا، بفحوائے

آخر آمد زپس پردئہ تقدیر پدید

یعنی آپ حضرت شیخ المشائخ صاحبزادہ محمد شعیب صاحب ساکن تورڈھیری کی خدمت میں پہنچ کر طریقہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو کر ریاضات ومجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ دریائے کابل اور دریائے سوات کے جنگلوں میں کافی عرصہ زُہد وعبادت میں گذرا۔ جب سلسلہ عالیہ قادریہ کے اسباق طریقت کو مکمل کر کے اپنے پیرومرشد کے حضور میں پہنچے تو حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم نے آپ کو ہر چہار سلاسل یعنی قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں ماذُون اور صاحبِ مجاز فرمایا۔

صاحبِ مجاز ہونے کے بعد آپ نے "امر بالمعروف" اور" نہی عن المنکر" کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو اتباعِ سنّت اور اوامر الٰہی کی مطابعت کی تبلیغ کرتے عقدِ بیوگان کرواتے۔ لوگوں کو شرعی احکام کے مطابق عمل کرواتے اور اُن کے تمام جھگڑے شریعت کے مطابق فیصلہ کرواتے۔ بدعات ورُسوم بد سے لوگوں کو باز رکھتے۔ لنگر دیتے، جہاں جس سے ہزارہا لوگ روٹی، کپڑا، زادِراہ حاصل کرتے۔

آپ کی للّٰہیت اور خلوص کو دیکھ کر جوق دَر جوق عوام آپ کی بیعت ہوئے، اور آپ پر پروانہ وار قربان ہوتے تھے۔ غرضیکہ آپ نے اس سلسلہ مبارکہ کی بہت اشاعت کی۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ آپ کے نام سے موسوم ہوکر قادریہ چشتیہ نقشبندیہ کا ایک خانوادہ مشہور ہوگیا، آپ کا سلسلہ صرف صوبہ سرحد ہی نہیں، بلکہ کابل، ہرات، غزنی، ہندوستان اور عرب تک پھیل چکا تھا، اور ہر جگہ آپ کے خلفاء مصروف تبلیغ تھے، اور اشاعتِ سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کررہے تھے۔

آپ نے اس زُہد وتقویٰ، مشاہدہ ومراقبہ، ذکر وفکر، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور اشاعتِ سلسلہ کے ساتھ ساتھ" جہاد بالسیف" بھی کیا۔ نہایت ہی شجاعت ہمت اور استقلال کے ساتھ وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو رہتی دُنیا تک زندہ رہیں گے، اور جن کی یاد ہمیشہ رہے گی۔ جب کبھی کوئی مؤرخ تاریخِ مجاہدین سرحد لکھے گا تو وہ آپ کے جہادوں کو فراموش نہیں کرے گا، اور نہ ہی کرسکتا ہے۔

ھرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریدئه عالم دوام ما

محدثین ہندوستان کی جو جماعت حضرت سیّد احمد صاحب شہید کی زیر قیادت ہندوستان سے روانہ ہوکر اس علاقہ میں سکھوں کے ساتھ لڑنے کے لئے آئی تھی، آپ نے ان کے ساتھ مل کر پشاور سے سکھوں کو نکالا اور خُوب جہاد کیا، اور سکھوں کے مظالم، جبر واستبداد سے مسلمانوں کو نجات دلوائی۔ جب پشاور فتح ہوگیا تو محدثین نے اپنے عقائد واعمال کو عملاً نافذ کرنا شروع کردیا۔ جہاں تک بدعات، رسُوماتِ بد، اور دیگر بُرائیوں کا تعلق تھا حضرت اخون صاحب سوات محدثین کے ساتھ ان تمام بُرائیوں کو ختم کرنے میں پیش پیش تھے، مگر جب عقائد کا مسئلہ آیا تو آپ ان سے الگ ہوگئے اور واضح طَور پر اُن کا رَد کیا، اور ان سے اختلاف کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے محدثین کی اس تحریک کے سرگرم رُکن جناب

حضرت مولانا مولوی سیّد امیر صاحب المعروف "کوٹہ ملا صاحب" اور اُن کے متبعین پر "وہابی" کا حکم صادر کیا۔ مصنف یوسف زئی پٹھان بھی اپنی کتاب "یُوسف زئی پٹھان" کے صفحہ 380 پر لکھتا ہے:

"آخر میں یہ درج کر دینا بھی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا کہ جس وقت حضرت اخوند صاحب سوات تحریکِ مجاہدین کی اس کے مذہبی عقائد کی وجہ سے مخالفت کر رہے تھے اُس وقت علاقہ صوابی کے موضع کوٹہ کے مشہور مذہبی رہنما حضرت سیّد امیر صاحب المعروف کوٹہ ملّا صاحب اس تحریک کی حمایت میں تھے"۔

بلکہ آپ کے خلفاء نے آپ کے ایماء پر ان عقائد کے خلاف مبسوط کتابیں لکھیں، ان میں حضرت مولانا مولوی مرید محی الدین صاحب نوشہروی اور پشاور شہر کے مشہور و معروف علّامہ اجل حضرت مولانا مولوی میاں نصیر احمد صاحب المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ حضرت میاں صاحب قصّہ خوانی نے "تقویۃ الایمان" مصنفہ شاہ اسماعیل صاحب کا رَد بنام "احقاق الحق" [1] عربی میں لکھا جس میں ان تمام عقائد کا رَد ہے جو کہ اہلِ سنت و جماعت کے عقائدِ حقہ کے خلاف ہیں۔

حضرت اخون صاحب پر ان واقعات کا اثر بہت بُرا پڑا اور آپ سوات کی طرف چلے گئے، آپ نے سلسلہ کی اشاعت امر بالمعروف کو جاری رکھا، اور اسی طرح رسوماتِ بد اور بدعات کے خلاف عملاً کام کرتے رہے، نیز آپ نے اس تمام علاقہ کے قبائلیوں کو منظم کرنا شروع کر دیا، آپ کی مومنانہ فراست نے وہ سب کچھ دیکھ لیا تھا جو پیش آنے والا تھا۔ محدثین کی تحریک کی ناکامی، سکھوں کا اس علاقے سے نکل جانا، ملکوں اور خوانین کی خانہ جنگی یہ سب ایسے اسباب تھے جن کی وجہ سے انگریز نے اپنی شیطانت کی چالوں سے پشاور پر

[1] تجلیات غفوریہ، ترجمہ احقاق الحق، مترجم: میاں ظاہر شاہ قادری، صفحات 80، راقم کے پاس فوٹو کاپی کی صورت میں موجود ہے مگر اس پر مطبع کا نام موجود نہیں ہے۔

قبضہ کرلیا تھا۔آپ جانتے تھے کہ اگر یہاں یعنی سوات میں تنظیم نہ ہوئی، اتحاد نہ ہوا،کوئی امیر نہ ہوا تو فرنگی کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔آپ کی شبانہ روز مسلسل کوشش وسعی سے سوات کے لوگوں نے اپنا بادشاہ سیّد اکبر شاہ کو بنا لیا،اگرچہ لوگ آپ ہی کے دستِ حق پرست پر بیعتِ امارت کرنا چاہتے تھے مگر آپ نے سیّد موصوف کے ہاتھ پر بیعت کرلی،اور حضرت اخون صاحب سوات کو شیخ الاسلام بنایا گیا۔

تمام مقدمات تنازع اور جھگڑے آپ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فیصلے فرماتے۔آپ کی انتھک کوشش سے سوات میں امن قائم ہوگیا،اور ہر طرف سُنّتِ نبوی کی اشاعت ہونے لگی "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" عملاً ہونے لگا۔تقریباً سات برس تک سیّد اکبر شاہ نے حکومت کی اور ۱۱ مئی ۱۸۵۷ءکو وفات پائی۔سیّد صاحب کی وفات کے بعد سوات اور بنیر پر خانہ جنگی شروع ہوگئی اور وہ وطن جو سات برس تک امن وامان کا گھوارہ تھا جہنم زار بن گیا حضرت اخون صاحب اس تباہی وبربادی اور اختلاف وانتشار کو دیکھ کر بہت پریشان اور مشوش ہوئے۔ادھر انگریزوں کی سازشیں اور چالیں کہ یہ لوگ اور زیادہ کمزور ہوجائیں آپس میں لڑیں تاکہ ہمارے زیرنگیں اور ماتحت ہوجائیں۔آپ کے لئے اور دُکھ کا سبب تھا۔انگریزوں نے اس افتراق وتشتت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سوات کا رُخ کیا۔آپ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔اپنے تمام متعلقین،مریدین اور قبائلیوں کو لے کر میدانِ جہاد میں نکلے۔اس جہاد کا نام "امبیلہ" کی جہاد مشہور ہے۔انگریزوں نے دیکھا کہ سوات اور بنیر وغیرہ علاقوں کا اتحاد ہے تو ان میں پھوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی حضرت اخون صاحب انگریزوں کی شرارت کو سمجھ گئے انہوں نے بنیر کے لوگوں کو خصوصاً اور تمام لوگوں کو عموماً وعظ ونصیحت کی سمجھایا۔اور حملہ کے لئے تیار کیا۔آپ کے ارشادات کا بہت زیادہ اثر ہوا۔لوگوں میں جوشِ جہاد پیدا ہوا اور شوقِ شہادت ہر ایک کو میدانِ جہاد کی طرف کھینچ لایا۔

چنانچہ نہایت ہی بے جگری کے ساتھ مجاہدین اسلام نے انگریزوں پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ دست بدست لڑائی کی بھی نوبت آئی۔ مجبوراً فرنگیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ چند دنوں کے بعد حضرت صاحب نے مجاہدین کو لے کر کڑا کڑ کے مورچے پر حملہ کر دیا۔ یہ لڑائی بڑی ہیبت ناک تھی، مجاہدین انگریزوں کی فوج کی صفوں میں گھس گئے، اور دست بدست لڑائی کی، اور یہ مورچہ فتح کر لیا۔ اس مقام پر بہت قتل مقاتلہ ہوا۔ اس لئے اس جگہ کا نام ہی "قتل گڑھ" پڑ گیا۔ چند دن ٹھہر کر انگریزوں نے پھر لڑنے کا بندوبست کیا، اور ایک بہت مدبّر انگریز افسر کو کمان دے کر بھاری فوج کو میدانِ جنگ میں بھیج دیا۔ ادھر حضرت اخون صاحب نے بھی مجاہدین کی صفوں کو ترتیب دیا۔ لڑائی ہوئی مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ مجاہدین کے حق میں نہ نکلا باجوڑ وغیرہ کے لوگ واپس ہونے لگے، مجاہدین میں بددلی پیدا ہوئی، مگر آپ ایک مقام پر کھڑے ہو گئے اور جو لوگ لڑائی سے واپس جا رہے تھے اُن کو روکا، اور فرمایا کہ آج زندگی اور موت کا سوال ہے، اسلام کی عزت اور بے عزتی کا مسئلہ ہے۔ دشمن کا مقابلہ جوانمردی، ہمت اور شجاعت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ آپ کی تقریر ہمیشہ کے لئے تاثیر سے بھری ہوتی تھی اس دفعہ بھی آپ کی تقریر سے بہت اچھا اثر ہوا۔ اور مجاہدین پھر کمر ہمت باندھ کر میدانِ جہاد میں کود پڑے۔

انگریزوں نے اپنی سازش اور پالیسی کے مطابق چند خوانین کو خرید کر مجاہدین پر حملہ کر دیا۔ مجاہدین نے نہایت ہی پختہ عزم اور استقلال کے ساتھ دُشمن کا مقابلہ کیا۔ مگر اپنوں کی غداری کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی۔ مجاہدین منتشر ہو گئے اور آپ خُود سیدو تشریف لے گئے۔ امر بالمعروف اور سلسلہ کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ قوم و ریاست کے تمام جھگڑے خُود فیصلہ کرتے یا علماء سے کرواتے۔ عرب وعجم میں آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ کابل، علاقہ آزاد قبائل اور صوبہ سرحد کا تو تمام علاقہ آپ ہی کے سلسلہ میں منسلک ہے۔ اور آج جو طور طریقہ اس علاقہ میں اسلام کا نظر آ رہا ہے یہ سب آپ ہی کی

کوششوں اور مساعئ جمیلہ کا مرہونِ منت ہے۔تقریباً آپ کے ساڑھے چار سو کے قریب خلفاء تھے جو صاحبِ علم وعمل، اور صاحبِ تلوار بھی تھے۔آپ کے وہ خلفاء جو آزاد قبائل میں رہتے تھے تمام عمر جہاد کرتے رہے۔

آپ کا لنگر عام تھا، ہر ایک کو باقاعدہ روٹی اور سالن ملتا، کوئی تفریق یا امتیاز نہ تھا۔طالبانِ علم کو آپ کپڑا اور نقدی بھی مرحمت فرماتے۔سادات کی بڑی قدر ومنزلت کرتے۔نادار اور یتیم لڑکیوں کی اپنی گرہ سے شادی کرواتے، غرضیکہ جو بھی آپ کے پاس حاجت مند آتا بامراد لوٹتا۔

آپ کے مکشوفات اور کرامات بے حد و بے حساب ہیں، چونکہ آپ مقامِ غوثیت پر فائز تھے اس لئے آپ سے کرامات کا صدور امر واقعی تھا۔اگر آپ کی کرامات اور مکشوفات کو جمع کیا جائے تو اس کے لئے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے، تبرکاً آپ کی ایک کرامت درج کرتا ہوں ورنہ آپ کی کرامات کا اس جگہ ذکر کرنا کیا معنی رکھتا ہے جبکہ آپ کا وجود مبارک ایک زندہ کرامت تھا اور اس وقت بھی سالکان طریقت کے لئے مشعل راہ ہدایت ہے۔

جناب حضرت شیخ دین محمد صاحب المعروف شیخ صاحب شکر پُورہ فرماتے تھے کہ مجھے میرے شیخ یعنی حضرت ہڈہ ملا صاحب نے فرمایا تھا کہ ایک بار آپ سے پُوچھا گیا کہ "غوث" کی کیا شناخت ہے، حضرت اخون صاحب سوات نے فرمایا کہ اس کوٹھے کی چھت میں جو لکڑیاں پڑی ہوئی ہیں اگر غوث کہہ دے کہ یہ ایک لکڑی سونے کی ہے اور ایک لکڑی چاندی کی تو ایسے ہی ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت ہڈہ ملا صاحب نے فرمایا کہ جب ہم نے چھت کی طرف دیکھا تو ایسے ہی تھا یعنی ایک لکڑی سونے کی تھی اور ایک چاندی کی۔ مگر فوراً آپ نے فرمایا کہ اگر وہ کہہ دے کہ یہ لکڑیاں ہی ہیں تو وہ لکڑیاں ہوتی ہیں، ہڈہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جب ہم نے دیکھا تو وہ لکڑیاں ہی تھیں۔

جناب شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ہڈہ ملا صاحب نے یہ واقعہ بیان کرنے

کے بعد کہ ہم سمجھ گئے کہ آنجناب مقامِ غوثیت پر فائز ہیں۔

حضرت اخون صاحب سوات کے دو فرزند بنام عبد الحنان میاں گل اور عبد الخالق میاں گل تھے، موجودہ بادشاہ سوات عبد الخالق میاں گل صاحب کے فرزندار جمند عالی مرتبت میاں گل عبد الودود صاحب ہیں۔آپ نے خود بنفسِ نفیس اپنی حکومت ۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء میں اپنے بیٹے شہزادہ محمد عبد الحق جہاں زیب خان کو عطا کر دی۔حکومت پاکستان نے والئ سوات کو میجر جنرل کا اعزاز دیا۔

حضرت اخون صاحب مجاہدِ اسلام، پیکرِ عزم و استقلال، مجسمہ سُنّت نبوی، سرشارِ عشق لم یزل سرگروہ سلسلہ قادریہ زاہدیہ غوثِ وقت، حضرت عبد الغفور صاحب ۷ محرم الحرام ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء بروز پیر واصل بحق ہوئے، اور سیدو شریف میں دفن کئے گئے، آپ کے مزار پر ہزاروں زائرآ کر حسبِ توفیق فیض حاصل کرتے ہیں"۔ [1]

نوٹ: اس کتاب پر" پیش لفظ" حافظ محمد ادریس صاحب، ایم اے عربی (گولڈ میڈلسٹ) ایم اے فارسی، فاضل ڈابھیل، صدر شعبہ عربی (اسلامیات) پشاور یونیورسٹی کے ہیں۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ سیّد احمد رائے بریلی و اسماعیل دہلوی اور اُن کے متبعین کو علماءِ پشاور اور علماءِ ہندوستان کی جانب سے" وہابی" قرار دینا کسی کے ایماء کی بنا پر نہیں بلکہ اسماعیل دہلوی کے عقائد کی وجہ سے تھا، اور اسی بنا پر علمائے ہندوستان اور علمائے سرحد نے انہیں" وہابی" قرار دیا۔

کالج اور یونیورسٹی کے مطالعہ پاکستان کے مضمون میں ان حقائق کو مسخ کیا گیا ہے، اس سلسلے میں جو حوالے ہم نے پیش کئے ہیں وہ دیوبندی مسلّمات سے ماخوذ ہیں۔ پس دیوبندی موصوف کی دلیل نا قابل قبول قرار پائی۔

---

[1] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، از فقیر محمد امیر شاہ قادری، ج 1 ص 149 تا 157، مکتبہ الحسن کوچہ آقا پیر جان یکہ توت، پشاور

سکھوں کی رُوحانی و معنوی اولاد

اعتراض: کاشف اقبال رضا خانی صاحب آپ بھی تو کہیں ان سکھوں کی روحانی اولاد نہیں جو آباء معنوی کی پیروی میں علمائے حق پر وہابیت کی تہمت لگا رہے ہیں؟[1]

الجواب: مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب حفظہ اللہ تو سکھوں کی رُوحانی اولاد نہیں بلکہ وہ وہابیوں کو سکھوں کی طرح سمجھتے ہیں، اور وہ سکھوں اور سکھوں کی روحانی اولاد وہابیوں دیوبندیوں دونوں سے ہی بیزاری ظاہر کرتے ہیں، باقی احقاقِ حق کے سلسلے میں اُنہوں نے ان علمائے ہندوستان اور علمائے سرحد کے وارث وجانشین کا کردار ادا کیا ہے کہ جنہوں نے اسماعیل دہلوی اور سیّد احمد رائے بریلی کے عقائد کو بھانپتے ہوئے ان کو "وہابی" قرار دیا تھا، مگر دیوبندی موصوف سکھوں کی حقیقی اولاد نہ سہی معنوی اولاد ضرور بننے کے لئے کوشاں ہیں کیونکہ موصوف ان لوگوں کی وکالت کرنے میں مصروفِ عمل ہیں جنہوں نے سرحدی مسلمانوں پر سکھوں کی طرح بلکہ اُن سے بھی بڑھ کر مظالم ڈھائے، اور جن کی اکثر لڑائیاں سکھوں اور فرنگیوں کی بجائے سرحدی مسلمانوں سے ہوئیں۔ اس لحاظ سے یہ بات ضرور تسلیم کرنے میں آتی ہے کہ دیوبندی موصوف مع اپنے اہل واصحاب سکھوں، چماروں اور بھنگیوں کی معنوی اولاد بننے کے لئے سرتوڑ کوشش کررہے ہیں۔

اھلِ عرب جتنی نفرت وھابیوں سے کرتے تھے اُتنی نہ یھود سے نہ نصاریٰ سے اور نہ ھی مجوس وھنود سے کرتے، ٹانڈوی صاحب کی گواھی

دیوبندی موصوف بحوالہ ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اسی وجہ سے اہلِ عرب خصوصاً اِس کے اور اِس کے اتباع سے دِلی بغض تھا اور ہے، اور

---

[1] دفاع، ج1 ص 184، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے، نہ مجوس سے نہ ہنود سے، غرض کہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے، اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیے۔ وہ لوگ یہود ونصاری سے اس قدر رنج وعداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں چونکہ مجدد المضلین اور اس کے اتباع کو اہل عرب کی نظروں میں خصوصاً اور اہل ہند کی نگاہوں میں عموماً ان کے بہی خواہ اور دوسروں کو ان کا دشمن دین کا مخالف ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اس لیے اس لقب سے بڑھ کر ان کو کوئی لقب اچھا معلوم نہیں ہوتا جہاں کسی کو متبع شریعت وتابع سنت پایا جھٹ وہابی کہہ دیا تاکہ لوگ متنفر ہو جائیں اور ان لوگوں کے مصالح اور ترلقموں میں جو طرح طرح کے مکاریوں سے حاصل ہوتی ہیں فرق نہ پڑے۔ صاحبو! شراب پیو، ڈاڑھی منڈواؤ، گور پرستی کرو، نذر لغیر اللہ مانو، زنا کاری اغلام بازی ترک جماعت وصوم وصلاۃ جو کچھ کرو یہ سب علامات اہل السنت والجماعات ہونے کی ہو اور اتباع شریعت صورۃً وعملاً جس کو حاصل ہو وہ وہابی (وہ وہابی) ہو جائے گا مشہور ہے کہ کسی نواب صاحب نے کسی اپنے جانشین سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم وہابی ہو انہوں نے جواب دیا حضور میں تو ڈاڑھی منڈاتا ہوں میں کیسے وہابی ہو سکتا ہوں میں تو خالص سنی ہوں دیکھیے علامت سنی کی ڈاڑھی منڈانا ہو گیا دجال المجدد دین نے اس رسالہ میں اس غرض خاص سے ان اکابر کو وہابی کہا تاکہ اہل عرب دیکھتے ہی غیظ وغضب میں آ کر تلملا جائیں اور بلا پوچھے گچھے بغیر تامل تکفیر کا فتوی دے دیویں اور پھر لفظ وہابیت کو متعدد جگہوں میں مختلف عنوانوں سے الفاظ خبیث سے یاد کیا حالانکہ عقائد وہابیہ اور ان اکابر کے معتقدات واعمال میں زمین وآسمان بلکہ اس سے زائد کا فرق ہے (الشہاب الثاقب: ص ۱۸۴۔ ۱۸۵)"۔ [1]

---

[1] دفاع، ج1 ص 184، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب: اس حوالہ میں یہ چیز موجود ہے کہ اہلِ عرب کو وہابیوں سے شدید نفرت تھی۔ یہود، نصاریٰ، مجوس اور ہنود سے بھی زیادہ وہابیوں سے نفرت کرتے تھے۔اُن کا یہ نفرت کرنا، ظاہر ہے کہ وہابیوں کے عقائد واعمال کی بنا پر تھا، اہلِ عرب وہابیوں کے عقائد کو دُرست نہ سمجھتے تھے اوران سے دِلی طَور پر نفرت کرتے تھے، گویا کہ ان کے نزدیک وہابی بوجہ عقائد یہود ونصاریٰ اور مجوس وہنود سے بدتر تھے، جب کہ اس کے برعکس دیوبندیوں کے مقتداء رشید احمد گنگوہی صاحب کے نزدیک وہابیوں کے عقائد عمدہ تھے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے اور ان کا مذہب حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اوران کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے اُن میں فساد آ گیا، اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنبلی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے"۔ [1]

نمبر(2) ٹانڈوی صاحب نے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر یہ الزام عائد کیا کہ چونکہ اہلِ عرب وہابیہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس لئے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اہلِ عرب کو متنفر کرنے کے لئے دیوبندیوں کو" وہابی" قرار دیا۔

ٹانڈوی صاحب کا یہ الزام دُرست نہیں، سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے اہل سنّت نے عقائد ونظریات کی یگانگت ومماثلث کی بنیاد پر دیوبندیوں کو" وہابی" قرار دیا جس کا اقرار گاہے بگاہے اکابرینِ دیوبند بھی کرتے رہے۔ چونکہ ہر دو فریق کے عقائد ونظریات میں اتفاق تھا، اور علمائے سرحد بھی اسماعیل دہلوی اور اُن کے متبعین ومعتقدین کو" وہابی" سے یاد کیا کرتے تھے، اس لئے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اکابرینِ دیوبند کو

---

[1] فتاوی رشیدیہ، کتاب الجنائز، ص292، دارالاشاعت، کراچی۔

"وہابی" قرار دیا، بالکل دُرست عمل ہے۔

اگر اکابرینِ دیوبند وہابیانہ عقائد ونظریات سے براَت وبیزاری ظاہر کرتے اور برصغیر میں گروہِ وہابیت کے سرغنہ اسماعیل دہلوی سے لاتعلقی کا اظہار کرتے تو انہیں وہابی نہ گردانا جاتا مگر چونکہ دیوبندیوں نے وہابیانہ عقائد کو اختیار کیا، اور وہابیانہ نظریات کو سینہ سے لگایا اس لئے اب دیوبندیوں سے وہابیت کی نفی نہیں ہوسکتی، اور نفی ہو بھی کیسے سکتی ہے جب کہ دیوبندیت کے گروپ میں جراثیمِ وہابیت اس طرح سمائے ہوئے ہیں کہ ان کے بغیر دیوبندیت زندہ نہیں رہ سکتی، لہٰذا ٹانڈوی صاحب کا یہ شکوہ بے جا ہے۔

نمبر (3) ٹانڈوی صاحب کا عقائدِ وہابیہ اور عقائدِ دیابنہ میں زمین وآسمان کا فرق ظاہر کرنا بھی دُرست نہیں اس لئے کہ ٹانڈوی صاحب کے پیرو مرشد گنگوہی صاحب صراحت فرما چکے ہیں کہ عقائد سب کے متحد۔ لہٰذا ٹانڈوی صاحب کا یہ نرا دعویٰ ہی ہے، حقیقت میں دیوبندی اپنے عقائد میں وہابیہ کے مماثل ہیں، یگانگت اور مماثلت کے حوالے سابقہ جلدوں میں ذکر کئے جاچکے ہیں۔

وہابیت کا خوفناک تصور

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"بریلوی مجاوروں پیشہ ور واعظوں اور علماء سوء کو چونکہ علم ہے کہ ان کی عوام جب تک جاہل رہے گی ان کے نذرانے چلتے رہیں گے اسی لیے جہاں انہوں نے عوام کو یہ باور کرایا ہوا ہے کہ ہر متبع سنت اور بدعات وشرک سے منع کرنے والا وہابی ہے۔ ان کے ذہنوں میں وہابیت کا ایسا خوفناک تصور بٹھایا ہوا ہے کہ کوئی شخص وہابیت کے اس تصور کے بعد ان کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا"۔ [1]

---

[1] دفاع، ج1 ص185، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب: پُوری دُنیا کے علماء جو رَدِّ وہابیہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دے چکے اور جنہوں نے وہابیہ کے رَد میں کتابیں لکھیں کیا یہ سب پیشہ ور بریلوی مجاور وواعظ تھے؟ کیا مفتیٔ شافعیہ حضرت زینی دحلان علیہ الرحمۃ پیشہ ور واعظ ومجاور تھے، جنہوں نے وہابیہ کے رد میں" الدرر السنیہ " کتاب تصنیف کی، اور اس کے علاوہ عرب وعجم کے وہ علماء جن کی کتب کی فہرست سابقہ جلدوں میں ذکر کی جاچکی ہے کیا وہ سب بریلوی پیشہ ور مجاور تھے؟

افسوس ہے دیوبندی موصوف کو ایسا مکروہ جھوٹ بولتے ہوئے کچھ تو سوچ لینا چاہئے تھا، لوگ اندھے بہرے نہیں ہیں کہ دیوبندی موصوف جھوٹ بولتے جائیں گے اور دُنیا قبول کرلے گی۔

میاں! یہ دلیل کی دُنیا ہے، یہاں دیوبندیت کی راگنی نہیں چلنے والی، وہ وقت گیا کہ" المھند " اور" الشہاب الثاقب" جیسی جھوٹی کتابیں گھڑ کر اپنے دل کو خُوش کرلیا کرتے تھے، اور مصنف بننے کا شوق بھی پُورا ہوجاتا تھا۔ وہابیت کا خوفناک تصور ان کے عقائد کی بنا پر ہے۔ عقائدِ وہابیہ سنتے ہی مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور کچھ سُوجھ بُوجھ رکھنے والا مسلمان ان باتوں کو سننا بھی گوارہ نہیں کرتا جن کا چسکا لے کر دیوبندی بیان کرتے ہیں۔

دیوبندی موصوف کو وہابیت کی تصویر خوفناک اور بھیانک نظر آتی ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے، علماء اہلِ سنّت وجماعت نے تو وہابیوں دیوبندیوں کے عقائد کتابوں میں ذکر کئے ہیں، وہابیت کی خوفناک تصویر کا منبع وماخذ اور بنیاد ان کے بُرے عقائد ہیں، آگے ان شاء اللہ العزیز عقائدِ دیوبندیت کے حوالے سے بحث آئے گی اور عوام الناس ان کے مکروہ چہرے پہچان لیں گے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" مولانا ابوالکلام آزاد بھی اسی ماحول میں پلے بڑھے اپنے والد مولانا خیر الدین دہلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے کی تربیت کا نتیجہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر اور

مریدین کے درمیان وہابیت کا کیا تصور قائم کیا ہوا تھا:

"ہمیں اس وقت یقین تھا کہ وہابی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اول تو نبی ﷺ کی فضیلت کے قائل ہی نہیں اگر قائل ہیں بھی تو صرف اتنے جیسے چھوٹے بھائی کے لئے بڑے بھائی، معجزات کے بھی منکر ہیں، ختم نبوت کے بھی قائل نہیں، آنحضرت ﷺ سے ان کو تو ایک خاص بغض ہے۔ جہاں کوئی بات ان کی فضیلت ومنقبت کی آئی تو انہیں مرچیں لگیں مجلس میلاد کے اس لیے منکر ہیں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ درود پڑھنے کو بھی برا جانتے ہیں کہتے ہیں کہ یارسول اللہ مت کہو کیونکہ رسول اللہ کی یاد انہیں کیوں پسند آنے لگی جہاں کوئی بات رسول کی فضیلت اولیاء اللہ کی منقبت بزرگان دین کی بزرگی کی کہی جائے یا کی جائے فوراً اسے شرک وبدعت کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ انہیں ان سب سے بغض وکینہ ہے اوران کی توہین وتذلیل ان کو خوش آتی ہے بحیثیت مجموعی وہابیوں کے بدترین خلائق ہونے کافر ہونے کافروں میں بھی بدترین قسم کے کافر ہونے میں کسی ردوکد کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی وہابیت کے متعلق یہ فضا تھی جس میں میں نے پرورش پائی"۔(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی: ص۲۷۹، ۲۷۸) ظاہر ہے کہ وہابیت کے اس مکروہ تصور کو ادنی سے ادنی مسلمان بھی اپنے لیے قابل قبول تصور نہیں بنا سکتا"۔[1]

الجواب: ادارہ تحقیقاتِ افکاروتحریکاتِ ملی پاکستان کی طرف سے ایک کتاب بنام" ایک علمی خاندان" شائع ہوئی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ دیوبندی موصوف کے نقل کردہ اقتباس پر کچھ تبصرہ کرنے سے پہلے مذکورہ کتاب میں سے ابوالکلام آزاد کے والد حضرت مولانا خیر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کا تعارُف نقل کردیں:

"مولانا خیر الدین مارچ ۱۸۳۱ءم ۱۲۴۷ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے اِس کی تصدیق مولانا

---

[1] دفاع، ج1ص185، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

آزاد کے ڈکلیریشن سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اپنے پاسپورٹ بنوانے کے سلسلے میں داخل کیا تھا، ان کی عمر ۳۔ ۴ سال تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا، کچھ عرصہ بعد والدہ نے بھی رحلت کی، ان کے نانا منور الدین نے انہیں نہایت پیار و محبت سے اپنے سایہ عاطفت میں جگہ دی اور کمال توجہ سے ان کی تربیت اور تعلیم کا اہتمام وانتظام کیا۔ شرفائے دہلی میں جو علوم وفنون رائج تھے اُن سب سے کماحقہٗ واقف کروایا۔

مولانا خیر الدین نے اپنے نانا کے علاوہ اُس وقت کے عربی وفارسی کے جیّد عالم مفتی صدر الدین آزُردہ سے کسبِ علم کیا۔ ان کے دیگر اساتذہ میں مولوی فضل امام، مولوی محمد کریم، مولوی محمد عمر اور مولانا رشید الدین بھی شامل تھے۔ خوش نویسی کا فن حافظ امام بخش سے سیکھا فنون حرب میں شمشیر زنی، نشانہ بازی اور لکڑی (لڑائی) کے تمام فنون میں مہارت حاصل کی۔ تفریحی مشاغل میں پیراکی، پنجہ کشی، کشتی ماہرین فن سے سیکھی، انہیں ورزش کا بھی شوق تھا۔ وہ اٹھارہ برس کی عمر میں مروجہ علوم کی تکمیل اور فنون پر مہارت حاصل کر چکے تھے۔ تکمیل تعلیم کے بعد جامع مسجد دہلی میں فاتحہ فراغ کی مجلس منعقد ہوئی۔ مفتی صدر الدین آزردہ نے سر پر پگڑی باندھی، شاہ عبدالغنی نے مسند درس پر بٹھایا، طلبہ کی ایک جماعت ان کے حوالے کی گئی جسے انہوں نے "ہدایہ" اور "بخاری" کا درس دیا۔ بعد میں وہ جامع مسجد کے اس مدرسے میں جسے ان کے نانا نے قائم کیا تھا باقاعدہ درس دینے لگے"۔ [1]

اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مولانا خیر الدین دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے وقت کے جیّد علماء حضرت مفتی صدر الدین آزردہ، حضرت مولانا رشید الدین صاحب اور مولانا فضل امام وغیرہم سے علوم وفنون حاصل کئے۔ ان کو حضرت عبدالغنی نے مسندِ درس پر بٹھایا تھا یعنی آپ فضلائے دہلی کے فیض یافتہ تھے۔ آپ کے گھر کا ماحول کیسا تھا اس کے متعلق بھی ایک

---

[1] ایک علمی خاندان، ص 19، ادارۂ تحقیقات افکار وتحریکات ملی پاکستان۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"ابُوالکلام محی الدین احمد آزاد پیدا ہوئے۔ان سب کی پرورش ماں کی نگرانی میں ہوئی۔وہ چاہتی تھیں کہ یہ اسلامی سانچے میں ڈھل جائیں اور اہل عرب کی روایات اور خصوصیات کو اپنائیں چناں چہ ان کے اردو بولنے پر بھی وہ ناگواری کا اظہار کرتی تھیں، باوجود اس کے کہ وہ اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کرتی تھیں ان کی معمولی لغزش پر بھی ٹھوک دیتیں اور تنبیہ کرتی تھیں چناں چہ مولانا آزاد اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ایک شخص حافظ مبارک بخاری ہمارے یہاں رہتے تھے وہ بہت اچھے خوش نویس تھے اس لیے والد مرحوم نے انہیں اپنی مصنفات کی تبییض کے لیے گھر میں رکھ لیا تھا چوں کہ انہیں اپنے کپڑوں کی صفائی کا زیادہ خیال نہیں رہتا تھا اس لیے میں نے ایک دن کہہ دیا کہ وہ بڑے گندے آدمی ہیں، والدہ نے جیسے ہی سنا سخت برہم ہوئیں اس وقت تک ان کی باریک آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے "یا عینی! لا تقل هذا انما هو اکرم عند الله منک و منا" (یعنی میری جان! ایسا نہ کہو، ہوسکتا ہے کہ خدا کی نظر میں وہ تم سے اور ہم سے زیادہ عزیز ہو)"۔ [1]

یعنی ابُوالکلام آزاد کے گھر میں تعلیم و تربیت پر اچھا خاصا زور دیا جاتا تھا اور ابُوالکلام آزاد نے جب کپڑوں کی صفائی نہ رکھنے کی بنا پر خُوشنویس کے متعلق یہ کہا کہ وہ گندے آدمی ہیں تو ان کی سرزنش کی گئی۔جب خاندان کی تربیت میں ایک خوشنویس آدمی کے حق میں بدگوئی مناسب نہیں تو پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کا (جن کو دیوبندی موصوف دیندار و متبع سنّت قرار دے رہے ہیں) کوئی فرضی اور خیالی تصور قائم کروایا گیا ہو، اور اُن کی خواہ مخواہ بھیانک وخوفناک منظر کشی کی گئی ہوگی۔

---

[1] ایک علمی خاندان، ص 41، ادارۂ تحقیقات افکار و تحریکات ملی پاکستان۔

ظاہر ہے کہ ایسے ماحول میں یُونہی اور خواہ مخواہ ایسے ہی کسی کی بھیانک تصویر نہیں کھینچی گئی ہو گی بلکہ اس کے پیچھے وہابیوں کے وہ مکروہ عقائد تھے جن سے اپنی اولاد کو دُور رکھنا ہر پکے سچے مسلمان کا فرض ہے۔

حضرت خیر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنا فرضِ منصبی ادا کیا اور بچپن میں ہی اپنی اولاد کو وہابیوں کی مکروہ صورت سے رُوشناس کروایا۔ یہ کوئی پیشہ ور مجاور و واعظ نہ تھے بلکہ خاندانِ دہلی کے ہی پرُوردہ و تعلیم یافتہ تھے اور انہوں نے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے فیض یافتہ علماء سے تعلیم حاصل کی، جبکہ ابُو الکلام آزاد کی والدہ عربی روایات کی حامل تھیں، اور اپنی اولاد کو تعلیم دینے میں بھی عربی روایات کو ملحوظِ خاطر رکھتی تھیں، لہٰذا وہابیوں کا بھیانک تصور کسی ملنگ و چرسی کی جانب سے قائم کردہ نہ تھا بلکہ اس خاندان کا قائم کردہ تھا جس کے علم و فضل کے وہابیانِ ہند بھی قائل ہیں۔

باقی جو باتیں وہابیوں کے بھیانک تصور کے لئے بیان کی گئی ہیں وہ تو ان کی کتب میں موجود ہیں۔ دیوبندی موصوف نے جو حوالہ ابُو الکلام آزاد کا نقل کیا ہے اُس میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں اُن کی باحوالہ نشاندھی ہم کر دیتے ہیں تا کہ دیوبندی موصوف بھی آگاہ ہو جائیں کہ اس بارے میں وہابیہ کا نظریہ کیسا ہے کیونکہ موصوف کو ویسے تو مطالعہ کی توفیق نہیں، شاید اس بہانہ ہی تھوڑا سا مطالعہ کر کے کچھ آگاہی حاصل کر لیں۔

وھابیوں کے متعلق قائم کردہ تصورات

نمبر (1) " ہمیں اس وقت یقین تھا کہ وہابی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو اوّل تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے قائل ہی نہیں"۔

حوالہ: دیوبندیوں کے شیخ الحدیث حسین احمد ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" شانِ نبوت اور حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور

نہایت تھوڑی سے فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں"۔ [۱]

نمبر (2) "اگر قائل ہیں بھی تو صرف اتنے جیسے چھوٹے بھائی کے لئے بڑے بھائی"۔

حوالہ: یہ بات تو اسماعیل دہلوی کی "تقویۃ الایمان" میں موجود ہے، ملاحظہ ہو:

"یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اُس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اسی کی چاہیے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء، امام زادے، پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے اُن کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا، ہم ان کے چھوٹے ہیں"۔ [۲]

نمبر (3) "معجزات کے بھی منکر ہیں"

حوالہ: انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اجساد مبارکہ کو زمین نہیں کھاتی، انبیاء کرام علیہم السلام کے اس معجزے کے وہابی منکر ہیں، جیسا کہ اسماعیل دہلوی کی ہی "تقویۃ الایمان" میں ہے اور نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ:

"یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔ [۳]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کا سایہ زمین پر نہ پڑنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے مگر وہابی اس کے منکر ہیں۔ اسی طرح کئی اور معجزاتِ نبوی ہیں جن کا وہابی انکار کرتے ہیں۔ مزید "الشہاب الثاقب" کے حوالہ سے پچھلے اوراق میں بھی ذکر ہو چکا۔

نمبر (4) "ختمِ نبوت کے بھی قائل نہیں"۔

حوالہ: دیوبندیوں کے قاسم العلوم والخیرات قاسم نانوتوی صاحب کی "تحذیر الناس"

---

[۱] الشہاب الثاقب، ص 47، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

[۲] تقویۃ الایمان، ص 111، اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار، لاہور۔

[۳] تقویۃ الایمان، ص 88، مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار، مئوناتھ بھنجن، یوپی۔

کی صُورت میں کتاب موجود ہے جس میں آپ ﷺ کی ختمِ نبوت کا انکار کیا گیا ہے، ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"۔ [۱]

نمبر (5) " آنحضرت ﷺ سے ان کو تو ایک خاص بغض ہے۔ جہاں کوئی بات ان کی فضیلت ومنقبت کی آئی تو انہیں مرچیں لگیں"۔

حوالہ: وہابیوں کا ایک عقیدہ لکھتے ہوئے دیوبندیوں کے حسین احمد ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں جس سے مذکورہ بات کی تصدیق ہوجاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

" ان کا خیال ہے کہ رسولِ مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ہے۔ اور اسی وجہ سے توسل دعاء میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے، معاذ اللہ معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نباشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے"۔ [۲]

نمبر (6) "مجلسِ میلاد کے اس لیے منکر ہیں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں"۔

حوالہ: ہم یہاں دیوبندیوں کے امامِ ربّانی کا ایک فتویٰ (سوال مع جواب) نقل کرتے ہیں جس سے وہابیوں کا یہ نظریہ معلوم ہوجائے گا، مُلاحظہ فرمائیں:

---

[۱] تحذیر الناس، ص 34، دار الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔

[۲] الشہاب الثاقب، ص 47، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

سوال: مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں، اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں؟

جواب: عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام وتداعی اس میں بھی موجود ہے، لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں وعلیٰ ہذا عرس کا جواب ہے۔ بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت میں منع ہو گئیں مجلس عرس ومولود بھی ایسا ہی ہے"۔ [1]

یہ دیوبندیوں کے فقیہ النفس رشید احمد گنگوہی صاحب سے اُس مجلس میلاد کے متعلق پُوچھا گیا جس میں کوئی بھی بات خلافِ شرع نہ ہو اور جس طرح حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ میلاد کیا کرتے تھے اُس طرح کیا جائے تو گنگوہی صاحب نے اسے بھی دُرست قرار نہیں دیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابُو الکلام آزاد کو وہابیوں کے متعلق جو تصور قائم کروایا گیا تھا وہ بالکل دُرست اور صحیح ہے۔

نمبر (7) "درود پڑھنے کو بھی برا جانتے ہیں کہتے ہیں کہ یارسول اللہ مت کہو"۔

حوالہ: دیوبندیوں کے فقیہ النفس یہی رشید احمد گنگوہی صاحب درود تاج کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"انچه فضائل درود تاج که بعض جهله بیان کنند غلط است وقدر آن بجز بیان شارع علیه السلام معلوم شدن محال وتالیف این درود بعد مرور صد ہا سال واقع شد پس چگونه در داین صیغه را موجب ثواب قرار داده شود وانچه در احادیث صحاح صیغہائے درود وارد شده آن را ترک کردن واین را موعود بثواب

[1] فتاوی رشیدیہ کامل، کتاب البدعات، ص 255۔ دار الاشاعت اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔

جزیل پنداشتن درود ساختن بدعة ضلالت ہست وچون آنکه در آن کلمت شرکیه مذکور اند اندیشه خرابی عقیده عوام است لہذا ورد آن ممنوع ہست پس تعلیم درودتاج ہما ناسم قاتل بعوام سپردن ست که صدہا مردم بفساد عقیده شرکیه مبتلا شوند وموجب ہلاکت ایشان گردد فقط، واللہ تعالی اعلم۔

ترجمہ: اس درود شریف کے جو کچھ فضائل بعض جاہل بیان کرتے ہیں بالکل غلط ہے اور اس کا مرتبہ بجز شارع علیہ السلام کے یہاں فرمانے کے معلوم ہونا محال ہے، اور اس درود کی تالیف صدہا سال گزرنے کے بعد ہوئی ہے، پس کس طرح درود کے اس صیغہ کو باعث ثواب قرار دے سکتے ہیں، اور صحیح حدیثوں میں درود شریف کے جو صیغے آئے ہیں ان کو چھوڑنا اور اس میں بہت کچھ ثواب کی اُمید رکھنا اور اس کا وِرد کرنا گمراہی کی بدعت ہے، اور چونکہ اس میں کلماتِ شرکیہ بھی ہیں، اندیشہ عوام کے عقیدہ کی خرابی کا ہے، لہٰذا اس کا پڑھنا ممنوع ہے، پس درود تاج کی تعلیم دینا اسی طرح ہے کہ عوام کو زہرِ قاتل دے دیا جائے کیونکہ بہت سے آدمی عقیدہ شرکیہ کے فساد میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم"۔ [1]

اور دیوبندیوں کے اسی فقیہ النفس گنگوہی صاحب سے "یا رسول اللہ ﷺ" کہنے کے متعلق سوال ہوا، ہم یہاں سوال مع جواب دونوں نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"**سوال:** یارسول اللہ دور سے یا نزدیک قبر شریف سے پکارنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: جب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا، اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دُور سے سنتے ہیں بسبب علمِ غیب کے تو خود کفر ہے، اور جو یہ

---

[1] فتاوی رشیدیہ، کتاب العلم، ص169، دارالاشاعت، کراچی۔

عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بہ کفر ہے، البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندۂ مومن کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں۔ فقط۔ [1]

برصغیر پاک و ہند میں درود تاج معمولِ مشائخ رہا ہے، اس کو عوام کے لئے سم قاتل قرار دینا اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نداء کی ممانعت کرنا، اس تصور کو دُرست ثابت کر رہا ہے جو ابُو الکلام آزاد کے ذہن میں نقش کروایا گیا تھا۔

پس وہ اُمور جن کی بنا پر وہابیت کا بھیانک تصور ابُو الکلام آزاد کے ذہن میں از والدین منقش تھا وہ کوئی غلط نہ تھا، بلکہ یہ عقائد کتبِ وہابیہ دیوبندیہ میں مَرقُوم و مسطور ہیں۔ پس جس طرح مشفق والدین اپنی اولاد کو بُرے لوگوں کی صحبت سے روکتے ہیں اور ان کی بُرائیوں کو واضح الفاظ میں بیان کرتے ہیں اسی طرح عقائدِ وہابیہ کی بنا پر ان کا بھیانک تصور ابُو الکلام آزاد کو نقش کروایا گیا۔

نہ جانے کیوں دیوبندی موصوف اس بات پر نالاں ہیں اگر انہیں یہ تصور اتنا ہی بُرا لگ رہا ہے تو وہ عقائدِ وہابیہ دیابنہ سے توبہ و بیزاری کا اعلان کیوں نہیں کرتے؟۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اہل بدعت کی اسی سوچ اور تصور کے مقابلے میں علمائے اہل السنت والجماعت نے خود پر وہابیت کے الزام جس سے مقصود در پردہ اس قسم کے مکروہ عقائد کی نسبت تھی ہمیشہ سے سخت تردید کی اور ہم اب بھی کرتے ہیں"۔ [2]

الجواب: ہم باحوالہ ثابت کر چکے ہیں کہ وہابیہ کے وہی عقائد ہیں جن سے وہابیت کا

---

[1] فتاوی رشیدیہ، ایمان اور کفر کے مسائل، ص203۔204، دار الاشاعت، کراچی۔

[2] دفاع، ج1 ص185۔186، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

مکروہ تصور قائم ہوتا ہے۔ اکابرینِ دیوبند نے کبھی بھی ان عقائد سے برأت و بیزاری کا اعلان نہیں کیا بلکہ کچھ تو ان کی اپنی کتب میں موجود ہیں جیسا کہ سابقہ بحث میں حوالے نقل ہو چکے اور بعض کی تائید وتصویب ان فتوؤں سے ہوتی ہے جو وہابیہ کے عقیدہ کو عمدہ قرار دینے کے متعلق مرقوم ہیں۔ اگر دیوبندیوں کے نزدیک عقائدِ وہابیہ کی تصویب متحقق نہ ہوتی تو وہ کیوں عقائدِ وہابیہ کو عمدہ قرار دیتے۔

ہاں باقی یہ ممکن ہے کہ سادہ لوح عوام کو فریب دینے اور اُن کو جالِ وہابیت میں پھنسانے کے لئے بظاہر لفظ وہابی کا انکار کر لیا ہو، لیکن اکابرینِ دیوبند کا یہ انکار بھی عدالتوں میں موجود جھوٹی گواہیاں دینے والوں کی طرح ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ان کے انکار میں بھی اقرار پوشیدہ ہوتا ہے

انکار کی سی لذت اقرار میں کہاں
بڑھتا ہے شوق غالب ان نہیں نہیں سے

دیوبندی موصوف کا اکابرینِ دیوبند کو علمائے اہل السنت والجماعت لکھنا لیبلِ وہابیت کو ہٹانے کی ناکام کوشش ہے۔ موصوف نے اس طرح دھاندلی کرتے ہوئے بھرپُور کوشش کی ہے کہ کسی طرح داغِ وہابیت چہرۂ دیوبندیت سے مٹ جائے مگر خمیر دیوبندیت میں وہابیت اس طرح آمیختہ ہے کہ کسی طرح بھی دیوبندیت سے داغِ وہابیت مٹ نہیں سکتا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف پینترا بدلتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ہمارے اکابر نے اگر بعض مقامات پر خود کو وہابی کہا ہے تو وہ بھی بطور طنزاً تعریضاً ایسا کہا ہے اس کے ہرگز یہ معنی نہ تھے نہ ہیں کہ معروف معنی میں بھی وہ وہابی ہیں، معاذ اللہ۔ دیکھیں امام شافعی علیہ الرحمۃ سے ایک معروف شعر ہے۔

ان کان رفضا حب آل محمد
فلیشهد الثقلان انی رافضی

ترجمہ: اگر آلِ محمد کی محبت رافضیت ہے تو اے جن وانس گواہ رہو میں رافضی ہوں۔

اب کوئی اس شعر کی بنیاد پر کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امام شافعی علیہ الرحمۃ رافضی تھے حالانکہ وہ اپنی رافضیت پر گواہ بھی قائم کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ امام صاحب تو تعریضاً ایک بات کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نے اہل بیت سے محبت کو رافضیت کا نام دے دیا ہے تو ٹھیک ہے مجھے رافضی سمجھو مگر میں اہل بیت کی محبت نہیں چھوڑ سکتا۔ یہی ہمارے اکابر کا مقصود تھا کہ اگر تم نے سنت کی دعوت، بدعات رسومات وخرافات سے منع کرنے کو" وہابیت" سمجھ لیا ہے تو ہم وہابی ہی سہی مگر دعوتِ توحید وسنت نہیں چھوڑ سکتے"۔ [1]

الجواب: مذکورہ شعر ایجابی اور مطلق نہیں بلکہ مشروط ہے جس میں ثانی کا تحقق اوّل کے تحقق پر موقوف ہوتا ہے، اور جب تک اوّل کا تحقق نہ ہوگا تب تک ثانی بھی متحقق نہ ہوگا۔ اہلِ عرب کسی چیز کی نفی اور ناممکن ہونے کے لئے مذکورہ بالا اُسلوب اختیار کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مذکورہ شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ نہ تو اہلِ بیت کی محبت رافضیت ہے اور نہ ہی میں رافضی ہوں، لہٰذا دیوبندی موصوف کا اپنے اکابرین کی صفائی میں مذکورہ شعر کو پیش کرنا دُرست نہیں، جب کہ کتبِ دیوبند میں اکابرینِ دیوبند کی زبانی ایجابی طور پر وہابی ہونے کی تصریح موجود ہے، اِس لئے مذکورہ شعر اکابرین دیوبند کی تصریحات کی نظیر نہیں بن سکتا۔

دیوبندی موصوف کی عقل بھی نضر بن عبد الدار وغیرہ کی طرح ہے، جو کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، جب قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی

"قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ"۔ [2]

تو اُس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ:

"ألا ترون أنه صدقني"۔

---

[1] دفاع، ج1 ص186، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] [الزُخرف:81]

کیا تم نہیں دیکھتے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ قرآن) میری تصدیق کی ہے؟۔

"فقال الولید: ما صدّقك"۔ [1]

پس ولید نے اس کو کہا کہ (قرآنِ مجید میں) تیری تصدیق نہیں کی (بلکہ تجھے جھٹلایا ہے)۔

دیوبندی موصوف نے اسی طرح مذکورہ شعر کو اپنا مؤید و مصدق سمجھ لیا ہے اور نضر بن عبد الدار کی طرح شور مچانا شروع کر دیا ہے۔ دیوبندیوں میں کوئی ولید جتنی عقل رکھنے والا بھی موجود نہیں جو اسے سمجھائے کہ مذکورہ شعر موصوف کے دعویٰ کی تائید میں نہیں ہے اور نہ وہ مسئلہ مبحوث فیہا میں نظیر بن سکتا ہے اِس لئے کہ اقرارِ وہابیت میں کلام اکابرینِ دیوبند مطلق اور ایجابی ہے، جبکہ مذکورہ شعر مشروط ہے۔

دیوبندی مولوی بھی حرام خور ثابت ہوں گے

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:" مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

"اگر وہابیوں کو برا کہنا ہی پیٹ پرستی ہے اور دنیا پرستی کی دلیل ہے تو پھر فیروز الدین صاحب کے سب اکابر دیوبندی مولوی بھی حرام خور ثابت ہوں گے"۔ (دیوبندی مذہب: ص ۱۳۷) ظاہر ہے کہ یہ حرام خوری اسی صورت میں ثابت ہو سکتی ہے جب اکابر دیوبند نے وہابیوں کو برا بھلا کہا ہو۔ مولوی حسن علی رضوی آف میلسی لکھتا ہے:" علاوہ ازیں جس طرح علماء اہلسنت کو علماء نجد کے ساتھ اعتقادی اختلافات ہیں اسی طرح علماء دیوبند کو بھی علماء نجد و محمد بن عبد الوہاب سے شدید اختلاف و نفرت ہے لہٰذا اگر علماء اہلسنت کا نجدی سعودی مکتب فکر سے اختلاف کوئی گناہ ہے تو خود اکابر علماء دیوبند بھی اس گناہ کے مرتکب ہیں۔۔۔۔ علماء دیوبند علماء نجد کے ساتھ اپنے اکابر دیوبند کا شدید اختلاف و نفرت ملاحظہ کریں"۔ (رضائے مصطفیٰ: جمادی الاخری ۱٤۰۷ھ: ص ۲۔۳) جب پاکستان میں اپنے لوگوں سے

[1] مدارک التنزیل، ج 3 ص 283، والبحر المدید فی تفسیر القرآن المجید، ج 5 ص 272۔

نذرانے وصول کرنے ہوں تو دیوبندی وہابی بن جاتے ہیں اور جب سعودی عرب کو مشترکہ طور پر گالیاں دینے کا موقع تلاش کرنا ہو تو دیوبندی وہابیوں کے شدید مخالف بن جاتے ہیں عجیب منافقت ہے"۔ [1]

الجواب: وہابیت کی حمایت میں دیوبندیوں کی پوزیشن تھالی کے بینگن جیسی ہے، کبھی اِس طرف اور کبھی اُس طرف، وقتِ ضرورت اپنی کروٹ بدل لیتے ہیں، جس طرح گرگٹ رنگ بدلتا رہتا ہے یُونہی یار لوگوں کی حالت ہے، پس جس شخص نے جو رنگ دیکھا وہ بیان کردیا۔ اب اگر دیکھنے والے گرگٹ کے مختلف رنگ بیان کرتے ہیں تو اس میں کوئی تضاد والی بات نہیں بلکہ یہ اختلاف تو گرگٹ کے بدلتے ہوئے مختلف رنگوں کے باعث ہے۔ گرگٹ اپنے ایک رنگ پر برقرار رہے تو آدمی اس کا ایک رنگ متعین کرے، یہاں تو ہر لمحے رنگ بدلتا رہتا ہے (جیسا کہ انہی ایام میں خالد محمود مانچسٹروی کی قبر پر لگائے جانے والے پھول اس کی مثال ہیں کہ جس بات کو فریق مخالف کا عمل ہونے کی وجہ سے ناجائز، بدعت اور مکروہ تحریمی قرار دیا جاتا رہا مانچسٹروی کے دفن کے بعد وہی عمل خُود کیا جا رہا ہے) یہی حالت دیوبندیوں کی ہے کہ وقت، حالات، ضرورت اور مفاد کے پیشِ نظر اپنے رنگ بدلتے رہتے ہیں کہ کبھی نجدیوں کی تائید کبھی نجدیوں کی مخالفت۔

اس معاملہ کا ڈراپ سین کچھ یُوں ہے کہ جب "دلائل الخیرات" شریف وغیرہ لے جانے پر سعودی عرب میں پابندی تھی تو دیوبندی خُوش ہوتے تھے اور نجدیوں کی تعریف کے پُل باندھتے ہوئے نہ تھکتے تھے، لیکن جب ترجمہ محمود الحسن دیوبندی مع تفسیر عثمانی پر پابندی عائد کر دی گئی تو دیوبندیوں کو مرچیں لگنے لگیں۔ پھر "القول البلیغ فی التحذیر عن جماعۃ التبلیغ" شائع ہوئی تو اس کتاب نے بھی جلتی پر تیل کا کام

---

[1] دفاع، ج1 ص186۔187، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کیا اور دیو بندیوں کے زخم ہرے کر دیئے۔ ان وُجوہات کی بنا پر کچھ دیو بندیوں نے اپنے دیرینہ ہمدم کو چھوڑ دیا۔

ابن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں دیو بندی مُلّاؤں نے آپس میں نظریات کا بٹوارہ کر رکھا ہے تا کہ بوقتِ ضرورت دونوں سمت کو بروئے کار میں لایا جا سکے، مثلاً: حسین احمد ٹانڈوی، انور شاہ کشمیری، اور خلیل احمد انبیٹھوی کے نزدیک ابن عبد الوہاب نجدی بُرے عقائد کا حامل تھا، حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

نمبر (1) دیو بندیوں کے شیخ الحدیث حسین احمد ٹانڈوی سے پچھلے اَوراق میں تفصیل سے ذکر ہو چکا مگر یہاں ہم ایک اقتباس کو درج کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

" صاحبو! محمد ابن عبد الوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

الحاصل! وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس سے اور اس کے اتباع سے دِلی بغض تھا۔ اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے، نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضکہ وجوہات مذکور الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیئے وہ لوگ یہود ونصاریٰ سے اس قدر رنج وعداوت نہیں رکھتے جتنی کہ

وہابیہ سے رکھتے ہیں"۔ [1]

نمبر (2) دیوبندیوں کا چلتا پھرتا کتب خانہ، شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں کہ:

"أما محمد بن عبد الوهاب النَّجْدِي فإنه كان رجلًا بليدًا قليلَ العلمِ. فكان يتسارع إلى الحكم بالكفر ولا ينبغي أن يقتحم في هذا الوادي إلا من يكون متيقِّظًا متقِنًا عارفًا بوجوه الكفر وأسبابِهِ". [2]

" محمد بن عبد الوہاب نجدی غبی اور کم علم تھا، کفر کا حکم لگانے میں جلدی کرتا تھا، حالانکہ اس وادی میں قدم رکھنا اسی کے لئے مناسب ہے جو کفر کے وجوہ اسباب کو جانتا ہو اور اس معاملہ میں متقن اور بیدار مغز ہو"۔

نمبر (3) دیوبندیوں کے محدث خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری صاحب "بارہویں سوال" جو کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق ہے، کے جواب میں لکھتے ہیں (جس کا ترجمہ یُوں ہے):

"ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب دُرّ مختار نے فرمایا ہے، اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے عوام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے، اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قید بناتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے، پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی، اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے جیسا

---

[1] الشہاب الثاقب، ص42، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

[2] فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب العلم، ج1 ص252، مکتبہ رشیدیہ، شیش محل روڈ نزد داتا دربار، لاہور۔

کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے، اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے، اور اسی بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اُنکی شوکت توڑ دی۔

اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبدالوہاب اور اس کا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلہ مشائخ میں نہیں، نہ تفسیر وفقہ وحدیث کے علمی سلسلہ میں، نہ تصوف میں، اب رہا مسلمانوں کی جان ومال وآبرو کا حلال سمجھنا، سو یا ناحق ہوگا یا حق، پھر اگر ناحق ہے تو بلا تاویل ہوگا جو کفر اور خارج از اسلام ہوتا ہے، اور اگر ایسی تاویل سے ہے جو شرعاً جائز نہیں تو فسق ہے، اور اگر بحق ہو تو جائز بلکہ واجب ہے، باقی رہا سلف اہل اسلام کو کافر کہنا، سو حاشا ہم ان میں سے کسی کو کافر کہتے یا سمجھتے ہوں بلکہ یہ فعل ہمارے نزدیک رفض اور دین میں اختراع ہے ہم تو ان بدعتیوں کو بھی جو اہل قبلہ ہیں جب تک دین کے کسی ضروری حکم کا انکار نہ کریں کافر نہیں کہتے، ہاں جس وقت دین کے کسی ضروری امر کا انکار ثابت ہو جائے تو کافر سمجھیں گے اور احتیاط کریں گے، یہی طریقہ ہمارا اور ہمارے جملہ مشائخ رحمہم اللہ کا ہے"۔ [1]

جبکہ دُوسری طرف دیوبندیوں کے فقیہ النفس رشید احمد گنگوہی، منظور نعمانی، قاری محمد طیب وغیر ہم ابن عبدالوہاب نجدی کے مدّاح ہیں، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

نمبر(1) "سوال: عبدالوہاب نجدی کیسے شخص تھے؟

جواب: محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں، وہ اچھا آدمی تھا، سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا، بدعت وشرک سے روکتا تھا۔ مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی،

---

[1] المہند علی المفند یعنی عقائد علماء اہل سنّت دیوبند، بارہویں سوال کا جواب، ص 46۔47، ادارۂ اسلامیات، لاہور۔ عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین "المہند علی المفند" ص 228۔230، دار الاشاعت، کراچی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا۔ اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

جواب: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ اُن کے عقائد عمدہ تھے۔ اور اُن کا مذہب حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہے"۔ [۱]

نمبر (2) دیوبندیوں کے مناظر منظور نعمانی صاحب نے پُورا رسالہ ابن عبدالوہاب کی حمایت میں تالیف کیا ہے، جس میں بھر پُور اور کھل کر ابن عبدالوھاب نجدی کو دادِ تحسین پیش کی گئی ہے، ہم یہاں ایک اقتباس نقل کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

"واقعہ یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے سلسلہ کے اکابر علماء کی کتابیں دیکھنے کے بعد یہ حقیقت بغیر کسی شک وشبہ کے سامنے آ جاتی ہے کہ ان کی اصل دعوت اخلاصِ توحید واتباعِ سنت کی اور ہر قسم کے شرک وبدعت کے خلاف حسبِ استطاعت جہاد اور اسلام کو اس کی اصل شکل میں پیش کرنے کی تھی، اور بنیادی طور پر ان کا پیغام وہی تھا جو "تقویۃ الایمان" کے ذریعہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ہندوستان کے بگڑے ہوئے مسلمانوں کو دیا تھا"۔ [۲]

نمبر (3) مولوی منظور نعمانی کی اسی کتاب پر رئیس جامعہ دار العلوم دیوبند قاری محمد طیب صاحب نے تصدیق وتوثیق کرتے ہوئے یُوں لکھا کہ:

"نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دام مجدہ

---

[۱] فتاوی رشیدیہ، کتاب الجنائز، ص 292، دار الشاعت، کراچی۔

[۲] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 74، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیو بند) نے جو مقالہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور علمائے دیو بند کے مسلک کی وضاحت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے، یہ احقر اس کی قسطوں سے "الفرقان" اور "الداعی" کے ذریعہ برابر مستفید ہوتا رہا اور علمی اور مسلکی طور پر اُس سے حظ وافر حاصل کرتا رہا۔ مولانا ممدوح نے اس مقالہ کے ذریعہ جو کارنامہ انجام دیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ انہی کا حق تھا۔ ساتھ ہی برسوں کی میری وہ تمنا بھی پوری ہوگئی جسے میں بار بار مولانا ممدوح کی خدمت میں عرض کرتا رہا ہوں کہ وہ اس موضوع پر قلم اُٹھائیں اور اس خلیج کو پاٹنے اور اُن بدگمانیوں کو دور کرنے کی سعی فرمائیں جو محض غلط اطلاعات اور غلط فہمیوں کی وجہ سے دین کی خادم اور توحید وسنت کی داعی وحامی، عالم اسلام کی دو اہم جماعتوں کے درمیان پیدا ہوگئی تھیں۔۔۔۔۔اور یہ مقالہ ایک مستقل رسالہ اور اپنے موضوع پر تشفی بخش کتاب کی صورت اختیار کرگیا جس نے وہ خلیج جو جماعت دیو بند اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کی جماعت کے درمیان بعض مشہور زمانہ بے بنیاد افواہوں کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی الحمد للہ باحسن اسلوب پاٹ دی۔ مولانا نے اس مقالہ میں اپنی جماعت کے مسلک کی وضاحت کے ساتھ شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کی جماعت کے مسلک وموقف کی بھی وضاحت خود اُن کی تحریروں سے فرمائی، اور ان کی طرف سے مدافعت کی خدمت بھی پورے انصاف اور تحقیق کے ساتھ انجام دی"۔ [1]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیو بندیوں نے ابن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں متضاد نظریہ کیوں اختیار کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک پنڈت سے کسی نے اپنی بیوی کے بارے میں پُوچھا: شریمان! لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ زائچہ وجنتری دیکھ کر لکھ دیا، بیٹا نہ بیٹی۔ سائل کے چلے جانے کے بعد چیلے نے کہا: گرو جی! آپ کو ایسا نہ لکھنا چاہیے تھا، ایشور کی دیا ہو جائے

---

[1] شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 138۔139، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

اور بھگوان اپنی کرپا سے اس کی کوکھ ہری کردے، آپ کو ایسا نہ لکھنا چاہیے تھا۔ پنڈت بولا: بیٹا! جائے اُستاد خالی است۔ اس کو تم کیا جانو، تم کو کیا پتا اُستادی بھید کیا ہوتے ہیں، کچھ دن میرے چرنوں میں رہ کر گیان حاصل کرو، پھر یہ گیان اور راز کی باتیں تمہیں سمجھ آجائیں گی چیلے نے کہا: مہاراج قصور معاف، میں اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے ایسا کیوں لکھا؟ پنڈت نے کہا: قریب آؤ۔ اگر بیٹا ہوا تو ہم کہیں گے ہم نے یوں لکھا تھا بیٹی نہ۔ بیٹا۔ اگر بیٹی ہوئی تو کہیں گے بیٹی۔ نہ بیٹا۔ اگر کچھ نہ ہوا تو بات واضح ہے بیٹی نہ بیٹا۔

اسی طرح دیوبندیوں کے متضاد نظریے کی کہانی ہے۔ جس وقت حرمین شریفین میں علمائے اہلِ سنّت کی اکثریت تھی اور اُن کا فتویٰ عرب وعجم میں نافذ تھا اُس وقت دیوبندی ابن عبد الوہاب نجدی کی بُرائی کرتے تھے اور انور شاہ کشمیری، خلیل احمد انبیٹھوی اور حسین احمد ٹانڈوی کی عبارات کو آگے کرتے تھے کہ ہم بھی ابن عبد الوہاب نجدی کو اچھا نہیں سمجھتے اور جب وہابیوں کا قبضہ ہو گیا تو پھر رشید احمد گنگوہی، محمد منظور نعمانی اور قاری محمد طیب کی عبارات کو پیش کر دیا کہ ہم نہ صرف ابن عبد الوہاب نجدی سے متاثر ہیں بلکہ اُس کی عظمتوں کے مداح ومعترف بھی ہیں۔ یہ اختلاف وتضاد، حالات ومفادات کے پیشِ نظر ہے۔

آج بھی وہ دیوبندی جن کے روابط نجدی علماء کے ساتھ ہیں وہ ابنِ عبد الوہاب کو ہیرو کے طَور پر پیش کرتے ہیں، اور وہ دیوبندی جن کے روابط ابھی تک نجدی حکومت سے نہ بن سکے وہ دیوبندیت کے دامن سے داغِ وہابیت مٹانے کے لئے ظاہری طَور پر لاتعلقی ظاہر کر دیتے ہیں۔ یہ ساری ڈالر اور ریال کی گیم ہے، نوٹوں کی چمک اور سکّوں کی کھنک سے دیوبندیوں کے منہ میں پانی آجاتا ہے، منہ سے رال بہنے لگتی ہے اور اس کی وجہ سے رنگ بدلتے رہتے ہیں۔

پس جنہوں نے یہ لکھا کہ دیوبندی ابن عبد الوہاب نجدی اور ان کے متبعین کے حامی ہیں وہ بھی درست ہیں، اُن کی نظر ابن عبد الوہاب نجدی، محمد منظور نعمانی اور قاری محمد طیب وغیرہ کی

عبارات پر ہے، اور جنہوں نے یہ لکھا کہ دیوبندی ابنِ عبدالوہاب نجدی کی مذمت کرتے ہیں وہ بھی درست ہیں، اُن کے پیشِ نظر انور شاہ کشمیری، خلیل احمد انبیٹھوی اور حسین احمد ٹانڈوی کی عبارات تھیں۔ اور جن کی نظر ان تمام عبارات پر ہے وہ دیوبندیوں کی جانب سے وہابیوں کی تردید وحمایت کو گرگٹ کے رنگ بدلنے سے تعبیر کرتے ہیں۔

لہٰذا علمائے اہل سنّت کے بیان میں کسی طرح کوئی تخالف وتعارُض نہیں، تخالف وتعارض اکابرینِ دیوبند کی عبارات اور معاملات میں ہے، اِن کی دورنگی اور دوغلے پن کی وجہ سے قطعی نظریہ قائم کرنے میں دُشواری ہوتی ہے کہ یہ لوگ ابنِ عبدالوہاب نجدی کے مدّاح ہیں یا بدخواہ۔ ہم قلبی کیفیات پر مطلع نہیں، باقی ان کی تحریر سے جو دوغلہ پن ظاہر ہوتا ہے اس کی ترجمانی شاید یہ مصرعہ کرسکے

ہم سے بھی وعدہ ، عدو سے بھی قرار

الغرض دیوبندی دوغلے پن کا شکار ہیں، ان کا ایک منہ اور دو زبانیں ہیں۔

دس ہزار روپے میں لوگوں کو وہابی بنانا

دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کا یہ ملفوظ نقل کیا ہے کہ:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے اکابر اہل بدعت کی مذمت میں غلو نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ اہل بدعت اگر اپنے علماء کے کہنے سے غلطی اور دھوکا میں ہیں تو معذور ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور اگر قصداً ایسا کرتے ہیں تو مواخذہ فرمائیں گے ہم کیوں اپنی زبان کو گندہ کریں اس لیے بزرگوں کو کچھ زیادہ کہتے ہوئے یا لکھتے ہوئے نہیں دیکھا پھر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کردوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جائیں اہل باطل کے پاس روپیہ وافر ہے اس کے لالچ میں ان کی خواہش کی موافقت کرتے ہیں اہل حق بیچاروں کے پاس روپیہ کہاں مگر اس پر بھی ان کو شب وروز وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها کا مشاہدہ ہوتا ہے"۔ (ملفوظات حکیم الامت: ج۲

ص۲۰۲ ملفوظ نمبر ۳۵۹) اس ملفوظ کو نقل کرنے کے بعد موصوف لکھتے ہیں کہ:

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ چونکہ اہل بدعت اہل باطل بریلویت رضاخانیت کے پاس ان کے انگریز آقا کی طرف سے روپیہ پیسہ وافر مقدار میں آتے ہیں اس لیے جاہل لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں کہ دنیوی منفعت ہوگی اور اہل حق کو وہابی کہہ کر بدنام کرتے ہیں چونکہ نہ وہابیت کا مسئلہ ہے نہ حنفیت دیوبندیت کا مسئلہ، اصل مسئلہ پیٹ کا ہے اس لیے اگر ابھی ان نام نہاد اہلسنت کی تنخواہ باندھ دوں تو خود بخود سارے وہابی بن جائیں پھر وہابیت پر سارے فتوے بھول جائیں گے اس وقت سب سے بھلی چیز ان کو وہابیت ہی نظر آئے گی"۔ [1]

الجواب: تھانوی صاحب کے اس ملفوظ سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) تھانوی صاحب نظریہ وہابیت کو فروغ دینا چاہتے تھے۔

(۲) اُن کی تمنا تھی کہ ان کے پاس دس ہزار روپیہ ہوں تو سب کی تنخواہ مقرر کر کے ان کو وہابی بنایا جائے۔

اس بارے میں دیوبندی موصوف کا جواب لائقِ اعتنا نہیں اِس لئے کہ برصغیر کے مسلمانوں کا مسلک و مشرب اہلِ سنّت تھا، یہاں کی اکثریت اہلِ سنّت سے تعلق رکھتی تھی، جبکہ اس کے مقابلے میں وہابیت و دیوبندیت نوزائیدہ فرقہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ایسی صورت میں اہلِ سنت و جماعت پر یہ الزام لگانا کہ وہ مسئلہ پیٹ کی وجہ سے اہلِ سنت و جماعت سے وابستہ تھے، یہ سراسر جھوٹ ہے۔

علمائے اہلِ سنّت نے 1857ء کی جنگِ آزادی میں مجاہدانہ کردار ادا کیا، اُس وقت وہابی نظریات رکھنے والے اپنے آقا کو خُوش کرنے میں مگن تھے اور جہاد کے خلاف فتوے دے

---

[1] دفاع، ج1 ص 187۔188، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

رہے تھے، علمائے اہلِ سنّت نے تو انگریزوں سے مراعاۃ حاصل نہیں کیں اور نہ ہی گورا سرکار کے سامنے اپنا سر جھکایا، باقی اکابرینِ دیوبند اُس وقت بھی انگریزوں کی کاسہ لیسی میں مصروف ومشغول تھے (مناسب مقام پر اس کے متعلق تفصیلی بحث کی جائے گی ان شاء اللہ العزیز) اور گورا سرکار کی خدمت کے عوض چھ سو روپے کے عطیات اور دیگر مراعاۃ بھی اکابرینِ دیوبند حاصل کرتے رہے۔

یہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے کہ ضمیر فروش مولویوں نے چند کھوٹے سکوں کے عوض اپنے دین و مذہب کو بیچ ڈالا۔ یہ وہ المناک حادثہ تھا جس کے بعد مولویانہ شکل وصورت بھی مشکوک ہوکر رہ گئی۔ الغرض تھانوی صاحب پُورے برصغیر کو وہابیت کے رُوپ میں دیکھنا چاہتے تھے اور لوگوں کو اہلِ سنّت سے منحرف کرنے کا اُن کے پاس ایک ہی طریقہ تھا کہ پیسے دے کر لوگوں کو خرید لیا جائے، اور وہ گاہے بگاہے اپنی اسی دیرینہ خواہش کا اظہار بھی کرتے رہے۔ تھانوی صاحب کی یہ دیرینہ تمنا ثابت کررہی ہے کہ وہ فکرِ وہابیت کے داعی وعلمبردار تھے اور ہر قیمت پر وہابیت کو فروغ دینا چاہتے تھے۔

نجدی عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں، تھانوی صاحب کا اقرار

دیوبندی موصوف نے اپنے حکیم الامت تھانوی صاحب کے "ملفوظات" سے ایک طویل عبارت نقل کی، ملاحظہ فرمائیں:

"ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرفات میں اب خطبہ نہیں ہوتا تو فرمایا یہ کیوں یہ تو سنت ہے اور پھر نجدیوں کو اتباع سنت کا دعویٰ ہے پھر سنت کو کیوں ترک کیا عرض کیا وہ عرفات میں نجدی روتے تو بہت ہیں فرمایا رونا تو خطبہ کا قائم مقام نہیں ہوسکتا خطبہ کا ٹھیک طریقہ تو جب تھا کہ روتے بھی اور خطبہ بھی ہوتا اور بے خطبہ رونا تو ایسا ہے جیسے ایک میانجی بے محل روئے تھے، ایک میانجی متوسط الحال شخص کے ہاں بچے پڑھانے پر ملازم تھے وہ

شخص کہیں باہر جا کر پانچ سو روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے انہوں نے گھر اطلاعی خط بھیجا میاں جی کے سوا اور کوئی خط پڑھنے والا نہ تھا گھر والوں نے میاں جی کو خط پڑھنے کے لیے دیا خط پڑھ کر میاں جی نے رونا شروع کر دیا گھر والوں کو پریشانی ہوئی اور وجہ پوچھی کہا کہ وجہ تو بعد میں بتاؤں گا پہلے تم بھی روو، وہ بھی رونے لگے غل مچا محلہ والے سن کر آ گئے رونے کی وجہ پوچھی، میاں جی نے کہا تم بھی روو، محلہ والے بھی رونے لگے پھر لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو میاں جی نے کہا خط میں لکھا ہے میاں پانچ سو روپیہ کے ملازم ہو گئے تو لوگوں نے کہا اس میں رونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے، کہنے لگے نہیں رونے ہی کی بات ہے چنانچہ سنو! میں تو یوں رویا کہ اب وہ بچوں کو انگریزی پڑھائیں گے، بجائے میرے کسی ماسٹر کو مقرر کریں گے، میرا روزگار گیا، اور گھر والوں کے رونے کی یہ بات ہے کہ بجائے ان کے اب وہ کسی میم صاحبہ کو لائیں گے ان کے روٹی کپڑے میں کھنڈت پڑے گی، اور اہل محلہ کے رونے کی یہ بات ہے کہ میاں کو موٹر کے لئے اور گھوڑوں کے لیے مکان اور اصطبل کی ضرورت ہوگی تو اہل محلہ ہی سے یہ مکانات خالی کرائے جائیں گے اس لیے سب کو رونا چاہیے، میاں جی تھے بڑے دور اندیش کیا جوڑ لگایا ہے۔ تو بعض رونا بھی بے جوڑ ہوتا ہے بندۂ خدا خطبہ کیوں ترک کر دیا سنت کو تو بدعت نہیں کہہ سکتے خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جن کی بنیاد پر یہ کیا گیا، ویسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں، ہاں ایک کمی ہے جس کو میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ نجدی ہیں تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تب بات ٹھیک ہوتی۔ خشک زیادہ ہیں کھرا پن ہے"۔ (ملفوظات: ج ٤ ص ٢٨ ملفوظ نمبر ٥٠)

موصوف اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

" ترجمان رضا خانیت نے کس قدر دھوکا دہی، فراڈ، اور دجل سے کام لیا ہے۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ تو ان نجدیوں کا رد کر رہے ہیں اس آدمی نے الٹا حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ پر الزام لگا دیا کہ نجدیوں کی حمایت کر رہے ہیں انہیں اچھا کہہ رہے ہیں۔ اگر حضرت تھانوی

علیہ الرحمۃ نے ان کو عقیدہ میں پختہ کہہ دیا تو یہ کہاں لکھا ہوا کہ ایسا کہنے والا حنفیت سے نکل کر نجدیت میں داخل ہو جاتا ہے؟ کیا مرزائی اپنے عقائد پر پختہ نہیں تو کیا رضا خانی اب مرزائی بن گئے؟"۔ [1]

الجواب: دجل، دھوکہ، فریب اور فراڈ سے خُود دیو بندی موصوف نے کام لیا ہے نا کہ مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے اِس لئے کہ اُنہوں نے تھانوی صاحب کے ملفوظات کے دو حوالے نقل کیے

نمبر (1): نجدی عقائد کے معاملہ میں اچھے ہیں۔ افاضات الیومیہ، ج ٤ ص ٣٢ ادارۂ تالیفات اشرفیہ (کاشف مدنی صاحب کے ایڈیشن میں ص ٣٣ ہے)

نمبر (2): ویسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں۔ افاضات الیومیہ، ج ٤ ص ٥٢۔

دیو بندی موصوف نے دُوسرا ملفوظ تو نقل کر دیا جس میں نجدیوں کے عقائد میں پختگی کو بیان کیا گیا تھا اور پہلا ملفوظ (جس میں نجدیوں کے عقائد کو اچھا قرار دیا گیا تھا) کو شیرِ مادر کی طرح ہضم کر گئے اور لوگوں کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی کوشش کی کہ اگر کوئی مرزائیوں کو اپنے عقائد پر پختہ کہے تو کیا وہ حنفیت سے نکل جائے گا؟

دیو بندی جی! کچھ تو حیا کریں، شرم کریں، لوگوں کو کیوں دھوکہ دے رہے ہیں، کیوں اپنے دیو بندی ملاؤں کو دھوکہ دہی اور فریب سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تھانوی صاحب نے نجدیوں کو عقائد میں پختہ قرار دیا ہے یعنی ان کے مضبوط و پختہ عقائد ہیں، اور پھر پہلے ملفوظ میں ان کے عقائد کو اچھا قرار دیا۔ دونوں ملفوظ کو مدّ نظر رکھتے ہوئے نتیجہ یہ نکلا کہ تھانوی صاحب کے نزدیک نجدیوں کے عقائد اچھے ہیں اور وہ عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص188۔189، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

پس اگر کوئی مسلمان مرزائیوں کے عقائد کے متعلق اس طرح کہے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، چاہے وہ کوئی بھی ہو اور اس نے کیسا ہی لیبل لگا رکھا ہو۔ اگر دیوبندی موصوف کو ہماری بات پر شک ہو تو وہ بیشک مرزائیوں کے عقائد کے بارے میں ایسا کہہ کر دیکھ لیں خُود ان کے گھر سے بھی ہم ان کے خلاف فتوے حاصل کر دیں گے۔

باقی تھانوی صاحب نے نجدیوں کے ایک فعل عدم ادائیگی خطبہ پر تنقید کی، اس کے متعلق تو خُود تھانوی صاحب نے تصریح کی ہے" نجدی عقائد کے معاملے میں اچھے ہیں مگر عمل میں کچھ بودے معلوم ہوتے ہیں۔ افاضات الیومیہ، ج ٤ ص ٣١" ۔ یعنی کچھ عملی کمزوری ان میں پائی جاتی ہے، اس عملی کمزوری کے باوجود تھانوی صاحب کے نزدیک نجدیوں کے عقائد کی عمدگی بہرحال برقرار ہے، لہٰذا مولانا کاشف مدنی صاحب کا اعتراض اپنے جگہ پر قائم ہے اور دیوبندی موصوف اس کا کوئی معقول جواب تک نہ دے سکے اور موصوف نے جو احمقانہ کوشش کی وہ بھی دھوکہ، فریب، فراڈ اور دجل پر مبنی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" دُوسرا اور تیسرا: اس کے بعد کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے دیئے کہ وہابی متبع سنت کو کہتے ہیں اور محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کے عقائد اچھے تھے یہ حوالہ جات ماقبل میں نقل کیے جا چکے ہیں اور ان کی وضاحت بھی ہو چکی ہے لہٰذا مکرر یہاں ان پر تبصرہ کی ضرورت نہیں"۔ [1]

الجواب: موصوف کے اس جواب پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ

دل کے لگانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

موصوف نے ان حوالوں میں سے ایک حوالہ ص 177 پر نقل کیا ہے مگر موصوف نے اس کا

---

[1] دفاع، ج1 ص 189۔190، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کوئی جواب نہیں دیا چونکہ ان حوالوں میں وہابیہ کے عقائد کی تحسین وتائید موجود ہے اس لئے موصوف نے یہاں سے دُم دبا کر بھاگنا ہی مناسب سمجھا۔

دیوبندی موصوف کی آغوشِ غیر مقلدین سے نکلنے کی کوشش

دیوبندی موصوف نے" دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" کے چوتھے حوالہ کے تحت تقریباً چار صفحات کی طویل بحث کی ہے، مجبوراً ہم بھی وہ مکمل بحث نقل کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ نقل کیے بغیر قارئین کا ان ابحاث کو سمجھنا مشکل ہے، ملاحظہ فرمائیں:

چوتھا حوالہ: پھر مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنا اور وہابیہ کا عقائد میں متحد ہونا بتلایا ہے، لکھتے ہیں کہ: عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ:ص ٦٢) ایک جگہ اور لکھا ہے: عقائد سب (مقلد وغیر مقلد) کے متحد ہیں، اعمال میں فرق۔۔۔ہے (فتاویٰ رشیدیہ:ص ٢٦٦)"۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص ٣٨)

جواب: ہم آپ کے سامنے اولاً مکمل سوال وجواب نقل کرتے ہیں اس کے بعد اپنی معروضات عرض کریں گے:

"سوال: مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں، جو لوگ ان کو مردود اور خارج از اہل سنت جانتے ہیں اور لا مذہب کہتے ہیں آیا یہ کہنا اُن کا صحیح ہے یا نہیں، باوجود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق بدکار ہیں یا نہیں؟ اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں اور حضرت سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں، گو بعض جزئیات میں یا اکثر میں تخالف ہو تو یہ کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کو ایسا گمان کیا جائے، جواب بطور بسط کے ارقام فرمائیں کیونکہ ایک عالم ان کو لعن طعن کرتا ہے اور بدتر فاسقین سے جانتا ہے۔فقط۔

جواب: بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے لیکن جو لوگ ان

کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بے جا ہے عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتاویٰ رشیدیہ:۶۲۔تالیفات رشیدیہ:ص۲۰۸)

جواب کا اول جملہ "بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں" خود بتا رہا ہے کہ حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کے سامنے غیر مقلدین حضرات کے عقائد پوری طرح نہیں آئے تھے، مولانا نذیر حسین صاحب کے متعلق اگرچہ منفی خبریں ان تک پہنچی مگر ان کے مقابل دیگر حضرات سے ان کی تعریف بھی پہنچی، لہٰذا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت کے سامنے پوری صورتحال واضح نہ تھی اور چونکہ اس وقت زیادہ زور قرأت خلف الامام، بیس رکعات تراویح، اور تقلید پر تھا جیسا کہ حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ نے ان پر مستقل کتاب بھی لکھی ہے تو حسن ظن یہی رکھا کہ چونکہ یہ حضرات خود کو مسلمان اور عامل بالحدیث کہتے ہیں اس لیے ان کے عقائد بھی اہل سنت کی طرح ہوں گے اور شوافع کی طرح صرف فروع میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے اسی لیے عقائد میں دونوں کو متحد کہہ دیا مگر جیسے جیسے ان کی حقیقت کھلتی گئی حضرت کا موقف بھی سخت ہوتا گیا۔ چنانچہ بعد میں ان کا فتویٰ یہ تھا:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید آمین پکار کر تو نہیں پڑھتا مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا نہایت مداح ہے یہاں تک کہ جو اشتہار در بارہ گرفتاری ان کی مکہ معظمہ میں مشتہر ہوا تھا اس نے اس کو پھاڑ ڈالا اور حنفیوں کو اور غیر مقلدوں کو برا کہنے والے کو برا جانتا ہے پس ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب: جو مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے بے شک غیر مقلد ہے اور اس کی امامت درست نہیں اول تو ان لوگوں کے عقائد واعمال وہ ہیں جو جامع شواہد میں لکھے ہیں جس سے ان کا فاسق اور مبتدع ہونا معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ فرقہ تعصب کر کے خواہ مخواہ اعمال میں مخالفت حنفیوں کی کرتے ہیں بہت سے افعال ایسے ہیں کہ اس سے نماز فاسد ہوتی ہے، عند

الحنفیہ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے، واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ص ١٦٤)

حضرت کی سوانح تذکرۃ الرشید میں بھی غیر مقلدین حضرات کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ ہے جس سے صورتحال مزید واضح ہوجاتی ہے:

"زید اپنے آپ کو حنفی بتاتا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے اور آمد و رفت بھی رکھتا ہے یوں کہتا ہے کہ جامع شواہد میں جو عقائد غیر مقلدین کے درج ہیں وہ غلط ہیں صاحب جامع نے غیر مقلدین پر تہمت کی ہے۔ زید مذکور اکثر ہمیشہ غیر مقلدین کے ساتھ شریک ہو کر ان کی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اب حنفیہ کی مسجد کا امام بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی مداح کرانے والے شخص کی امامت میں تو کیا حرج ہوسکتا ہے میں تو حنفیہ کی کتابوں سے رافضی اور خارجی کی امامت کا ثبوت دے دوں ایسے شخص کی امامت اور وعظ سننا جائز ہے یا ناجائز شرح قول فیصل تحریر فرمادیجیے کہ نزاع باہمی رفع ہو۔

جواب: غیب کی بات تو اللہ ہی جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلد تقیہ کر کے اکثر اپنے آپ کو حنفی کہہ دیتے ہیں اور وہ واقع میں حنفیہ کو مشرک بتلاتے ہیں خود مولوی نذیر حسین نے مکہ معظّمہ میں غیر مقلد ہونے سے تبری اور حلف کیا اور حنفی اپنے آپ کو بتلایا اور ہندوستان میں وہ ہر روز سخت غیر مقلد تھے اور اب بھی وہ ویسے ہی ہیں سو جب امام کا یہ حال تو ان کے مقتدی کیسے کچھ ہوں گے اور مولوی نذیر حسین کا حنفیوں کو بدتر از ہنود کہنا معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے اور خود مخلص شاگردان کے تقلید شخصی کو شرک بتاتے ہیں تو یہ شخص مداح ان کا کس طرح حنفی ہوسکتا ہے یہ دعویٰ اس کا قابل قبول نہیں بظاہر حال اور جامع الشواہد سے لاریب دوسرے غیر مقلدین بھی تبریٰ کہتے ہیں مگر جس رسائل سے صاحب جامع شواہد نے نقل کیا ہے اس میں ہرگز تحریف نہیں چند موقع سے بندہ نے بھی مطالعہ کر دیکھی ہے اور یہ عقائد بعض غیر مقلدین کے بعض معتبروں کی زبانی دریافت ہوئے اور وہ خود اقرار کرتے

ہیں پس یہ قول اس کا قابل طمانیت اور حال زید کا جو اس سوال میں درج ہے بظاہر اس کے غیر مقلد ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ اور یہ کہنا اس کا کہ حنفیہ سے صحت امامت رافضی اور خارجی کی دیتا ہوں غلط ہے یہ بھی دلیل اس کے غیر مقلد ہونے کی ہے۔ جو رافضی خارجی کفر کے درجے میں ہیں ان کی امامت کہیں نہیں لکھی اور جو فسق کے درجہ میں ہے اور کفر کے درجہ کو نہیں پہنچا اس کی امامت کراہت تحریمہ ہو جاتی ہے اور اس کے امام بنانے والا برضا گناہ گار ہوتے ہیں اور پہلے وقت کے رافضی خارجی اکثر ایسے ہوتے تھے۔

پس غیر مقلدین اس وقت کے جیسا کہ صاحب شواہد نے نقل کیا لا اقل کے فاسق ہوں گے اور جو غیر مقلد حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور تقلید شخصی کو شرک بناتے ہیں بے شک فاسق ہیں سو ان کی امامت مکروہ تحریمہ ہے اور دانستہ ان کو امام بنانا حرام ہے اگرچہ نماز مقتدیوں کی بکراہت تحریمہ ادا ہو جاوے اور نماز بھی جب ادا ہو کہ کوئی مفسد نماز نہ ہووے ورنہ اس گروہ کو اس سے بھی باک نہیں ہے قے ہونے اور خون نکلنے سے یہ لوگ وضو نہیں کرتے اور ان کو ناقص وضو نہیں جانتے بھلا اگر ایسے وضو سے امام ہوں گے تو حنفیہ کی نماز کب ان کے پیچھے درست ہو سکتی ہے۔ گنگوہ میں ایک غیر مقلد نے اول فرض ظہر کو جمعہ کے دن تنہا قبل جمعہ کے پڑھا پھر بے خبری میں جو مولوی جان کر ان کو لوگوں نے امام جمعہ بنا دیا تو جمعہ لوگوں کو پڑھا دیا اور پھر لوگوں سے خود اقرار اس قصہ کا کیا۔ اب دیکھو تقیہ اور دھوکا ہی ان کا کام ہے جو عالم ہیں اور مولوی برکت علی شاگرد نذیر حسین کا تھا حنفیہ کے قاعدہ کے موافق اس کا جمعہ بعد ظہر کے برباد گیا۔ یہ حال ہے ان لوگوں کا پس بشرطیکہ کوئی مفسدہ صلوۃ کا بھی امام غیر مقلد نہ کرے تو بھی ایسے غیر مقلدوں کو جو حنفیہ کو مشرک بتا دیں امام بنانا حرام ہے چہ جائیکہ ان پر اعتماد بھی نہ ہو اور وہ غیر مقلد عامل بالحدیث جو ہوائے نفسانی سے خالی اور محض لوجہ اللہ انصاف اور صدق سے عمل کریں اور کسی مقلد کو برا نہ کہیں اور سب کو حق پر جانیں ظاہر میں نظر نہیں آتے کوئی مخفی ہو گا۔ اس زمانہ کے چھوٹے بڑے پڑھے اور جاہل سب

زبان سے تو اپنے آپ کو حنفی بتلاتے ہیں مگر تقلید شخصی شرک ہی جانتے ہیں اور کہتے ہیں سب دعوے ان کے دروغ اور عندالتحقیق فریب معلوم ہوئے۔ پس ایسے شخص کی امامت ہرگز ادا نہ کریں اور ایسے شخص کا وعظ سننا بھی عوام کو نہیں چاہیے کہ مآل اس کا اچھا نہیں اور مآل عدم التقلید بہت بد ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم" (تذکرۃ الرشید: ج۱ ص۱۷۸۔۱۷۹، ادارہ اسلامیات لاہور)

اس فتوے میں حضرت نے اول تو صاف اس بات کو واضح کر دیا کہ یہ لوگ تقیہ کرتے ہیں اور تقیۃً خود کو حنفی کہتے ہیں اس لیے حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کے سامنے بھی اولاً انہوں نے خود کو حنفی اور اپنے عقائد موافق اہل السنۃ والجماعۃ ہی بتلائے ہوں گے اس لیے حضرت نے یہ کہہ دیا تھا کہ مقلد وغیر مقلد عقائد میں سب متحد ہیں مگر بعد میں جب تقیہ کی چادر اتری اور ان کے حقیقی عقائد سامنے آئے جیسا کہ اس فتوے اور اس سے ماقبل فتوے سے واضح ہے تو سختی سے ان کا رد کیا ان کی امامت کو مکروہ تحریمی اور وعظ سننے کو ناجائز قرار دیا۔ ان کو خارج از اہل سنت قرار دے کر بدعتی شمار کیا۔ ہمارے دیگر اکابر کا موقف بھی غیر مقلدین کے متعلق یہی ہے کہ ان کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے نہ کہ فروعی بطور مثال صرف ایک حوالے پر اکتفا کرتا ہوں"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے محض دفع الوقتی سے کام لیا ہے اور اصل حقیقت سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے بحوالہ گنگوہی صاحب دیوبندی اور غیر مقلدین کا عقائد میں اتحاد ثابت کیا ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے" فتاویٰ رشیدیہ" سے حوالہ بھی نقل کیا (جو کہ" چوتھا حوالہ" کے ضمن میں مذکور ہے) دیوبندی موصوف نے اس کے متعلق لکھا کہ گنگوہی صاحب کے سامنے غیر مقلدین کے عقائد پوری طرح نہیں آئے

---

[1] دفاع، ج1 ص190۔193، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

تھے، یہ بھی نرا جھوٹ ہے، دیوبندی موصوف کا جھوٹ اس حوالہ سے واضح ہو جائے گا،

گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ غیر مقلدین میں کیا بُرائی ہے؟

گنگوہی صاحب نے جواب میں لکھا کہ:

" مجتہدین کو بُرا کہنا۔تقلید کو شرک بتانا۔مسلمان مقلدوں کو مشرک جاننا،نفسانیت سے عمل کرنا بُرا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے،سب حدیث پر ہی عامل ہیں۔ مقلد ہو یا غیر مقلد واللہ تعالیٰ اعلم"۔[١]

گنگوہی صاحب نے غیر مقلدوں کے بُرے خیالات کی نشاندہی کرنے کے بعد بھی لکھ دیا کہ سب حدیث پر ہی عامل ہیں،مقلد ہو یا غیر مقلد،یعنی گنگوہی صاحب کی نظر میں مقلد وغیر مقلد حدیث پر ہی عامل ہیں۔پھر گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ:

سوال: " اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو اور رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہ آئے گی یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا۔

جواب: کچھ خرابی نہ آئے گی۔ایسا تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بالحدیث ہے اگرچہ نفسانیت سے کرتا،تو فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے"۔[٢]

ان حوالوں میں غیر مقلدین کو عامل بالحدیث قرار دیا گیا ہے اور گنگوہی صاحب یکساں طور مقلدین وغیر مقلدین کو حدیث پر عامل قرار دے رہے ہیں،نہ صرف اتنا بلکہ گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ:

سوال: غیر مقلد کے پیچھے مقلدین کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر غیر مقلد متعصب نہیں اور بزرگوں کی شان میں بے ادب نہ ہو اور وہ شخص ایسا

---

[١] فتاویٰ رشیدیہ،ص90۔91،عالمی مجلس تحفظ اسلام،کراچی۔

[٢] فتاویٰ رشیدیہ،ص92۔93،عالمی مجلس تحفظ اسلام،کراچی۔

کام نہ کرے کہ جس سے حسب مذہب امام علیہ الرحمۃ نماز مکروہ یا فاسد ہوتی ہے تو ایسے غیر مقلد کے پیچھے ان شرائط کے ساتھ نماز پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فقط۔ [1]

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کو اُصولی طور پر متفق قرار دیتے ہیں اس لئے ان کی اقتداء میں نماز کو جائز قرار دیتے ہیں، باقی جو قیودات گنگوہی صاحب نے ذکر کی ہیں وہ ایسی نہیں کہ ان سے اُصولی اختلاف ثابت ہو اس طرح کی قیودات تو خود فقہ حنفی کی کتابوں میں امام کی شرائط میں مذکور ہیں، تو پھر کیا ایسا امام جو کہ سُنّی صحیح العقیدہ ہے لیکن قیوداتِ فقہی پر پُورا نہیں اُترتا، اور اسی وجہ سے صالح للامامۃ بھی قرار نہیں پاتا تو کیا وہ اہل سنّت سے خارج ہو جائے گا، اور کیا اس کے ساتھ اُصولی اختلاف ثابت ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں، پس اسی طرح گنگوہی صاحب کا کچھ قیودات کا ذکر کرنا ایسا نہیں کہ ان کی وجہ سے وہ گنگوہی صاحب کے نزدیک ان کے زعم کے مطابق اہل سنّت و جماعت سے خارج ہو جائے یا وہ اُصولی اختلاف کا موجب قرار پائے۔

دیوبندی موصوف اپنی طرف سے بڑی معصومیت بھرے انداز میں لکھتے ہیں کہ گنگوہی صاحب کے سامنے غیر مقلدین کے عقائد پُوری طرح نہیں آئے تھے، جیسے ان کی حقیقت کھلی گنگوہی صاحب کا موقف بھی سخت ہو گیا، اور پھر دلیل میں دیوبندی موصوف نے وہی "باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ" کا حوالہ دیا ہے جو نقل ہو چکا ہے۔

اس میں بھی ایسی کوئی بات موجود نہیں جس کی وجہ سے گنگوہی صاحب کے نزدیک غیر مقلدین کے ساتھ اُصولی اختلاف ثابت ہو۔ حقیقت کھلنے کے بعد بھی گنگوہی صاحب نے فاسق اور مبتدع کا حکم لگایا ہے لیکن ان کے الفاظ سے بھی اُصولی اختلاف ثابت نہیں ہوتا۔ داڑھی مُنڈانے والا بھی فاسق ہوتا ہے، لیکن وہ اہل سنّت سے خارج نہیں۔

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ، ص 354، عالمی مجلس تحفظ اسلام، کراچی۔

گنگوہی صاحب ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ بدعت فی العمل تھی اگرچہ گناہ ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز اولیٰ نہیں"۔ [۱]

ایسا شخص جو بدعت فی العمل کرتا ہے کو بدعتِ عملی کا مرتکب قرار دیتے ہوئے اس کے پیچھے نماز کو غیر اولیٰ قرار دیا ہے۔ گنگوہی صاحب کے ایسے فتوؤں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ گنگوہی صاحب غیر مقلدین کو اپنا اُصولی مخالف قرار نہیں دیتے، مبتدع اور فاسق بھی اسی درجہ میں سمجھتے ہیں جس سے خروج عن اہل السنۃ لازم نہیں آتا، اور فتویٰ کا دوسرا حصہ کہ ایسے شخص کو امام بنانا اپنی نماز خراب کرنا ہے، یہ بھی غیر مقلدین کے اعمال کے متعلق نہ کہ عقائد، جیسا کہ فتویٰ میں ہی موجود ہے اعمال میں مخالفت حنفیوں کی کرتے ہیں ایسی مخالفت اگرچہ حنفی ہی کرے تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی، بہر حال اس سے بھی غیر مقلدین سے اُصولی اختلاف ثابت نہ ہوا۔

الغرض دیوبندی موصوف نے غیر مقلدین کی حقیقت کھلنے کے بعد کا جو فتویٰ نقل کیا اس کی وجہ سے بھی وہ غیر مقلدین اور دیوبندیوں میں اُصولی اختلاف کو ثابت نہ کر سکے۔ اسی "باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ" کے اسی فتویٰ کے بعد ایک دُوسرا فتویٰ بھی موجود ہے جس میں غیر مقلدین کے پیچھے نماز کو درست قرار دیا گیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"قوم نیچری کافر ہیں کہ منکر قطعیات کے ہیں، ان کی امامت ہرگز دُرست نہیں، اور جو غیر مقلد کہ مواضع خلاف میں احتیاط کرے اور قول اُس کا معتبر جانا جاوے بسبب صلاح کے اُس کی امامت دُرست ہے، بلکہ کراہت، اور جو مسائل خلاف میں احتیاط نہیں کرتا، اگر تحقیق ہو کہ بعذر عاف مثلاً وضو نہیں کیا، تو اس کی بھی امامت درست نہیں، اور جو حال معلوم نہیں، تو اوس کی امامت درست ہے، بکراہۃ تنزیہہ"۔ [۲]

---

[۱] فتاویٰ رشیدیہ، ص366، عالمی مجلس تحفظ اسلام، کراچی۔

[۲] باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص165، دارالکتاب، ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور

گنگوہی صاحب نے اس فتویٰ میں مواضع خلاف میں محتاط غیر مقلد کی امامت کو دُرست قرار دیا، اُن کے عقائد سے کوئی تعرض نہیں کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ غیر مقلدین کو دیوبندیوں کے ساتھ اُصول میں متفق سمجھتے ہیں، باقی مواضع خلاف میں احتیاط کا حکم تو شافعیوں کے لئے بھی ہے تو اس کی وجہ سے غیر مقلدین گنگوہی صاحب کے نزدیک ان کے زعم میں اہل سنّت وجماعت سے خارج نہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف نے "باقیات فتاویٰ رشیدیہ" کے حوالے سے غیر مقلدین سے اُصولی اختلاف ثابت کرنے کی جو کوشش کی وہ بھی ناکام قرار پائی، اور وہ "فتاویٰ رشیدیہ" کے فتویٰ کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف کا کہنا ہے کہ گنگوہی صاحب پر جب حقیقت منکشف ہوئی تو انہوں نے غیر مقلدین کو خارج از اہل سنّت قرار دے کر بدعتی شمار کیا"۔ [1]

الجواب: مذکورہ وہ تین صفحات جو ہم نے نقل کئے ہیں اُن میں کہیں بھی گنگوہی صاحب کا ایسا فتویٰ موجود نہیں جس میں گنگوہی صاحب نے غیر مقلدین کو اہل سنّت وجماعت سے خارج قرار دیا ہو، انہوں نے غیر مقلدین کے احوال سے واقف ہونے کے بعد (جیسا کہ دیوبندی موصوف کا خیال ہے) جو فتویٰ دیا وہ بھی یوں ہے:

"پس غیر مقلدین اس وقت کے جیسا کہ صاحبِ شواہد نے نقل کیا لا اقل کے فاسق ہوں گے، اور جو غیر مقلد حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور تقلیدِ شخصی کو شرک بناتے ہیں بے شک فاسق ہیں"۔ [2]

گنگوہی صاحب کے اس فتوے سے بھی گنگوہی صاحب کے نزدیک غیر مقلدین کا اُن کے زعم کے مطابق اہلِ سنّت سے خارج ہونا لازم نہیں آتا، انہوں نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: دفاع، ج1 ص193، مکتبہ ختم نبوت پشاور۔

[2] دفاع، جلد1 ص192، مکتبہ ختم نبوت، طبع اوّل، پشاور۔

" جو حقوقِ والدین ادا نہ کرے وہ فاسق ہے۔ امامت اس کی مکروہ تحریمہ ہے"۔[1]

کیا دیوبندی موصوف حقوقِ والدین بد قسمتی سے ادا نہ کرنے والے افراد کو بھی اہلِ سنّت سے خارج قرار دیں گے؟۔

الغرض دیوبندی موصوف گنگوہی صاحب کے حوالے سے غیر مقلدین اور دیوبندیوں میں اُصولی اختلاف کو ثابت نہ سکے، حقیقت کھلنے کے بعد بھی گنگوہی صاحب کا کوئی ایسا فتویٰ موصوف نے نقل نہیں کیا جس سے اُن کے مُدعا کی تائید ہوتی، اور دیوبندی موصوف کا حقیقت سے بے خبر ہونے کا دعویٰ بھی گنگوہی صاحب کے متعلق بِلا دلیل ہے، دیوبندیوں کے مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے بھی یہی نظریہ بیان کیا ہے کہ اُن کے نزدیک غیر مقلد وہابی اہل سنّت و جماعت سے خارج نہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اهل حدیث اهل سنت والجماعت میں داخل هیں؟

" سوال: اہل حدیث، جن کو ہم لوگ غیر مقلد بھی کہتے ہیں، مسلمان ہیں یا نہیں؟ اور وہ اہل سنت والجماعۃ میں داخل ہیں یا نہیں۔ اور ان سے نکاح شادی کا معاملہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۷٤، اسماعیل محمود ولی صاحب (سورت)۔ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء۔

جواب (۳۷۰): ہاں اہلِ حدیث مسلمان ہیں اور اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترکِ تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعۃ سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی"۔[2]

دیوبندیوں کے اس مفتی نے غیر مقلدین کو اہلِ سنّت و جماعت میں ہی شُمار کیا ہے اور اہلِ سنّت و جماعت سے خارج قرار نہیں دیا، بلکہ انہوں نے تو مزید یہاں تک لکھا ہے کہ:

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ، ص 354، عالمی مجلس تحفظ اسلام، کراچی۔

[2] کفایت المفتی، کتاب العقائد، ج 1 ص 333، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔

"غیر مقلدوں کے پیچھے حنفی کی نماز جائز ہے"۔ [1]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"ہمارے دیگر اکابر کا موقف بھی غیر مقلدین کے متعلق یہی ہے کہ ان کے ساتھ ہمارا اُصولی اختلاف ہے نہ کہ فروعی چنانچہ بطور مثال صرف ایک حوالے پر اکتفا کرتا ہوں"۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف اپنے ہی اکابرین کے نظریات سے بھی واقف نہیں اور اِتنا جاہل ہے کہ ان کے فتوے بھی ہمیں ان کو سمجھانے پڑ رہے ہیں، ایسے شخص کو دیوبندی مناظرِ اسلام اور محقق سمجھتے ہوں تو ہم یہی کہیں گے کہ "اندھوں میں کانا راجا"۔

تھانوی صاحب نے غیر مقلدین کو گروہوں میں تقسیم کیا ہے، ان میں سے ایک کے ساتھ فروعی اختلاف ثابت کیا ہے اور دُوسرا گروہ جس کے ساتھ اُصولی اختلاف لکھا ہے اس کے اختلافی مسائل بھی ذکر کر دیئے ہیں، چنانچہ وہ اپنے ایک دُوسرے فتوے میں لکھتے ہیں:

"ان غیر المقلدین هم اصناف شتی فمنهم من یختلف مع المقلدین فی الفروع الاجتهادیة فقط ، فحکمهم فی جواز الاقتداء بهم للحنفیة کالشافعیة حیث یجوز بشرط المراعات فی الخلافیات الصلوتیة وفاقاً وعند عدم المراعاة خلافاً"۔ [3]

"غیر مقلد مختلف قسموں کے ہیں۔ بعضے ایسے ہیں کہ ان کا اختلاف مقلدین کے ساتھ صرف مسائل اجتہادیہ میں ہے، ان کی اقتداء کا حکم وہی ہے جو حنفی کے لئے شافعی امام کی اقتداء کا ہے، یعنی اگر وہ نماز میں خلافیات کی رعایت کرتا ہے تو بالاتفاق اقتداء جائز ہے، ورنہ

---

[1] کفایت المفتی، کتاب العقائد، ج1 ص335، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔

[2] دفاع، جلد1 ص193، مکتبہ ختم نبوت، طبع اوّل، پشاور۔

[3] امداد الفتاوی، باب الامامة والجماعة، ج1 ص230۔ 231، مکتبہ سیّد احمد شہید، اکوڑہ خٹک، وج2 ص174۔ 175، جدید، زکریا بک ڈپو انڈیا، سہارنپور، الہند

اقتداء میں اختلاف ہے"۔

اور دُوسرے گروہ کے متعلق لکھا کہ:"ومنھم من یختلف معھم فی الاجماعیات عند أھل السنة کتجویز النکاح ما فوق الأربعة ، وتجویز المتعة ، وتجویز سب السلف، وأمثال ذلك وحکمھم کأھل البدعة"۔

"اور بعضے غیر مقلدین ایسے ہیں کہ ان کا اختلاف مقلدین کے ساتھ ان مسائل میں ہے جو اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک اجماعی ہیں، جیسے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح جائز قرار دینا، متعہ جائز قرار دینا اور سلف صالحین کے لئے سب وشتم (گالی گلوچ) روا رکھنا، امثال ذلک، ایسے لوگوں کا حکم بدعتی امام کے حکم کے مانند ہے"۔[1]

دیوبندی موصوف کا نقل کردہ فتویٰ بھی اسی گروہ کے متعلق ہے اس گروہ کے علاوہ باقی دیگر غیر مقلدین کو تھانوی صاحب دیوبندیوں کے ساتھ اُصول میں متحد سمجھتے ہیں اور صرف فروع میں مخالف سمجھتے ہیں اور اس گروہ کے پیچھے نماز کو جائز قرار دیتے ہیں، اس مقام پر ہم قاری محمد طیب صاحب کی رائے پیش کرتے ہیں۔ قاری محمد طیب صاحب کو مہتمم مدرسہ دیوبند کا منصب حاصل تھا، قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مولانا نے اس مقالہ میں اپنی جماعت کے مسلک کی وضاحت کے ساتھ شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کی جماعت کے مسلک وموقف کی بھی وضاحت خود اُن کی تحریروں سے فرمائی، اور ان کی طرف سے مدافعت کی خدمت بھی پورے انصاف اور تحقیق کے ساتھ انجام دی۔ اس مقالہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ ان دونوں جماعتوں کے مسلک اور دینی طرز فکر میں کوئی اُصولی اختلاف نہیں ہے بلکہ بڑی حد تک قرب وتوافق ہے۔ اس لئے مولانا کا یہ مقالہ محض علمی اور تاریخی وتحقیقی انداز کا نہیں ہے

---

[1] امداد الفتاوی، باب الامامۃ والجماعۃ، ج1 ص 231، وج2 ص 174۔175، جدید۔

بلکہ امت مسلمہ کی ایک عظیم اصلاحی خدمت بھی ہے جس سے اتحاد بین المسلمین کے اہم ترین اسلامی مقصد کو تقویت پہنچتی ہے"۔ [1]

قاری محمد طیب صاحب نے تو اس قصہ کو ہی صاف کر دیا اور بتا دیا کہ وہابیوں کے ساتھ دیوبندیوں کا کوئی اُصولی اختلاف نہیں اور جو اختلاف وہابیوں کے ساتھ پایا جاتا ہے اس کی نوعیت بھی مولوی منظور احمد نعمانی صاحب کی زبانی سُن لیں:

" بہرحال ان تمام مسائل میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی وجہ سے کسی بھی فریق کو اسلام یا دائرہ اہل سنّت سے خارج قرار دیا جا سکے۔ ان مسائل کا ذکر اس موقع پر صرف اس غرض سے کیا گیا ہے کہ دونوں جماعتوں کے مسلکی اختلاف کی نوعیت اور اُس کا درجہ سامنے آ جائے اور کم از کم اہلِ علم اور اربابِ دانش کو معلوم ہو جائے کہ ان میں کوئی مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جس کی بنا پر کوئی فریق خدا ترسی کے ساتھ کتاب و سنت کی روشنی میں دوسرے فریق کی تکفیر، تفسیق یا تضلیل کر سکے"۔ [2]

اعتراض: دیوبندی موصوف نے بحوالہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ مندرجہ ذیل حوالہ نقل کیا ہے کہ:

"۔۔۔حضرت مولانا عبداللہ غزنوی (متوفی ۱۲۹۸ھ) اور ان کے صاحبزادے مولانا عبد الجبار غزنوی نے اپنی نیک صالحیت اور خدا پرستی کا لوگوں کے دلوں میں خُوب سکہ بٹھایا، ان کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے اہلِ علم حضرات اور عوام سب اس بات پر متفق رہے کہ یہ لوگ نہایت نیک اور مخلص ہیں، اسی طرح مولانا قصوری سے اختلاف رکھنے والے بھی ان کے اخلاص و تقویٰ کے قائل تھے، مولانا قصوری اور مولانا غزنوی میں باہمی یگانگت و محبت کے باوجود دو ایک مسائل میں اختلاف بھی تھا اور وہ صرف علمی اختلاف تھا نہ کہ خلاف

---

[1] شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص139۔140، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[2] شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص73، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

"۔(تذکرہ علماء امرتسر: ص۴۰)۔۔۔[1] اس پر تبصرہ کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں کہ:

"آپ کے مسلک کے مایہ ناز عالم دین اہلحدیث وہابیوں کے (ایک اہلحدیث اس وقت کی اصطلاح کے مطابق وہابی۔ (علماء امرتسر: ص۳۸) کوکس طرح خراج تحسین پیش کر رہے ہیں اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کو" مرحوم" لکھ رہے ہیں اب تسلیم کرو کہ ہمارے علماء بھی" وہابی" اور" وہابی نواز" تھے"۔[2]

الجواب: مندرجہ بالا اعتراض بھی دیوبندی موصوف کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیوں کہ موصوف وجہ اختلاف کو سمجھ نہ پائے۔ رشید احمد گنگوہی صاحب نے وہابیوں کے عقائد کو عُمدہ سمجھا، جس کا مطلب ہے کہ وہ ان کے عقائد کو پسند کرتے ہیں اور عُمدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں، جس کا صاف اور واضح مطلب ان کے عقیدہ و مذہب کی تائید کرنا ہے اور ان کا یہ قول عقائد وہابیہ کی تائید وتصویب میں واضح اور بیّن دلیل ہے۔ اس لحاظ سے تو ان کے عقائد کی تمام ذمہ داری گنگوہی صاحب پر عائد ہوتی ہے جس طرح کوئی جاہل قادیانیوں یا رافضیوں کے عقائد کو عمدہ شمار کرے تو اس کا وبال اس کے ذمہ عائد ہوگا۔

عقائد سے ہٹ کر اگر کوئی شخص کسی بدعتی کے دیگر معاملات میں توصیف بیان کرتا ہے تو یہ بات اس کے عقیدہ کی مؤید نہیں اور نہ ہی اس کے عقیدہ کی تائید ہوگی، کتبِ اسماء الرجال میں بے شُمار بدعتی راویوں کا ذکر ہے اور ان کے عقیدہ کی بدعت کو بیان کرتے ہوئے ان کے تقویٰ، ورع و پرہیز گاری کو بھی بیان کیا گیا ہے تو کیا اُن تمام محدثین کو بھی بدعت نواز کہا جائے گا؟ ایسا نہیں ہے، بدعت نواز تو تب سمجھا جاتا جب بدعتیوں کے عقائد کی تائید وتصویب ہوتی، اسی طرح حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کا" تذکرہ علماء امرتسر" میں عبد اللہ غزنوی اور عبد الجبار غزنوی کو نیک اور صالح قرار دینا ان کے عقیدہ کے لئے مؤید نہیں ہے

---

[1] دفاع، جلد1 ص195، مکتبہ ختم نبوت، طبع اوّل، پشاور۔

[2] دفاع، جلد1 ص195، مکتبہ ختم نبوت، طبع اوّل، پشاور۔

اور نہ ہی وہ اس وجہ سے وہابی نواز قرار پائیں گے۔

ہاں! البتہ گنگوہی صاحب نے وہابیوں کے عقائد کو عمدہ کہا اس لئے وہابیوں کے بُرے عقائد کی تائید کرنے کی وجہ سے گنگوہی صاحب وہابی اور وہابی نواز ضرور قرار پائیں گے۔

کتبِ اسماءُ الرجال سے صرف پانچ حوالے مُلاحظہ فرمائیں کہ جن میں بدعتی راویوں کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے، کیا دیوبندی موصوف اسماء الرجال کے جلیل القدر ائمہ کو بھی بدعت نواز قرار دیں گے جنھوں نے بدعتی راویوں کی تعریف وتوصیف کی ہے؟ یا دیوبندی موصوف کا یہ پیمانہ اعتراض صرف ہمارے لئے ہے، حوالے مُلاحظہ فرمائیں:

نمبر (1) ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰی، ابُواسحاق اسلمی

حافظ ابُوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی علیہ الرحمۃ (م 748ھ) اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"هُوَ الشَّيْخُ، العَالِمُ، المُحَدِّثُ، أَحَدُ الأَعْلاَمِ المَشَاهِيْرِ، أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيْمُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ أَبِي يَحْيَى الأَسْلَمِيُّ مَوْلاَهُم، المَدَنِيُّ، الفَقِيْهُ"... وَقَالَ أَبُو هَمَّامٍ السَّكُوْنِيُّ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيْمَ بنَ أَبِي يَحْيَى يَشْتِمُ بَعْضَ السَّلَفِ... وَقَالَ عَبدُ اللهِ بنُ أَحْمَدَ بنِ حنبل عَن أبيه: كان قدريا معتزليا جهميا، كل بلاء فيه". [1]

"یعنی وہ شیخ، عالم، محدث، مشاہیرِ اعلام میں سے ایک، ابُواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰی مولیٰ اسلمی، مدنی، فقیہ۔ اور ابُوہمام سکونی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ مَیں نے ابراہیم بن ابی یحیٰی کو سُنا

[1] ملاحظہ فرمائیں: سیر اعلام النبلاء، ج9ص 450۔451، والمجرد فی اسماء رجال سنن ابن ماجہ، ص 237، وتذکرۃ الحفاظ، ج1ص 181، وتھذیب الکمال، ج2ص 186 وتھذیب التھذیب، ج1ص 158، التاریخ الکبیر للبخاری، ج1ص 323۔324، والمجروحین لابن حبان، ج1ص 105، والکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج1ص 353۔367، والجرح والتعدیل لابن ابی حاتم، ج2ص 125۔127، وطبقات علماء الحدیث، ج1ص 362۔363، وغیرھم۔

وہ بعض سلف کو بُرا بھلا کہتا (گالیاں دیتا) تھا۔اور عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنے باپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ قدری، معتزلی، جہمی، بلکہ اس میں سب بَلائیں (یعنی باعتبار عقیدہ) تھیں"۔

نمبر (2) سالم بن ابی حفصہ عجلی ابُو یونس کوفی۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صدوق فی الحدیث إلا أنه شیعی غالی... وَقَال حجاج بن المنهال: حَدَّثَنَا مُحَمَّد بْن طَلْحَة بْن مصرف، عن خلف بْن حوشب، عن سَالِم بْن أَبِي حفصة - وكان من رؤوس من ينتقص أبابَكْر وعُمَر ....وقال ابن معين: وَكَانَ سَالِم بن أَبِي حَفْصَة شِيعِيًّا. [1]

"یعنی حدیث میں سچا مگر غالی شیعہ ہے۔اور حجاج بن منہال نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن طلحہ بن مصرف نے حلف بن حوشب سے، اس نے سالم بن ابی حفصہ سے اور وہ سیّدنا ابُو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تنقیص کرنے والوں کے سرغنہ میں سے تھا۔ امام ابن معین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سالم بن ابی حفصہ شیعہ تھا۔

نمبر (3) عبدالملک بن اعین کوفی۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"وَهُوَ صَادِقٌ فِي الْحَدِيثِ لَكِنَّهُ مِنْ غُلاةِ الرَّافِضَةِ...وقال أبو حاتم :من الشِّيعَة يكْتب حَدِيثه مَحَله الصدْق...وقال البخاری :وكان شيعيا... وقال سفيان :عَبد المَلِك بن أعين شيعي كان عندنا رافضي صاحب رأي... وقال :هم ثلاثة إخوة: عَبد المَلِك بن أعين، وزرارة بن أعين، وحمران بن

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: تقریب التهذيب، ص 226، وتهذيب الكمال، ج10 ص 134_139 وتاريخ ابن معين رواية الدوری، ج3 ص 469، والضعفاء الكبير، ج2 ص 153_153، والكامل في ضعفاء الرجال، ج4 ص 373_374، طبقات الكبرى، ج6 ص 336۔

أعين، روافض کلهم، أخبثهم قولا: عبد الملك... [1]

"یعنی یہ حدیث میں سچا ہے لیکن غالی روافض میں سے ہے۔ ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیعہ میں سے ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی، اس کا محل سچا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیعہ تھا، امام سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: عبدالملک بن اعین شیعی ہمارے نزدیک رافضی صاحب رائے ہے، اور فرمایا: یہ تین بھائی تھے، عبدالملک بن اعین، زرارہ بن اعین اور حمران بن اعین سب رافضی تھے، قول میں ان سب سے زیادہ خبیث عبدالملک تھا"۔ [2]

نمبر (4) عبیداللہ بن موسیٰ بن باذام عبسی، ابومحمد کوفی۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"الحافظ العابد... أَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ المُسْنَدَ عَلَى تَرتِيْبِ الصَّحَابَةِ بِالكُوْفَةِ، كَمَا أَنَّ أَبَا دَاوُدَ الطَّيَالِسِيَّ أَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ المُسْنَدَ مِنَ البَصْرِيِّيْنَ عَلَى مَا نَقَلَهُ الخَلِيْلِيُّ فِي إِرْشَادِهِ.. قُلْتُ: كَانَ صَاحِبَ عِبَادَةٍ وَلَيْلٍ، صَحِبَ حَمْزَةَ، وَتَخَلَّقَ بِآدَابِهِ، إِلاَّ فِي التَّشَيُّعِ المَشْؤُوْمِ، فَإِنَّهُ أَخَذَهُ عَنْ أَهْلِ بَلَدِهِ المُؤَسَّسِ عَلَى البِدعَةِ... قَالَ ابْنُ مَنْدَةَ: كَانَ أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلٍ يَدُلُّ النَّاسَ عَلَى عُبَيْدِ اللهِ، وَكَانَ مَعْرُوْفاً بِالرَّفْضِ، لَمْ يَدَعْ أَحَداً اسْمُهُ مُعَاوِيَةُ يَدْخُلُ دَارَهُ، فَقِيْلَ: دَخَلَ عَلَيْهِ مُعَاوِيَةُ بنُ صَالِحٍ الأَشْعَرِيُّ، فَقَالَ: مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: مُعَاوِيَةُ. قَالَ: وَاللهِ لاَ حَدَّثْتُكَ، وَلاَ حَدَّثْتُ قَوْماً أَنْتَ فِيْهِم. من كبار علماء الشيعة... وقال

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: تاریخ الاسلام، ج3ص 456، و التعدیل و التجریح، ج2ص 902=

[2] ملاحظہ فرمائیں: تاریخ الاسلام، ج3ص 456، و التعدیل و التجریح، ج2ص 902، و تہذیب الکمال، ج 18ص 283۔ 284، و، العلل و معرفة الرجال، ج 2 ص 452، و الجرح و التعدیل، ج5ص 343، و التاریخ الکبیر، ج5ص 405، و الضعفاء الکبیر، ج3 ص 33، و أحوال الرجال، ص 103، و غیرهم۔

العجلي: كان عالما بالقرآن رأسا فيه ما رأيته رافعا رأسه وما روئى ضاحكا قط... قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "سمعت أَحْمَدَ بْن حنبل يَقُول: مَن عُبَيْدُ الله بْن موسى؟ كُل بَلِيَّةٍ تأتي عَن عُبيد الله بن موسى". [1]

"حافظ عابد تھے، اُنہوں نے ہی سب سے پہلے کوفہ میں ترتیب صحابہ پر مسند تصنیف کی، جس طرح بصریوں میں امام ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ نے سب سے پہلے مسند تصنیف کی، جیسا کہ خلیلی رحمہ اللہ نے "ارشاد" میں نقل کیا ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ وہ (دن) رات عبادت کرنے والے تھے، حمزہ کی صحبت اختیار کی، اور اُن کے آداب کے ساتھ موصوف ہوئے مگر منحوس شیعیت یہ انہوں نے اپنے شہر سے حاصل کی، جس کی بنیاد ہی بدعت پر ہے۔

ابن مندہ کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ لوگوں کی رہنمائی عبید اللہ کی طرف کیا کرتے تھے اور وہ رفض کے ساتھ مشہور تھا جس آدمی کا نام بھی معاویہ ہوتا اس کو اپنے گھر میں داخل نہیں ہونے دیتا تھا اسے کہا گیا کہ معاویہ بن صالح الاشعری اُن پر داخل ہوئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ تمہارا نام کیا ہے کہا کہ معاویہ، عبید اللہ نے کہا اللہ کی قسم میں تمہیں حدیث نہیں بیان کروں گا اور نہ ہی اس قوم کو جس میں تم رہتے ہو۔ کبار علماء شیعہ میں سے تھے۔

عجلی کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید کے عالم تھے اور اس میں چوٹی کی علماء میں شمار ہوتے تھے، مَیں نے کبھی ان کو سر اُٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا، اُنہیں کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں مَیں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ عبید اللہ بن موسیٰ کون ہے؟ ہر مصیبت عبید اللہ بن موسیٰ کی طرف سے آتی ہے۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: سیر اعلام النبلاء، ج8ص 357_359، وتذکرۃ الحفاظ 1ص 259، والثقات للعجلی، 2ص 114، سؤالات أبی عبید الآجری (119)، وطبقات علماء الحدیث 511، والضعفاء الکبیر، 3ص 127، والثقات لابن حبان، ج7ص 152_153،

نمبر (5) مالک بن اسماعیل بن درہم، ابُوغسان نہدی۔

حافظ ذہبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ:

"الحَافِظُ، الحُجَّةُ الإِمَامُ أَبُو غَسَّانَ النَّهْدِيُّ...وَقَالَ يَعْقُوبُ بنُ شَيْبَةَ: ثِقَةٌ صَحِيحُ الكِتَابِ مِنَ العَابِدِيْنَ...وَهُوَ مُتْقِنٌ ثِقَةٌ كَانَ لَهُ فَضلٌ، وَصَلاَحٌ وَعِبَادَةٌ وَصِحَّةُ حَدِيْثٍ وَاستِقَامَةٌ، وَكَانَتْ عَلَيْهِ سَجَّادَتَانِ كُنْتُ إِذَا نَظَرتُ إِلَيْهِ كَأَنَّهُ خَرَجَ مِنْ قَبْرٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى...قُلْتُ: وَقَدْ كَانَ أَبُو نُعَيْمٍ، وَعُبَيْدُ اللهِ مُعَظِّمِيْنَ لأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَإِنَّمَا يَنَالاَنِ مِنْ مُعَاوِيَةَ، وَذَوِيْهِ. رَضِيَ اللهُ عَنْ جميع الصحابة". وقال الآجری: سمعت أبا داود يقول: كان أبو غسان شديد التشيع، وقال: عجبت لأقوام قدموا سفيان على الحسن بن صالح، وكان من أصحاب الحسن بن صالح". [1]

" امام ابُوغسان نہدی حافظ اور حجت ہیں۔ یعقوب بن شیبہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ثقہ ہیں صحیح الکتاب اور عبادت گذاروں میں سے تھے، وہ ثقہ اور متقن ہیں نیکی وفضیلت والے عبادت گذار استقامت والے اور صحیح روایتیں بیان کرنے والے تھے ان کے چہرے پر سجدوں کے دونشان تھے اور جب بھی مَیں اُن کی طرف دیکھتا تو یُوں لگتا گویا کہ وہ قبر سے ابھی نکلے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

مَیں کہتا ہوں کہ امام ابُونعیم اور عبید اللہ ابُوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تعظیم بجالانے والے ہیں، حضرت امیر معاویہ اور آپ جیسے اصحاب سے نالاں تھے۔ اللہ رب العالمین سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو۔

[1] ملاحظہ فرمائیں: سیر اعلام النبلاء، ج9ص 139۔140، وتذکرۃ الحفاظ، ج1ص 295، والجرح والتعدیل، ج8ص 206۔207، واکمال تھذیب الکمال، ج11ص 5۔6، وتھذیب التھذیب، ج10ص 4، وطبقات علماء حدیث، ج2ص 37۔

اور امام آجری ؒ کہتے ہیں مَیں نے امام ابو داؤد ؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابُو غسان تشیع میں بڑے شدید تھے، اور کہا کہ مجھے اُن لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو سفیان کو حسن بن صالح پر مقدم کرتے ہیں اور یہ اصحابِ حسن بن صالح میں سے تھا"۔

دیوبندی موصوف کا دعویٰ ہے کہ ان کا غیر مقلدین کے ساتھ اُصولی اختلاف ہے جیسا کہ موصوف نے اپنی کتاب" دفاع" اوّل کے صفحہ (93) پر لکھا ہے کہ" غیر مقلدین کے ساتھ ہمارا اُصولی اختلاف ہے نہ کہ فروعی" مگر دُوسری جانب اکابرینِ دیوبند کے گہرے مراسم وروابط غیر مقلدین کے ساتھ تھے۔

" حضرت مولانا داؤد غزنوی" نامی کتاب میں متعدد مضامین متعدد لوگوں کے شائع کئے گئے ہیں جن میں ایک مضمون جامعہ اشرفیہ کے مفتی محمد حسن صاحب دیوبندی کے بیٹے حافظ عبدالرحمن صاحب کی روایت سے مندرجہ ذیل سُرخی

"حضرت مولانا داؤد غزنویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ کے باھمی تعلقات"

کے تحت موجود ہے۔ راقم الحروف اس میں سے صرف پانچ اقتباسات نقل کرتا ہے جن سے دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے باہمی مراسم وروابط پر روشنی پڑے گی، ملاحظہ فرمائیں:

نمبر (1) مفتی محمد حسن صاحب فرماتے ہیں کہ:" اللہ تعالیٰ نے مولانا داؤد غزنویؒ کو وہ فہم اور بصیرت عطا فرمائی ہے کہ اُن کی گفتگو سے میری علمی پیاس بجھتی ہے"۔ [1]

نمبر (2) مفتی محمد حسن صاحب فرماتے ہیں کہ:" مولانا داؤد غزنویؒ ایک بہت بڑے ولی کے صاحبزادے ہیں اور خود بھی ولی ہیں، گویا ولی ابنِ ولی ہیں"۔۔۔مولانا داؤد غزنویؒ کو نسبتِ باطنی حاصل ہے اور نسبتِ باطنی ایک دولتِ عظمیٰ ہے جو سخت مجاہدات اور

---

[1] داؤد غزنوی، ص 189، فاران اکیڈمی، اردو بازار، لاہور۔

ریاضتوں کے بعد ایک بندے کو اپنے اللہ سے حاصل ہوتی ہے"۔۔مفتی محمد حسنؒ کی رائے میں مولانا داؤد غزنویؒ صاحبِ قال نہ تھے، بلکہ صاحبِ حال تھے، وہ جب آخرت کے بارے میں گفتگو فرماتے تو لوگوں کو یوں محسوس ہوتا تھا گویا وہ جنت اور جہنم کا مشاہدہ کر کے باتیں کرتے ہیں"۔ [1]

نمبر (3)" ایک دن مولانا داؤد غزنویؒ آئے اور کہنے لگے :" میں درود شریف پڑھتا ہوں تو اُس کی عظمت بڑھانے کے لئے کچھ اور کلمات اس میں شامل کر لیتا ہوں ۔سوچتا ہوں کہ یہ بے ادبی یا سنّت کی خلاف ورزی تو نہیں؟"۔ یہ بات ہو رہی تھی کہ اچانک مولانا محمد ادریس کاندھلوی تشریف لے آئے۔ مفتی صاحب نے اُنہیں مخاطب کر کے کہا: آیئے مولانا! اس وقت آپ کی ضرورت پڑ گئی۔ پھر انہیں مولانا داؤد غزنویؒ کا سوال سنایا۔

مولانا ادریس صاحب نے کہا۔اس میں کوئی اشکال نہیں اور قرآن کی اس آیت سے استنباط فرمایا کہ: یاایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

اس میں صلوا اور سلموا کے صیغے مطلق ہیں، اس اطلاق میں یہ خاص شکل بھی شامل ہے۔

مفتی صاحبؒ نے یہ بات سُنی تو فرمایا: جزاک اللہ! آپ نے خوب جواب دیا۔

مولانا داؤد غزنویؒ، مفتی محمد حسنؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کبھی محفل میں یکجا ہوتے تو گفتگو میں مزید شگفتگی پیدا ہو جاتی تھی"۔ [2]

نمبر (4)" مولانا ادریس صاحب اپنے ضعف جسمانی کے باعث دو سجدوں کے درمیان ذرا وقفہ کرتے ہیں۔ مولانا داؤدؒ ایک بار یہ صورت دیکھ کر فرمانے لگے:" مولانا محمد ادریس کاندھلوی قولاً حنفی ہیں لیکن عملاً اہلحدیث ہیں"۔

مفتی صاحبؒ نے اس بات سے محظوظ ہو کر کہا:" کیوں نہ ہوں، حدیث کے اُستاد ہیں"۔

---

[1] داؤد غزنوی، ص190، فاران اکیڈمی، اردو بازار، لاہور۔

[2] داؤد غزنوی، ص195، فاران اکیڈمی، اردو بازار، لاہور۔

اس سے آپ ان بزرگوں کی بے تعصبی اور وسعتِ مسلک کا اندازہ کر سکتے ہیں"۔۔۔

واقعتًا ان دونوں بزرگوں (داؤد غزنوی و مفتی محمد حسن صاحبان) کے رگ و ریشہ میں ایک دُوسرے کی محبت رچی ہوئی تھی۔ جب مولانا داؤد غزنویؒ، مفتی صاحبؒ سے ملنے تشریف لاتے تو مفتی صاحبؒ کے چہرے پر خُوشی کی لہر پھیل جاتی تھی۔ وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ [1]

نمبر (5) " ایک موقعہ پر مفتی محمد حسنؒ صاحب نے مولانا داؤد غزنویؒ کے بارے میں فرمایا: " داؤد غزنوی علم میں بے نظیر، عمل میں بے نظیر اور تواضع میں بے نظیر ہیں وہ ان اوصاف میں حدِّ کمال تک پہنچے ہوئے ہیں"۔ [2]

اسی کتاب میں ایک سُرخی یُوں قائم ہے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا مکتوب گرامی

خلیفہ اجل حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

موصوف کے مادرِ علمی کے مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" حضرت مولانا سیّد محمد داؤد غزنویؒ کی ذاتِ گرامی سے احقر کا تعارف تو بہت قدیم سے تھا لیکن ۱۳٦۸ھ۔ ۱۹٤۷ء میں ہجرتِ پاکستان کے بعد مسلسل ملاقاتوں اور بہت سے دینی کاموں میں رفاقت کا شرف اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ مولانا کو قریب سے دیکھا۔ اُن کے جن علمی، عملی، اخلاقی فضائل و کمالات کا مشاہدہ ہوا، افسوس ہے کہ اپنی طویل علالت اور ضعفِ عمر کے سبب اب یہ ناکارہ اُن میں سے کوئی حصہ بھی لکھنے پر قادِر نہیں۔

اس وقت صرف چند جملے لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ احقر نے حضرت مولانا سیّد محمد داؤد

---

[1] داؤد غزنوی، ص 196، فاران اکیڈمی، اردو بازار، لاہور۔

[2] داؤد غزنوی، ص 200،، فاران اکیڈمی، اردو بازار، لاہور۔

غزنویؒ کو علمی کمالات کے علاوہ عملی اور اخلاقی کمالات سے بہت آراستہ پایا۔ وہ ایک باخُدا بزرگ تھے، اہلحدیث ہونے کے باوجود ائمہ مجتہدین اور علماءِ سلف صالحین کا احترام وعقیدت اُن کے قلب میں ان حضرات کے مقلدین سے کم نہ تھا۔

حنفی علماء سے روابط اور تعلقات بہت گہرے تھے۔ اُنہوں نے اپنے عمل سے اجتہادی اختلافات کی حدود لوگوں کو اچھی طرح بتلادی تھیں۔ وظائف ونوافل کے پابند تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد چالیس مرتبہ یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

"یا حی یا قیوم لا الہ الا انت برحمتك استغیث اصلح لی شانی کله ولا تکلنی الی نفسی طرفة عین"۔

اور فرمایا کہ میرا ابھی یہی معمول ہے۔ جب سے احقر نے اُن سے سُنا تھا الحمد للہ احقر کا بھی معمول بن گیا۔ حضرت مولانا کا تذکرہ اور اتنی سی مختصر بات پر اکتفا کرنا پڑا، اس کا قلق محسوس کررہا ہوں۔ دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت کے درجاتِ عالیہ سے سرفراز فرمائیں اور اُن کے علوم اور دارالعلوم کو اُن کا صدقہ جاریہ بنادیں۔ بندہ محمد شفیع، خادم دارالعلوم کراچی، ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ"۔ [1]

ان حوالوں کو پڑھنے کے بعد موصوف کے ہی اُصول سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندی اور غیر مقلد یک جان دو قالب کی مانند ہیں۔ دیوبندی موصوف اپنے اکابرین کے لئے بھی یہی فتویٰ لگائیں گے (جب غیر مقلدین کے ساتھ اُصولی اختلاف کا دعویٰ کیا جارہا ہے تو پھر عقیدتمندانہ مراسم کیسے؟) کہ یہ علمائے دیوبند بھی وہابی نواز تھے۔

معلوم ہوا کہ دیوبندی موصوف کا مقصد صرف شورش اور فتنہ پیدا کرنا ہے، لیکن موصوف کی

[1] داؤد غزنوی، ص209۔210، فاران اکیڈمی، اردو بازار، لاہور۔

اس شورش اور فتنہ کے سبب خُود ایوانِ نجدیت میں ہی شورش پیدا ہوگی اور یہ گھاؤ خُود دیوبندیوں کے لئے ہی ناسور کی شکل اختیار کرے گا۔

الغرض دیوبندی موصوف کا اعتراض قطعاً درست نہیں اور حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمة الله عليه کی عبارت سے وہابی نوازی ثابت نہیں ہو رہی کیونکہ آپ نے غیر مقلدین کے عقیدے کی حمایت نہیں کی۔

دیوبندی موصوف کا لفظِ مرحوم پر اعتراض

دیوبندی موصوف بحوالہ حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری لکھتے ہیں کہ:

"مولانا ابُوالوفاء ثناء اللہ مرحوم پر کسی نے قاتلانہ حملہ کیا، خوش قسمتی سے بچ گئے، اس حملے کی یادگار کے طَور پر رسالہ "شمع توحید" تصنیف فرمائی"۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳٤) مزید موصوف لکھتے ہیں کہ: "اسی شیخ الاسلام کو آپ کے علماء "مرحوم" لکھ رہے ہیں"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض بھی کم علمی پر مبنی ہے اس لئے کہ لفظ "مرحوم" دو طرح استعمال ہوتا ہے، ایک لغوی معنٰی میں اور دُوسرے عُرفی معنٰی میں۔

لغوی معنٰی میں معنی "رحم" کو ملحوظ رکھا جاتا ہے جب کہ عُرفی معنٰی میں یہ بطورِ علامت استعمال ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شخصِ مذکور فوت ہو چکا ہے، اس کی فوتگی ظاہر کرنے کے لئے بطورِ علامت "مرحوم" لکھتے ہیں، جس کا حقیقی معنٰی "مرحوم" سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یعنی صرف فوتگی ظاہر کرنے کے لئے عُرف میں یہ محاورہ بن چکا ہے، بعض ان پڑھ اور جاہل لوگ بھی بطورِ محاورہ فوت شُدہ انسان کا ذکر کرنے کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ان لوگوں کو اس لفظ کے بارے میں کچھ پتا نہیں ہوتا اور سامع کا ذہن بھی معنٰی کی طرف مبذول ہونے کی بجائے فوتگی کی جانب چلا جاتا ہے، راقم الحروف کا غالب گمان ہے کہ حکیم

---

[1] دفاع، ج1 ص195۔196، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی یہ لفظ ثناء اللہ امرتسری کے لئے محاورۃً لکھا ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جس ثناء اللہ امرتسری کی بات کر رہے ہیں وہ مَر چکا ہے، آیئے پہلے لفظ " مرحوم " کے متعلق لغت پر نظر ڈالتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

" مَرحُوم = (ع ۔صف : مذ) رحمت کیا گیا۔ بخشا گیا۔ مغفور۔ جنتی (۲) مَرا ہوا۔ فوت شُدہ۔ متوفی " ۔ [۱]

" مرحوم = (ع) رحمت کیا گیا۔ مَرا ہوا شخص " ۔ [۲]

اب مُلاحظہ فرمائیں اس کا استعمال بطورِ محاورۃً

" لیکن میرا عہد ہے۔۔۔ اپنے ضمیر سے، اپنے مولانا سے، اپنے خدا سے کہ جیتے جی، مولانا کو نہ " مرحوم تسلیم کروں گا، نہ " مرحوم " کہوں گا، نہ " مرحوم " لکھوں گا! غافل دُنیا! کیا مولانا سچ مچ مَر چکے ہیں؟ کہتے رہو، لیکن جانتا ہوں، یقین سے جانتا ہوں کہ مولانا مرے نہیں ہیں " ۔ [۳]

باقی کچھ لوگ عقائد و نظریات کی حمایت میں اصلی معنٰی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بطورِ دُعا لفظ " مرحوم " کو استعمال کرتے ہیں، ایسی صورت میں قائل اور مقول لہ کے عقائد و نظریات کو دیکھا جائے گا، اگر اُن کے درمیان اِتحاد و موافقت موجود ہو تو سمجھا جائے گا کہ قائل نے مقول لہ کے لئے بطورِ دُعا و ترحم لفظ " مرحوم " کو استعمال کیا ہے، اگر ان دونوں کے درمیان عقائد و نظریات کا اتحاد نہ ہو تو اسے عرفاً علامت پر محمول کیا جائے گا۔

حکیم صاحب کی عبارت میں ثناء اللہ امرتسری کے لئے یہ لفظ برائے علامتِ وفات ہے

---

[۱] فیروز اللغات، ص 1226، کالم اوّل۔ فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔

[۲] جامع اُردو لغات، ص 873، کالم دوم، بک کارنر شوروم، جہلم۔

[۳] آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی، بروایت ملیح آبادی، ص 9، اعتقاد پبلشنگ ھاؤس پرائیویٹ لمیٹڈ، نئی دہلی۔

کیوں کہ حکیم صاحب اور ثناء اللہ امرتسری کے عقائد ونظریات میں کوئی اتفاق واتحاد نہیں اور نہ ہی ایک دُوسرے کے عقائد ونظریات کے لئے کوئی نرم گوشہ موجود ہے، لہٰذا اسے عُرف پر محمول کیا جائے گا۔

پس دیوبندی موصوف کا اعتراض اُصول وقواعد، لغت اُردو سے بے خبری پر مبنی ہے اور موصوف کی طرف سے کم علمی وعجلت کا نتیجہ ہے، اگر وہ کچھ غور وفکر کر لیتے تو انہیں یہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف بحوالہ" تذکرہ علماء امرتسر، ص ۷۵" لکھتے ہیں کہ:

" مولانا کے زمانہ قیام امرتسر میں حنفی وہابی کا جھگڑا بہت زوروں پر تھا مولانا خود بڑے متشدد حنفی تھے مگر آپ نے ہمیشہ اس قسم کے مناظروں اور مباحثوں سے احتراز کیا وہ اس قسم کی بحثوں کو جمعیت اسلامی کے لیے سخت مہلک سمجھتے تھے"۔ [1]

الجواب: اس حوالہ میں کوئی قابلِ اعتراض بات موجود نہیں۔ موصوف کی جہالت کا کرشمہ یہ ہے کہ موصوف ایسے مبہم حوالوں کو بِلا تبصرہ ہی چھوڑ دیتے ہیں تا کہ اُن کی جہالت کسی پر آشکار نہ ہو، اگر ایسے حوالوں کو ہم بھی بِلا جواب رہنے دیں تو موصوف بغلیں بجانے لگیں گے کہ میرے فلاں حوالے کا جواب نہیں دیا گیا حالانکہ نہ ایسے حوالوں میں کوئی قابلِ اعتراض بات ہوتی ہے اور نہ وہ وجہ طعن بن سکتے ہیں۔

موصوف جب تک اپنا اعتراض قائم نہ کریں گے تب تک کیسے پتا چلے گا کہ آنجناب کو کس بات سے تکلیف ہے اور کس لفظ کی بنا پر پیٹ میں مروڑ اُٹھ رہا ہے، اور کس فقرہ کے سبب موصوف مرضِ اسہال میں مبتلا ہیں۔ جب تک موصوف اپنے اندرونی روگ کا اظہار نہ کریں گے تب تک کیسے معلوم ہو کہ موصوف کے کس مقام میں درد ہو رہا ہے۔

---

[1] دفاع، ج1 ص196، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

بہر حال اس حوالے میں کوئی بھی لائق اعتراض بات نہیں، اس حوالے کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ غلام اللہ قصوری صاحب حنفی وہابی مناظروں سے احتراز کیا کرتے تھے اور ان کو جمعیت اسلامی کے لئے مہلک سمجھتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہابیوں کی طرف سے مناظرہ برائے اصلاح اور افہام و تفہیم کی غرض سے نہیں ہوتا، اُن کا زور بحث برائے بحث پر ہوتا ہے، مناظروں میں ان کی کیفیت چور مچائے شور جیسی ہوتی ہے، اکثر اوقات لڑائی جھگڑا گالم گلوچ پر اُتر آتے ہیں۔

پس ایسی صورت میں بجائے اس کے کہ اصلاح ہو افتراق و انتشار کی خلیج مزید وسیع ہو جاتی ہے، اور دین بیزار ملحد لوگ وہابیوں کی ان حرکات کی وجہ سے خوب فائدہ اُٹھاتے ہوئے سادہ لوح عوام کو خوب گمراہ کر کے دین بیزاری کا سبق پڑھاتے ہیں، جس کی وجہ سے سادہ لوح عوام کے گمراہ ہونے کا خدشہ باقی رہتا ہے۔

آنجناب کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

" مناظروں اور رسالوں نے اہل باطل کو بہت فروغ دیا ہے ورنہ اگر بے پرواہی برتی جاتی ان کے رد کی جانب کچھ التفات ہی نہ کیا جاتا تو ان کو اتنی اہمیت حاصل نہ ہوتی جتنی اب حاصل ہوگئی ہے، مناظروں سے تو اہل باطل کو فروغ ہوتا ہے اور نتیجہ کچھ نہیں ہوتا"۔ [1]

اور یہی دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب کہتے ہیں کہ:

" دیوبندیت، وہابیت، بریلویت کے اختلاف سے سخت نقصان مسلمانوں کو پہنچا"۔ [2]

اب بتائیں اس حوالہ میں اعتراض والی کون سی بات ہے، الغرض دیوبندی موصوف کا یہ حوالہ بے محل قرار پایا، جس کا دیوبندیوں کے اُس حوالے سے کوئی تعلق نہیں جس میں گنگوہی صاحب نے وہابیوں کے عقائد کو عمدہ قرار دیا ہے اور مقلد (دیوبندیت) وغیر مقلد

---

[1] مناظرہ کے اصول واحکام، ص 26۔ 27، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ھتورا، باندہ۔

[2] افاضات الیومیہ، ج 1 ص 156، ملفوظ 193، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

(وہابیت) کو اُصول میں متحد قرار دیا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف بحوالہ" تذکرہ علماء امرتسر ص ۱۰۶" لکھتے ہیں کہ:" حضرت شاہ ابُوالخیر دہلوی مرحوم کے مرید وخلیفہ مولانا انوار احمد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

" مولانا علیہ الرحمۃ بڑے عالی ظرف اور معتدل مزاج صوفی بزرگ تھے، فرقہ بندی اور پارٹی بازی وغیرہ قسم کے گھٹیا خیالات سے آپ کو دُور کا تعلق بھی نہیں تھا، ان کے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی ،مولانا علّامہ احمد حسن کانپوری ، حضرت رحمت اللہ کیرانوی ثم مکی ، حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور حضرت شاہ ابُوالخیر دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا جیسا معتدل مسلک تھا ویسا ہی ان کا تھا، بریلوی دیوبندی اور وہابی قسم کے جھگڑوں کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے"۔ [1]

الجواب: کوئی بھی ذی شعور آدمی ان جھگڑوں کو پسند نہیں کرتا، ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہابی دیوبندی اپنی کفریہ عبارات سے بیزاری اختیار کریں اور انہیں کفریہ قرار دیتے ہوئے ان سے لاتعلقی کا اظہار کریں، اور وہ عقائد جو اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف ہیں اُن سے توبہ کریں تاکہ اہلِ سنّت وجماعت (بریلوی) اور وہابی دیوبندی کے جھگڑے ہمیشہ کے لئے مٹ جائیں، ہم بھی ان جھگڑوں کو پسند نہیں کرتے اسی لئے تو یہ کتاب بھی لکھی جارہی ہے کہ شاید دیوبندیوں کو توبہ کی توفیق مل جائے اور ان جھگڑوں سے جان چھوٹ جائے۔

ہم تو قادیانیوں سے بھی کہتے ہیں کہ وہ قادیانی ملعون پر لعنت کرکے اپنے کفریہ عقیدوں سے توبہ کرکے مسلمان ہوجائیں تاکہ وطنِ عزیز پاکستان سے قادیانیت کا منحوس فرقہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے۔

بھلا ایسی باتوں میں اعتراض کی کون سی بات ہے جو دیوبندی موصوف اس کی طرح بکواس

---

[1] دفاع، ج1 ص196 ،مکتبہ ختم نبوت ،قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کرر ہے ہیں کہ" اس آدمی نے رضا خانیت کا جنازہ ہی نکال دیا" اس میں جنازہ نکالنے والی کون سی بات تھی؟ البتہ موصوف نے ایسے اعتراضات قائم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی عقل، اور دعویٰ علمیت کا جنازہ ضرور نکالا ہے۔

اس طرح تو مفتی رفیع عثمانی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ:

" آج کفر ہمیں مٹانے پر تلا ہوا اور ہم آپس میں جھگڑے کر رہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے مسلک پر عمل کرے اور بھائیوں کی طرح مل کر رہیں اور مل کر کفر کا مقابلہ کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائے آمین"۔ [1]

کیا دیوبندی موصوف رفیع عثمانی صاحب کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے چکڑالوی، پرویزی، رافضی اور شیعہ کو اپنا بھائی بنالیں گے، ان کے ساتھ بھائی بندی اختیار کرنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر موصوف کا جواب نہیں میں ہے تو کیا مفتی رفیع عثمانی صاحب نے مذکورہ عبارت لکھ کر دیوبندی مذہب کا جنازہ تو نہیں نکال دیا؟

دیوبندی موصوف کے بقول غیر مقلدین سے بھی ان کا اُصولی اختلاف ہے اور دیوبندی موصوف اہلِ سنّت و جماعت (بریلوی) کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں، پھر وہ کون سی جماعت اور افراد ہیں جن کے ساتھ رفیع عثمانی صاحب نے بھائی بندی کا درس دیا ہے۔

الغرض دیوبندی موصوف نے حکیم صاحب کی عبارت کا مقصد غلط سمجھا ہے، اس عبارت کا مقصد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

اگر بالفرض اس عبارت کا وہی مقصد ہو جو موصوف نے بیان کیا ہے تو بھی باعثِ اعتراض نہیں اس لئے کہ اس میں تو بعض بزرگ وہی ہیں جن کے پیشِ نظر اکابرینِ دیوبند کی

---

[1] اختلافِ اُمت رحمت ہے فرقہ بندی حرام، ص32، ادارۃ المعارف کراچی۔

عبارات نہ تھیں، اور جن کے سامنے عبارات پیش ہوئیں تو انہوں نے سخت ردِعمل کا اظہار کیا علّامہ احمد حسن کانپوری کے متعلق مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"مولانا احمد حسن پنجابی" مدرس کانپور" نے" ابطال امکانِ کذب" میں ایک مبسوط رسالہ [1] تحریر کر کے شائع کیا جس میں حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور ان کے ہم عقیدہ حضرات کو فرقہ ضالہ مزداریہ میں (جو معتزلہ میں سے ایک گروہ ہے) داخل کر دیا، اور اس پر تقریظ لکھنے والوں نے تو اکابر دین کی نسبت زبان درازی کی انتہاء کر دی۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب کو یہ رسالہ دیکھ کر طیش تو بہت آیا لیکن علم وتقویٰ کا مقام بلند ملاحظہ فرمایئے کہ غیظ وغضب کے جذبات کو پی کر ارشاد فرمایا:

"ان گستاخ لوگوں کو برا کہنے سے تو اکابر کا انتقام پورا نہیں لیا جا سکتا اور ان کے اکابر کی نسبت کچھ کہہ کر اگر دل ٹھنڈا کیا جائے تو وہ لوگ معذور و بے قصور ہیں"۔ [2]

(دیوبندیوں کے رد میں علّامہ احمد حسن کانپوری کا رسالہ "تنزیہ الرحمان عن شائبۃ الکذب والنقصان" کے نام سے مطبع عزیزی کانپور سے آخر محرم الحرام 1307ھ میں شائع ہوا ہے۔)

حضرت شاہ ابُو الخیر دہلوی بھی عقائدِ اکابرینِ دیوبند کو درست نہ سمجھتے تھے، جس کے متعلق تفصیلی گفتگو جلد اوّل کے صفحہ 183 سے 188 میں گذر چکی ہے، مزید ایک حوالہ مُلاحظہ فرمائیں، دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"فرمایا کہ میں موتمر الانصار کے جلسے کی شرکت کے لئے میرٹھ گیا ہوا تھا جلسہ گاہ کے قریب حاجی وجیہ الدین، حاجی فصیح الدین کے یہاں قیام تھا۔ ایک شب کو میں شیخ وجیہ الدین، شیخ بشیر الدین سے ملنے کے لئے اُن کی کوٹھی پر گیا جو آبادی سے باہر ہے تھوڑی دیر میں کچھ

---

[1] انظر: نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، ج8ص 1180۔

[2] اکابر دیوبند کیا تھے، ص115، ماہنامہ دار العلوم کراچی، دسمبر 2010ء

آوازیں سنائی دیں اور شیخ وحید الدین اور شیخ بشیر الدین کو دیکھا کہ وہ یہ کہتے ہوئے دوڑے جارہے ہیں کہ حضرت تشریف لارہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ مولانا ابُوالخیر صاحب دھلوی ہیں۔ایک لالٹین آگے آگے ہے وہاں ایک آرام دہ کرسی خالی پڑی تھی کہ اُس پر میزبان تو میری وجہ سے اور میں میزان کی وجہ سے نہیں بیٹھتے تھے۔مولانا آتے ہی اس کے برابر کھڑے ہوگئے اور بآواز بلند فرمایا یہاں کون کون ہے۔ چنانچہ جولوگ یہاں موجود تھے اُن کے نام بتائے گئے اُن میں میرا نام بھی لیا گیا۔فرمانے لگے مجھے توان کے دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا اچھا لالٹین لاؤ میں ان کی صورت تو دیکھوں۔

میں نے دیکھا کہ ان کو میرے پاس آنے میں تکلف ہوگا چلو میں ہی ان کے پاس چلا چلوں چنانچہ میں ان کے پاس گیا۔انہوں نے لالٹین کی روشنی میں خوب غور سے میرے چہرے پر نظر دوڑائی پھر اسی آرام دہ کرسی پر بیٹھ گئے اور میں اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور مختلف موضوع پر گفتگو ہونے لگی۔اسی دوران میں ان کی زبان سے نکلا کہ مولوی خلیل احمد (صاحب) مولود شریف کے یہاں تک مخالف ہیں کہ ایسے لوگوں کو مرید نہیں کرتے جو مولود شریف کے حامی ہیں اور اس روایت کو اعتراض کے طریقے سے بیان کیا۔اور اس سے پیشتر بھی وہ بڑی بڑی ہستیوں کا ذکر حقارت کے ساتھ کر چکے تھے۔مثلاً مولوی محمد قاسم اور فلاں فلاں میرے یہاں خانقاہ میں پابرہنہ حاضر ہوتے تھے،اب جب مولانا خلیل احمد صاحب کی نسبت اس طرح کہا تو مجھے بہت ناگوار ہوا۔میں نے دریافت کیا کہ یہ روایت آپ نے کس سے سنی ہے۔

اس کا راوی کون ہے۔ وہاں ایک اور مولوی صاحب تھے۔اُن کی طرف مخاطب ہوکر کہا بھائی جواب دو۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔اُن کے پاس کیا جواب تھا جو دیتے یا کیا شہادت تھی جو پیش کرتے۔میں نے کہا یہ آپ کے راویوں کی حالت ہے۔میں نے یہ بھی کہا کہ جناب مولانا خلیل احمد صاحب جس مولود کو منع کرتے ہیں اس کو آپ بھی منع کرتے ہیں۔اس گفتگو

اور لہجے سے میزبان سمجھے کہ کہیں ایسا نہ ہو یہ مکالمہ دوسری صورت اختیار کرلے وہ بیچارے ہم دونوں کی خوشامد کرتے تھے اتنے میں مولانا دھلوی کوٹھی ہی پر نماز عشاء کی تیاری کرنے لگے کسی مسجد میں نہیں اس وقت میرے ساتھ (جناب شمس العلماء) حافظ احمد صاحب (ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ وہ بھی شرکت جماعت کے لئے تیار ہو گئے۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ میں آپ کو اس جماعت میں شریک نہ ہونے دوں گا وہ میرے کہنے سے رُک گئے۔ خدا کی قدرت دیکھئے یہ معلوم ہوا کہ **مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلیٰ پر جاتے ہی فرمایا کہ میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ علیحدہ ہو جائیں۔**

یہ سن کر میں نے اس وقت حافظ صاحب سے کہا کہ دیکھئے ایسے ہی احتمالات سے میں نے آپ کو روکا تھا۔ اگر آپ جاتے تو یہی الفاظ آپ کو بھی سننا پڑتے۔ اس واقعہ کو بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی علامت تھی۔ مگر پھر بھی مولانا بہت غنیمت تھے اب تو ایسے لوگ بھی نہیں۔ ان کے معتقدین و مریدین زیادہ تر کابلی تھے جو بڑے خُوش عقیدہ اور راسخ تھے یہاں تک کہ مولانا ان کو سخت سخت سزائیں دیتے تھے اور وہ دَم نہیں مارتے تھے۔ مولانا کا طریقہ مخدومانہ تھا"۔ [1]

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ابوالخیر دھلوی دیوبندیوں کو سخت ناپسند کیا کرتے تھے اور اکابرینِ دیوبند کا ذکر حقارت کے ساتھ کیا کرتے تھے اور اس قدر وہ اکابرین دیوبند سے متنفر تھے کہ اُن کو اپنی اقتداء میں نماز کے لئے کھڑا بھی نہیں ہونے دیتے تھے اور اُن کا یہ رویہ تھانوی صاحب نے بیان کیا ہے وہ بھی اپنے مشاہدے کی بنا پر۔

حضرت شاہ فضل گنج مُرادآبادی علیہ الرحمۃ کے متعلق خُود دیوبندیوں نے لکھا ہے کہ:

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، ج29ص 341۔343، ملفوظ(28)، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

"ہمارے حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے مجذوب تھے، مگر بات کیسی عمدہ فرمائی"۔[1]

اور مزید لکھا ہے کہ:

"ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا فضل الرحمان کے یہاں غلبہ استغراق کے سبب ان چیزوں کی طرف التفات نہ تھا۔کبھی خیال ہوگیا تو مستحبات پر پکڑ ہوگئی ورنہ فرائض وواجبات پر بھی نکیر نہ فرمائی"۔[2]

پھر اسی طرح حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے متعلق بھی دیوبندیوں نے لکھا ہے:

"فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے اندر اس قدر حسن ظن تھا کہ اتنا کسی کے اندر نہیں دیکھا جن لوگوں کو ہم کافر سمجھتے تھے حضرت ان کو صاحبِ باطن فرماتے"۔[3]

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمۃ کی تقریظ "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" میں مندرج ہے جس میں عقائد اکابرینِ دیوبند کی پُرزور تردید کی گئی ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد اور نعت کے کہتا ہے، راجی رحمت ربہ المنان رحمت اللہ بن خلیل الرحمن غفر لہما الحنان کہ مدت سے بعض باتیں جناب مولوی رشید احمد صاحب کی سنتا تھا جو میرے نزدیک وہ اچھی نہ تھیں، اعتبار نہ کرتا تھا کہ انہوں نے ایسا کہا ہوگا۔اور مولوی عبدالسمیع صاحب کو جو اُن کو میرے سے رابطہ شاگردی کا ہے، جب تک مکہ معظّمہ نہیں آئے تھے تحریراً منع کرتا تھا اور مکہ معظّمہ میں آنے کے بعد تقریباً بہت تاکید سے بالمشافع منع کرتا تھا کہ آپس میں مختلف نہ ہوں، اور علمائے مدرسہ دیوبند کو اپنا بڑا سمجھو، پر وہ مسکین کہاں تک صبر کرتا اور میرا اعتبار نہ کرنا کس طرح ممتد رہتا کہ حضرات علمائے دیوبند کی تحریر اور تقریر بطریق تواتر مجھ تک

[1] ارواح ثلاثہ،ص239، حکایت نمبر(372)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

[2] ارواح ثلاثہ،ص239، حکایت نمبر(373)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

[3] ارواح ثلاثہ،ص145، حکایت(176)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

پہنچی کہ تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا، اور چُپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا۔ سو مَیں کہتا ہوں کہ "مَیں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا، مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے"، جس طرف آئے اُس طرف ایسا تعصب برتا کہ اُس میں اُن کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔

حضرت نے اوّل قلم اس پر اُٹھایا کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جماعت ہوئی ہو اُس میں دوسری جماعت گو بغیر اذان اور تکبیر کے ہو، اور دوسری جگہ ہو جائز نہیں، آپ کا اور آپ کے متبعین کا وہ حکم تو نہ تھا جو نجدیوں کا وقت حکومت مکہ معظّمہ کے تھا کہ جو جماعت اوّل میں حاضر نہ ہو اُس کو سزا دیتے تھے، سو آپ کا اور آپ کے متبعین کا ایسا حکم جاہلوں کے واسطے مَن و سلویٰ ہو گیا کہ سب موسموں میں خاص کر شدت گرمی کے موسم میں عذر ہاتھ لگ گیا، کہ عذر کے سبب اب تو جماعت فوت ہو گئی ہے، دُوسری جماعت جائز نہیں، دکان اور گھر چھوڑ کر مسجد میں کس واسطے جاویں۔ اور علماء نے جو مخالف اُن کے لکھا کب سنتے تھے، اپنی ہٹ پر روز بروز بڑھتے تھے۔

پھر ایک فاسق مردود کو جو اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ کے برابر سمجھتا تھا، اور سب انبیاء بنی اسرائیل سے اپنے کو افضل گنتا تھا، اور اپنے بیٹے کو درجہ خدائی پر پہونچاتا تھا، عیسیٰ اور موسیٰ اور پیغمبر علیہم السّلام کا کیا ذکر ہے اور اُس کے مرید تو کھلم کھلا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت بہاؤالدین نقش بندی اور حضرت شہاب الدین سہروردی اور حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو کہ جن کے سلسلوں میں لکھوکھہا صالحین اور ہزارہا اولیائے مقبول رب العالمین گذرے ہیں کافر اور گم راہ بتاتا تھا، اور بفحوائے

این سلسلہ از طلائے ناب است
این خانہ تمام آفتاب است

بڑا بھائی اس مردود کا دُنیا کی کمائی کے لئے اور ہی طریقہ برتتا ہے، اور دُوسرا چھوٹا بھائی اس کا

امام الدین نامی چوہڑوں اور بھنگیوں کی پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے، اور اُن کے نزدیک بڑا مقبول پیغمبر ہے، حضرت مولوی رشید احمد اس مردود کو مردِ صالح کہتے تھے، اور جو علماء اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے، اور کہتے تھے مردِ صالح ہے، الحمدللہ کہ خدائے تعالیٰ نے اس کو جھوٹا کیا، اور بیٹے کے حق میں جو دعویٰ کرتا تھا اس میں بالکل ہی جھوٹا کیا۔

پھر حضرت مولوی رشید احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کی طرف متوجہ ہوئے، اور اُن کی شہادت کے بیان کو بڑی شدت سے محرم کے دنوں میں، گو کیسا ہی روایتِ صحیح سے ہو منع فرمایا۔ اور حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے جناب مولانا اسحاق صاحب مرحوم تک عادت تھی کہ عاشورے کے دن بادشاہ دہلی کے پاس جا کر روایاتِ صحیح سے بیان حال شہادت کرتے تھے، سو یہ سب اُن مشائخ کرام واساتذہ عظام میں ہیں، سو آپ کے تشدد کے موافق ان مشائخ کرام واساتذہ عظام کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے، اور میرے نزدیک اگر روایاتِ صحیحہ سے حالِ شہادت کا بیان ہو، تو فائدہ سے خالی نہیں۔ مَیں نے خُود تجربہ کیا کہ جب میں ہندوستان میں تھا اور عاشورے کے دن حال شہادت کا بیان کرتا تھا، اُس مجلس میں کم سے کم ہوں تو ہزار آدمی سے زیادہ ہی ہوتے تھے، اور اس بیانِ شہادت میں تعزیوں کے بنانے کی بُرائی اور جو رُسوم اور بدعات تعزیوں کے سامنے کی جاتی ہے اُن کی بُرائی بیان کرتا تھا، اور اس میں تین فائدے تھے، اوّل یہ کہ مَیں چھ گھڑی دن چڑھے اس وعظ کو شروع کرتا تھا اور دو پہر تک اس مجلس کو ممتد بناتا تھا۔ سو ہزار سے زیادہ آدمی تعزیوں کے دیکھنے اور ان رُسوم اور بِدعات کے کرنے سے رُکے رہتے تھے۔

دُوسری یہ کہ اُس بستی میں ساٹھ (٦٠) تعزیے بنتے تھے، جن میں سے دو شیعوں کے، اور اٹھاون اہل سنّت و جماعت کے، سو اٹھاون میں سے دو ہی برس میں اکتیس (٣١) کم ہو گئے تھے۔ دو برس بعد غدر پڑ گیا، اور میں ہندوستان سے نکل کھڑا ہوا۔ اُمید کہ ایک برس اگر رہنا

میرا اور ہوتا تو یہ ستائیس (۲۷) جو اٹھاون میں سے باقی تھے یہ بھی موقوف ہو جاتے۔

تیسرے یہ کہ ہزار آدمیوں سے اونچے کو بلا واسطہ اور ہزاروں مرد اور عورت اور بچوں کو بواسطہ ان ہزار کے بُرائیِ تعزیہ کی اور اُن بدعات کی معلوم ہو جاتی تھی، پر شکر کرتا ہوں کہ حضرت رشید نے حرمت بیانِ شہادت میں قلم اُٹھایا، اور شہادت کے باطل کرنے پر لب نہ کھولی۔ پھر حضرت رشید نے جو نواسے کی طرف توجہ کی تھی اُس پر بھی اکتفا نہ کر کے خُود ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف توجہ کی۔ پہلے مولود کو کنہیا کا جنم اشٹمی ٹھہرایا اور اُس کے بیان کو حرام بتایا اور کھڑے ہونے کو، گو کوئی کیسے ذوق وشوق میں ہو، بہت بڑا منکر فرمایا۔

اس ٹھہرانے، بتلانے، فرمانے سے لکھوکھہا علماء صالحین اور مشائخ مقبول رب العالمین اُن کے نزدیک بُرے نفرتی ٹھہر گئے، پھر ذاتِ نبوی میں اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اور امکان ذاتی سے تجاوز کر کے چھ (٦) خاتم النبیین بالفعل ثابت کر بیٹھے، اور امکانِ ذاتی کے باعتبار تو کچھ حد ہی نہ رہی اور اُن کا مرتبہ کچھ بڑے بھائی سے بڑا نہ رہا۔ اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کمتر ہے، اور اسی عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا۔ پھر اس توجہ پر جو ذاتِ اقدس نبوی کی طرف تھی اکتفا نہ کیا، ذاتِ اقدس الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور جنابِ باری تعالیٰ کے حق میں دعویٰ کیا کہ اللہ کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات نہیں بلکہ امکان جھوٹ بولنے کو اللہ کی بڑی وصف کمال کی فرمائی۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ مَیں تو ان اُمور مذکورہ کو ظاہر اور باطن میں بہت بُرا سمجھتا ہوں، اور اپنے محبین کو منع کرتا ہوں کہ حضرت مولوی رشید کے اور اُن کے چیلے چانٹوں کے ایسے ارشادات نہ سنیں، اور مَیں جانتا ہوں کہ مجھ پر بہت کھلم کھلا تبرا ہو گا، لیکن جب جمہور علماءِ صالحین اور اولیائے کاملین اور رسولِ ربُّ العالمین اور جنابِ باری جہاں آفرین اُن کی زبان اور قلم سے نہ چھوٹے تو مجھے کیا شکایت ہو گی۔

قصبہ گنگوہ مدت ہائے دراز تک محل اولیائے کرام سلسلہ چشتیہ صابریہ کا رہا، اُن میں سے ایک ناپاک اللہ بخش نامی بعد مرنے کے خلق کے نزدیک ایسی روحِ نجس موذی مشہور ہوا کہ صدہا کوس تک اُس کی ایذا سے خلق ڈرتی ہے، کیا اُس روحِ نجس کے سبب اِن اولیاء کو جو بکثرت ہوئے بُرا کہہ سکتا، حاشاوکلا وہ تو اپنی زندگی جہل کے سبب بڑا اعتبار نہ رکھتا تھا۔ خوف یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا اعتبار والا حضرت گنگوہ سے نکل کھڑا ہوتو اُس سے کتنا خوف ہوگا، اورجیسا کہ "مشکوۃ المصابیح" میں کتاب الامارۃ میں حضرت ابُوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے (نعوذ باللہ من رأس السبعین و امارۃ الصبیان) مَیں بھی اس زمانے کے حالات اور حضرت رشید اوراُن کے چیلے چانٹوں کی تقریر اورتحریر سے پناہ مانگتا ہوں۔ جو اس مقدمہ میں وہ کچھ میرے اوپر تحریر کریں گے۔

تین سبب سے اس کے جواب کی طرف التفات نہ کروں گا۔

اوّل: یہ کہ شدت کا ضعف ہے، اور مجھ میں طاقت اِن چیزوں کی طرف توجہ کی ہی نہیں۔

دوسری: یہ کہ اس امر میں توجہ مصلحتِ زمانہ کے بالکل مخالف ہے۔

تیسری: یہ کہ اور بہت اللہ کے بندے اُن کے مقابلہ پر کھڑے ہیں، باقی رہی اور دو بات ایک یہ کہ فرماتے ہیں بموجب خواب کسی شخص کے کہ علمائے دیوبند کے علمائے حرمین سے افضل ہیں، سبحان اللہ! چھوٹا منہ بڑی بات، شیخ عبدالرحمان سراج نے بیس برس منصب افتا پر قیام کیا، اس بیس برس میں صغیر اور کبیر، موافق مخالف اُن کے دیانت کے قائل ہیں، اُن سے پہلے سیّد عبداللہ مرغنی جو مفتی تھے، اُن کی دیانت امانت بھی ضرب المثل ہے، اور اکثر علمائے صالحین یہاں موجود ہیں، گو بعض غیر صالحین بھی یہاں موجود ہیں، بعض کی خطا سے اکثر کے حق میں گمان ہونا شانِ مسلم کی نہیں۔ دوسرے یہ کہ فرماتے ہیں مسجد الحرام میں ایک عالم نابینا سے مولود کا حال پُوچھا گیا، اُنہوں نے کہا (بدعت وحرام) شاید وہ نابینا مولوی محمد انصاری سہارنپوری ہوں گے جو تقیہ سے نام اُن کا نہیں لیا، کہ اُن کو مکہ کا ہر صغیر و

کبیر اہلِ علم سے بُرا کہتا ہے، یا اور کوئی ایسا اندھا عقل اور بینائی کا ہوگا۔ سبحان اللہ! خواب میں ایک شخص مجہول سے دیو بند کے علماء حرمین کے علماء سے افضل ٹھہریں۔ اور ایک بینائی کے اندھے کے کہنے سے جو حقیقت میں وہ عقل کا بھی اندھا ہے، مولود بدعت اور حرام ٹھہر جائے، اس پر مجھے ایک نقل یاد آئی کہ مداری فقیروں میں کہ اکثر اُن میں کے رِند و بد مذہب ہوتے ہیں، گو شاذ و نادر بعض اُن میں کے اچھے بھی ہوں، ایک اپنے مرید کو کہتا ہے کہ بعد کچھ خدمت کے تجھے ایک نکتہ فقیری کا بتاؤں گا۔ بعد چند مدت کے اُس نے خدمت کر کے جو وہ نکتہ پُوچھا تو کہا کہ مولیٰ، محمد، مدار تینوں کے اوّل میں میم ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ تینوں کا درجہ ایک ہی رہا۔ دوسرا نکتہ تجھے بعد اور کچھ خدمت کے بتاؤں گا۔ بعد گذرنے مُدت اور کرنے خدمت کے جو وہ دُوسرا نکتہ پُوچھا تو کہا کہ مکہ، مدینہ، مکھن پُور تینوں کے اوّل میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ تینوں آپس میں برابر ہیں۔ اُس رِند نے مکہ، مدینہ کو مکھن پُور کے برابر بتلایا تھا، حضرت مرجح نے بفحوائے

"ہر کہ آمد براں مزید کرد"

دیو بند کو مکہ، مدینہ دونوں سے افضل ٹھہرا دیا کیوں نہ ہو شاباش

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اور دوسری بات یہ ہے کہ "براہین قاطعہ" میں "انوار ساطعہ" کے جواب میں کوئی فقرہ نہ ہوگا کہ اُس کے مصنف کو صراحۃً کلماتِ فحش سے یاد نہ کرتے ہوں، اس پر مجھے دُوسری نقل یاد آئی کہ جامع مسجد شہدے کے رِندی اور گالی گلوچ بکنے میں مشہور ہیں، اُن میں سے ایک کی بیعت کا جو میں نے حال سُنا تو معلوم ہوا کہ اُس کے مرشد نے وقتِ بیعت لینے کے یہ کہا تھا کہ سُن لے جوا کھیلیو، گالی گلوچ بکیو، پر کاف، لام سے رُکیو۔ سُن کر یہ مضمون میری سمجھ میں نہ آیا۔ مَیں نے اُن کے ایک معتبر سے پُوچھا کہ اس قول کے کیا معنی ہیں؟ کہا کاف سے مُراد کسی کو کافر کہنا اور لام سے لعنت کرنا۔

سبحان اللہ! جامع مسجد کے شہدے کافر کہنے اور لعنتی کہنے کو ایسا بُرا سمجھیں اور" براہین قاطعہ" کے مصنف" انوارِ ساطعہ" کے مصنف کو مشرک اور کافر بتلاویں۔

بعض جگہ بعض چیزوں میں مشہور ہیں، جیسی میری بستی کرانہ اور نانوتہ جس کے رہنے والے مولوی قاسم اور مولوی یعقوب وغیر ہما تھے، نحوست میں مشہور ہے کہ عوام صبح کو اُن کا نام بھی نہیں لیتے کرانہ کو بیریوں والا شہر اور نانوتہ کو چھوٹا شہر کہتے ہیں، اور کرسی اور کاندہلہ اور انبیٹھ جو حمق میں مشہور ہیں، اور اِن بستیوں کے اہالی میں کچھ نہ کچھ تاثر ہوتے ہیں۔ میری بستی کی تاثیر میرے میں یہ ہوئی کہ ایسا زمانہ نحوست دیکھا۔ اللہ تعالیٰ مولوی خلیل احمد کو اُن کی بستی کے خواص سے بچاوے۔ اور حضرت مولوی غلام دستگیر صاحب کو اُن کے رَد میں جزائے خیر عطا فرماوے آمین ثم آمین۔ العبد محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمان غفر لہما المنان۔ ۱۵ ذی قعد ۱۳۰۷ھ از مکہ معظّمہ"۔ [1]

خلاصہ کلام: دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضات کی طرح غلط ثابت ہوا، اس حوالے کا گنگوہی کے اُس حوالے سے کوئی تعلق نہیں جس میں غیر مقلدین کے عقائد کے ساتھ متحد ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

رنڈیاں بھی خلیق ہیں تھانوی کا نظریہ

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود صاحب اپنے والد بریلوی مفتی اعظم مفتی مظہر اللہ دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:" اعلیٰ حضرت کے اساتذہ گرامی نواب قطب الدینؒ اور مولوی نذیر

[1] تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل، ص 415۔422، نوری کتب خانہ، بالمقابل ریلوی اسٹیشن، لاہور۔ وص 447۔454، طلبہ جماعت فضیلت 2011۔2012ء، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی۔

حسین صاحبؒ اپنے عہد کے جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے"۔ [1]

الجواب: پروفیسر مسعود احمد صاحب کی مندرجہ بالا عبارت سے نذیر حسین دہلوی کے بدعت فی العقیدہ کی حمایت وتائید نہیں ہوتی، دیوبندی موصوف نے خواہ مخواہ اعتراض کر کے فضول میں ورق ووقت ضائع کیا ہے،اس عبارت میں ایسی کون سی بات ہے جس سے ثابت ہو کہ انہوں نے غیر مقلد نذیر حسین دہلوی کو عقائد میں متحد قرار دیا ہو۔باقی جس طرح دیوبندی موصوف نے اعتراض کیا ہے اس طرح کا اعتراض خُود اُن پر بھی قائم ہوتا ہے، دیوبندیوں کے مبلغِ اسلام نور محمد مظاہری نے شبلی نعمانی، الطاف حسین حالی، منکر حدیث سَر سیّد احمد خان، حسن نظامی، ابُو الاعلیٰ مودودی وغیر ذلک کو مقتدر راہنما اور ہر جماعت کے مسلّم مقتداء وپیشوا کے طور پر تسلیم کیا ہے، حوالہ مُلاحظہ کریں:

"پاک وہند کے بڑے بڑے مقتدر رہنما اور ہر جماعت کے مسلّم مقتدا وپیشوا مثلاً سیّدنا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی اولاد واحفاد (دیکھو مقیاس حنفیت، ص ۵۷۶) حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ، مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مُراد آبادیؒ، مولانا شاہ کرامت علی جونپوریؒ، مولانا سیّد نذیر حسین صاحب دہلویؒ، مولانا ثناء اللہ صاحبؒ ودیگر اہلِ حدیث علماء اور اُن کے عوام۔۔۔تمام علماء دیوبند اور اُن کے ہم خیال عوام مولانا شاہ محمد علی مونگیریؒ مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادیؒ جملہ علماء دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور اُن سے منسلک عوام۔۔۔مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، مولانا عبد الباریؒ، جمیع علماء فرنگی محلی اور ان سے عقیدت وارادت رکھنے والے عوام۔۔۔سَر سیّد احمد خان بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور ان کے معاون احباب وانصار، نواب محسن الملک مہدی علی خاں، نواب اعظم یار جنگ، مولوی چراغ علی خاں

---

[1] دفاع، ج1 ص196، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

نواب انتصار جنگ ،مولوی مشتاق حسین ،مولانا الطاف حسین حالی ،شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی ،مولوی مہدی حسن ،سید محمود خاں ،علامہ شبلی نعمانیؒ اعظمی گڑھی ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلویؒ جن کو یہ فرقہ ضالہ اکبر بادشاہ کے نورتن سے تعبیر کرتا ہے۔

تمام فضلاء علی گڑھ یونیورسٹی اور اُن سے منسلک عوام (عوام کو اس لئے ہر جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ مذکورہ بالا رہنماؤں کے متعلق اس جماعت مبتدعہ کا فتوی ہے کہ جو ان کو کافر نہ کہے یا ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور ان کے عوام ان کے معتقد ہیں) ڈاکٹر اقبالؒ خواجہ حسن نظامیؒ ،مولانا ظفر علی خاںؒ ،محمد علی جناح ،مولانا ابو الکلام آزادؒ ،سیّد ابو الاعلی مودودی وغیر ذلک لا تعدو لا تحصی (اور اسی طرح بے شمار جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا)" [1]

دیوبندیوں کے مبلغِ اسلام نور محمد مظاہری نے ابُو الاعلی مودودی ،سَر سیّد احمد خاں کو پاک و ہند کے بڑے مقتدر رہنما اور ہر جماعت کے مسلّم مقتداء و پیشوا کے طور پر تسلیم کیا ہے اب دیوبندی موصوف ہی بتائیں کہ نور محمد مظاہری کے ایسا لکھنے سے کیا سَر سیّد احمد خاں اور ابُو الاعلی مودودی وغیرہما کی کفر و بدعقیدگی اُن کے نزدیک مرتفع ہو جائے گی؟۔

اب جو تاویل دیوبندی موصوف نور محمد مظاہری کی عبارت کی کریں گے وہی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تحریر کی بھی کرلیں۔

اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

دیوبندی موصوف کی عقل کو ٹھکانہ لگانے کے لئے یہاں پر تھانوی صاحب کا ایک ملفوظ نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"مثال ہے تو فحش مگر ہے چسپاں، جیسے رنڈی بڑی خلیق ہوتی ہے پان بھی کھلاتی ہے، عشق بازی کی باتیں بھی کرتی ہے، محبت کا بھی اظہار ہے ذرا ناز و انداز بھی ہے غرضیکہ دل لبھانے

---

[1] رضا خانیوں کی کفر سازیاں، ص 24۔25، تحفظ نظریات دیوبند اکادمی کراچی۔

کے سب ہی اسباب جمع کرتی ہے اور ایک ہے گھر ستن کہ رات دن خاوند سے لڑتی ہے، سیدھے منہ بات نہیں کرتی ایک استغناء کی سی شان ہے۔ اب آپ ہی انصاف سے بتلایئے کہ یہ رنڈی تو خلیق ہے اور گھر ستن بد خلق ہے۔ مگر آپ ہی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ ان دونوں میں فرق کیا ہے اور ان میں کون سی حالت محمود ہے کون سی مذموم"۔[1]

جیسے تھانوی کا رنڈی کو خلیق قرار دینا رنڈی کی بد کرداری کو ختم نہیں کرتا ایسی ہی نذیر حسین دہلوی کا بعض نا معلوم لوگوں کے نزدیک جید علماء میں شمار ہونا ان کی وہابیت کو رفع نہیں کرتا۔ (نا معلوم ہم نے اس لئے کہا کہ پروفیسر صاحب کی عبارت میں بصیغہ مجہول جید علماء میں شمار ہونا لکھا ہے) اگر پروفیسر صاحب کی عبارت کو نذیر حسین دہلوی کی تائید سمجھنے پر دیوبندی موصوف بضد ہیں تو پھر کیا وہ اپنے حکیم الامت کے ملفوظ میں (رنڈیوں کا خلیق ہونا) رنڈیوں کے پیشہ بد کی حمایت و تائید سمجھیں گے؟ اگر نہیں تو تفریق کیا ہے؟ اگر موصوف کا جواب ہاں میں ہو تو یہ پیشہ بد انہیں اور ان کے حکیم الامت کو مبارک ہو۔

الغرض پروفیسر صاحب کی عبارت میں نذیر حسین دہلوی کے فسادِ عقیدہ کی حمایت و تائید نہیں، اور نہ ہی وہ ان کے فسادِ عقیدہ کے حامی و مؤید ہیں، ان کی اس عبارت کو کتبِ جرح و تعدیل کی ان عبارات کے تناظر میں دیکھنا چاہیے جس میں راوی کے فسادِ عقیدہ کے باوجود ایسے کلمات موجود ہوتے ہیں جن سے شبہ تعریف و توصیف پیدا ہوتا ہے، اور وہاں تو قائل کا نام بھی موجود ہوتا ہے جبکہ اس عبارت میں نذیر حسین دہلوی کو جید علماء میں شمار کرنے والوں کے نام کی تصریح موجود نہیں۔

پس دیوبندی موصوف کا اس عبارت کو بنیاد بنا کر گنگوہی کے دامن سے داغِ وہابیت یعنی (دعویٰ اتحاد عقیدہ مقلد و غیر مقلد) کو مٹانا دُرست نہیں کیونکہ گنگوہی صاحب کے دامن پر یہ

[1] ملفوظات حکیم الامت، ملفوظ 122، ج 1 ص 114، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

ایسا بدنما داغ لگ چکا ہے کہ چاہے دیوبندی لاکھ کوشش کریں مگر یہ داغ مٹ نہیں سکتا اور نہ ہی چھپ سکتا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا کہ:

" مولوی نذیر حسین دہلوی کو" رحمۃ اللہ علیہ" اور" جید علماء" میں شمار کر رہے ہیں"۔[1]

الجواب: پروفیسر مسعود احمد صاحب نے اپنی کتاب" تذکرہ مظہر مسعود ص19" پر نذیر حسین دہلوی کا مستقل تذکرہ کیا ہے مگر ایک مرتبہ بھی اس کو" رحمۃ اللہ علیہ" نہیں لکھا اگر پروفیسر صاحب نذیر حسین دہلوی کو" رحمۃ اللہ علیہ" لکھنا چاہتے تو یہ موقعہ تھا کیونکہ وہ مستقل عنوان کے تحت ان کا تذکرہ کر رہے تھے لیکن ایسے موقعہ پر بھی انہوں نے ایک مرتبہ بھی نذیر حسین دہلوی کو" رحمۃ اللہ علیہ" نہیں لکھا۔

باقی صفحہ ۱۷ پر" ؒ " (رح) کی علامت موجود ہے جو کہ کاتب کی بے احتیاطی پر دلالت کر رہی ہے اور ایسی اغلاط کا کاتبین سے صدور کوئی بعید بھی نہیں ہے، اس کے متعلق ہم جلد اوّل میں گفتگو کر چکے ہیں، مزید ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں، دیوبندیوں کے مبلغِ اسلام نُور محمد مظاہری صاحب نے اپنی کتاب" رضا خانیوں کی کفر سازیاں، صفحہ ۲٤-۲٥" پر شبلی نعمانی کے نام پر (ؒ) کا نشان ڈالا ہے اور اسی طرح حسن نظامی کے نام پر بھی (ؒ) کا نشان ڈالا ہے یُونہی ثناء اللہ امر تسری اور نذیر حسین دہلوی کے ناموں کے ساتھ بھی۔

حالانکہ شبلی نعمانی کی بدعقیدگی ایسی ہے کہ خُود دیوبندیوں نے بھی اُسے کفر اور الحاد قرار دیا تھا اُن میں سے شبلی نعمانی کا مادہ کے قدیم ہونے کا عقیدہ اور نبوت کے اکتسابی ہونے کا عقیدہ تھا۔ اب دیوبندی موصوف (ؒ) کی علامت کی وجہ سے مذکورہ بدعقیدہ افراد کو رحمتِ الٰہیہ کا مستحق سمجھیں گے۔ پس جو تاویل وہ اس کی کریں گے وہی تاویل پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

---

[1] دفاع، ج1 ص 197، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

صاحب کی تحریر میں از کاتب (ؒ) کی علامت کی بھی کر لیں ، لہٰذا موصوف کا یہ اعتراض بھی ڈُرست نہیں ۔ موصوف اس طرح کے لایعنی اور فضول اعتراضات کر کے اپنے ہم مسلک لوگوں میں اندھوں میں کانا راجا کا رول پلے کر رہے ہیں جو اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

نذیر حسین دھلوی کے متعلق مقابیس المجالس کا حوالہ

دیوبندی موصوف بحوالہ" مقابیس المجالس ص ۷۹۶ " لکھتے ہیں کہ :

" اور خواجہ غلام فرید چاچڑاں جن مولوی نذیر حسین دہلوی کے متعلق فرماتے ہیں :" قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں وہ کیسے آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں" ۔ [1]

الجواب : دیوبندی موصوف کی ایسی حرکات سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف میں شرم وحیا نام کو بھی نہیں اگر تھوڑی سی بھی غیرت ہوتی تو موصوف کو چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جانا چاہیے تھا ، ہم چند سال قبل اپنی تصنیف" دافع ازالۃ الوسواس ، ص 423 ۔ 424" پر" مقابیس المجالس" کے متعلق وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ کتاب الحاق وتحریفات کی نذر ہو چکی ہے ، اس لئے اس کے مندرجات قابل حجت نہیں ، مقدمہ بہاولپور میں بھی قادیانیوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے" مقابیس المجالس" کو پیش کیا تھا لیکن انہیں مقدمہ بہاولپور میں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا اس کے باوجود بھی قادیانی ملعون اس کتاب کو پیش کرنے سے باز نہیں آتے ، اسی طرح موصوف بھی اس کتاب کو پیش کرنے سے ناز نہیں آ رہے ، حالانکہ موصوف پر ہم نے اس کتاب کا غیر معتبر والحاق شدہ ہونا واضح کر دیا مگر اس

[1] دفاع ، ج 1 ص 197 ، مکتبہ ختم نبوت ، قصہ خوانی بازار ، پشاور ، طبع اول ۔

کے باوجود موصوف گاہے بگاہے اس کے حوالے پیش کرتے رہتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موصوف کے خمیر میں بھی جراثیم قادیانیت پیوستہ ہیں، اور موصوف کی کوشش ہے کہ کسی طرح یہ کتاب مستند و معتبر ثابت ہو جائے تاکہ قادیانیوں کی سازشوں کے لئے مزید راہ ہموار ہوسکے اسی لئے موصوف مختلف پیرایہ میں اس کتاب کے حوالے ذکر کرتے ہیں۔

دیوبندیوں کے لعل حسین اختر صاحب نے محاسبہ قادیانیت میں لکھا ہے کہ:

"مرزائیوں کی فریب کاری"

مرزائیوں نے اپنی روایتی فریب کاری سے گذشتہ ایام میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب علیہ الرحمہ کی نسبت جھوٹ وافترا کا ایک پلندہ "شہادات فریدی" سابق ریاست بہاولپور میں بہ تعداد کثیر تقسیم کیا، جس میں حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمہ اور غلام احمد قادیانی کے جعلی ملفوظات اور خط وکتابت شائع کر کے عامۃ المسلمین کو یہ تاثر دینے کی ناکام اور ناروا کوشش کی ہے کہ حضرت خواجہ صاحب، غلام احمد قادیانی کے دعوئی مجددیت، مہدیت اور نبوت کے مصدق اور پیرو تھے۔ مرزائی نبوت کا یہ نیا مکارانہ شاہکار نہیں بلکہ پرانا بدبودار جھوٹ ہے جو آج سے ۳۵ سال پہلے جناب محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاولنگر ریاست بہاولپور کی عدالت میں بمقدمہ فسخ نکاح عبدالرزاق مرزائی پیش کیا گیا تھا، جس کا جواب اسی وقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب علیہ الرحمہ کے خلفائے کرام نے شائع کر کے قادیانی کذب بیانی کی دھجیاں بکھیر دی تھیں اور مرزائی فریب کاری کا پردہ تات تار کر دیا تھا ہم اسے نقل کئے دیتے ہیں۔

اشارات فریدی اور مرزائے قادیانی

از مرشدی آقائی حضرت مولانا خواجہ نور احمد صاحب فریدی ناز کی مدظلہ العالی سجادہ نشین فرید آباد شریف ریاست بہاولپور۔

"فقیر کا یہ مضمون ایک واقعہ سے تعلق رکھتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی الہی بخش

صاحب سکنہ ہندر یاست بہاولپور نے اپنی صغیر سن دختر کا نکاح ایک قریبی رشتہ دار سے کر دیا۔اس وقت ناکح مسلمان اور متبع اہل انت والجماعت تھا۔کچھ عرصہ اسی طرح گذر گیا۔ مولانا صاحب کا ہونے والا داماد ایک قادیانی کے ساتھ ملتان وغیرہ کے نواح چکر لگا تا رہا۔ مولانا صاحب متقی، متشرع اور غیور مسلمان تھے انہوں نے کوشش کی کہ کسی طرح داماد قادیانی کی صحبت چھوڑ دے۔کچھ نتیجہ نہ نکلا بلکہ اس نے کھلم کھلا اپنی تبدیلی مذہب کا اعلان کر دیا اور سب عقائد قبول کر لئے، جو فرقہ مرزائیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔مولانا صاحب نے برہم ہو کر تمام خاندان علائق اس سے قطع کر لیے۔

اب مولانا صاحب کی لخت جگر بالغ ہو چکی تھی۔مرزائی داماد نے استدعا کی کہ شادی کر کے رخصتی کر دی جائے لیکن مولانا صاحب نے دھتکار دیا اور کہا" تم اب مرتد ہو کر مرزائی بن چکے ہو اس لیے تمہارا نکاح نہیں رہا" ۔مگر ناکح نے دعوی دائر کر دیا کہ فرقہ قادیانی مسلمان ہے اس لیے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا"۔

بہاولپور اسلامی ریاست ہے یہ معاملہ علمائے امت کے سپرد ہوا۔مباحثہ کی تشکیل میں فرقہ باطلہ کی طرف سے مولوی غلام احمد اختر قادیانی وغیرہم اور علمائے اہل والجماعت کی جانب سے مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ مولانا فاروق احمد صاحب شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔مباحثہ طے ہو گیا اور قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ابھی احمدیوں کا یہ جھگڑا بدستور جاری تھا اور وہ علمائے اسلام کے خلاف ژاژ خائی میں مصروف تھے کہ اطراف واکناف عالم سے فتاوی آ پہنچے کہ" مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبع کافر ہیں"۔ عدالت نے مباحثہ اور فتاوی کے بعد قادیانیوں سے سوال کیا کہ اگر کوئی اور ثبوت ان کے پاس اپنے مسلمان ہونے کا ہو تو وہ پیش کریں،جس پر یہ سند پیش ہوئی۔

" اشارات فریدی جس کو مولوی رکن دین نے جمع کیا ہے اس کے ایک عربی خط میں حضرت صاحب غریب نواز نے مرزا کو من عباد اللہ الصالحین لکھا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

حضرت صاحب موصوف نے مرزا قادیانی کو برحق تسلیم کیا ہے۔ ایسی قوی سند کے آگے تمہارے فتاوے کیا چیز ہیں۔ تم قادیانیوں کو کافر کہتے ہو۔ غور تو کرو حضرت صاحب غریب نواز جن کے کرامات اور زہد اور تقوی کی ایک دنیا معترف ہے، کے حق میں تم کیا فتوی صادر کرو گے"۔

اس پر ریاست بہاولپور و دیگر اسلامی حلقوں میں ایک تہلکہ مچ گیا اور ہر جگہ ملفوظ خط عربی کی کیفیت دریافت ہونے لگی۔ فقیر ابھی سفر میں ہی تھا کہ مولانا فاروق احمد صاحب شیخ الحدیث بہاولپور کی طرف سے ذیل کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔

" مکرم بندہ جناب مولانا مولوی نور احمد صاحب خلیفہ خاص مخدوم العالم جناب حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ باعث تصدیعہ یہ ہے کہ مرزائے قادیانی نے جو شریعت کی تحریف کی، ضروریات دین سے انکار کیا، انبیاء کی توہین کی، جناب سے مخفی نہیں، جس پر ہندوستان کے تمام مختلف الخیال مسلمانوں نے اس کی تکفیر کی اور علماء نے یہ بیان کیا کہ مرزا کی کفریات معلوم ہونے کے بعد بھی جو شخص مرزا کے کفر میں تردد کرے وہ بھی کافر ہے۔

مرزائیوں نے ایک اعلان شائع کیا ہے کہ ملفوظات حضرت خواجہ صاحب مرحوم میں جس کو رکن دین نے جمع کیا ہے، مرزا کو اچھا مانا گیا ہے۔ ضمیمہ " انجام آتھم" کے آخر میں بھی اس قسم کا حضرت رح کا عربی مکتوب درج ہے۔ مسلمانان بہاولپور میں اس اعلان سے سخت اضطراب پھیل گیا ہے۔ بعض سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت رح صاحب موصوف نے مرزا کے عقائد کفریہ پر کفر کا فتوی صادر فرمایا تھا اور " اشارات" کی یہ عبارت الحاقی ہے۔ اس لیے جناب کو تکلیف دی جاتی ہے کہ جناب کو اس بارے میں جس قدر بھی علم ہو بذریعہ تحریر مطلع فرمائیں تاکہ مسلمانان بہاولپور کا یہ اضطراب رفع ہو کر مرزائیہ مرتدین کا منہ بند ہو۔ جناب کی تحریر طبع کرا کر مشتہر کی جائے گی۔ ۵ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ، فاروق احمد شیخ

الحدیث بہاولپور۔ یہ پڑھ کر فقیر کو بہت افسوس ہوا۔فوراً گھر کو روانہ ہوا تا کہ پیر بھائیوں سے مشورہ لے کر جواب ارقام کرے۔ یہاں پہنچا تو حضرت مولانا غلام محمد صاحب مرحوم گھوٹوی شیخ الجامعہ بہاولپور کا یہ مکتوب صادر ہوا۔

" بخدمت جناب معالی اکتساب مولانا نور احمد صاحب دام مجد ہم السلام علیکم ! مزاج گرامی ! جناب والا کو معلوم ہوگا کہ احمدی مرزائی لوگوں نے عدالت بہاولپور میں حضرت قبلہ غریب نواز خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کو مرزائی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے اثبات میں "اشارات فریدی" نامی کتاب کو پیش کیا ہے۔ الحمد للہ! ہمارے علماء نے اس کا دندان شکن جواب دیا مگر مرزائی لوگ ابھی تک وہی راگ الاپ رہے ہیں کہ حضرت غریب نواز مرائی تھے۔ پس ضرورت ہے کہ حضرت غریب نواز علیہ الرحمۃ کے تمام مرید اور معتقد اس تہمت سے حضرت رح کے دامن کی طہارت ثابت کریں تا کہ مخلوق اس گمراہی سے نجات پائے۔

حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ نے بھی اپنے بیانات لکھوائے ہیں چونکہ جناب کو بھی سلسلہ فریدیہ میں ایک خاص مرتبہ حاصل ہے۔ جواب بدست حال لکھ کر ارسال فرمائیں۔

(1) حضرت خواجہ غریب نواز نے مرزا غلام احمد قادیانی کو برا کہا تھا؟

(2) "اشارات فریدی" کے مصنف رکن دین صاحب کو حضرت خلیفہ اعظم خواجہ محمد بخش صاحب نازک نے برا سمجھا تھا؟

(3) مرزا کے متعلق جو باتیں "اشارات فریدی" میں درج ہیں ان کو نکال دینے کا امر فرمایا تھا؟ والسلام: غلام محمد

جواب میں فقیر نے یہ عریضہ ارسال کیا۔

بخدمت شریف مولانا صاحبان ابحار العلوم اعظم الشان مولانا غلام محمد صاحب و مولانا فاروق احمد صاحب دام اشفاکم ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جواباً مرقوم ایں کہ

(1) حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہ نے غلام احمد

قادیانی کو جب کہ اس کے عقائد و اعمال درست تھے من عباد اللہ الصالحین لکھا تھا۔ لیکن ما بعد جب اس کی کیفیت کھل گئی، مرزا کو برا کہا اور انکار کیا۔

(2) "اشارات فریدی" کے مصنف مولوی رکن دین صاحب کو حضرت خلیفہ العالم شیخ الشیوخ خواجہ محمد بخش صاحب نازک قطب مدار قدس سرہ نے بوجہ غلط تائید مرزا کے اچھا نہیں سمجھا۔

(3) مرزا کے متعلق جو باتیں اشارات فریدی میں درج ہیں ان کو نکال دینے کا امر فرمایا اور نکال دینی چاہئیں۔

(4) ہمارے تمام پیران عظام اور جماعت فریدیہ کا مذہب پاک اہل سنّت والجماعت ہے مرزا اور مرزائیت کے بِلا شبہ منکر ہیں۔ والسلام، ۷ جمادی الاخر ۱۳۵۱ھ فقیر نور محمد فریدی نازکی بقلم خود۔

حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ کی خدمت میں شیخ الجامعہ خود تشریف لے گئے اور اقتباسات "ارشادات فریدی" کے متعلق استفسار فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحب قبلہ نے فرمایا کہ:

"میرے سامنے مولوی امام بخش صاحب فریدی جام پوری، مولوی محمد یار صاحب سکنہ گڑھی اختیار خاں، مولوی سراج احمد ساکن مکھن بیلہ اور میاں اللہ بخش صاحب خلیفہ ساکن چاچڑاں شریف نے بطور شہادت بیان کیا کہ حضرت غریب نواز خواجہ محمد بخش صاحب نازک نے ارشاد فرمایا تھا کہ میاں رکن دین نے ملفوظ شریف (اشارات فریدی) جمع کر کے اپنی نجات کا اچھا سامان کیا تھا مگر مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق افتراء درج کیے ہیں۔ اپنی محنت رائیگاں کی ہے۔ اور آخرت بھی خراب کی ہے۔

حضرت خواجہ ہوت محمد صاحب سجادہ نشین شیدانی مدظلہ کی خدمت میں مولانا نور الحسن صاحب و مولوی غوث بخش صاحب نے جواب طلب مکتوب ارسال کیا جس کے جواب میں خواجہ صاحب موصوف نے ذیل کا گرامی نامہ تحریر فرمایا۔

"زبدۃ العلماء عمدۃ الفضلاء فضائل کمالات مرتب فصاحت بلاغت منزلت مولوی نور الحسن صاحب مولوی غوث بخش صاحب بعد از تحیۃ السلام مسنون الاسلام مکشوف خاطر باد۔ مہربانی نامہ آپ کا پہنچا۔ جواباً مرقوم ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد اولاً صاف طور پر مسلمانوں کے سے تھے اور جو تصانیف اس کی تھیں، وہ بھی عقائد اسلام سے باہر نہ تھیں۔ مرزا صاحب موصوف نے جو خط حضرت حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی جناب میں لکھا۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب موصوف نے اس کو" عباد الصالحین" لکھا۔ مگر بعد میں جب اس کے عقائد طشت از بام ہوئے تو اعلانیہ صاحب موصوف فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے غلطی سے لکھا ہے یہ تو کافر ہے حضرت مولوی جندوڈہ صاحب سیت پوری و حضرت مولوی حامد صاحب شیدانی جو اکابر علماء میں سے تھے، وہ اس کو کافر فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بارہا حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی زبان سے سنا کہ" یہ کافر ہے۔ میں بھی اس کافر کو جانتا ہوں" مجھے علمائے اہل سنّت والجماعت سے اتفاق ہے۔ اگر شیخ الجامعہ بذات خاص تشریف لے آئیں تو جس قدر مجھے معلومات حاصل ہیں، حرف بحرف مفصل بیان کروں گا۔

(۱۲ جمادی الثانی، ۱۳۵۱ھ، ہوت محمد کوریجہ شیدانی)

حضرت خواجہ عبد القادر صاحب خلف حضرت عارف کامل خواجہ فضل حق صاحبؒ سجادہ نشین منگھران شریف نے اسی سلسلہ میں حسب ذیل بیان دیا۔

" نیاز مند کے والد ماجد حضرت خواجہ فضل حق صاحبؒ حاجی الحرمین الشریفین کے خاص غلامان سے تھے اور حضرت ممدوح الشان کی نظر کرم میں سب سے زیادہ ممتاز تھے اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ حضرت کی جناب میں گزارا ہے نیاز مند نے ان کی زبان مبارک سے متعدد دفعہ سنا ہے کہ یہ خط جو" اشارات فریدی" ملفوظ شریف، میں درج ہے محض الحاق اور افتراء ہے جو منشی رکن دین نے کیا ہے۔ منشی رکن دین جس نے ملفوظ شریف کی کتاب کا کام سرانجام دیا ہے وہ اپنے آپ کو حضرت کا معتقد ظاہر کرتا تھا مگر دراصل مرزائی تھا اور ان کی

طرف سے اسی کام کے لئے مامور ہوا تھا کہ جس طرح ہو سکے حضرت اقدس کی طرف سے مرزا صاحب کی تائید کرائے لیکن جب کوشش کے باوجود کسی طرح کامیاب نہ ہو سکا تو ملفوظ شریف کی طباعت کے وقت اس خط کا الحاق کر دیا جو بالکل غلط افتراء ہے۔ حضرت کی جناب سے کوئی خط و کتابت مرزا جی سے نہیں ہوئی بلکہ نیاز مند کے والد ماجد فرماتے تھے کہ منشی رکن دین نے ملفوظ شریف کی کتابت سے جو سعادت یا ثواب حاصل کیا تھا وہ سب حضرت کی نسبت اس افتراء باندھنے سے ضائع کر دیا ہے۔ خداوند کریم کی جناب میں کیا جواب دے گا"۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ مولوی رکن دین مصنف "اشارات فریدی" اور مولوی غلام احمد صاحب اختر مرزائی آپس میں گہرے دوست تھے اور چاچڑاں شریف میں بزمانہ حضور صاحب قبلہ عالم خواجہ فرید الملت والدین قدس سرہ یکجا رہتے تھے۔ مولوی غلام احمد باطنی طور پر مرزائی تھا۔ موقع تاک کر عبداللہ ابن سبا یہودی کی طرح مصنف ملفوظ کے ساتھ مل گیا۔ اس کو معقول وظیفہ دے کر اپنا مرہون منت بنایا اور جب مرزائے قادیانی کے خطوط حضور انور کے نام آئے تو حضور کی طرف سے یہی غلام احمد جواب ارسال کرتا رہا اور حسب مدعا ملفوظ مقدس میں عبارتیں درج کراتا رہا۔ اس وقت مرزا کے عقائد بھی اسلام کے خلاف نہ تھے اور ابھی آغاز تھا۔ جب اس کے حالات میں تبدیلی رونما ہوئی تو حضور نے برملا انکار کر دیا اور فرمایا:

"اندک در کشف واجتہاد خطا کردہ است"

اگر حضور انور مرزا کو برحق نبی مانتے تو نسبت خطا کی اس پر نہ لگاتے۔ کیونکہ ہر ایک نبی صغیرہ کبیرہ خطا سے پاک ہوتا ہے۔ آپ ہندوستان کے طول و عرض میں بغرض سیر تفریح و زیارات بزرگان عظام تشریف لے جاتے رہے۔ لاہور میں کئی بار جانے کا اتفاق ہوا مگر کبھی بھی مرزا کو ملنے کی خواہش ظاہر نہ کی۔ ملفوظ مقدس حضور انور کے وصال کے بعد طبع

کئے گئے ۔ مولوی غلام احمد اختر نے جو بعد وصال حضور عالی رح بر ملا مرزائی ہو گیا تھا۔ حسب منشائے خود عبارت زایدہ کو الحاق کر کے دل کی بھڑاس نکالی اور ملفوظ کی اصلی حالت اس بارہ میں نہ رہی۔ حضور انور حاشا وکلا بالکل مرزائی نہ تھے مگر اس مطبوعہ ملفوظ سے بعض کو دھوکا ہونے لگا اور اکثر غلطی میں مبتلا ہو کر مرزائی بن گئے اور اسلام کو ضعف پہنچا۔ جب ملفوظ طبع ہو کر حضرت خواجہ محمد بخش صاحب نائب قطب مدار قدس سرہ کے مطالعہ سے گزرے تو حضور نے فرمایا۔

"رکن دین نے مرزا کی تائید کر کے بہت برا کام کیا ہے اور اسلام پاک کو بہت دھوکا دیا ہے ۔ملفوظ میں ایسی جس قدر عبارتیں ہیں نکال دی جائیں تا کہ اسلام کو ضعف نہ پہنچے کیونکہ حضور اقدس عالی خواجہ فرید الملۃ والدین قدس سرہ مرزائی نہ تھے اور نہ ہم ، نہ ہماری اولاد ، نہ ہمارے متعلقین مرزائی ہیں بلکہ مرزا اور مرزا کے باطل مذہب کے منکر ہیں"۔

ملفوظ پاک کی اصلاح کا ارادہ تھا کہ حضور نازک کریم قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ اب بھی لازم ہے کہ ملفوظ پاک کی اصلاح کی جائے تا کہ مخلوق الہی گمراہ نہ ہو۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔ ۲۷ جمادی الاخر ۱۳۵۱ھ فقر (فقیر) نور احمد فریدی نازکی عفی عنہ فرید آباد شریف (ماہنامہ "الفرید" جنوری ۱۹۳۳ء، ص ۱۴ تا ۱۹)

محولہ بالا شہادات سے صاف ظاہر ہے کہ غلام احمد اختر ساکن اوچ مرزائی تھا۔ حضرت خواجہ صاحب کی زندگی میں منافقانہ طرز عمل اختیار کر کے اپنے مرزائی عقائد چھپا کر ان کی خدمت میں حاضر رہا اور غلام احمد قادیانی کو حضرت کے نام سے جعلی خط لکھتا رہا۔ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد کھلے بندوں مرزائیت کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ مرزائیوں کے خلیفہ محمود احمد نے ۱۹۱۳ء میں اپنی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" میں لکھا ہے:

"مکرم مولوی غلام احمد صاحب اختر نے اوچ سے حضرت محی الدین ابن عربی کا ایک حوالہ فتوحات سے نقل کر کے بھیجا ہے"۔ (حقیقۃ النبوۃ، ص ۲۴۷)

حضرت خواجہ صاحب کی وفات ٦ ربیع الثانی ١٣١٩ھ مطابق ٢٤ جولائی ١٩٠١ء کو ہوئی۔ ان کے وصال کے بعد غلام احمد اختر مرزائی نے رکن الدین سے ساز باز کر کے "اشارات فریدی" میں حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے اسم گرامی سے منسوب کردہ جعلی خطوط وملفوظات درج کرادیئے۔ جب کتاب طبع ہوکر حضرت مرحوم کے گرامی قدر فرزند اور خلیفہ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب نازک کی نظر سے گزری تو آپ نے فرمایا۔

"رکن دین نے مرزا کی تائید کر کے برا کام کیا ہے اور اسلام پاک کو بہت دھوکا دیا ہے۔ ملفوظ میں ایسی جس قدر عبارتیں ہیں، نکال دی جائیں"۔ ان حضرات کے بیانات سے یہ بھی ثابت ہے کہ ابتدأ حضرت خواجہ صاحب مرحوم مرزا غلام احمد قادیانی کو خادم اسلام سمجھتے تھے لیکن اس کے خلاف اسلام عقائد ودعاوی پر مطلع ہونے کے بعد اسے کافر فرمایا کرتے تھے۔ نعوذ باللہ اگر قادیانی کو مجدد، مہدی، مسیح موعود اور نبی سمجھتے، تو اس سے ملاقات کے لیے قادیان تشریف لے جاتے اور اس کی بیعت کر کے مرزائیت کے حلقہ بگوش ہوجاتے لیکن آپ نے متعدد بار فرمایا کہ مرزا قادیانی کافر ہے۔[1]

دیوبندیوں کے اس طویل اقتباس سے یہ بات واضح وعیاں ہوجاتی ہے کہ "مقابیس المجالس" از اول تا آخر مستند نہیں بلکہ تحریف شدہ ہے لیکن دیوبندی موصوف کا اپنے اکابرین کی تائید وتوصیف میں بار بار "مقابیس" کو پیش کرنا قادیانیوں کے اسی تسلسل کی کڑی ہے جو وہ مرزا قادیانی خبیث کے دفاع میں بار بار "مقابیس" کو پیش کرتے ہیں۔

مقدمہ بہاولپور کے اندر واضح کردیا گیا تھا "مقابیس" تحریف شدہ ہے لیکن نہ جانے کیوں دیوبندی موصوف اس تحریف شدہ کتاب کو پیش کررہے ہیں۔

نوٹ: آئندہ اوراق میں دیوبندی موصوف کی کتاب میں جہاں بھی "مقابیس المجالس"

[1] محاسبہ قادیانیت، ج،1ص 212۔220، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔

کے حوالہ سے کوئی بحث ہوگی اس پر تفصیل سے نہیں لکھا جائے گا بلکہ گذشتہ اور اسی پر اکتفا کیا جائے گا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" چاہے فاسق یا بے غیرت کہے کہیں، یا وہابی یا بے علت کہیں اپنے حق میں صیقل زرنگار ہے (تقویۃ الایمان وتذکرۃ الاخوان :ص ۳۵۲)۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف :ص ۳۹)۔جواب: کتاب کا نام تذکرۃ الاخوان نہیں تذکیر الاخوان ہے جو بعض ناشرین نے تقویۃ الایمان کے ساتھ چھاپ دی ہے۔ یہ کتاب مولانا محمد سلطان شاہ صاحب مرحوم کی ہے نہ کہ شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کی ہے۔ ان کا مقصود بھی تعریضاً یہ بات کرنا ہے کہ اگر رسومات سے منع کرنے کی وجہ سے تم ہمیں وہابیت کا طعنہ دو تو ہمیں یہ منظور ہے"۔ [1]

الجواب: (1) اُردو زبان میں ایسے لوگوں کو ڈھیٹ کہا جاتا ہے، چاہے دلائل و براہین کے جتنے بھی دُرّے ماریں مگر ان کے کان پر جُوں تک نہیں رینگتی ،ایک کان سے سُن کر دُوسرے کان سے نکال دیتے ہیں، کچھ ایسی ہی حالت موصوف اور اُن کے اکابرین کی ہے،غیر شرعی رُسومات سے تو خُود علمائے اہل سنّت نے روکا ہے اور اس سلسلے میں اکابرین اہل سنّت کی کتابیں فتوؤں سے بھری پڑی ہیں مگر آج تک کسی نے اُن کو وہابی نہیں کہا۔

پس وہابیوں کو وہابی کہنا رُسومات کی ممانعت کی بنا پر نہیں بلکہ فکرِ وہابیت کو پروان چڑھانے کی بنا پر ہے۔ وہ لوگ جن کو برصغیر میں اکابرِ وہابیہ کہا جاتا ہے وہ دن رات فکرِ وہابیت کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں۔

اس بارے میں ان کی کتابیں شاہد ہیں جن میں عقائدِ وہابیہ کی تائید وتصویب کی گئی ہے۔ ان کی انہی حرکات کی بنا پر علمائے اہلِ سنّت نے انہیں وہابی قرار دیا۔

---

[1] دفاع، ج1ص 197 ،مکتبہ ختم نبوت ،قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

باقی بوجہ ڈھٹائی اکابرینِ دیوبند کو لفظ "وھابی" صیقل زنگار لگ رہا ہے تو ان کی مرضی لیکن اس مذہبی لفظ میں کوئی خوبی ایسی نہیں کہ یہ صیقل زنگار بن سکے، اس لفظ کی قباحت تو اس حد تک ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کہہ دیا جائے تو قائل مستحقِ تعزیر قرار پاتا ہے۔

"شرح وقایہ" کی مندرجہ ذیل عبارت

"فان نسبه فعل اختیاری یحرم فی الشرع ویعد عارا یجب التعزیر"۔

"پس اگر کسی شخص کو ایسے اختیاری فعل کی جانب منسوب کیا جو کہ شرع میں حرام ہے اور اس کو عرف میں باعث عار سمجھا جاتا ہو تو تعزیز واجب ہوگی"۔

اس کے حاشیہ میں علّامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں کہ:

"الی فعل اختیاری ای فعل صادر عنه باختیارئه كقوله أنت خائن وهو الذی یخون فی ما یده من الامانات وأنت مباحی وهو من یعتقد ان الافعال كلها مباحة وأنت عوانی وهو الساعی الی الحكام بالناس ظلما وأنت منافق وهو قسمان منافق اعتقادی وهو من یظهر الایمان بلسانه ویسر الكفر بقلبه ومنافق عملی وهو من یعمل عمل اهل النفاق كترك جماعة الصلاة والفجور والمشاتمة عند المباحثة وخلف الوعد واعتیاد الكذب ونحو ذلك علی ما وردت به الاخبار وأنت رافضی ،وأنت خارجی ، وأنت مبتدع ،وأنت وهابی ، ای منسوب الی محمد بن عبد الوهاب النجدی صاحب الفتاوی الزائغة"۔ [1]

"فعل اختیاری سے مُراد وہ فعل ہے جو اُس کے اختیار سے اُس سے صادر ہو، اُس کی مثال منسوب کرنے والے کا یہ قول کہ تو خائن ہے، یعنی وہ شخص جس کے ہاتھ میں امانتیں ہوں اور

[1] عمدة الرعایة، کتاب الحدود، ج2ص 272، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

وہ اُن میں خیانت کرے، تو مباحی ہے، وہ شخص جو یہ اعتقاد رکھے کہ تمام افعال مباح ہیں۔ اور تو عوانی ہے، یعنی وہ شخص جو ظلماً عوام الناس کو حکام تک لے جانے کے در پے ہو۔ اور تو منافق ہے، منافق دو قسم کے ہیں، ایک منافق اعتقادی، جو زبان سے ایمان کو ظاہر کرے اور کفر کو دل میں چھپائے اور منافق عملی، جو اہل نفاق کے کام سر انجام دے جیسا کہ باجماعت نماز کو ترک کرنا، ارتکاب فسق و فجور، دورانِ مباحثہ گالیاں دینا، وعدہ خلافی کرنا اور جھوٹ کو عادت بنالینا، اوراس طرح کی وہ بے شُمار باتیں جن کی بابت اخبار وارد ہیں، اور تو رافضی ہے۔تو خارجی ہے۔تو بدعتی ہے اور تو وہابی ہے، یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کی جانب منسوب ہے جس کے اُلٹے ٹیڑھے فتوے مشہور ہیں"۔

نمبر (2) موصوف کا یہ کہنا کہ" تذکیر الاخوان" اسماعیل دہلوی صاحب کی تصنیف نہیں بلکہ محمد سلطان شاہ کی ہے۔ یہ اعتراض تو موصوف کو اپنے دھرم کے گرو خالد محمود مانچسٹروی پر کرنا چاہیے جس نے اس کتاب کو اسماعیل دہلوی صاحب کی تصنیف شُمار کیا ہے، مگر موصوف نہ تو خالد محمود مانچسٹروی پر اعتراض کرتے ہیں اور نہ ہی اُن کو متنبہ کرتے ہیں۔ اور موصوف جس محمد سلطان شاہ کی تصنیف" تذکیر الاخوان" کو گردان رہے ہیں وہ خُود لکھتے ہیں کہ:

" بعد اس کے معلوم کیا چاہیے کہ ایک فاضلِ جلیل متشرع دیندار نے شرک اور بدعت کی برائی کے بیان میں ایک رسالہ" تقویۃ الایمان" نام لکھا اور اس میں صرف آیتیں اور حدیثیں جمع کیں اور اس کے دو باب ٹھیرائے۔ ایک باب میں توحید کی خوبیاں اور شرک کی برائیاں ہندی زبان میں بیان کیں اور دوسرے باب میں اتباع سنت کی خوبیاں اور بدعت کی برائیاں اور تفصیل بعضی بدعات کی آیت و حدیث سے ذکر کی اور ارادہ ہندی ترجمہ کا کیا مگر فرصت نہ پائی اور راہِ خدا میں جان دی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب سن بارہ سو پچاس ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اس خاکسار گنہ گار ہیچ مدان محمد سلطان کے دل میں ارادہ اُس کے ترجمہ کا ڈالا، سو اس دوسرے باب کا ترجمہ ہندی بولی میں شروع کیا اور" تذکیر الاخوان بقیہ

تقویۃ الایمان" اس کا نام رکھا"۔ [1]

بالفرض یہ کتاب کسی کی بھی ہو مگر دیوبندیوں کے نزدیک مستند و معتمد ہے، لہٰذا موصوف اسے محمد سلطان شاہ کی تصنیف قرار دیکر گلو خلاصی نہیں کر سکتے، اس لئے کہ محمد سلطان شاہ کا شُمار بھی اسماعیل دہلوی صاحب کے متوسلین میں ہوتا ہے اور پھر اس کی تشہیر بھی آل دیوبند نے ہی کی اور کر رہے ہیں۔

نمبر (3) موصوف کی اس "دفاع" کے صفحہ ۱۶۳ پر کرامت علی جونپوری کی کتاب کا نام "ذخیرہ کرامات" موجود ہے، جبکہ کتاب کا نام "ذخیرہ کرامت" ہے جیسا کہ موصوف کی ہی اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۳ پر موجود ہے، یُونہی اُن کے حکیم الامت کی "الافاضات الیومیہ" کو صفحہ ۱۵۸۔۱۶۰ "الاضافات الیومیہ" لکھا ہے، اور صفحہ ۱۵۷ پر "اضافات الیومیہ"۔ اور یُونہی صفحہ ۲۰۰ پر "منحۃ الخالق" کی بجائے "منحۃ الخلق" موجود ہے۔ اب موصوف خُود ہی فیصلہ کریں کہ وہ غلطیاں جو کتابت اور کمپوزنگ سے تعلق رکھتی ہیں اُن کو باعث اعتراض بنانا کہاں تک زیبا ہے۔

خلاصہ بحث! وہابیوں کے بقول لفظ "وھابی" ان کے حق میں صیقل زنگار ہے جب یہ لفظ اتنا پیارا ہے تو وہ اس لفظ سے پھر اتنا گھبراتے اور کتراتے کیوں ہیں، کھلے عام اس کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ لفظ جس کو موصوف کے اکابرین اپنے حق میں صیقل زنگار سمجھ رہے ہیں وہ اسی نام کے ساتھ اپنی کتاب کو موسوم کرتے، مگر موصوف نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے "اہل السنۃ والجماعۃ" کا لوگو استعمال کیا (تا کہ عوام دھوکے میں مبتلا ہو جائیں) اور اپنے اس پیارے نام کو ترک کر دیا جسے صیقل زنگار کہا جا رہا تھا۔

---

[1] تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مؤلفہ، علّامہ شاہ محمد اسماعیل شہید ص 54، باہتمام: وقار علی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند۔

دیوبندی وھابی بھیڑئیے ھیں

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"پورا ملفوظ ملاحظہ ہو: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب بصیرت و تجربہ کہا کرتے تھے کہ ان دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں یہ اپنے آپ کو ہیچ در ہیچ ناکارہ سمجھتے ہیں مخالفین کو ان کی قوت معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ مخالفین ان پر حسد کرتے ہیں یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ بھیڑیئے کو اپنی قوت معلوم نہیں"۔ (ملفوظات: ج ۷ ص ۹۷ ملفوظ نمبر ۱۱۲) اب کوئی اس عقل و خرد سے عاری شخص سے پوچھے کہ آخر اس میں حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے کب اپنے آپ کو وہابیوں کا مقلد یا اپنی حنفیت کا انکار کیا ہے؟ اس میں تو صرف یہ کہا ہے کہ دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی طاقت کا علم نہیں اور واقعی بات درست ہے کہ الحمد للہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند صرف تھوک دیں تو یہ رضاخانی اسی میں بہہ جائیں"۔ [1]

الجواب: اس حوالے میں تسلیم کیا گیا ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں اس لئے کہ مذکورہ عبارت میں دیوبندیوں کے ساتھ وہابیوں کا لفظ بطورِ توضیح واقع ہوا ہے جس کا مطلب ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں، ثابت ہوا کہ دیوبندیت افکارِ وہابیت کے مجموعہ کا نام ہے، ان لوگوں کا اہلِ سنّت و جماعت سے کوئی تعلق نہیں، ان لوگوں کا اہلِ سنّت ہونے کا دعویٰ کرنا مغالطہ دھی پر مبنی ہے، عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے اوپر اہلِ سنّت کا لیبل چسپاں کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ورنہ یہ لوگ در پردہ وہابی ہیں، اور ان لوگوں کی وہابیت باتوں ہی باتوں میں آشکار ہوجاتی ہے جیسا کہ تھانوی صاحب نے باتوں ہی باتوں میں دیوبندیوں کے لئے اعترافِ وہابیت کرلیا، جب خُود دیوبندیوں کو اپنے لئے وہابیت کا اعتراف ہے پھر وہ کس منہ سے اپنے لئے اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستہ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں، ان کے

---

[1] دفاع، ج1 ص198، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

دعویٰ و اعتراف میں تغایر موجود ہے، لہٰذا یہ لوگ اپنے وہابیانہ نظریات کی بنا پر اہلِ سنّت وجماعت سے خارج ہیں۔

نمبر (2) اُمید ہے کہ دیوبندی موصوف اس عنوان پر ناراض نہ ہوں گے جو ہم نے دیوبندی وہابی بھیڑیئے ہیں کے عنوان سے قائم کیا ہے بلکہ اس عنوان کو تہہ دل سے قبول کرتے ہوئے موصوف اس بات کا اقرار کریں گے کہ واقعی اکابرین دیوبند بھیڑیئے تھے اور ذئاب فی ثیاب کے مصداق تھے کیوں کہ موصوف نے عبارت میں لفظ "جیسے" کو لکھا ہوا دیکھ کر الزاماً عنوان قائم کیا کہ معاذ اللہ" رسول وفرشتے تو بس چپڑاسی جیسے ہیں، معاذ اللہ" [1] اس عبارت کا جواب تو ہم متعلقہ مقام پر ذکر کریں گے۔

باقی موصوف ہمارے قائم کردہ عنوان سے عدم اتفاق نہیں کریں گے کیوں کہ یہ عنوان دیوبندی موصوف کے اُصول وقواعد پر مبنی ہے، اس لحاظ سے اکابرینِ دیوبند کا وہابی ہونے کے ساتھ بھیڑیا ہونا بھی ثابت ہوا۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ اکابرینِ دیوبند انسانی لباس میں وہ خونخوار بھیڑیئے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے دین وایمان پر حملہ کر کے رُوحِ ایمان کو اپنے نوکیلے دانتوں سے نوچ ڈالا اور مسلمانوں کی اکثریت کو شرک وبدعت سے منسوب کر کے اپنی درندگی کا نشانہ بنایا، ان خونخوار بھیڑیوں کا گروہ آج دیوبندیوں کے نام سے موسوم ہے اور دیوبندی موصوف بھی اسی خونخوار گروہ کے ایک فرد کی حیثیت رکھتے ہیں جو کہ لوگوں کے دین وایمان کو تباہ وبرباد کرنا چاہتے ہیں، اسی لئے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے پہلے ہی آگاہ فرمادیا تھا:

---

[1] دفاع، ج1 ص590، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چُرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تُو نے نیند نکالی ہے

نمبر (3) تھانوی صاحب نے جب دیوبندیوں کو وہابی قرار دے دیا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے اور تمام ذُریتِ دیوبندیت کے لئے علیحدہ مذہب وہابیت پسند کرلیا جس کا اہلِ سنّت وجماعت سے کوئی تعلق نہیں، پھر وہ اصلی حنفی اور مقلد کیسے ہوسکتے ہیں، باقی دیوبندیوں کا دعویٰ حنفیت لباسِ تقیہ کے علاوہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

نمبر (4) موصوف شاید یہ بھول گئے ہیں کہ چاند پر تھوکنے والے کا تھوک اُس کے منہ پر آکر گرتا ہے، لہٰذا موصوف نے اہلِ سنّت کے خلاف جو بکواس کی ہے اس سے اہلِ سنّت کی حقانیت پہ کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں اہل سنّت کے خلاف بغض بھرا ہوا ہے اور اپنی اسی غلاظت کا اظہار وقت بوقت کرتے رہتے ہیں۔ جو لوگ انبیاءِ کرام علیہم الصلاۃ السلام، اولیاء اور صلحاء رحمۃ اللہ علیہم کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرنے سے باز نہ آئے اُن کے منہ اور قلم سے اہلِ سنّت کے خلاف ایسی ہی غلاظت صادر نہ ہونے کی کون سی توقع کی جاسکتی ہے۔

بہرحال اہلِ سنّت کی حقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں وظاہر ہے اور ان بکواسات کے جواب میں بیدل کے ایک شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے

گر دشنام دھد خسیسے چارہ نبود بجز شنیدن
پائے کسے راسگے گزیدہ عوض نبود سگ راگزیدن

اگر کوئی کمینہ آدمی گالی دے تو شریف آدمی بجز ہنسنے کے اور کیا کرسکتا ہے، ظاہر ہے کسی کے پاؤں کو کتا کاٹ لے تو بدلے میں کتے کو نہیں کاٹا جاسکتا، اُمید ہے کہ موصوف سمجھ تو گئے

ہوں گے

اشارتے کردم ولے مکرر نمی گویم

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"ان رضا خانیوں نے کبھی مرد میدان بن کر اہل حق کا مقابلہ وسامنا نہ کیا کبھی روافض، تو کبھی سیکولر وجمہوری لادین حکومتوں تو کبھی انگریز کی پشت پناہی اور ان کے ڈالروں کے بل بوتے پر آستین کا سانپ بن کر اہل حق کو ڈسا اور مٹانے کی ناکام کوشش کی"۔ [1]

الجواب: جن کی تاریخ میں چھ سو روپیہ ماہوار کی نمک حرامی درج ہو اُن کے منہ سے یہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔ دیوبند کی تاریخ کو اگر ایک نظر دیکھا جائے تو اکابرینِ دیوبند سامراجی قوتوں کی کاسہ لیسی کرتے ہی نظر آتے ہیں۔ جن کی پُوری زندگی اسلام دُشمن قوتوں کے تلوے چاٹنے میں گذری ہے وہ گروہِ اہلِ حق اہلِ سنّت وجماعت کو انگریزوں کی پشت پناہی کا طعنہ دیتے ہیں، بڑی مضحکہ خیزی اور حیرت انگیز بات ہے۔

موصوف یا تو اپنے اکابرین کی تاریخ سے آگاہ نہیں یا پھر لوگوں کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔ انگریز سرکار کی نمک حلالی کی داستان رقم کرتے ہوئے اکابرینِ دیوبند کے متعلق عاشق الٰہی میرٹھی صاحب نے لکھا ہے کہ:

" آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے" [2]

علاوہ ازیں گنگوہی صاحب گورا سرکار کی اطاعت وفرمانبرداری کو ایسا سمجھتے تھے کہ:

"میں جب حقیقت میں سرکار کا فرنبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیگانہ ہوگا، اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے، اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے"۔ [3]

---

[1] دفاع، ج1 ص198، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] تذکرۃ الرشید، ج1 ص79، بلالی سٹیم ساڈھورہ،

[3] تذکرۃ الرشید، ج1 ص80، بلالی سٹیم ساڈھورہ۔

ڈالروں کا الزام لگانے والے دیوبندی موصوف کو ایک نگاہ اس حوالے پر بھی کرنی چاہیے جس میں مرقوم ہے کہ ایک سرکاری عہدیدار نے بیس (20) روپے گنگوہی صاحب کو دیئے اور گنگوہی صاحب نے بِلا تامل وہ پیسے لے لئے، ملاحظہ فرمائیں:[1]

(ان کے علاوہ بھی کئی حوالے موجود ہیں جن میں اکابرینِ دیوبند انگریزوں کی دلالی کرتے نظر آتے ہیں) مناسب مقام پر ان کو نقل کیا جائے گا ان شاء اللہ العزیز۔

اکابرینِ دیوبند نے ہر وقت موقع پرستی، ابن الوقتی اور دلالی سے کام لیا ہے اور وہ عبد الدینار و عبد الدراھم کا کردار نبھاتے ہوئے نظر آتے ہیں ان کی کوشش و جستجو اتباع قرآن وسنّت کے بجائے مسلمانوں میں شورش وفتنہ پیدا کرنے کی تھی ہر وقت بگاڑ کے لئے کوشاں رہتے تھے، مفسدہ پر مبنی تمام امور اکابرین دیوبند کے دامن سے ہی وابستہ ہیں، سامراجی ولادینی قوتوں کی نمک حلالی کا تاج ان کے سر پر ہی سجا ہوا ہے۔ اُمتِ مسلمہ میں افتراق وانتشار پیدا کرنے میں اکابرین دیوبند نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو آستین کا سانپ بن کر مسلمانوں کو ڈستے رہے اور آج بھی ڈس رہے ہیں۔

دیوبندیوں کے نزدیک چار مصلے برے ہیں

اعتراض: مندرجہ بالا عنوان لگا کر رضا خانی ترجمان لکھتا ہے: دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اہل سنت کے چار مصلے برے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ البتہ چار مصلے کو مکہ معظّمہ میں مکرر کیے ہیں یہ امر زبوں ہے۔ (سبیل الرشاد: ص۲۱۔ تالیفات رشیدیہ: ص ۵۱۷)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹۔ انوار شریعت: ج ۲ ص ۳۱۹)

جواب: پہلے آپ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد ہم آپ کے سامنے رضا خانیوں کا دجل ظاہر کریں گے: "البتہ چار مصلے جو مکہ معظّمہ میں مکرر

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج 2 ص 191، ادارہ اسلامیات۔

کیے ہیں لا ریب یہ امر زبوں ہے کہ تکرار جماعت وافتراق اس سے لازم آ گیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں"۔ (تالیفات رشیدیہ: ص ۵۱۷) رضا خانیوں نے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ مکہ معظّمہ میں جو چار مصلے حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی کے ہیں جن پر ہر مسلک والا اپنے ہم مسلک امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا تھا یہ سب اہل سنّت معاذ اللہ برے ہیں حالانکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقصود ہرگز نہیں"۔ [1]

الجواب (1): دیوبندی موصوف مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب پر غصہ و ناراض ہونے سے پہلے اپنے مذہب کے مناظر امین اوکاڑوی صاحب کا یہ حوالہ بھی ملاحظہ فرمالیں، امین اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

" ساتویں صدی سے لے کر 1365ھ تک مکہ مکرمہ میں چار مصلے رہے جس سے پوری دنیا پر واضح رہا کہ اہل سنت کے چار مذاہب ہیں ان کا فائدہ یہ تھا کہ اہل سنت کے نام سے کوئی نیا فرقہ نہیں بن سکتا۔ جس ملک میں نیا فرقہ بنتا لوگ فوراً پوچھتے خانہ کعبہ میں تمہارا کون سا مصلیٰ ہے؟ جب وہ نہ بتا سکتا تو ان کا فتنہ وہیں ختم ہوجاتا"۔ [2]

دیوبندی مذہب کے مناظر امین اوکاڑوی صاحب تو ان چار مصلوں کو اہلِ سنّت و جماعت کی پہچان اور مذاہبِ اربعہ کے حق ہونے کی علامت قرار دے رہے ہیں کہ ان مصلوں کی موجودگی میں اہلِ سنّت کے نام سے کوئی نیا فرقہ نہیں بن سکتا تھا، مگر گنگوہی صاحب نے ان چار مصلوں کو امرِ زبُوں اور موجبِ افتراق قرار دیا، گویا وہ اس ضمن میں نئے فرقہ کے لئے راہ ہموار کررہے ہیں کیونکہ جو چیز نئے فرقہ کے وجود سے مانع تھی اور بطورِ تدارک موجود تھی اُس کو امر زبُوں قرار دیا کیونکہ بقول امین اوکاڑوی صاحب ان مصلوں کی موجودگی میں

---

[1] دفاع، ج1 ص198۔199، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] تجلیات صفدر، مقلد سے متعلق پچاس سوالات کے جوابات، ج3 ص435، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

اہلِ سنّت کے نام سے کوئی نیا فرقہ نہیں بن سکتا تھا۔

پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ گنگوہی صاحب کے ذہن میں ضرور کسی نئے فرقہ کی تشکیل وتائید ہوگی اِس لئے چار مصلوں پر اعتراض کر کے انہیں موجبِ حرمت قرار دیا، گویا گنگوہی صاحب کی یہ بات دیوبندی مناظرین کی نظر میں بھی دُرست نہیں۔ اب دیوبندی موصوف ہی بتائیں کہ مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے گنگوہی کی اس عبارت پر اعتراض کر کے کون سی غلط بات کی ہے؟

نمبر (2) دیوبندی موصوف نے خُود بددیانتی کرتے ہوئے پُوری عبارت ملاحظہ کرنے کا کہہ کر بھی مکمل عبارت نقل نہیں کی اور پوری عبارت نقل نہ کرنے کا الزام مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کے ذمہ لگایا ہے، حالانکہ ان کی نقل کردہ عبارت مُدعا کے عین مطابق ہے اور گنگوہی کے مقصود کا اظہار کرتی ہے، مگر موصوف نے ازراہِ جہالت ان پر یہ الزام لگایا ہے جبکہ خُود بھی موصوف نے گنگوہی صاحب کی مکمل عبارت نقل نہیں کی ۔ جہاں تک موصوف نے عبارت نقل کی اس سے آگے یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

"مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہیں کرتا، پس یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے"۔[1]

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ گنگوہی صاحب نے ان چار مصلوں کو جو کہ بقولِ اوکاڑوی صاحب مذاہبِ اربعہ کے حق ہونے کی علامت تھے اور جن کی وجہ سے اہلِ سنّت کے نام پر کوئی فریبی فرقہ معرضِ وجود میں نہ آسکتا تھا اُس کو اہلِ علم واہلِ حق کے نزدیک ناپسندیدہ

[1] تالیفات رشیدیہ، مع فتاوی رشیدیہ مبوب، ص 517، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

اور بدعت قرار دیا ہے۔ امین اوکاڑوی صاحب غیر مقلدین کو مخاطب کر کے اعتراض کرتے ہیں کہ:

"غیر مقلدین یہ بتائیں کہ تقریباً چھ سو سال خانہ کعبہ میں چار مصلے رہے، کیا چاروں حق تھے یا نہیں؟" [1]

ہم بھی اسی طرح سوال گنگوہی کے ماننے والوں سے کرتے ہیں کہ وہ یہ بتائیں کہ زمانہ اسلام میں چھ سو سال تک کعبہ معظّمہ میں ناپسندیدہ، امر زبوں اور بدعت کا ارتکاب ہوتا رہا؟ الغرض وہ مسئلہ بقول امین صفدر اوکاڑوی صاحب جس پر چھ سو سال اہل سنّت کا عمل رہا اور جس کی وجہ سے نئے فرقوں کی سرکوبی ہو رہی تھی اس کو گنگوہی صاحب نے ناپسندیدہ اور بدعت قرار دیا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے "سبیل الرشاد" کی ایک طویل عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: " جو شخص اتنے زور وشور سے براہین عقلی ونقلی سے حنفیت کو ثابت کرر ہا ہو ان کی طرف نسبت کو بیان کرر ہا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ان کو برا کہہ رہے ہیں عوام کو دھوکا دینا نہیں تو اور کیا ہے"۔ [2]

الجواب: گنگوہی صاحب نے حنفی، حنبلی ، مالکی اور شافعی مسلک کے مقلدین کو چار مصلوں کی وجہ سے بدعتی قرار دیا ہے، اب آپ ہی بتائیں کہ چھ سو سال تک کے سب اہل اسلام کو بدعتی قرار دے دینے سے زیادہ ان کی کون سی مذمت اور بُرائی ہوگی؟ جب ان کے نزدیک ارتکابِ بدعت کی وجہ سے وہ سب ناپسندیدہ اور امرِ زبوں کے مرتکب قرار پائے تو اِس سے زیادہ اُن کی اور کون سی بُرائی و دل آزاری کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی گنگوہی صاحب یہ بھی بھول گئے کہ ان کے اساتذہ بھی ان چار مصلوں کی رعایت کرتے رہے ہیں،

[1] تجلیات صفدر، ج3ص 435 مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[2] دفاع، ج1ص 199۔200، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"مسجد نبوی میں صبح کی نماز پہلے شافعی مذہب کے امام پڑھاتے، آپ اُن کی اقتداء نہ فرماتے بلکہ حنفی امام کا انتظار فرماتے اور اُن کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے، اسی کو ترجیح دیا کرتے۔ فرماتے کہ شافعیہ کی اقتداء میں نسبتِ ولایت کا ظہور ہوتا ہے اور حنفیہ کی اقتداء میں کمالاتِ نبوت کا ظہور، اسی کی بدولت آپ کا یہ معمول تھا، کبھی کبھی کسی ضرورت کی بنا پر شافعی امام کی اقتداء میں نماز ادا فرمالیا کرتے تھے"۔ [1]

یہ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی علیہ الرحمۃ کا معمول تھا۔ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی علیہ الرحمۃ کا شُمار گنگوہی صاحب کے اساتذہ میں ہوتا ہے، جیسا کہ خُود عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا ہے کہ:

"اس کے بعد مولانا حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ میں دونوں صاحبوں شاہ احمد سعید صاحب اور مفتی صاحب کا شاگرد ہوں"۔ [2]

چار مصلوں کے متعلق موصوف کا اعتراض

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"چار دفعہ ایک جماعت ہوتی ہے حنفی حنفی کے پیچھے، مالکی مالکی کے پیچھے، شافعی شافعی کے پیچھے، حنبلی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ درست نہیں ایک تو اس سے امت مسلمہ کی جو عظیم اجتماعیت کا مظاہرہ عالم اسلام کے اس مرکز میں ہوتا ہے اسے گزند پہنچتی ہے دنیا کے سامنے یہ تأثر جاتا ہے کہ یہ مسلمان تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز تک پڑھنے کے لیے تیار نہیں یہ تأثر ابھرتا ہے کہ گویا ہم ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہیں معاذ اللہ"۔ [3]

الجواب: (1) حنفیوں کا حنفی امام کی اقتداء میں، شافعیوں کا شافعی کی اقتداء میں،

---

[1] انوار خوجہ شاہ احمد سعید دہلوی، ص 108، خانقاہ سلطانیہ گلشن علم جہلم۔

[2] تذکرۃ الرشید، ج 1 ص 32، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

[3] دفاع، ج 1 ص 200، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

مالکیوں کا مالکی اور حنبلیوں کا حنبلی کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کو موصوف نے دُرست طریقہ قرار نہیں دیا، حالانکہ علّامہ مُلاّ علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

"وَلَوْ كَانَ لِكُلِّ مَذْهَبٍ إِمَامٌ كَمَا فِي زَمَانِنَا فَالْأَفْضَلُ الِاقْتِدَاءُ بِالْمُوَافِقِ سَوَاءٌ تَقَدَّمَ أَوْ تَأَخَّرَ، عَلَى مَا اسْتَحْسَنَهُ عَامَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَعَمِلَ بِهِ جُمْهُورُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَهْلِ الْحَرَمَيْنِ وَالْقُدْسِ وَمِصْرَ وَالشَّامِ. وَلَا عِبْرَةَ بِمَنْ شَذَّ مِنْهُمْ. اهـ.[1]

"اگر ہر مذہب کا امام الگ موجود ہے جیسا کہ ہمارے دَور میں ہے تو پھر اپنے موافق کی اقتداء افضل ہے، خواہ وہ پہلے ہو یا بعد، جیسا کہ اس کو عامہ مسلمین نے پسند کیا ہے۔ جمہور مؤمنین اہلِ حرمین، قدس، مصر اور اہلِ شام کا اسی پر عمل ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والے شاذ و نادر کا کوئی اعتبار نہیں"۔

یعنی حضرت علّامہ مُلاّ علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس عمل کو مستحسن اور افضل قرار دیا ہے مگر دیوبندی موصوف اپنے گُرو گنگوہی صاحب کی اقتداء میں اس طریقہ کو دُرست قرار نہیں دیتے۔

گنگوہی صاحب نے بدعت قرار دیا، موصوف نے اسے غلط قرار دیا، جبکہ علماءِ اعلام اس کو مستحسن و افضل سمجھتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ گنگوہی صاحب کا اس عملِ عامۃ المسلمین کو بدعت اور امرِ زبوں قرار دینا مذاہبِ اربعہ کے مقلدین علماء و عوام سے بغض و عناد کی وجہ سے تھا۔

نمبر (2) مسلمانوں کا فروعی مسائل میں اختلاف موجبِ رحمت ہے "اختلاف امتی رحمۃ" میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی بنا پر اگر حنفی، حنفی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے منتظر رہتے ہیں اور دیگر ائمہ کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرتے تو وہ بھی اسی امر پر مبنی ہے چونکہ مبنی اس کا حدیث شریف ہے اس لئے عظیم اجتماعیت کو گزند پہنچنے کا کوئی

---

[1] رسالۃ الاھتداء، وانظر: ردالمحتار علی الدر المختار، ج1 ص564، دار الفکر۔

خطرہ نہیں۔

اگر موصوف کی بات دُرست تسلیم کر لی جائے تو پھر مسالکِ اربعہ کی فقہی کتب پر اعتراض ہو گا کہ اُن کی وجہ سے عالمِ اسلام کی اجتماعیت کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے اور لوگ مسالکِ اربعہ میں منقسم ہو چکے ہیں، لہٰذا مسالکِ اربعہ کو ہی غلط قرار دے دیا جائے (معاذ اللہ) وہ لوگ جنہوں نے "تقویۃ الایمان" ، اور "تحذیر الناس" جیسی شرانگیز کتابیں لکھ کر وحدت ملی کو پارہ پارہ کر دیا اُن کے چیلے چانٹوں کے منہ سے ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں، لہٰذا یہ گل بکاؤلی جیسی داستانیں کسی اور کو سنائیں، ہم دیوبندیت کی جنم کنڈلی سے خُوب آگاہی حاصل کر چکے ہیں۔

علاوہ ازیں ان مصلوں کے ذریعے کوئی غلط پیغام نہیں جائے گا، جیسا کہ موصوف نے لوگوں کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہے، کیونکہ اگر یہ پیغام پہنچ رہا ہوتا تو چھ سو سال تک کے اس عمل کے خلاف غیر مسلم اپنی نفرت کا اظہار کر چکے ہوتے مگر اس عمل پر بدعت و ناپسندیدہ اور امر زبُوں ہونے کا اعتراض یا گنگوہی صاحب کی جانب سے آیا یا غیر مقلدین نے یہ اعتراض کیا(کیوں کہ ان کا مصلّی موجود نہ تھا اور یہی دُکھ غیر مقلدین کے ساتھ اُصولی اتحاد کا دعویٰ کرنے والے گنگوہی صاحب کو لاحق تھا کہ وہاں اس وقت وہابیوں کا مصلّی نہ تھا)

علّامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ (م794ھ) کا ارشاد

علّامہ محمد بن عبد اللہ الزرکشی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"تكرير الجماعة فى المسجد الواحد خلف إمامين فأكثر كما هو الآن بمكة، وبجامع دمشق ، لم يكن فى الصدر الأول، والسبب فى حدوثها بالمسجد الحرام أنه كان الإمام فى ذلك الوقت مبتدعا. ولم يكن الأمراء بمكة فى ذلك الوقت يحملون الناس على مذاهب أنفسهم فعندنا امتنع الناس من إقامة الجماعة مع إمامهم الذى أقاموه فسحوا للناس فى اتخاذ الأئمة

لأنفسهم، واستمر الأمر عليه وكذا جرى مثله في بيت المقدس، وجامع مصر قديما، وأما المسجد الحرام وجامع دمشق فللاختلاف بين مذاهب الأئمة. وقد اختلف أصحابنا في جواز صلاة الشافعي خلف الحنفي أو المالكي التارك للبسملة ونحوه، والأصح فيه اعتبار نية المأموم. فإن كانت مما يصح عنده صح اقتداؤه، به وإلا فلا. وإذا صحت فقيل الانفراد أفضل لاحتمال بطلانها بترك الواجب." [1]

"یعنی دو یا دو سے زائد ائمہ کے پیچھے ایک مسجد میں جماعت کا تکرار کرنا، جیسا کہ آج کل مکہ مکرمہ اور جامع مسجد دمشق میں معمول ہے، صدرِ اوّل میں نہ تھا، اس کے پیدا ہونے کا باعث یہ ہوا کہ اس وقت ایک بدعتی امام تھا اور اُمراءِ مکہ لوگوں کو اپنے مذاہب کے مطابق عمل کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، پس لوگ ان کے مقرر کردہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے رُک گئے، پس ان کو اپنے لئے امام مقرر کرنے کی سہولت فراہم کی گئی، یہ معاملہ ابھی تک برقرار ہے۔ اور اسی طرح بیت المقدس اور مصر میں بھی صورتحال رہی۔ بہر حال مسجدِ حرام اور جامع دمشق میں مذاہبِ اربعہ میں اختلاف کی وجہ سے یہ صورتحال ہے۔

ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہے کہ شافعی حنفی یا مالکی تارکِ بسم اللہ کی اقتداء کرے تو اُس کی نماز جائز ہوگی۔ اصح یہ ہے کہ اس میں ماموم کی نیت کا اعتبار ہے۔ پس اس کے نزدیک نماز صحیح ہے تو اقتداء میں نماز صحیح قرار پائے گی ورنہ نہیں۔ اگر اس کے نزدیک صحیح بھی ہو تو بھی کہا گیا ہے کہ انفرادی طور پر پڑھنا افضل ہے کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ ترکِ واجب کی وجہ سے نماز باطل ہو گئی ہو"۔

یعنی علّامہ زرکشی علیہ الرحمۃ کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ مذاہبِ اربعہ کے مصلوں کی

[1] إعلام المساجد بأحكام المساجد، ص 366، الطبعة الرابعة، القاهرة ۱۹۹۶ء۔

ابتداء بدعتی امام کی وجہ سے ہوئی۔ جب لوگوں نے بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا تو مجبوراً انہیں اپنے لئے امام منتخب کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس سے ان لوگوں کے اعتراض کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے جو وہابی اماموں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے پر کرتے رہتے ہیں۔

پس اس وقت بھی اہلِ سنّت و جماعت نے بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے اجتناب کیا تھا جس کی وجہ سے مسالکِ اربعہ کے چار مصلے قیامِ عمل میں آئے تھے۔ اب اگر لوگوں پر جب بعض نجدی ائمہ کی بدعقیدگی منکشف ہو جاتی ہے اور وہ اس بنیاد پر ان کی اقتداء نہیں کرتے تو ان پر بھی اعتراض قائم کرنا درست نہیں ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا عظیم الشان فتویٰ جس میں گنگوہی کی مذکورہ عبارت کی دھجیاں اُڑا دی گئی ہیں

دیوبندی موصوف نے اپنی اسی "دفاع" کے صفحہ ۲۰۰ پر تکرارِ جماعت اور اُس کے متعلق علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ بھی" فتاویٰ شامی" اور" منحۃ الخالق" (موصوف کی کتاب میں مذکورہ کتاب کا نام"منحۃ الخلق" لکھا ہوا ہے) سے نقل کیا ہے۔

یہاں ہم سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ایک عظیم الشان فتویٰ نقل کرتے ہیں جس میں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے گنگوہی کی مذکورہ عبارت کے جملہ اعتراضات کی دھجیاں اُڑا دی ہیں۔ اس فتوے کے مطالعے کے بعد جملہ شکوک وشبہات رفع ہو جائیں گے، اور دیوبندی موصوف نے علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل کرنے میں جن جہالتوں کا ارتکاب کیا ہے وہ بھی عوام الناس کے سامنے آجائیں گی۔ اگرچہ وہ فتویٰ طویل ہے مگر اس کی طوالت خالی از فائدہ نہیں، فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ، ونصلّی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المبجل المکرم المکین جعلہ اللہ تعالیٰ ممن شید بھم رکن الدین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہمارے امام ہمام، سراج الامہ، امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجدِ محلہ جس کے لئے اہلِ معین ہوں، جب اُس میں اہلِ محلہ باعلانِ اذان وامام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعتِ صحیحہ مسنونہ بلا کراہت ادا کر چکے ہوں، تو غیرِ اہلِ محلہ یا باقی ماندگان اہلِ محلہ کو اذانِ جدید کے ساتھ اس میں اعادۂ جماعت مکروہ وممنوع وبدعت ہے۔

"مجمع البحرین" و"بحر الرائق" میں ہے:

"لَا نُكَرِّرُهَا فِي مَسْجِدِ مَحَلَّةٍ بِأَذَانٍ ثَانٍ"۔ [1]

محلہ کی مسجد میں دُوسری اذان کے ساتھ تکرارِ جماعت جائز نہیں۔ (ت)

"شرح المجمع "للمصنف و"فتاوی علمگیریہ"میں ہے:

"اَلْمَسْجِدُ إِذَا كَانَ لَهُ إِمَامٌ مَعْلُومٌ وَجَمَاعَةٌ مَعْلُومَةٌ فِي مَحِلِّهِ فَصَلَّى أَهْلُهُ فِيهِ بِالْجَمَاعَةِ لَا يُبَاحُ تَكْرَارُهَا فِيهِ بِأَذَانٍ ثَانٍ"۔ [2]

"جب مسجد کا امام اور جماعت محلہ میں متعیّن ہو اور اہلِ محلہ نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلی تو دُوسری اذان کے ساتھ اس میں تکرارِ جماعت مباح نہ ہوگی"۔ (ت)

اسی طرح "فتاوٰی بزازیہ"، و"شرح کبیر منیہ"، و"غرر"، و"دُرر" [3]،

---

[1] مجمع البحرین وملتقی النیرین فی الفقہ الحنفی، فصل فی الامامۃ، ص 130، دار الکتب العلمیۃ بیروت، وبحر الرائق شرح کنز الدقائق، باب الامامۃ، ج1ص 345۔346 ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

[2] شرح مجمع البحرین للمصنف، ج1ص 36، HathiTrust.org(B.I383)، والفتاوی الھندیۃ، الفصل الأول فی الجماعۃ، ج1ص 83، نورانی کتب خانہ پشاور۔

[3] انظر: درر الحکام شرح غرر الأحکام، ج1ص 85، دار احیاء الکتب العربیۃ۔

و"خزائن الاسرار" [1]، و"درمختار" [2]، و"ذخیرۃ العقبیٰ" وغیرہا میں ہے اور اس کا حاصل حقیقۃ کراہت اعادۂ اذان ہے،

" فان الحکم المنصب علی مقید انما ینسحب علی القید کما قد عرف فی محله ولهذا"۔

" وہ حکم جو کسی مقید پر ہو وہ قید پر وارد ہوتا ہے، جیسا کہ یہ ضابطہ اپنے مقام ومحل پر معروف ہے"۔ (ت)

امام محقق ابنِ امیر الحاج حلبی ارشد تلامذہ ابن الہمام نے "حلیہ" میں اسی مذہب مہذب کو اس عبارت سے ادا فرمایا:

" المسجد اذا کان له اهل معلوم فصلوا فیه اوبعضهم بأذان واقامة کره لغیر اهله والباقین من اهله اعادة الاذان والاقامة"۔ [3]

" جب مسجد کے اہل معلوم ہوں اور ان تمام یا بعض نے اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کرلی، تو اب غیرِ اہل اور بقیہ لوگوں کے لئے اذان واقامت کا اعادہ جائز نہیں"۔ (ت)

ولہذا کتبِ مذہب طافحہ ہیں کہ بے اعادہ اذان مسجدِ محلہ میں جماعتِ ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اس کے جواز واباحت پر ہمارے جمیع ائمہ کا اجماع ہے،

---

[1] انظر: الدر المختار ومعه حاشیة ابن عابدین، باب الامامة، ج1 ص552، دار الفکر

[2] الدر المختار ومعه حاشیة ابن عابدین، باب الامامة، ج1 ص552، دار الفکر بیروت۔

اور "شرح مختصر الطحاوی للجصاص، ج8 ص519" میں ہے:

"وجه الکراهة فیما ذکر: اتفاق الفقهاء علی ترک إعادة الأذان والإقامة، فوجب أن تکون الجماعة مثله، لأن الجماعات لا تصلی بغیر أذان، ولا إقامة.

[3] غنیة المستملی

"عباب" و"ملتقط" و"منبع [1]" و"شرح درالبحار" و "شرح مجمع البحرین" للمصنف [2] و" شرح المجمع ابن ملک [3]" و" رسالہ علامہ رحمت اللہ تلمیذ امام ابن الہمام" [4] و" ذخیرۃ العقبیٰ" و" خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار" و" حاشیۃ البحر" [5] للعلامۃ خیر الدین رملی و" فتاوی ہندیہ" [6] وغیر ہا کتب معتمدہ میں اس پر اتفاق واجماع نقل فرمایا۔ "خزائن" میں ہے:

"لَوْ كَرَّرَ أَهْلُهُ بِدُونِهِمَا أَوْ كَانَ مَسْجِدَ طَرِيقٍ جَازَ إِجْمَاعًا"۔ [7]

" اگر اذان واقامت کے بغیر اہلِ محلہ تکرارِ جماعت کریں یا وہ مسجد راستہ کی ہو تو یہ تکرار جماعت بالاجماع جائز ہے"۔ (ت)

"عالمگیریہ" و"شرح المجمع" للمصنف میں ہے:

"أَمَّا إِذَا صَلَّوْا بِغَيْرِ أَذَانٍ يُبَاحُ إِجْمَاعًا"۔ [8]

---

[1] انظر: ردالمحتار علی الدر المختار، باب الامامة، ج1 ص553، دار الفکر بیروت۔

[2] شرح مجمع البحرین للمصنف، ج1 ص36، (HathiTrust.org(B.I383۔

[3] انظر: شرح مجمع البحرین لابن الملک، ج1 ص 39، British Museum، No:117، London، HathiTrust.org۔

[4] انظر: ردالمحتار علی الدر المختار، باب الامامة، ج1 ص553، دار الفکر بیروت۔

[5] انظر: ردالمحتار علی الدر المختار، باب الامامة، ج1 ص553، دار الفکر بیروت۔

[6] الفتاوی الهندیة، الفصل الأول فی الجماعة، ج1 ص83، نورانی کتب خانہ پشاور۔

[7] انظر: ردالمحتار، بحوالہ خزائن الاسرار، باب الامامة، ج1 ص408، مصطفی البابی، مصر۔

[8] الفتاوی الهندیة، الفصل الأول فی الجماعة، ج1 ص83، نورانی کتب خانہ پشاور۔

انظر: شرح مجمع البحرین لابن الملک، ج1 ص39، British Museum

"ہاں! اگرانہوں نے نماز بغیر اذان کے ادا کی تو یہ بالا جماع جائز ہے"۔(ت)

"ردالمحتار" میں "منبع" سے ہے: "التَّقْيِيدُ بِالْمَسْجِدِ الْمُخْتَصِّ بِالْمَحَلَّةِ احْتِرَازٌ مِنَ الشَّارِعِ. وَبِالْأَذَانِ الثَّانِي احْتِرَازًا عَمَّا إِذَا صَلَّى فِي مَسْجِدِ الْمَحَلَّةِ جَمَاعَةٌ بِغَيْرِ أَذَانٍ حَيْثُ يُبَاحُ إِجْمَاعًا. اهـ." [1]

"مسجد کو محلہ کے ساتھ مختص کرنے سے مسجد شارع اس سے خارج ہوگئی، اور اذانِ ثانی کی قید سے وہ صورت خارج ہوجاتی ہے، جب اہلِ محلہ نے اذانِ ثانی کے بغیر جماعت کروائی ہو، کیونکہ اس صورت میں تکرارِ جماعت بالا جماع مباح ہے"۔(ت)

حاشیۃ علامہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

"اما اذا کررت بغیر اذان فلا کراھۃ مطلقا وعلیہ المسلمون"۔ [2]

"جب بغیر اذان کے تکرارِ جماعت ہو تو اب بہرحال کراہت نہیں، اور تمام مسلمان اسی پر ہیں"۔(ت)

یہ عبارت تو نہ صرف ہمارے ائمہ کا اتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے، اور خُود لفظ اجماع ائمہ کتب میں واقع اسی طرف ناظر، تو کیونکر ممکن کہ "ظاہر الروایۃ" اس کے خلاف ہو، "ظہیریہ" میں کہ تنہا پڑھنا لکھ کر اسے "ظاہر الروایۃ" بتایا۔

اقول: واجب کہ اس سے مُراد نفی وجوبِ جماعت ہو، نہ وجوب نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف پڑے، اور یہ ضرور حق ہے، اِس کا حاصل اِس قدر کہ جس طرح جماعت اولیٰ چھوڑ کر تنہا پڑھنا ناجائز و گناہ تھا، یہاں ایسا نہیں، یہ الگ الگ پڑھ لیں، وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل ونقل کے قاعدہ متفق علیہا سے واجب ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف رد کریں، نہ کہ محکم کو محتمل سے رد کریں، تو عبارت "ظہیریہ" سے ردنقول متظافرہ اجماع ناممکن ہے، بلکہ اگر وہ

[1] ردالمحتار علی الدر المختار، باب الامامۃ، ج1 ص553، دار الفکر بیروت۔

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، باب الامامۃ، ج1 ص240، دار المعرفۃ، بیروت

دُوسرے معنی صحیح نہ رکھتی، نہ اصلاً محتمل بلکہ خلافِ اجماع میں نص مفسر ہوتی توحسبِ قاعدہ قاطعیہ نقولِ عامہ کے خلاف خُود ہی بوجہ غرابت نامقبول ٹھہرتی نہ کہ بالعکس، ردالمحتار باب سجود التلاوۃ میں ہے:

"ھٰذَا عَزَاہُ فِی الْبَحْرِ اِلَی الْمُضْمَرَاتِ وَقَالَ اِنَّ الثَّانِیَ غَرِیْبٌ اھ. وَجْہُ غَرَابَتِہٖ أَنَّہٗ اِنْفَرَدَ بِذِکْرِہٖ صَاحِبُ الظَّھِیْرِیَّۃِ وَلِذَا عَزَاہُ مَنْ بَعْدَہٗ اِلَیْھَا فَقَطْ".[1]

"اس کی نسبت "بحر" میں "المضمرات" کی طرف کی ہے، اور کہا دُوسرا نادر ہے اھ، نادر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صرف صاحبِ ظہیریہ ہی نے ذکر کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد والوں نے اس کی نسبت صرف ان کی طرف ہی کی ہے اھ"۔ (ت)

اسی کے باب المیاہ مسئلہ اعتبار عمق میں ہے:

"(قَوْلُہٗ: فِی الْاَصَحِّ) ذَکَرَہٗ فِی الْمُجْتَبٰی والتمرتاشی وَالْاِیْضَاحِ وَالْمُبْتَغٰی. وَعَزَاہُ فِی الْقُنْیَۃِ اِلٰی شَرْحِ صَدْرِ الْقُضَاۃِ وَجَمْعِ التَّفَارِیْقِ. وَھُوَ مُتَوَغِّلٌ فِی الْاِغْرَابِ. مُخَالِفٌ لِمَا أَطْلَقَہٗ جُمْھُوْرُ الْاَصْحَابِ کَمَا فِیْ شَرْحِ الْوَھْبَانِیَّۃِ".[2]

"قولہ فی الاصح اسے مجتبی، تمرتاشی، ایضاح اور مبتغی نے ذکر کیا، قنیہ میں اس کی نسبت شرح صدر القضاۃ اور جمع التفاریق کی طرف کی ہے، شرح الوہبانیہ کے مطابق جمہور کے اطلاق کی مخالفت کی وجہ سے یہ اغراب میں ڈوبا ہوا ہے"۔ (ت)

پھر جبکہ بحالِ اعادہ اذان اصل مذہب وظاہر الروایۃ کراہتِ تحریم تھی، لما فی ردالمحتار قولہ:

"(وَیُکْرَہُ) أَیْ تَحْرِیْمًا لِقَوْلِ الْکَافِیْ لَا یَجُوْزُ وَالْمَجْمَعُ لَا یُبَاحُ".[3]

"ردالمحتار" میں (وقولہ ویکرہ) یعنی تحریمی مُراد ہے، کیونکہ صاحبِ کافی نے کہا یہ جائز نہیں،

---

[1] ردالمحتار، باب سجود التلاوۃ، ج1 ص 527، مصطفی البابی، مصر۔ و2ص 107۔

[2] ردالمحتار علی الدر المختار، باب المیاہ، ج1 ص 197، دار الفکر، بیروت۔

[3] ردالمحتار علی الدر المختار، باب الامامۃ، ج1 ص 552، دار الفکر بیروت۔

اور "مجمع" میں ہے، یہ مباح نہیں"۔(ت)

اور بے اذانِ ثانی جواز وعدمِ کراہت پر اجماع، تو اب اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز واباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہتِ تنزیہ سے بھی جامع، امام ابُو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے:

"فان المکروہ تنزیھا من قسم المباح کما فی ردالمحتار وحققناہ فی جمل مجلیۃ"۔

"کیونکہ مکروہِ تنزیہی قسمِ مباح ہی ہے، جیسا کہ "ردالمحتار" میں ہے، اور ہم نے اس کی تحقیق "جمل مجلیہ" میں کی ہے (ت)

اس باب میں امام ابُو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے، اور اس سے ہٹ کر اصلاً کراہت نہیں، ائمہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی "ولوالجیہ" و "وجیز کردری" و "تاتارخانیہ" و "غنیّہ" [1] وغیرہا میں اسی کو "ھو الصحیح وبہ ناخذ" (صحیح یہی ہے اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ت) فرمایا۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس تقریرِ منیر وتوفیق وتحقیق سے واضح ہوا کہ نہ یہ تصحیحیں ظاہر الروایہ کے خلاف ہیں، نہ ظاہر الروایہ کی حکایت اجماع کے خلاف، اور مسئلے میں قول منقح یہ نکلا کہ مسجدِ محلہ میں بشرائطِ مذکورہ (جن کے محترزات کی تفصیلِ جمیل فتاویٰ فقیر میں مذکور ہے) باعادہ اذان جماعتِ ثانیہ ناجائز ومکروہ تحریمی ہے۔ یہی ظاہر الروایہ ومذہب امام ہے، اور بے اذان ثانی بِلا شبہہ جائز، اس پر خُود اتفاق واجماع ائمہ ہے، مگر محراب میں بکراہت اور

---

[1] انظر: رد المحتار علی الدر المختار، باب الامامۃ، ج1 ص553، دار الفکر، بیروت، وکبیری معروف بہ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، بیان تکرار الجماعۃ ص664، در مطبع ھوپ واقع لاھور، والفتاوی التاتار خانیۃ، ج1 ص528، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ بحیدر آباد دکن الھند۔

اس سے ہٹ کر خالص مباح بِلا کراہت، یہی صحیح وماخوذ ومعتمد ہے، اب شبہہ اصل سے منقطع ہوگیا اور بالفرض اگر براہِ تنزّل مان بھی لیں کہ ائمہ نے خلاف ظاہر الروایہ کی تصحیحیں فرمائیں تو ہم پر لازم کہ انہیں کا اتباع کریں، ظاہر الروایہ کی ترجیح اس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصحیح تصریح نہ ہوچکی ہو، ورنہ ترجیح ضمنی تصریح تصحیح کے معارض نہ ہوسکے گی اور اسی تصحیح تصریح کا اتباع ہوگا۔

"درمختار" میں ہے:

"أَمَّا نَحْنُ فَعَلَيْنَا اتِّبَاعُ مَا رَجَّحُوْهُ وَمَا صَحَّحُوْهُ كَمَا لَوْ أَفْتَوْا فِيْ حَيَاتِهِمْ". [1]

"ہمارے لئے اس قول کی اتباع وپیروی لازم ہے جسے فقہانے ترجیح دی اور تصحیح کی، جیسے اس صورت میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانے میں زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے"۔(ت)

"ردالمحتار" میں ہے:

"تَرْجِيْحٌ ضِمْنِيٌّ لِكُلِّ مَا كَانَ ظَاهِرَ الرِّوَايَةِ. فَلَا يَعْدِلُ عَنْهُ بِلَا تَرْجِيْحٍ صَرِيْحٍ لِمُقَابِلِهِ". [2]

"ہر ظاہر روایت کو ترجیح ضمنی حاصل ہوتی ہے، پھر جب تک اُس کے مقابل صریح ترجیح نہ ہو اُس سے عدول نہیں کیا جاسکتا"۔(ت)

"درمختار" میں ہے:

"إِذَا ذُيِّلَتْ رِوَايَةٌ بِالصَّحِيْحِ أَوِ الْمَأْخُوْذِ بِهِ لَمْ يُفْتِ بِمُخَالِفِهِ، مختصرا". [3]

"جب روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ لکھا ہوا ہو تو اُس کے مخالف فتویٰ نہیں دیا جاسکتا اھ

---

[1] الدر المختار، خطبۃ الکتاب، ج1 ص15، مطبوعہ مجتبائی دھلی۔

[2] ردالمختار علی الدر المختار، خطبۃ الکتاب، ج1 ص78، دار الفکر، بیروت۔

[3] الدر المختار معہ الردالمختار، ج1 ص73۔74، دار الفکر بیروت۔

مختصراً"۔(ت)

"ردالمحتار" میں ہے:

"إذَا كَانَ التَّصْحِيحُ بِصِيغَةٍ تَقْتَضِي قَصْرَ الصِّحَّةِ عَلَى تِلْكَ الرِّوَايَةِ فَقَطْ كَالصَّحِيحِ وَالْمَأْخُوذِ بِهِ وَنَحْوِهِمَا مِمَّا يُفِيدُ ضَعْفَ الرِّوَايَةِ الْمُخَالِفَةِ لَمْ يَجُزْ الْإِفْتَاءُ بِمُخَالِفِهَا. لِمَا سَيَأْتِي أَنَّ الْفُتْيَا بِالْمَرْجُوحِ جَهْلٌ"۔ [1]

"جب تصحیح ایسے صیغے کے ساتھ ہو جو صرف اسی روایت کی صحت کا تقاضا کر رہا ہو مثلاً لفظ صحیح یا ماخوذ بہ وغیرہما جو مخالف روایت کے ضعف پر دال ہو تو اب اُس کے مخالف پر فتویٰ دینا جائز نہ ہوگا، جیسا کہ عنقریب آرہا ہے کہ مرجوح پر فتویٰ جہالت ہوتی ہے"۔(ت) اسی میں ہے:

"لَوْ ذُكِرَتْ مَسْأَلَةُ الْمُتُونِ وَلَمْ يُصَرِّحُوا بِتَصْحِيحِهَا بَلْ صَرَّحُوا بِتَصْحِيحِ مُقَابِلِهَا فَقَدْ أَفَادَ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ تَرْجِيحَ الثَّانِي؛ لِأَنَّهُ تَصْحِيحٌ صَرِيحٌ. وَمَا فِي الْمُتُونِ تَصْحِيحٌ الْتِزَامِيٌّ. وَالتَّصْحِيحُ الصَّرِيحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّصْحِيحِ الِالْتِزَامِيِّ: أَيْ الْتِزَامُ الْمُتُونِ ذِكْرُ مَا هُوَ الصَّحِيحُ فِي الْمَذْهَبِ"۔ [2]

"اگر کسی مسئلہ کا ذکر متون میں ہوا اور اُس کی تصحیح کی تصریح فقہا نے نہ کی ہو، بلکہ اُس کے مقابل کی تصحیح کی ہو، تو ایسی صورت میں علّامہ قاسم کے نزدیک دُوسرے کو ترجیح ہوگی کیونکہ تصحیح پر تصریح ہے، اور متون میں تصحیح التزامی ہوا اور تصحیح صریح تصحیح التزامی پر مقدم ہوتی ہے یہاں تصحیح التزامی سے مُراد یہ ہے کہ متون نے یہ التزام کیا ہوتا ہے کہ ہم وہی ذکر کریں گے جو مذہب میں صحیح قول ہوگا"۔(ت)

---

[1] ردالمختار، خطبۃ الکتاب، ج1 ص 54۔55، مصطفی البابی، مصر۔

[2] ردالمختار، خطبۃ الکتاب، ج1 ص 153، مصطفی البابی، مصر۔

اب رہیں بعض تعلیلات، اوّل تو بعد تصحیح ائمہ ترجیح ہمیں نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں، نہ وہ ہمارا منصب، پھر بعونہٖ تعالیٰ اس کا حال ملاحظہ تعلیقات سے واضح ہوگا جو فقیر نے کتاب مستطاب "ردالمحتار" پر لکھیں اسعافا للمرام اس مقام سے اس کی نقل مسطور،

"قوله: وَلَنَا أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ خَرَجَ لِيُصْلِحَ بَيْنَ قَوْمٍ فَعَادَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَقَدْ صَلَّى أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَرَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهٖ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَصَلَّى. وَلَوْ جَازَ ذٰلِكَ لَمَا اخْتَارَ الصَّلَاةَ فِي بَيْتِهٖ عَلَى الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ".[1]

" قولہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض لوگوں کے درمیان صلح کے لئے تشریف لے گئے، جب آپ مسجد میں واپس آئے تو اہلِ مسجد نے نماز ادا کرلی تھی تو آپ گھر تشریف لائے آپ نے اپنے اہل کو جمع کیا، اور نماز ادا کی اگر تکرارِ جماعت جائز ہوتا تو آپ مسجد میں جماعت پر گھر کی جماعت کو اختیار نہ فرماتے"۔ (ت)

اقول اولاً: لایتعین هذا سببا لذلك فان فی اعادته صلی الله تعالٰی علیه وسلم الجماعة فی المسجد كان ایهام انه لم یرض بجماعة القوم فلعله اراد دفع ذلك الوهم وتاكید تقریرهم علی مافعلوا۔

اقول (میں کہتا ہوں) (۱) تکرارِ جماعت کے ناجائز ہونے کے لئے اس کو سبب قرار دینا متعین نہیں بلکہ اس کی وجہ اور بھی ہوسکتی ہے کہ آپ مسجد میں جماعت کا اعادہ فرماتے تو یہ وہم ہوتا کہ آپ نے لوگوں کی جماعت کو پسند نہیں کیا، تو ممکن ہے آپ نے اس وہم کے ازالے اور لوگوں کی جماعت کو صحیح قرار دینے کے لئے ایسا کیا ہو۔

وثانیاً: لعل الباقی من اهله صلی الله تعالٰی علیه وسلم للجماعة النساء الطاهرات وحدهن فاحب الجماعة ولم یحب ان یخرجهن وحدهن للجماعة

[1] ردالمختار، باب الامامة، ج1 ص 409، مصطفی البابی، مصر۔

للمسجد وعسی ان یراہ الناس ممن قد صلوا فیحبوا اعادۃ الصلوۃ خلفه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اویجیئ بعض من لم یصل بعد فیقفوا خلفهن فتفسد صلاتهم۔

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی صرف ازواجِ مطہرات ہی جماعت سے باقی رہ گئی ہوں آپ نے گھر میں ہی جماعت کو پسند فرمایا اور مسجد میں صرف ان کی جماعت کے لئے ان کو نکالنا پسند نہ فرمایا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ نماز ادا کر لینے والے آپ کو دیکھ کر آپ کے پیچھے نماز کا اعادہ پسند کریں یا بعض لوگ پہلی جماعت میں شرکت نہ کر سکے تھے اب آئے تو ان خواتین کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو اس صورت میں ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وثالث: من فاتته الجماعة وحده فهو مخیر فی الانفراد واتباع الجماعات وان یاتی اهله فیجمع بهم کما نص علیه فی الخانیة والبزازیة وغیرهما وقد نصوا کما فی ردالمحتار وغیرہ ان الاصح انه لوجمع باهله لایکرہ وینال فضیلة الجماعة لکن جماعة المسجد افضل اھ [1] وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ربما یترك الافضل لبیان الجواز وکان حینئذ هوالافضل فی حقه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لما فیه من التبلیغ المبعوث له من عند ربه عزوجل فکیف یسلم قوله: "ولوجاز ذلك لما اختار"۔

(۳) جب تنہا آدمی جماعت سے رہ جائے تو اب اسے اختیار ہے کہ وہ تنہا نماز ادا کرے یا جماعت کے ساتھ کہ وہ گھر چلا جائے اور اپنے اہل کو اکٹھا کر کے نماز پڑھے، اس پر "خانیہ"، "بزازیہ" وغیرہا میں تصریح ہے، "ردالمحتار" وغیرہ میں یہ تصریح ہے اگر اس نے اپنے اہل کو جمع کر کے نماز ادا کی تو کراہت نہیں بلکہ جماعت کا ثواب پائے گا، البتہ مسجد کی

---

[1] الردالمحتار علی الدر المختار، باب الأذان، ج1 ص396، دار الفکر بیروت۔

جماعت افضل ہے اھ، اور بعض اوقات سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان جواز کے لئے افضل کو ترک فرما دیتے تھے، اور اس صورت میں آپ کے حق میں وہ بیانِ جواز ہی افضل ہوگا کیونکہ اس میں احکامِ خداوندی کی تبلیغ (جس کے لئے اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں) ہے ان کا یہ قول "ولو جاز ذلك لما اختار "[1] کیسے دُرست ہوگا۔

وفیه رابعاً: مایفیده العلامة المحشی ان قد انعقد الاجماع بلا نزاع علی جواز اعادة الجماعة فی المسجد العام بل صرحوا قاطبة انه الافضل ومعلوم قطعا ان مسجده صلی الله تعالی علیه وسلم لیس مسجد محلة فلوتم هذا الاستدلال لصادم الاجماع واتی بتحریم مالیس فی حله بل ولافضله محل نزاع۔

(۴) جو علّامہ محشی نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع کے انعقاد میں کوئی نزاع نہیں کہ مسجد عام میں اعادۂ جماعت جائز ہے، بلکہ واضح تصریح کی ہے کہ یہ افضل عمل ہے، اور یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد مبارکہ مسجدِ محلہ نہیں، اگر معترض کا یہ استدلال دُرست ہو تو یہ اجماع سے ٹکرائے گا، اور ایسی چیز کو حرام قرار دینا ہوگا جس کے حلال بلکہ اس کے افضل ہونے میں کوئی محلِ نزاع نہیں"۔

اقول ومثله فی الضعیف بل اضعف ماقدم فی الاذان من الاستدلال بماروی عن انس رضی الله تعالی عنه ان اصحاب رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی[2] فانه لیس فیه ان الجماعة کانت تفوت جماعة منهم معافکانوا یصلون فی

---

[1] الرد المحتار علی الدر المختار، باب الامامة، ج1 ص553، دار الفکر بیروت۔

[2] هکذا فی البدائع الصنائع، ج1 ص153، وفی الرد المختار، ج1 ص395، قلت: لم أقف هذا عن أنس بن مالک رضی اللہ عنه فی الکتب الحدیث۔

المسجد فرادی مجتمعین وحاشا اللہ متی عهد هذا من الصحابة رضی اللہ تعالٰی منهم وانما کانت تفوت نادرا واحدا بعد واحد منهم ولادلالة بصیغ الجمع علی القرآن فی الفعل .فان معناه انهم کانوا کل من فاتته الجماعة صلی فی المسجد منفرداًولم یکونوا یتتبعون المساجد نفیاللحرج فکان کقول انس أیضا صلیت خلف النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم و ابی بکر وعمر وعثمان فکانوا یستفتحون القرأة بالحمد للہ رب الغلمین رواہ احمد ومسلم "

اقول (میں کہتا ہوں) اس کی طرح ضعیف بلکہ اضعف ہے وہ استدلال جوازان کی بحث میں اس حدیث کے حوالے سے گزرا، جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں جماعت فوت ہوجاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کرتے تھے کیونکہ اس میں یہ ہرگز نہیں کہ اگر صحابہ کے ایک گروہ کی معاً جماعت فوت ہوجاتی تو وہ سب مسجد میں اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے۔

حاشا اللہ ایسی بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں، البتہ نادراً کسی ایک صحابی کی کسی ایک وقت کی جماعت رہ جاتی تھی گروہ کی نہیں، اور جمع کے صیغہ کی قران فی الفعل پر کوئی دلالت نہیں کہ ایک سے زیادہ افراد مسجد میں اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کی جماعت فوت ہوجاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کرلیتا، اور نفی حرج کی وجہ سے دیگر مساجد کی طرف نہ جاتے تھے، یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی طرح بھی ہے جس میں ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے، تو وہ الحمد للہ رب العالمین

سے قرأت کی ابتداء کرتے تھے، اسے احمد [۱] اور مسلم [۲] نے روایت کیا ہے۔

" هل لقائل ان يقول ان فی نفس الحديث دليلا علی هذا المعنی وذلك انا لانسلم ان المراد بالجماعة الجماعة الاولی عينا بل نجريها هی علی ارسالها والجماعة لاتفوت الجماعة الا ان يمنعوا عن تكرارها. فيتوقف الاستدلال به علی اثبات ممانعة التكرارفيعود مصادرة علی المطلوب وقد ذكر البخاری فی صحيحه [۳] عن انس نفسه رضی الله تعالی عنه انه جاء الی مسجد قد صلی فاذن واقام وصلی جماعة. اھ فلم تفته الجماعة اذلم يكن وحده. و صح ان رجلا دخل المسجد وقد صلی رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم باصحابه فقال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم من يتصدق علی هذا فيصلی معه فقام رجل من القوم فصلی معه [۴] رواه احمد ، وابوداؤد

---

[۱] أخرجه أحمد فی مسنده، ج3 ص 223، دار الفكر بيروت۔

[۲] أخرجه مسلم فی الصحيح، بَابُ حُجَّةِ مَنْ قَالَ لَا يُجْهَرُ بِالْبَسْمَلَةِ، رقم الحديث (399)

[۳] انظر: صحيح البخاری، بَابُ فَضْلِ صَلاَةِ الجَمَاعَةِ، ج1 ص 131، دار طوق النجاة۔

[۴] أخرجه أحمد فی مسنده، ج18 ص 7 (11408)، وأبو داود فی السنن، بَابٌ فِي الْجَمْعِ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّتَيْنِ، (574)، والترمذی فی السنن، بَابُ مَا جَاءَ فِي الجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيهِ مَرَّةً (220)، وابن أبی شيبة فی المصنف، ج2 ص 112 (7079)، والدارمی فی السنن، ج2 ص 863 (1408)، وأبو يعلی فی مسنده، ج2 ص 321 (1057)، وابن خزيمة فی الصحيح، ج3 ص 63 (1632)، وابن حبان فی الصحيح، ج6 ص 157۔158 (2397۔2399)، والحاكم فی المستدرک، ج1 ص 328 (758)، والآخرون

وقال الترمذی: وَحَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، سُلَيْمَانُ الْأَسْوَدُ هَذَا هُوَ

والترمذی، وابوبکر بن ابی شیبۃ، والدارمی، وابویعلی، وابن خزیمۃ، وابن حبان، وسعید بن منصور، والحاکم کلھم عن ابی سعید الخدری۔ والطبرانی فی الکبیر [۱] عن ابی امامۃ، وعن عصمۃ بن مالک [۲]۔ و ابن ابی شیبۃ عن الحسن البصری مرسلا [۳]۔ عبدالرزاق فی مصنّفہ وسعید بن منصور فی سننہ عن ابی عثمان النھدی مرسلا [۴] ایضاً۔ وفی الباب عن ابی موسی الاشعری والحکم بن عمیر کما فی الترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین

=سلَيمَانُ بْنُ سَحَيمٍ قَدِ احْتَجَّ مُسْلِمٌ بِهِ، وَبِأَبِي الْمُتَوَكِّلِ، وَهَذَا الْحَدِيثُ أَصْلٌ فِي إِقَامَةِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسَاجِدِ مَرَّتَينِ۔ وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط مسلم۔

قال الھیثمی فی المجمع، ج2ص 45: رَوَاهُ أَحْمَدُ - وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرمِذِيُّ بَعْضَهُ - وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ. وقال الحافظ فی الفتح، ج2 ص 192: أخرجہ أبو داؤد وحسنہ التِّرمِذِيّ وَصَحَّحَهُ بن خُزَيمَة وبن حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ۔

[۱] أخرجہ الطبرانی فی الکبیر ج8ص212(7857)، وج8ص284(7974)، وأحمد فی مسندہ (22189)، و(223115_223116)، وأبو یعلی فی مسندہ کما فی المطالب العالیۃ، ج3ص 697(408) وقال الھیثمی فی المجمع، ج2ص 45: رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَلَهُ طُرُقٌ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ.

[۲] والدارقطنی فی السنن، ج2ص 20(1082)، والطبرانی فی الکبیر کما فی مجمع الزوائد، ج2ص 46، وقال الھیثمی: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ وَلَا يَصِحُّ عَنْ عِصْمَةَ حَدِيثٌ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

[۳] أخرجہ ابن أبی شیبۃ فی المصنف، ج2ص76(6660)

[۴] أخرجہ عبد الرزاق فی المصنف، ج2ص294(3427_3428)، وابن أبی شیبۃ فی المصنف، ج2ص112(7098)، والدارقطنی فی العلل، ج11ص 349، ورواتہ ثقات۔

وفی بعضها ان ذلك المتصدق علی الرجل ابو بکر ن الصدیق رضی الله تعالٰی عنهما[1] ۔قوله ولان فی الاطلاق هکذا تقلیل الجماعة معنی فانهم لایجتمعون اذا علموا انها لاتفوتهم "۔ [2]

" کیا کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے مضمون میں اس مفہوم پر دلیل ہے؟ اور یہ اس لئے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہاں جماعت سے مُراد جماعت اولیٰ عینی ہے، بلکہ ہم اسے مطلق جماعت پر محمول کرتے ہیں، اور ایک گروہ سے جماعت تب فوت ہوگی جب انہیں تکرارِ جماعت سے منع کیا ہو، لہٰذا اس سے استدلال ممانعتِ تکرار کے اثبات پر موقوف ہوگا، تو یہاں مصادرت علی المطلوب عود کرے گی، اور بخاری نے اپنی " صحیح " میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کی ہے کہ وہ مسجد میں آئے، حالانکہ جماعت ہو چکی تھی تو اُنہوں نے اذان دی، تکبیر کہی، اور جماعت کرائی اھ۔ تو تنہا نہ ہونے کی صورت میں ان کی جماعت فوت نہ ہوئی، اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا حالانکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو جماعت کرادی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر کون صدقہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ نماز ادا کرے گا؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز ادا کی، اس کو احمد، اُبوداؤد، ترمذی، اُبوبکر بن ابی شیبہ، دارمی، اُبویعلی، ابنِ خزیمہ، ابنِ حبان، سعید بن منصور اور حاکم ان سب نے حضرت اُبوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور طبرانی نے " معجم الکبیر " میں حضرت اُبوامامہ، اور حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، اور ابن ابی شیبہ نے حضرت امام حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ عبدالرزاق نے " مصنف " اور سعید بن منصور نے " سنن " میں اُبوعثمان النہدی سے بھی مرسلاً روایت کیا ہے۔ اس باب میں حضرت اُبوموسیٰ اشعری اور حکم بن عمیر سے بھی روایت ہے، جیسا کہ

---

[1] انظر: السنن الکبری للبیهقی، ج2ص 430، وج3ص 99 (5014)

[2] انظر: ردالمحتار علی الدر المختار، باب الامامة، ج1ص 553، دار الفکر، بیروت۔

ترمذی میں ہے رضی اللہ عنہم، اور بعض روایات میں ہے کہ وہ صدقہ کرنے والے حضرت سیّدنا ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ قولہ کیونکہ ایسے اطلاق سے تقلیل جماعت کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ جب جان لیں کہ جماعت فوت نہ ہوگی تو جمع نہ ہوں گے۔

اقول: لسنا نبیح تعمد ترك الجماعة الاولی اتکالا علی الاخری فمن سمع منادی اللہ ینادی ولم یجب بلاعذر اثم وعزر فاین الاطلاق وانما نقول فیمن غابوا فحضروا اوکانوا مشتغلین بنحو الاکل تاقت الیہ انفسھم او التخلی وغیر ذلك من الاعذار فتخلفھم عن الاولی قد کان باذن الشرع فعلی مایعاقبون بحرمان الجماعة وفیم تودی الی التقلیل وقد اثبتنا فی رسالتنا "حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة" ان الواجب ھی الجماعة الاولی عینا. فاذا علموا انھم لولم یحضروا فاتھم الواجب فکیف لایجتمعون. اما الکسالی وقلیل المبالاة فلایجتمعون وان علموا انھم تفوتھم الاولی والاخری جمیعا الاتری ان (عہ)[1] بعض العصریین ممن یدعی العلم والدین قد شدد فی ذلك تشدیدا بلیغا وزعم ان تکرار الجماعة معصیة مطلقا فتبعہ بعض عوام تلك البلاد فی ترك تکرار الجماعة ولم یتبعوہ فی اتیان الاولی فتری فوجا من الاحابیش یاتون بعد الجماعة فیصلون معا فرادی فیزیدون مشابھة بالروافض واللہ المستعان۔

اقول (مَیں کہتا ہوں) ہم جماعتِ اولیٰ کے عمداً ترک کو دُوسری جماعت پر بھروسا کی بناء پر مباح نہیں رکھتے اور جس شخص نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا سُنا اور اس نے اسے قبول نہ کیا وہ گنہگار ہوگا، اور وہ قابلِ تعزیر ہے، تو یہاں اطلاق کہاں ہے، ہم تو ان لوگوں کی بات

---

[1] (عہ) وھو رشید احمد گنگوھی ۱۲ (م)

کرر ہے ہیں جو موجود نہ تھے اب آئے یا وہ کسی معاملہ میں مشغول تھے مثلاً سخت بھوک کی وجہ سے کھانا کھا رہے تھے یا رفع حاجت کے لئے گئے تھے یا اس جیسے دُوسرے اعذار ہوں تو اب ایسے لوگوں کا پہلی جماعت سے رہ جانا باجازت شرع ہوگا، اب ان پر جماعت سے محروم ہونے کی وجہ سے کیونکر ملامت کی جاسکتی ہے، اور انہیں تقلیلِ جماعت کا سبب کیوں قرار دیا جائے؟ ہم نے رسالے "حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة" میں ثابت کیا ہے کہ واجب عینی جماعت اولیٰ ہی ہے۔ پس جب انہوں نے جانا اگر وہ حاضر نہ ہوئے تو واجب فوت ہوجائے گا تو وہ جمع کیسے نہ ہوں؟ رہا معاملہ سستی اور لا پروائی کرنے والوں کا، وہ جمع نہیں ہوں گے خواہ انہیں علم ہو کہ ہماری پہلی اور دوسری جماعت فوت ہوجائے گی۔

کیا آپ کے علم میں نہیں کہ بعض معاصرین جو علم و دین کا دعویٰ کرتے ہیں انہوں نے اس میں بہت زیادہ تشدید کی، اور کہا کہ تکرارِ جماعت ہر حال میں معصیت و گناہ ہے اور ان کے علاقے میں کچھ عام لوگوں نے تکرار جماعت کے ترک میں اس کا اتباع کیا حالانکہ وہ پہلی جماعت کے درپے نہیں ہوئے آپ متعدد گروپوں کو ملاحظہ کریں گے کہ وہ جماعت کے بعد آتے ہیں وہ ایک ہی مقام پر تنہا تنہا نماز ادا کرتے ہیں تو اس عمل سے روافض کے ساتھ مشابہت میں اضافہ کرتے ہیں اور اللہ ہی مدد کرنے والا ہے۔

"قوله: ويؤيده ما في الظهيرية "لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه اهله يصلون وحدانا ، وهو ظاهر الرواية "[1] اھ ،وهذا مخالف لحكاية الاجماع المارة".

" قولہ: اور اس کی تائید "ظہیریہ" کی یہ عبارت کرتی ہے" اگر کوئی جماعت مسجد میں داخل

[1] ردالمختار، باب الامامة، ج1 ص 409، مصطفی البابی، مصر۔

ہوئی، حالانکہ اہلِ محلہ نے جماعت کرالی تھی تو وہ تنہا نماز ادا کرلیں، اور یہ ظاہر روایت ہے"اھ،اور یہ بات سابقہ منقول اجماع کے خلاف ہے"۔

اقول لاتائید ولاخلاف فان یصلون لیس نصافی الایجاب ومن تتبع ابواب صفة الصلاة والحج من ای کتاب شاء وجد قناطیر مقنطرة من صیغ الاخبار واردة فیما لیس بواجب بل ولاسنة انما اقصاه الندب. وقد قال فی البحر الرائق[1] والطحطاوی فی حاشیة الدر ان ذلك ای دلالة الاخبار علی الوجوب فیما اذا صدر من الشارع اما من الفقهاء فلایدل هو ولا الامر منهم علی الوجوب کما وقع لمحمد حیث. قال فی صفة الصلاة افترش رجله الیسری ووضع یده وامثال ذلك کثیرة اھ ولست انکر انه کثیرا مایجیئ للوجوب کمابیناه فی کتابنا "فصل القضاء فی رسم الافتاء" وانما ارید ان المحتمل لایقضی علی المفسر فکیف یرد به الاجماع المتظافر علی نقله المعتمدات بل کیف یصح ان یحمل علی مایصیر به مخالف للاجماع ولو کان کذا لکان هو احق بالرد من الاجماع اذ الحاکی الواحد عن ظاهر الروایة اقرب الی السهو من الجماعة بل لقائل ان یقول لایمکن الحمل ههنا علی الوجوب اصلا وان قلنا بکراهة تکرار الجماعة فی مسجد الحی مطلقا وذلك کمانصوا علیه فی الوجیز والتبیین والهندیة وغیرها وسیاتی شرحها وحاشیة ان من فاتته فی مسجده ندب له طلبها فی مسجد اخر الا المسجدین المکی والمدنی کما فی القنیة ومختصر البحر وبحث فی الغنیة الحاق الاقصی. وذکر القدوری یجمع باهله ویصلی بهم ای وینال ثواب الجماعة کما فی الفتح فاذا الجماعة

---

[1] انظر: البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ومعه منحة الخالق، آداب الصلاة، ج1 ص 358، دار الکتاب الاسلامی۔

معهم لایحتاجون الی التفتیش عنها فمن ذاالذی حرم علیهم ان یذهبوا الی بعض البیوت مثلا ویجمعوا وینالوا الفضل ۔

"اقول (مَیں کہتا ہوں) یہاں نہ تائید ہے نہ ہی مخالفت، کیونکہ لفظ" یصلون " سے صراحۃً ایجاب ثابت نہیں ہوتا، اور جس نے بھی کسی کتاب کے ابواب صفۃ صلوٰۃ وحج کا مطالعہ کیا ہے وہ بہت سے الفاظِ خبر کا ذخیرہ پائے گا جو ایسی جگہ وارد ہیں جو واجب بلکہ سنت بھی نہیں، ہاں زیادہ سے زیادہ مستحب کے درجے میں ہوتے ہیں۔

" بحر الرائق" میں ہے اور طحطاوی نے حاشیہ در میں کہا ہے جملہ خبریہ کی دلالت وجوب پر اس وقت ہوتی ہے جب وہ شارع علیہ السلام سے صادر ہو، اور اگر وہ فقہاء کرام سے منقول ہو تو اس جملہ خبریہ بلکہ فقہاء کے امر کی بھی وجوب پر دلالۃ نہیں ہوتی، جیسا کہ امام محمد سے واقع ہے انہوں نے صفۃ صلوٰۃ میں فرمایا نمازی بایاں پاؤں بچھائے اور ہاتھ رکھ دے اور اس پر متعدد مثالیں شاہد ہیں اھ، اور مَیں اس بات کا منکر نہیں کہ بہت سے مقامات پر مفید وجوب بھی ہیں جس طرح ہم نے اس کی تفصیلی گفتگو "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں کی ہے، مراد یہاں یہ ہے کہ محتمل کو مفسر پر ترجیح حاصل نہیں، اور معتمدات کی منقولات کے باوجود اس کے ساتھ اجماع متظافر کو کیسے رد کیا جائے بلکہ ان عبارات کو اس پر کیسے محمول کیا جائے جو اجماع کے خلاف ہوں، اگر معاملہ یہی ہے تو ایسی ظاہر الروایۃ کو رَد کر دینا اجماع کے رَد سے بہتر ہے کیونکہ اکیلا ظاہر روایت نقل کرنے والے کا بھول جانا جماعت کے بھول جانے سے زیادہ قریب ہے، بلکہ کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں وجوب پر محمول کرنا بالکل ممکن ہی نہیں، اگرچہ ہم یہ کہیں کہ مسجدِ محلہ میں تکرارِ جماعت ہر حال میں مکروہ ہے، وہ اس لئے کہ "وجیز"، "تبیین"، "ہندیہ" وغیرہ میں اس پر تصریح موجود ہے، اور عنقریب تفصیلاً آئے گا کہ جس نے نماز مسجد میں فوت کر دی اس کے لئے دُوسری مسجد میں تلاشِ جماعت مستحب ہے، مگر دو مساجد، حرمِ مکی اور حرمِ مدنی میں جیسا کہ "قنیہ" اور"

مختصر البحر" میں ہے،" قنیہ" میں مسجد اقصیٰ کو بھی شامل کیا گیا ہے، قدوری نے ذکر کیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو جمع کرے اور جماعت کرائے، یعنی وہ جماعت کا ثواب پالے گا۔" فتح " میں اس طرح ہے اہل کے ساتھ جماعت اس کی تلاش کے محتاج نہیں رہتے تو ان پر کس نے حرام کیا ہے اس بات کو مثلاً وہ گھر کی طرف جائیں اور انہیں جمع کریں اور ثوابِ جماعت پائیں۔[1]

فان قلت عاقهم عن الخروج الدخول قلت كلامهم المذكور مطلق فيمن دخل ومن لم يدخل والخروج لادراك الجماعة لايمنعه الدخول الاترى ان مقيم الجماعة يخرج تكبير الجماعة الاولى باذنيه فلأن يجوز لهؤلاء الخروج ولاتكبير ولااولى لَاولى وبالجملة لامحل ههنا للايجاب وعليه كان يتوقف التائيد والخلاف فان قُلتَ فاذ لا وجوب فمامنزع الكلام قُلتُ افادة جواز الانفراد لهم بلاحظرولاحجر بخلاف مالولم تقم الجماعة بعد حيث لايجوز الصلاة منفردا الا بعذرلما فيه من تفويت الجماعة الواجبة على المعتمد او القريبة من الوجوب على المشهور فاذن كان على وزان ماقال العينى فى عمدة القارى،قال ابوحنيفة رضى الله تعالىٰ عنه سها اونام او شغله عن الجماعة شغل جمع باهله فى منزله وان صلى وحده يجوز[2] اھ وهذا معنى لاغبار عليه ان شاء الله تعالىٰ وبه يزول كل اشكال والله الحمد۔

---

[1] انظر: البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج1 ص367، والرد المحتار على الدر المختار ج1 ص555، وفتح القدير، باب الامامة، ج1 ص345، ودرر الحكام شرح غرر الاحكام ج1 ص84، والهندية، ج1 ص83، وتبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج1 ص133۔

[2] عمدة القارى شرح صحيح البخارى، باب وجوب صلوٰة الجماعة، ج5 ص162، وشرح أبى داود، ج3 ص19۔

فان قلت (اگر کوئی کہے کہ) مسجد میں داخلہ دُوسری جگہ جانے کو مانع ہے، مَیں کہتا ہوں ان کا مذکورہ کلام مطلق ہے، خواہ وہ شخص داخل ہے یا داخل نہیں، اور ادراکِ جماعت کے لئے خروج اس کو دُخول سے مانع نہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ دُوسری جگہ جماعت کا منتظم، پہلی جماعت کی تکبیر کے وقت مسجد سے نکل سکتا ہے تو ان کے لئے خروج ہر طور جائز ہوگا نہ تکبیر ہے اور نہ جماعت اولیٰ، الغرض یہاں ایجاب کا محل نہیں اور اسی پر تائید اور خلاف موقوف تھا، اگر اے معترض تو یہ کہے کہ جب وجوب ہی نہیں تو کلام کا منشا کیا ہوگا؟ تو مَیں اس کا جواب دیتا ہوں کہ ان کے لئے بِلاخوف وخطر تنہا نماز ادا کرنے کا جواز بیان کرنا مقصود ہے، بخلاف اس صورت کے جب ابھی جماعت نہ ہوئی ہو کہ اب عذر کے بغیر تنہا نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ اب اس جماعت کا فوت کرنا لازم آئے گا جو مختار قول کے مطابق واجب اور مشہور قول کے مطابق قریب واجب ہے، اور یہ بات اس طریقہ پر ہوگی جو امام عینی نے "عمدة القاری" میں بیان کیا کہ امام ابُوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا یا سو گیا یا کسی اہم مصروفیت کی بنا پر جماعت میں شرکت نہ کرسکا تو وہ اپنے گھر والوں کو جمع کرے، اور باجماعت نماز ادا کرے، اور اگر اس نے تنہا نماز ادا کرلی تب بھی جائز ہے اھ، یہ معنی نہایت ہی واضح ہے اس میں کوئی غبار نہیں اِن شاء اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتھ ہر اشکال بھی زائل ہوجاتا ہے۔

قوله: وَعَنْ هٰذَا ذَكَرَ الْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ السِّنْدِيُّ تِلْمِيْذُ الْمُحَقِّقِ ابْنِ الْهُمَامِ فِي رِسَالَتِهِ أَنَّ مَا يَفْعَلُهُ أَهْلُ الْحَرَمَيْنِ مِنَ الصَّلَاةِ بِأَئِمَّةٍ مُتَعَدِّدَةٍ وَجَمَاعَاتٍ مُتَرَتِّبَةٍ مَكْرُوهٌ اتِّفَاقًا. إلى قوله: وَأَقَرَّهُ الرَّمْلِيُّ فِي حَاشِيَةِ الْبَحْرِ "۔ [1]

" قولہ: اس بارے میں علامہ شیخ السندی رحمہ اللہ" جو شیخ ہمام کے شاگرد ہیں" نے اپنے

[1] ردالمحتار علی الدر المختار، باب الامامة، ج1 ص 553، دار الفکر، بیروت۔

رسالہ میں لکھا کہ اہلِ حرمین جو متعدد ائمہ اور مترتب جماعات کی صورت میں نماز ادا کرتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے، اس کے اس قول تک ذکر ہے کہ اسے رملی نے حاشیہ بحر میں ثابت رکھا ہے"۔

اقول: یاسبحٰن اللہ ای مساس لهذا بما نحن فیه فان انکارهم علی التفریق العمدی کما هو الواقع فی الحرمین المکرمین فانهم جزّؤا الجماعة اجزاء وعینوا لکل جزء اماما والتفریق بالقصد حیث لا باعث علیه شرعا لا یجوز اجماعا والا لماسن اللہ تعالٰی صلاة الخوف وهذا تستوی فیه مساجد الاحیاء والقوارع والجوامع والبراری جمیعا قولا فصلا من دون فصل ثم وقع الخلاف فی الاقتداء بالمخالف علی وجوه فصلها فی البحر وردالمحتار وغیرهما واتینا علی لبابه فی فتاوٰنا فمن لا کراهة عنده اصلا ای اذا لم یعلم ان الامام لایراع مذهب غیره بناء علی اعتباره رأی المقتدی کما هو الاصح او علم انه غیرمراع عند من یقول العبرة برأی الامام فهذا التفریق عنده من دون باعث شرعی وهؤلاء هم الذین حضروا الموسم تلك السنة وانکروا ومن حکم بالکراهة عند الشك فی المراعات اواعتقدان الافضل الاقتداء بالموافق مهما امکن وان تحققت المراعاة فهو عنده بوجه شرعی وهم الجمهور وعلیه العمل فلا انکار علی اهل الحرمین ولیس فی فعلهم خلل ولازلل والعلامة السید المحشی هو الناقل فیما سیاتی عن الملا علی القاری انه قال لو کان لکل مذهب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم اوتاخر علی مااستحسنه عامة المسلمین وعمل به جمهور المؤمنین من اهل الحرمین والقدس ومصر والشام

ولا عبرة بمن شذ منهم "[1] اھ، وعلی کل فھذا الکلام من واد اٰخر لا تعلق لہ بجواز التکرار وعدمہ"۔

اقول (مَیں کہتا ہوں) اے اللہ! تُو پاک ہے، اس عبارت کو ہمارے زیر بحث مسئلہ کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟ ان کی انکاری گفتگو اس تفریق پر ہے جو دانستہ ہو، جیسا کہ حرمین شریفین میں واقع ہے کیونکہ وہ جماعت کو مختلف حصص میں بانٹ کر ہر ایک حصہ کے لئے الگ الگ امام مقرر کرتے ہیں، اور تفریق قصدی کا شرعاً کوئی باعث نہیں، اور وہ بالاتفاق جائز نہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ صلوٰۃِ فوت کا طریقہ یوں جاری نہ فرماتا، اور اس میں تمام مساجد برابر ہیں خواہ وہ محلہ کی ہیں یا شوارع یا شہر کی جامع یا دیہات وجنگل کی، ان میں کوئی تفریق نہیں، پھر مخالف مذہب کی اقتدا میں متعدد وجوہ پر اختلاف واقع ہوا ہے اس کی تفصیل "بحر" "ردالمحتار" وغیرہ میں موجود ہے ہم نے اس کا خلاصہ اپنے فتاویٰ میں ذکر کر دیا ہے، اور جس کے نزدیک بالکل کراہت نہیں یعنی جب مقتدی کو علم نہ ہو کہ امام دُوسرے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو یہ حکم مقتدی کی رائے کے اعتبار پر مبنی ہے، اور یہی صحیح ہے، یا مقتدی کو معلوم ہو کہ امام رعایت نہیں کرتا تو اس صورت میں عدمِ کراہت کا حکم امام کی رائے کے اعتبار پر مبنی ہے تو (عدمِ کراہت کے قائل) کے نزدیک ان متفرق جماعتوں کے لئے شرعی جواز نہیں، اور یہی عدمِ کراہت کے قائل لوگ اس سال حاضر ہوئے اور انہوں نے انکار کیا، اور وہ شخص جس نے رعایت میں شک کی صورت میں کراہت کا حکم لگایا، یا وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ افضل موافق کی اقتداء ہی ہے جیسے بھی ممکن ہو، تو اب اگرچہ رعایت متحقق ہو جائے تو یہ اس کے نزدیک وجہ شرعی کی بنا پر ہوگا، اور یہی جمہور کی رائے ہے، اور اسی پر عمل ہے، لہٰذا اہلِ حرمین پر کوئی انکار واعتراض نہیں، اور نہ ہی ان کے عمل میں کوئی خلل

[1] ردالمحتار علی الدر المختار، باب الامامة، ج1 ص 417، مصطفی البابی مصر۔

ونقص ہے، اور علّامہ سیّد محشی نے آگے چل کر مُلّا علی قاری سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو اقتدا موافق امام کی افضل ہے خواہ وہ جماعت پہلے ہو یا بعد میں، اسے عامۃ المسلمین نے مستحسن جانا اور جمہور مسلمان مثلاً اہل حرمین، قدس، مصر و شام کا عمل اسی پر ہے، اور اس کے خلاف رائے رکھنے والے کا کوئی اعتبار نہیں اھ ہر حال میں اس کلام کا تعلق کسی اور معاملے سے ہے اس کا تعلق تکرارِ جماعت کے جواز اور عدمِ جواز سے نہیں۔

"قوله:لَكِنْ يُشْكِلُ عَلَيْهِ أَنَّ نَحْوَ الْمَسْجِدِ الْمَكِّيِّ وَالْمَدَنِيِّ لَيْسَ لَهُ جَمَاعَةٌ مَعْلُومُونَ. فَلَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَسْجِدُ مَحَلَّةٍ، بَلْ هُوَ كَمَسْجِدِ شَارِعٍ. وَقَدْ مَرَّ أَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ فِي تَكْرَارِ الْجَمَاعَةِ فِيهِ إجْمَاعًا فَلْيُتَأَمَّلْ". [1]

"قولہ: لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ مثلاً مسجدِ مکی اور مسجدِ مدنی جن کی جماعت معین و معلوم نہیں تو انہیں مسجدِ محلہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ مسجدِ شارع کی طرح ہوں گی، اور پہلے گزر چکا ہے کہ مسجدِ شارع میں بالاتفاق تکرارِ جماعت میں کراہت نہیں، اسمیں مزید غور کرنا چاہئے"۔

اقول :انما نشأ الاشکال من حمله علی مسئلة التکرار وقد علمت ان لم یقصدوها وانما انکروا تعمد التفریق وهو محظور قطعا ولو فی مسجد شارع فالعجب من السیّد العلامة المحقق المحشی یورد علی مسئلة التکرار مالاورود له علیها ثم یستشکل هذا الوارد بمالااشکال به اصلا ولکن لکل جواد کبوة نسأل الله سبحٰنه عفوه.

اقول (میں کہتا ہوں) یہ اشکال تب ہے جب اس کو مسئلہ تکرار پر محمول کیا جائے حالانکہ آپ جان چکے وہ ان کے یہاں مقصود نہیں، انہوں نے دانستہ تفریق سے انکار کیا ہے، اور وہ یقیناً

---

[1] الدر المحتار علی الرد المختار، باب الامامة، ج1 ص 553، دار الفکر، بیروت۔

ممنوع ہے، اگرچہ مسجدِ شارع ہی کیوں نہ ہو تو تعجب ہے، علّامہ محقق محشی پر کہ انہوں نے اسے مسئلہ تکرار پر محمول کیا حالانکہ اس کا یہ محل نہیں ہے پھر اس حمل پر مبنی ایسا اشکال بنالیا جس سے کوئی اشکال پیدا ہی نہ ہوسکتا تھا لیکن ہر شاہسوار کے لئے ٹھوکر ہوتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے اس پر اُن کے لئے معافی کے طلبگار ہیں"۔

ثم اقول واشد العجب من العلامة الشیخ رحمة الله تعالی حیث قال : الِاحْتِیَاطُ فِي عَدَمِ الِاقْتِدَاءِ بِهِ "ای بالمخالف" وَلَوْ مُرَاعِيًا[1] کماسینقله المحشی عنه ثم قال ھھنا بکراھة ترتیب الجماعة وادعی الاتفاق علی خلاف ماعلیه الجمھورولیت شعری اذاکان ھذا مکروھا وفاقا فکیف یعمل بالاحتیاط الذی اعترفتم به ایجعل الناس کلھم علی مذھب واحد ام یسکن مقلدوا کل امام فی بلدہ علیحدۃ اویجعل لکل منھم مسجد بحیاله ویمنع اھل ثلثة مذاھب عن الصلاۃ فی المسجدین الکریمین اوتجعل الجماعة لمذھب واحد ویؤمر الباقون بالصلاۃ فرادی۔

ثم اقول (پھر مَیں کہتا ہوں) سب سے زیادہ تعجب علّامہ شیخ سندی رحمہ اللہ پر کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے" مخالف کی اقتداء نہ کرنے میں احتیاط ہے اگرچہ وہ رعایت کرتا ہو" جیسا کہ محشی عنقریب اس کو ان سے نقل کرے گا، پھر یہاں کہا کہ ترتیب جماعت مکروہ ہے، اور جمہور کے مؤقف کے خلاف اتفاق کا دعویٰ کیا، افسوس صد افسوس اگر یہ عمل بالاتفاق مکروہ ہے تو اس احتیاط پر عمل کیسے ہوگا جس کا تم نے خُود اعتراف کیا ہے، کیا تمام لوگ ایک مذہب کے ہوجائیں گے، یا ہر شہر میں ہر مذہب کے مقلدین الگ الگ آباد ہوں گے، یا ہر مذہب کی الگ الگ مسجد بنائی جائے گی، اور ان دو مبارک مساجد سے بقیہ تین مذاہب کے لوگوں کو

---

[1] الردالمحتار علی الدر المختار، ج1 ص564، دار الفکر، بیروت۔

نماز ادا کرنے سے رُوک دیا جائے گا یا ایک مذہب والوں کی جماعت ہوگی، اور دُوسرے لوگوں کو تنہا نماز ادا کرنے کو کہا جائے گا"۔

ثم اقول ویرد مثله علی تقریر العلامة خیر الملة والدین الرملی رحمه الله تعالی لما مر وهو الناقل کماسیأتی حاشیة عن العلامة الرملی الشافعی انه مشی علی کراهة الاقتداء بالمخالف حیث امکنه غیره وبه افتی الرملی الکبیر[1] واعتمده السبکی والاسنوی وغیرهما۔

قال :وَالْحَاصِلُ أَنَّ عِنْدَهُمْ فِي ذَلِكَ اخْتِلَافًا. وَكُلُّ مَا كَانَ لَهُمْ عِلَّةٌ فِي الِاقْتِدَاءِ بِنَا صِحَّةً وَفَسَادًا وَأَفْضَلِيَّةً كَانَ لَنَا مِثْلُهُ عَلَيْهِمْ. وَقَدْ سَمِعْت مَا اعْتَمَدَهُ الرَّمْلِيُّ وَأَفْتَى بِهِ، وَالْفَقِيرُ أَقُولُ مِثْلَ قَوْلِهِ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِاقْتِدَاءِ الْحَنَفِيِّ بِالشَّافِعِيِّ وَالْفَقِيهُ الْمُنْصِفُ يُسَلِّمُ ذَلِكَ:

وَأَنَا رَمْلِيُّ فِقْهُ الْحَنَفِيِّ ... لَا مِرَا بَعْدَ اتِّفَاقِ الْعَالِمَيْنِ اھ[2]

فاذا کان الفقه والانصاف هو کراهة الاقتداء بالمخالف فکیف ینکر علی مافعله اهل الحرمین لاجرم رجع العلامة نفسه فی حاشیته علی شرح زاد الفقیر للعلامة الغزی والمتن للامام ابن الهمام الی موافقة الجمهور فقال کمانقله فی منحة الخالق علی البحر الرائق بقی الکلام فی الافضل ماهو الاقتداء به اوالانفراد لم ارمن صرح به من علمائنا وظاهر کلامهم الثانی. والذی یظهر ویحسن عندی الاول لان فی الثانی ترك الجماعة حیث لاتحصل الابه ولولم یکن بأن کان هناك حنفی یقتدی به الافضل الاقتداء

---

[1] انظر: نهایة المحتاج الی شرح المنهاج، ج2ص 143۔144، دار الفکر، بیروت۔

[2] الرد المحتار علی الدر المختار، باب الامامة، ج1 ص 563، دار الفکر، بیروت۔

به الخ "[1] فقد اعترف ان الافضل الاقتداء بالحنفی اذا وجد وان کان الشافعی الذی یؤم صالحا عالما تقیا نقیا یراعی الخلاف کما وصفه فی تلك الحاشیة

ثم اقول (پھر مَیں کہتا ہوں) اسی طرح کا اعتراض علّامہ خیر الملت والدین رملی رحمہ اللہ پر بھی وارد ہوتا ہے جیسا کہ گزرا وہی ناقل ہیں، جیسا کہ عنقریب آئے گا حاشیہ علّامہ رملی شافعی سے ہے کہ جب مخالف کے علاوہ کسی امام کو پانا ممکن ہوتو مخالف کی اقتداء مکروہ ہے، اسی پر رملی کبیر نے فتویٰ دیا، سبکی اور اسنوی وغیرہ نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ کہا، الحاصل، ان کے ہاں اس بارے میں اختلاف ہے اور ہر وہ علت جس کی بنا پر ہماری اقتداء ان کے لئے صحیح، فاسد یا افضل ہے ایسا ہی معاملہ ہمارا ان کے ساتھ ہے، اور آپ نے وہ سن ہی لیا ہے جس پر رملی نے اعتماد کیا اور فتویٰ دیا ہے۔ مَیں فقیر انہی کی مثل کہتا ہوں اس مسئلہ میں جہاں حنفی کسی شافعی کی اقتداء کرے انصاف پسند فقیہ اسے تسلیم کرے گا"۔

اور میں فقہ حنفی کا رملی ہوں (رملی شافعی اور رملی حنفی)

دونوں عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

پس جب دانش وانصاف کا فیصلہ مخالف کی اقتدا کا مکروہ ہونا ہے تو اہلِ حرمین کے عمل پر انکار کیسے کیا جا سکتا ہے، یقیناً علّامہ خیر الدین رملی نے" شرح زاد الفقیر " علّامہ غزی، جس کا متن امام ابن ہمام کا ہے، کے حاشیہ میں رجوع کر کے جمہور کے ساتھ موافقت کی اور کہا، جیسا کہ اسے" منحۃ الخالق علی البحر الرائق" میں نقل کیا ہے، باقی رہا معاملہ اس بات کا کہ مخالف کی اقتدا افضل ہے یا انفراد، تو اس بارے میں ہمارے علماء میں سے کسی کی تصریح میری نظر سے نہیں گزری، بظاہر ان کی عبارات سے دوسری بات (انفراد کا افضل ہونا) ہی

---

[1] منحة الخالق علی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل، ج2ص 46، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی،

سمجھ آتی ہے اور جو میرے نزدیک واضح و احسن ہے وہ پہلی بات (اقتدائے مخالف) ہے کیونکہ دوسری صورت میں ایسی جگہ ترکِ جماعت لازم آئے گا جہاں اس کے بغیر جماعت حاصل نہیں ہوتی اور اگر ایسی صورت نہ ہو مثلاً وہاں کسی حنفی کی اقتداء کی جاسکتی ہے تو اقتدائے حنفی ہی افضل ہوگی الخ تو یہاں انہوں نے خُود اس بات کا اعتراف کرلیا ہے کہ اگر حنفی امام موجود ہو تو اسی کی اقتداء افضل ہے اگرچہ شافعی امام صالح، متقی، صاحبِ ورع اور اختلافی صورت میں حنفی مذہب کی رعایت کرنے والا موجود ہو، جیسا کہ اسی حاشیہ میں اس کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ (ت) یہ تمام عبارات تعلیقاتِ فقیر علی ردالمحتار کی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اس سے حق واضح وجلی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم"۔ [1]

گنگوھی یزید کے قدم به قدم بقولِ کرامت علی جونپوری

ہوسکتا ہے دیوبندی موصوف سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ فتویٰ تسلیم نہ کریں اور روایتی چون وچرا سے کام لیں اِس لئے یہاں ہم دیوبندیوں کی مسلّم شخصیت کرامت علی جونپوری صاحب کا بھی حوالہ نقل کردیتے ہیں جس کو پڑھنے کے بعد دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"اور بعضے لوگوں نے جو اپنے بعضے رسالوں میں حرمین شریفین کے لوگوں کی خیرخواہی سے اُن کی بعضے بدعت کا ذکر کردیا ہے اور اس کے باوجود وے (وہی) لوگ اُن کی موافقت کے معتقد تھے، اور حق یہ ہے کہ حرمین شریفین کے لوگوں کے عبادات کے کام کے سوا دُوسرے کام میں اگر کوئی کام سرزَد ہوتا ہے تو ممکن ہے، مگر اس کام کو بدعت کہنا یا نہ کہنا بھی بڑے متبحر اور معتمد عالم کا کام ہے، ہر ایک کو اُس کے بدعت کہنے میں جرأت کرنا دُرست نہیں، بہ سبب ادب مضامین احادیث اور فقہ کے اور اہلِ حرمین کے عبادت کے بعضے کام

[1] فتاویٰ رضویہ، جدید، مسئلہ 882، جلد 7، ص 152۔171، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور۔

میں جو بعضے بڑے لوگوں نے کراہت ذکر کیا ہے سواُس کا یہ حال ہے کہ بعد بڑی تحقیق کے وہ کام مکروہ نہیں ثابت ہوتا مثلاً چار جماعت جو وہاں ہوتی ہے اس کو پانچ سو اکاون سنہ میں بعضے بڑے بڑے معتبر علما نے مکروہ کہا تو اُس کو بھی" ردالمختار" والے نے باب الامامت میں اُڑادیا ہے کیونکہ مکہ مدینے کی مسجد مسجدِ محلہ کی نہیں اور اُس مسجد کی جماعت کے لوگ معلوم نہیں ہیں تو مسجدِ محلہ کا حکم اُن دونوں مسجدوں پر صادق نہیں آتا ہے، بلکہ وہ دونوں مسجدیں مانند مسجدِ شارع یعنی شاہ راہ اور سڑک کے ہیں کہ اُس میں کئی بار جماعت کے مکروہ نہ ہونے پر اجماع ہے، یا حرمین شریفین کے لوگ جو اپنے مذہب کے امام کی انتظار میں دُوسرے مذہب کے امام کے ساتھ اقتداء نہیں کرتے ہیں تو بعضے بڑے معتبر عالموں نے پہلی جماعت کے ساتھ پڑھ لینے کو افضل کہا ہے، مگر بعد بڑی تحقیق کے" ردالمختار" والے نے اپنے ہی مذہب کے امام کے ساتھ اقتدکرنے کو احتیاط اور افضل ثابت کیا ہے، اگرچہ دُوسرے مذہب کے امام کے ساتھ پڑھ لینا مکروہ نہیں ہے، جب تک کہ وہ امام ہمارے مذہب میں جو فرض ہے اُس کی رعایت کو ترک نہ کرے۔ ہم نے بطورِ مختصر خلاصہ کے لکھا جو چاہے اس کتاب میں باب الامت (الامامت) میں اُس کی تفصیل کو دیکھے تو بعضے جاہل لوگوں نے اُس بعضے کے مضمون کو نہ سمجھ کے حرمین شریفین کے لوگوں کی موافقت کو پایہ اعتبار سے ساقط ٹھہرایا۔ پس اُن لوگوں کے گمراہ ہونے کی یہی دلیل اور نشانی کفایت ہے، ایسے گندے لوگ قدم بہ قدم یزید کے ہیں"۔ [1]

نمبر (1) کرامت علی جونپوری صاحب کے اس حوالے کو غور سے پڑھا جائے تو اس میں گنگوہی صاحب کا زبردست رَد موجود ہے۔ گنگوہی صاحب نے عملِ اہلِ حرمین کو بدعت قرار دیا، کرامت علی جونپوری صاحب نے بدعت لکھنے میں جرأت کرنے کو بسببِ ادب

[1] ذخیرۂ کرامت، کتاب استقامت، ج1 ص166۔ 167، در مطبع فخر المطابع واقع لکھنؤ طبع شد۔

مضامین احادیث اور فقہ اس کو درست قرار نہیں دیا یعنی گنگوہی صاحب کی یہ بات بھی غلط قرار پائی۔

نمبر(2) گنگوہی صاحب نے ایک جماعت ہونے کے وقت دُوسری جماعت بیٹھی رہتی ہے کے متعلق مرتکبِ حُرمت ہونے کا فتویٰ لگایا، جونپوری صاحب فرماتے ہیں کہ کئی بار جماعت کے مکروہ نہ ہونے پر اجماع ہے، یعنی جس بات کو گنگوہی صاحب نے مُوجب حُرمت قرار دیا کرامت علی جونپوری صاحب کے مطابق اس کے مکروہ نہ ہونے پر اجماع ہے، مطلب یہ کہ مکروہ بھی نہیں چہ جائیکہ حُرمت ثابت ہو۔

نمبر(3) چار مصلوں کو گنگوہی صاحب تکرارِ جماعت وافتراق کا سبب سمجھتے ہوئے اہل حق واہلِ علم کے نزدیک ناپسندیدہ شُمار کرتے ہیں، مگر جونپوری صاحب لکھتے ہیں کہ علماء کی تحقیق کے مطابق اپنے ہی مذہب کے امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنا مبنی بَراحتیاط وافضل ہے۔

نمبر(4) گنگوہی صاحب نے چار مصلوں کو امر زبُوں وناپسندیدہ وبدعت قرار دیا، جونپوری صاحب کے فتوے کے مطابق یہ اُس کے گمراہ ہونے کی دلیل ہے اور جونپوری صاحب نے ایسوں کو گندے لوگوں میں شُمار کیا ہے بلکہ نہ صرف اتنا ہی بلکہ قدم بہ قدم یزید کے قرار دیا ہے، یعنی جونپوری صاحب کے فتوے کے مطابق گنگوہی صاحب گمراہ وگندے لوگوں میں شامل ہیں اور یزید کے قدم بہ قدم ہیں۔

نمبر(5) دیوبندی موصوف نے اپنے گنگوہی صاحب کی تائید میں "فتاویٰ شامی" کی اُدھوری عبارت نقل کی، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ بھی ان کے ہمنوا ہیں۔ جونپوری صاحب نے واضح کر دیا کہ مکروہ کہنے والوں کے قول کو علّامہ شامی علیہ الرحمۃ نے "باب الامامت" میں اُڑا دیا ہے۔ اور جو اس عبارت کا وہ مفہوم بیان کرتا ہے جو دیوبندی موصوف نے کیا ہے، وہ جاہل ہے۔

خلاصہ کلام! گنگوہی صاحب مذکورہ عبارت کی وجہ سے جونپوری صاحب کے مطابق جاہل، گمراہ، یزید کے قدم بہ قدم ثابت ہوئے، اور ان کا شمار گندے لوگوں میں ہوتا ہے، اور اسی روش پر دیوبندی موصوف بھی قائم ہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کے لئے بھی جونپوری صاحب کا یہی حکم ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ" رضا خانی ملاحظہ فرمائیں کہ کن کن ائمہ اربعہ نے اس فعل کی مذمت بیان کی اور کتنے علماء اسلام مولانا گنگوہی علیہ الرحمہ کے قول کے پیچھے کھڑے ہیں تمہارا فتویٰ کن کن مقدس ائمہ پر لگ رہا ہے"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مذہب کی مسلّم شخصیت کرامت علی جونپوری صاحب کی عبارت کو ایک بار دوبارہ غور سے ملاحظہ کریں، انہوں نے کراہت نہ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ اگر گنگوہی صاحب کے فتوے کو تسلیم کرلیں تو وہ تمام علماء جنہوں نے عدمِ کراہت پر اجماع کیا ہے وہ گنگوہی صاحب کے فتوے کے مطابق بدعتی، ناپسندیدہ، امرزبوں وحُرمت کے مرتکب قرار پاتے ہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کو چاہئے کہ وہ ذرا غور فرمائیں کہ ان گنگوہی صاحب کا فتویٰ کن کن ائمہ مقدس پر لگ رہا ہے اور کتنے جلیل القدر علماء گنگوہی صاحب کے فتوے کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں اور کتنے علماء حُرمت وبدعت کے فتوے کی وجہ سے تہہ تیغ ہورہے ہیں، لہٰذا دیوبندیوں کو سوچنا چاہئے کہ ان کے اکابر نے جو افتراق وانتشار کی چنگاری سلگائی ہے اس کے شعلہ جوالہ کی آتش سے جلیل القدر ائمہ کا دامن بھی محفوظ نہیں رہتا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ غور کریں
ہم کہیں گے تو شکایت ہو گی

[1] دفاع، ج1 ص201، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

نوٹ! کرامت علی جونپوری صاحب کی کتاب "ذخیرۂ کرامت" دیوبندی موصوف کے نزدیک بھی معتبر و مستند ہے کئی مقامات پر اس کے حوالے دیئے ہیں۔ موصوف نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

"حضرت مولانا کرامت علی جونپوری علیہ الرحمۃ کا شمار سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں ہوتا ہے ان کے مختلف رسائل دو جلدوں میں" ذخیرہ کرامات" (ذخیرۂ کرامت) کے نام سے کانپور سے شائع ہوئے"۔ [1]

دیوبندیوں کے مبلغِ اسلام نُور محمد مظاہری بھی کرامت علی جونپوری کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا شاہ کرامت علیؒ محافظ شریعت، امام طریقت، مصلحین امت میں سے تھے آپ ہی کے فیوض و برکات اور تعلیم و تبلیغ سے صوبہ بنگال کے لاکھوں لاکھ مسلمان رُشد و ہدایت قبول کر کے زاہد و متقی بن گئے ہیں آپ کی فضلیت و منقبت کے لئے یہ روشن شہادت ہے کہ آپ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے "مُرید صادق" و خلیفہ برحق ہیں"۔ [2]

اعتراض: الحمد للہ۔۔۔ مسلمان خانہ کعبہ میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر جمعیت اسلامی کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں"۔ [3]

الجواب: اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ دیوبندی موصوف بیان کر رہے ہیں تو پھر امین اوکاڑوی صاحب اس ایک مصلے کو کم حوصلہ پر مبنی قرار کیوں دے رہے ہیں، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"ایک احمق کی بات ایک غیر مقلد کہنے لگا اللہ کا شکر ہے کہ پہلے چار مصلے تھے اب صرف

---

[1] دفاع، ج1 ص 161، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] رضاخانیوں کی کفر سازیاں، ص 135 تحفظ نظریات دیوبند اکادمی کراچی۔

[3] دفاع، ج1 ص 201، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ایک مصلیٰ رہ گیا ہے۔ میں نے اس سے کہا جب چار تھے تمہارا مصلیٰ اس وقت بھی نہیں تھا اور اب ایک ہے تمہارا اب بھی نہیں"۔ [1]

"بڑوں کے حوصلے بڑے ہوتے ہیں چھوٹوں کے حوصلے چھوٹے ہوتے ہیں، حنفی کیونکہ بڑی جماعت تھی انہوں نے چھوٹوں کے مصلے بچھا دیئے چھوٹے آئے تو انہوں نے بڑوں کے مصلے اُٹھا دیئے تو حوصلہ کی بات ہے"۔ [2]

دیوبندیوں کی اس کتاب میں ایک مصلے پر اظہارِ تشکر کرنے والے کو احمق قرار دیا گیا ہے اور اسے احمق کی بات لکھا گیا ہے، دیوبندی موصوف نے بھی ایک مصلے پر اظہارِ تشکر کرتے ہوئے" الحمد للہ" لکھا ہے، یعنی بڑے دیوبندیوں کے نزدیک موصوف بھی احمق ہیں اور ایک مصلے پر اظہارِ تشکر کر کے احمقانہ بات کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اور پھر دیوبندی موصوف اسے جمعیتِ اسلامی کا عظیم الشان مظاہرہ قرار دیتے ہیں۔ جبکہ ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب نے اسے چھوٹے حوصلے پر مبنی بات قرار دے رہے ہیں گویا کہ امین اوکاڑوی صاحب کو دیوبندی موصوف کی بیان کردہ عظیم الشان جمعیتِ اسلامی ایک آنکھ نہیں بھاتی اور وہ اس ذکر کردہ عظیم الشان مظاہرہ کو بالکل بھی پسند نہیں کرتے ورنہ وہ اسے چھوٹوں کے چھوٹے حوصلے پر محمول نہ کرتے، معلوم ہوا کہ دیوبندی موصوف نے اپنی اس تحریر میں علماءِ دیوبند سے بھی بغاوت کا اظہار کرتے ہوئے احمقانہ بات تحریر کی ہے، اور جمعیتِ اسلامی کا عظیم الشان مظاہرہ نہیں بلکہ چھوٹوں کے چھوٹے حوصلہ پر مبنی معاملہ ہے۔

خلیل انبیٹھوی "من شذ شذ فی النار" کا مصداق بقول دیوبندی موصوف

دیوبندی موصوف نے اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

---

[1] خطبات صفدر، ج1 ص284۔285، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[2] خطبات صفدر، ج2 ص115، سلمان عثمان اینڈ کمپنی دیوبند۔

"مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

"نماز صبح کے سوا کہ ہمارے نزدیک اس میں اسفار یعنی وقت خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور شافعیہ کے نزدیک تغلیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، تین مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی ہے اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد، باقی چار نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وقت عصر دو مثل سایہ گزر کر ہے، اس کے بعد نماز حنفی ہوتی ہے، اس کے بعد باقی تین مصلوں پر۔ وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے، آخر کوشش کر کے حنفیہ سے یہ کرا لیا کہ تمام عصر مطابق قولِ صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں، اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی، اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا، مگر اصح واحوط واقدم قول سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قولِ امام سے عدول گوارا نہیں کرتا جس کی تفصیل جلیل میرے رسالے اجلی اعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام میں ہے:

اذا قال الامام فصدقوہ فان القول ما قال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی وشیبانی میں اس بار جماعت میں بنیت نفل شریک ہو جاتا اور فرض عصر مثل دوم کے بعد میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال حضرت مولانا سید اسمٰعیل و دیگر بعض محتاطین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے" (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱٤٤)

لیجیے!!! آپ کے اعلیٰ حضرت تو وہاں حنفی مصلے پر بھی فرض نماز پڑھنے کو تیار نہیں اور وہاں بھی اپنی تجدد پسندی اور اختلافی وافتراقی مزاج کی وجہ سے "من شذ شذ فی النار" کے مصداق اپنی الگ جماعت کروا رہے ہیں"۔ [1]

---

[1] دفاع، ج1 ص202، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب: موصوف میں اگر تھوڑی سے بھی ہمت وغیرت ہوتی تو وہ سب سے پہلے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اس عمل کو حنفی فقہی کتب کی روشنی میں غلط ثابت کرتے، مگر موصوف ایسا نہ کر سکے اور نہ ہی ذریتِ دیوبند مل کر بھی ایسا کر سکتی ہے۔

نمبر (2) موصوف کو علمی وفقہی مسائل میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہئے اس لئے کہ موصوف بالکل جاہل ہیں، نہ تو علمی وفقہی مسائل سے آگاہ ہیں، اور نہ ہی مناظرانہ اُصولوں سے واقف۔ یہاں ہم موصوف کے حکیم الامت صاحب کی نصیحت موصوف کی حالت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں، شاید یہ اُن کے دل میں اُتر جائے

"فرمایا! کہ آجکل مسائل فقہی میں لوگ بہت دلیر ہیں، سب سے زیادہ مجھ کو فقہ ہی میں بولتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے، مسائل کا بہت ہی نازک معاملہ ہے، اس میں ہرگز ہر شخص کو دخل نہ دینا چاہئے"۔ [1]

موصوف کے نام سے جتنی بھی کتب ورسائل ہماری نظروں سے گزرے ہیں وہ موصوف کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہیں، موصوف کا ہر اعتراض مبنی بر جہالت ہوتا ہے، کچھ یہی حال موصوف کے اس اعتراض کا بھی ہے۔ موصوف نے اپنے گھر اور اپنے اسی امام ربانی جناب گنگوہی صاحب کی "باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ" بھی نہیں پڑھی، جس میں مرقوم ہے کہ:

"مثل ثانی میں علمائے احناف نے اختلاف کیا ہے، مشہور وہی روایت ہے کہ مثل ثانی ظہر میں ہے، مگر بعض معتمدین صاحبین کے مذہب پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اور زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ ظہر مثل اول میں اور عصر مثلین کے بعد پڑھیں، چوں کہ یہ ناکارہ اہل ترجیح میں سے نہیں ہے، وجہ ترجیح میں گفتگو نہیں کرنی چاہئے"۔ رشید احمد گنگوہی۔ [2]

یعنی گنگوہی صاحب نے بھی مثل دوم کے بعد نماز پڑھنے کو احتیاط پر مبنی قرار دیا ہے، پس

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، ملفوظ 104، ج 1 ص 85، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص 152، دار الکتاب، ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور۔

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور آپ کے ساتھ دیگر محتاطین نے اسی احتیاط کی بنا پر فرض نماز ادا کر لی تو کون سا گناہ کر لیا؟ جبکہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ جماعت کے ساتھ بہ نیّتِ نفل شریک ہو جاتے تھے، سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا عمل مبنی بر مذہبِ امامِ اعظم علیہ الرحمۃ، اور گنگوہی صاحب نے بھی اسے احتیاط پر مبنی قرار دیا ہے۔ اگر دیوبندی موصوف اسے "من شذ شذ فی النار" کا مصداق سمجھتے ہیں تو موصوف کی عقل ٹھکانے لگانے کے لئے ہم خلیل انبیٹھوی کا عمل پیش کرتے ہیں، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

" سلطان کی تشریف آوری سے قبل ایک قصہ یہ پیش آچکا تھا کہ شافعی امام نے صبح کی نماز میں سجدۂ تلاوت پڑھ کر رکوع کر دیا کہ یہ بھی قائم مقام سجدہ کے ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت نے امام صاحب سے فرمایا کہ یہ سجدہ ہم حنفیوں کے یہاں واجب ہے اور رکوع سے جب تک کہ اس کو سجدہ کے قائم مقام بنانے کی نیت نہ کرے ادا نہیں ہوتا اور بہتیروں کو معلوم بھی نہیں کہ یہاں سجدہ کرنا ہے اور یہ آیت سجدہ ہے، لہٰذا احناف کے مذہب کی رعایت آپ پر واجب ہے۔ امام نے روکھا جواب دیدیا کہ ہم پر کسی کے مذہب کی رعایت واجب نہیں۔ ہم اپنے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔

حضرت نے فرمایا ایسا ہے تو آپ کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی اور حضرت نے اعلان فرما دیا کہ جس شخص نے رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کی ہو وہ اپنی نماز دوبارہ پڑھے۔ چنانچہ بہتیروں نے نمازیں لوٹائیں۔ اس کے بعد حضرت نے مدرسہ میں اپنی علیٰحدہ جماعت کا اہتمام کر لیا۔ حکومت کو اس کی خبر ہوئی تو امام سے باز پرس کی اور سوء ادب پر زجر کیا اور یہ الفاظ کہے کہ حضرت کے مقابلہ میں تمہارے علم کی حقیقت ہی کیا ہے"۔ [1]

خلیل انبیٹھوی صاحب نے تو واضح اور صاف اعلان کر دیا کہ حرم شریف کے امام کے پیچھے

---

[1] تذکرۃ الخلیل، ص 299، مکتبۃ الشیخ، بہادر آباد، کراچی۔

ان کی نماز نہیں ہوگی اور مدرسہ میں علیحدہ جماعت بھی قائم کر لی، کیا موصوف اسے بھی "من شذ شذ فی النار" کا مصداق قرار دیں گے۔ اور انبیٹھوی صاحب کا امامِ حرم کی اقتداء میں نماز نہ پڑھنے بلکہ ادا کی گئی نمازوں کو لوٹانے کا حکم دینے کو اختلافی وافتراقی مزاج سے تعبیر کریں گے؟

اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

جبکہ خُود دیوبندیوں نے تصریح کی ہے کہ:

"مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھنا ایک ہزار نماز کے برابر ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں ایسے طور پڑھیں کہ کوئی نماز فوت نہ ہو اس کے لئے دوزخ سے برأت اور عذاب سے نجات کا پروانہ لکھ دیا جاتا ہے اور وہ نفاق سے بری ہو جاتا ہے (مسند احمد، ج ۳ ص ۱۰۵) ان فضائل کے باوجود محض امام سے فقہی اختلاف کی بنا پر حرم نبوی کی نمازیں چھوڑ دینا کتنی بڑی محرومی اور بے توفیقی ہے اس کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے"۔ [1]

یعنی خلیل انبیٹھوی صاحب نے جس عمل کا ارتکاب کیا اُس کی تائید دیوبندی علماء نے بھی نہیں کی بلکہ اسے بڑی محرومی اور بے توفیقی قرار دیا، جبکہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے عمل کی تائید خُود گنگوہی صاحب سے بھی موجود ہے۔ اب موصوف ہی بتائیں کہ تفرق وانتشار کا باعث اکابرینِ دیوبند ہیں یا معاذ اللہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ؟

موصوف کے پاس عدل وانصاف پر مبنی جواب تو ہوگا نہیں، البتہ موصوف کے ہی اُصول وقاعدہ سے ثابت ہوا کہ "من شذ شذ فی النار" کا مستحق خلیل انبیٹھوی ہے اور بے توفیقی وبڑی محرومی کے باعث آگ کے طوق کا مستحق بھی ہے۔

[1] آپ کے مسائل اور اُن کا حل، ج 2 ص 305، مکتبہ لدھیانوی، کراچی۔

اس کے علاوہ جیسا کہ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز نہ پڑھنے والا منافق ہے، پس حبیب اللہ ڈیروی صاحب کے قول کے مطابق خلیل انبیٹھوی صاحب منافق بھی قرار پاتے ہیں، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

" کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو مسجد نبویؐ میں نماز با جماعت کے وقت روضۃ من ریاض الجنۃ والے حصہ میں ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کی رحمتیں ان پر برس رہی ہوتی ہیں اور معدودے چند مشرک و بد بخت وہ بھی ہوتے ہیں جو جماعت کے وقت جماعت سے الگ ہونے کے لئے بہانہ بنا کر بیت الخلاء میں وقت گذار دیتے ہیں وہ بیت الخلاء جو ماویٰ (ٹھکانا) شیطان ہے خدا کی رحمت سے یہ بد بخت لوگ محروم ہو جاتے ہیں۔ ایسا کام منافقوں کا ہے۔ مسلمانوں کا نہیں ہو سکتا۔ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ کر دیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہوتا ہے دراصل وہ منافق ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من صلی فی مسجدی اربعین صلوۃ لا تفوتہ صلوۃ کتبت لہ براءۃ من النار وبراءۃ من العذاب وبرء من النفاق" . (منتخب کنز العمال علی مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۶)

ترجمہ: جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں کوئی نماز اس کی قضاء نہیں ہوئی تو ایسے شخص کے لئے تین چیزوں سے براءت لکھ دی جائے گی۔ جہنم کے عذاب سے، قبر وغیرہ کے عذاب سے، اور منافقی سے براءت (یعنی ایسا شخص منافق نہ ہوگا)

مکمل نماز وہی ہوتی ہے جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے کیونکہ یہ لوگ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش ظاہر فرمائی کہ جماعت کی نماز پڑھانے کے لئے کسی اور کو مقرر کر کے ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو نماز با جماعت نہیں پڑھتے۔

برادران اسلام! جماعت کے ساتھ مسجد نبویؐ میں نماز نہ پڑھنے والا منافق ہے اور گستاخِ رسولؐ ہے۔اس کو دنیا میں سمجھ لو آخرت میں پھر سمجھنے کا موقعہ ہاتھ نہیں آئے گا مسجد نبویؐ میں مسلمان (حاجی حضرات) چالیس نمازیں اس لئے نماز با جماعت ادا کرتے ہیں تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق انہیں تین چیزوں سے براءت حاصل ہوجائے اور جو شخص بدبخت یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مسجد نبویؐ کے مصلیٰ پر اور مسجد حرم (کعبۃ اللہ) کے مصلیٰ پر کافر امام کا قبضہ ہے وہ خدا تعالیٰ کا بھی گستاخ ہے کہ خدا کو عاجز سمجھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی گستاخ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرمین شریفین ہمیشہ اسلام کا مرکز رہیں گے (یعنی یہاں کفار کا قبضہ نہیں ہوسکتا)

ایسے عقیدہ والے گستاخ شخص کے ساتھ مسلمانوں کو تمام تعلقات ترک کردینا چاہئیں۔ رشتہ، نکاح، سلام اور ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ہے ان کے ساتھ محبت ودوستی رکھنی حرام ہے۔جو شخص جس سے محبت رکھتا ہے قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من غش العرب لم یدخل فی شفاعتی ولم تنله مودتی (مشکوۃ،ص ٥٥٢)[1]

---

[1] قلت: اصل فی المصنف لابن أبی شیبة، ج6ص 410(32471)، و المسند لعبد بن حمید(منتخب)، رقم الحدیث (53)، وعنه الترمذی فی السنن، بَابٌ فِي فَضْلِ العَرَبِ (3928)، والآخرون۔

قال الترمذي: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ حُصَيْنِ بْنِ عُمَرَ الأَحْمَسِيِّ عَنْ مُخَارِقٍ، وَلَيْسَ حُصَيْنٌ عِنْدَ أَهْلِ الحَدِيثِ بِذَاكَ القَوِيِّ.

و قال الألبانی فی سلسلة الأحادیث الضعیفة و الموضوعة، ج2ص 24(545): موضوع

و قال الأرنؤوط فی تحقیق "مسند أحمد" ج1ص 542: إسناده ضعیف جداً، حصین بن عمر الأحمسي ضعفه أحمد، وقال: إنه كان يكذب، وقال البخاري: منكر الحديث، ==

ترجمہ: جس شخص نے عرب والوں سے دُشمنی و بغض رکھا وہ میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور نہ اسے میری محبت حاصل ہوگی"۔[1]

ائمہ حرم کی اقتداء میں نماز

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

"بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"امام حرم (مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ) ہمارے دور میں وہابی عقائد سے منسلک ہے اس لیے برے عقیدہ والے کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی ہمارے اسلاف۔۔۔۔نے کبھی گندے عقیدے والے کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی"۔(امام حرم اور ہم: پیش لفظ)[2]

الجواب: حضرت علّامہ فیض احمد اویسی صاحب علیہ الرحمہ کی پُوری عبارت دیوبندی موصوف نے نقل نہیں کی۔قبلہ اویسی صاحب نے دلیل بھی ذکر کی ہے جسے دیوبندی موصوف نے شیرِ مادر کی طرح ہضم کرلیا ہے، کیونکہ موصوف یہ بات جانتا تھا کہ اگر وہ اویسی صاحب کی مکمل عبارت نقل کر دیتا تو اعتراض کا کوئی جواز ہی باقی نہ رہتا، اس لئے موصوف نے عوام الناس کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی خاطر علّامہ اویسی صاحب کی مکمل عبارت نقل نہیں کی۔ہم یہاں حضرت اویسی صاحب علیہ الرحمہ کی تحریر کا بقیہ حصہ نقل کرتے ہیں تا کہ قارئین پر حقیقت آشکار ہوجائے۔

=وقال علي بن المديني: ليس بالقوي، وقال ابن معين: ليس بشيء، وقال مسلم: متروك الحديث، وقال يعقوب بن سفيان: ضعيف جداً، وقال أبو حاتم: واهي الحديث جداً لا أعلم يروي حديثاً يُتابع عليه، وهو متروك الحديث، وضعفه أبو داود والنسائي والترمذي وأبو أحمد الحاكم.

[1] رضا خانیت اور تقدیس حرمین، ص 8۔9، ناشر مکتبہ حنفیہ، اردو بازار، گوجرانوالہ۔

[2] دفاع، ج 1 ص 203، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

حضرت اویسی صاحب علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

"سیّدنا علی المرتضیٰ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی، ایسے ہی یزید کے لشکر نے جب حرم نبوی پر قبضہ جمایا تو نماز کے بجائے بعض صحابہ مسجد کرام رضی اللہ عنہم (بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد) نبوی کو ہی چھوڑ دیا اور امامِ حرم کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے تھے ایسے ہی خوارج کی اقتداء میں کسی مسلمان نے نماز نہیں پڑھی، وہابی مذہب بھی خوارج کی شاخ ہے (شامی) تفصیل آئے گی ان شاء اللہ، اور نجدی وہابی کو قبضہ برحرم پر تھوڑا عرصہ ہوا اور نہ اس سے پہلے ترکوں کے دَور میں سُنّی، حنفی ائمہ حرم تھے ہمارے اسلاف ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے لیکن وہابی نہیں پڑھتے تھے"۔ [1]

حضرت اویسی صاحب علیہ الرحمۃ کی اس وضاحت کے بعد اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، آپ نے مدلل انداز میں اپنے مؤقف کو عوام کی عدالت میں پیش کیا ہے، بجائے اس کے کہ دیوبندی موصوف حضرت علّامہ اویسی صاحب علیہ الرحمۃ کے دلائل وبراہین کا رَد کرتے انہوں نے شاطر و مکار چوروں کی طرح شور مچانا شروع کر دیا، لہٰذا ان کا یہ واویلا "چور مچائے شور" کی مانند ہے، اور دیوبندی موصوف کا حضرت اویسی صاحب علیہ الرحمۃ کے دلائل والے حصہ کو حذف کرنا اور ان کے متعلق بالکل خاموشی اختیار کرنا بھی ثابت کر رہا ہے کہ موصوف کے پاس حضرت اویسی صاحب کے دلائل کا کوئی جواب موجود نہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اویسی صاحب کے دلائل نے دیوبندیوں کو لاجواب اور مبہوت کر دیا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف گوہرفشانی کرتے ہیں کہ:

"مولوی ضیاء الدین رضا خانی لکھتا ہے:" اس وقت نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ بعض

---

[1] امام حرم اور ہم، پیش لفظ

عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں، احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ ادا کرے، اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے، ویسے فساد سے بچنے کے لیے اور مسلمانوں میں بدگمانی سے دُور رہنے کے لیے اگر کوئی پڑھتا ہے تو ٹھیک ہے"۔ (امام حرم اور ہم: ص ۱۵)۔ [۱]

الجواب: حسبِ عادت دیوبندی موصوف نے یہ عبارت بھی مکمل نقل نہیں کی کیونکہ آگے حضرت ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ نے اپنے مؤقف پر دلیل ذکر کی ہے جسے دیوبندی موصوف نے شیرِ مادر کی طرح ہضم کرلیا ہے، حضرت ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ مزید آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"امامت اور نماز کا مسئلہ حجاز مکہ مکرمہ میں یہ پہلی مرتبہ پیش نہیں آیا بلکہ اس سے بھی پہلے تین دَور ایسے گذر چکے ہیں کہ بہت سے امام وقت کے پیچھے نماز ادا کرنے سے گریز کرتے تھے، یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام کا بھی یہی عمل رہا ہے، پہلا دَور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت پیش آیا جب کہ بہت سے صحابہ کرام اس زمانے میں بھی مقررہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے تھے کہ کہیں شہادتِ عثمان میں یہ بھی شامل نہ ہو، پھر دُوسرا دَور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کے بعد آیا، جب مملکت میں خلفشار ہوا اور بے دین طاقتیں اُبھر کر سامنے آئیں، اور اسی طرح یزید کا دورِ سلطنت آ گیا ،اس زمانے میں بھی لوگوں نے یزیدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کیا، تیسرا زمانہ حجاج بن یُوسف کا تھا، عبد اللہ بن زبیر سے اس کی لڑائی ہوئی، لاکھوں مسلمان شہید ہو گئے لوگوں نے اس کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی، اب یہ چوتھا دَور ہے"۔ [۲]

دیکھیں حضرت ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ نے کس طرح دلائل و براہین کے ساتھ اپنے مؤقف

---

[۱] دفاع، ج 1 ص 203، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] امام حرم اور ہم، ص 17۔18، مکتبہ غوثیہ، کراچی۔

کو سامنے رکھا ہے کہ بدعقیدہ ائمہ کے پیچھے نماز ادا کرنے سے سلف وصالحین بھی گریز کرتے رہے ہیں، دیوبندی موصوف میں شرم وحیاء ہوتی تو وہ حضرت ضیاء الدین مدنی رحمة الله عليه کے دلائل و براہین کا رَد کرتا پھر ان پر اعتراض کرتا، مگر چونکہ موصوف نے بے حیائی وبے غیرتی میں اوّل ایوارڈ حاصل کر رکھا ہے اس لئے اپنے اس ایوارڈ کو برقرار رکھنے کی خاطر اس طرح کے جاہلانہ اعتراضات کر کے عوام الناس کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔

گنگوهی کا فتویٰ

حضرت ضیاء الدین مدنی رحمة الله عليه پر اعتراض کرنے سے قبل کاش دیوبندی موصوف اپنے گھر کی کتابیں ہی پڑھ لیتے، دیوبندیوں کے آنجہانی گنگوہی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ:

"ریش اکثروں کی قبضہ سے کم، نماز میں بے احتیاطی، امر بالمعروف کا باوصف قدرت کے نام ونشان نہیں، اکثر انگوٹھی چھلے آ غیر مشروع ہاتھوں میں پہنے ہوئے ہیں، قطع صفوف شائع ہے، فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہے لکھوالو، اگر ان کی عصیان سے کوئی مطلع کر دیوے تو مارنے کو موجود ہو جاویں"۔ [۱]

یعنی گنگوہی صاحب بھی علمائے حرمین کی نماز میں بے احتیاطی بیان کرتے ہیں اور ان کی بُرائی ومذمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے جیسا کہ وہ خُود تشریح فرماتے ہیں کہ:

"کہاں تک لکھوں کہ طول ہے، اور شرم بھی آتی ہے کہ ہجو علماء حرمین کی لکھوں مگر بنا چاری لکھنا پڑا"۔ [۲]

مطلب کہ گنگوہی صاحب کے پاس علماءِ حرمین کی تنقیص و مذمت میں اتنا مواد موجود تھا کہ اُس کا لکھنا گنگوہی صاحب نے باعثِ طوالت سمجھا۔ دیوبندیوں کو اس وقت کیوں سانپ

---

[۱] براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ، ص23، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔

[۲] براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ، ص23، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔

سونگھ جاتا ہے جب اُن کے بڑے نے علماءِ حرمین کو رشوت خور تک قرار دیا، اُن کی وضع قطع کو غیر مشروع قرار دیا، اور اُن کی ہجو اور بُرائی کو اپنی کتاب کی زینت بنایا بلکہ دیوبندی مولویوں کو ان سے افضل قرار دیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"اگر کسی نے ایسی حالت میں علماءِ دیوبند کو علماء پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دیدی تو کون سا غضب کیا"۔ [۱]

جب علماءِ دیوبند ائمہ حرمین سے افضل قرار پائیں اور ائمہ حرمین کو غیر مشروع حرکات کا عامل قرار دیتے ہوئے رشوت خور اور نماز میں بے احتیاط قرار دیا جائے، اُس وقت دیوبندیوں کے کانوں پر جُوں تک نہیں رینگتی، لیکن جب علماءِ اہل سنّت نجدیوں کی بدعقیدگی کو ظاہر کرتے ہیں تو دیوبندی موصوف جیسے جاہل وکم علم افراد بھی طوفانِ بدتمیزی برپا کرنے پر آمادہ وتیار نظر آتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"مفتی غلام محمد شرقپوری رضا خانی لکھتا ہے:"امام کعبہ اور امام مسجد نبوی عبد الوہاب نجدی اور دیگر عبارات کفریہ کے قائلین کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور ان کو کافر نہیں مانتے لہٰذا امام کعبہ اور امام مسجد نبوی کافر ٹھہرے مرتد ٹھہرے اور جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے اور ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی ناجائز ہے اور ان کا ذبیحہ مردار ہے"۔ (کیا ہر فرقہ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے؟ ص۲۲)"۔ [۲]

الجواب: جب سے وہابی سعودی عرب میں اقتدار میں آئے ہیں تب سے برصغیر کے مفاد پرست دیوبندی وہابی ان کے تلوے چاٹنے میں مصروفِ عمل ہیں جس کی وجہ سعودی ریالوں کی چمک دمک ہے، عام اور سادہ لوگ شاید یہ سمجھیں کہ دیوبندی وہابی ائمہ حرمین

---

[۱] براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ، ص23، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔

[۲] دفاع، ج1 ص203، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کے مسئلے کو اس لئے اُٹھاتے ہیں کہ ان کے دلوں میں ملی وحدت اور اسلامی جمعیت کا جذبہ موجود ہے تو یہ اُن کی بھول ہوگی۔ جنہوں نے برصغیر میں وہابیت ودیوبندیت کا بیج بوکر وحدتِ ملی کو پارہ پارہ کیا اور ہندوستان پاکستان کی امن وآشتی کو تباہ وبرباد کیا ایسے لوگوں سے کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ دلی جذبہ کے ساتھ اسلامی جمعیت ووحدت کے لئے کوشاں ہوں گے۔ جن کے ماضی میں شورش وفتنہ وفساد موجود ہے اُن لوگوں سے یہ اُمید کیسے کی جاسکتی ہے کہ وہ عالمِ اسلام کو متحد دیکھنا چاہتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ ساری ریالوں، ڈالروں اور نوٹوں کی گیم ہے۔ پاک وہند کے غیر مقلد وہابی بھی سعودی عرب کے حنبلی مقلدین کے لئے گوشہ ہمدردی رکھتے ہیں (اگر چہ تقلید اور عدم تقلید کا واضح فرق دونوں میں موجود ہے) اور دیوبندی بھی عرب کے وہابیوں کی گود میں بیٹھنا چاہتے ہیں اگر چہ فقہی اختلاف کی وجہ سے ایسے مسائل بھی موجود ہیں کہ جن کی وجہ سے فقہاء احناف کے فتاویٰ کی روشنی میں ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، مگر دیوبندی ریالوں کی دل فریب جھنکار کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کے دلوں میں ائمہ حرمین سے اتنی محبت تھی تو دیوبندی موصوف اور اُن کے حواری یہ بتائیں کہ ان کے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی علیٰحدہ نماز کیوں ادا کی، اور امامِ حرم کے پیچھے نماز کیوں ترک کردی، حوالہ گذر چکا ہے۔

کیا اس سے یہ صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ اُس وقت دیوبندیوں کو وہاں سے ریال ملنے کی کوئی توقع نہیں تھی اس لئے ہندوستان کی طرح وہاں بھی تفرق وانتشار اور خلفشار پیدا کرنے کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی گئی (باصولِ دیوبندیت) اب جب ریال ملنے کی توقع ہے تو دیوبندیوں کو ملی وحدت واسلامی جمعیت کے مسائل یاد آتے ہیں اور اہل سنّت کے خلاف ہرزہ سرائی ویاوہ گوئی شروع ہوجاتی ہے، حالانکہ اگر کتبِ دیوبندیت کو بغور دیکھا جائے تو بے شمار ایسے واقعات ان میں مرقوم ہیں کہ جن میں اکابرینِ دیوبند نے حرمین شریفین کے

تقدس کو ملحوظ نہیں رکھا، جیسا کہ "ارواح ثلاثہ" میں مرقوم ہے کہ:

"خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے حکیم خادم علی صاحب و حکیم عبد السلام صاحب و مولوی سراج احمد صاحب خورجوی سے سنا ہے یہ حضرات فرماتے تھے کہ خانہ کعبہ میں مردوں اور عورتوں کا داخلہ ساتھ ساتھ ہوتا تھا۔ جب مولانا اسماعیل صاحب نے یہ حالت دیکھی تو وہ اور ان کے ساتھ (ساتھی) ننگی تلواریں لے کے خانہ کعبہ پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اگر عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں داخل ہوں گی تو ہم تلوار سے سر اڑا دیں گے اس پر بہت شور شغب ہوا مگر مولانا اور ان کے ساتھی اپنی بات پر جمے رہے اور مشترکہ داخلہ بند کرا کر چھوڑا"۔ [1]

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ اسماعیل دہلوی صاحب نے مشترکہ داخلہ کی وجہ سے تلواریں تک اُٹھالیں اور اُن ننگی بے نیام تلواروں کے ساتھ وہ خانہ کعبہ پر کھڑے ہو گئے اور تلواروں سے سر اُڑانے کی دھمکی دی، جب کہ حرم شریف کے لئے حکم ربانی ہے کہ:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ (96) فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ [2]

سوال یہ ہے کہ وہ معاملہ جس پر اسماعیل دہلوی صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے تلواریں اُٹھائیں وہ ابھی تک جاری و ساری ہے، اور حرم مکی شریف میں مَرد و زَن مشترکہ داخل ہوتے ہیں، مگر دیوبندیوں نے اجتماعی طَور پر سعودی حکومت سے احتجاج نہیں کیا، وجہ صاف ظاہر ہے کہ جس وقت اسماعیل دہلوی صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے ننگی تلواریں اُٹھائیں اُس وقت اہلِ سنّت و جماعت کی حکومت تھی، پس اکابرینِ دیوبند نے دل کھول کر حرم مکی شریف بلکہ خانہ کعبہ پر کھڑے ہو کر ننگی تلواریں لہرائیں۔ اور جب سے وہابیوں کی حکومت آئی ہے تو

---

[1] ارواح ثلاثہ، ص 66۔67، حکایت نمبر 58، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔

[2] [آل عمران: 96۔97]

اس وقت سے اُن کے خلاف آواز بلند کرنا بھی ناجائز و گناہ قرار دیا جا رہا ہے، اب دیوبندی اپنے بزرگ اسماعیل دہلوی صاحب اور اُن کے ساتھیوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خانہ کعبہ میں تلواریں کیوں نہیں لہراتے (العیاذ باللہ)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے دلوں میں حرمین شریفین کی محبت موجود نہیں، بس یہ ریالوں اور ڈالروں کا گورکھ دھندا اور نوٹوں کی کہانی ہے، اگر سعودی حکومت امریکا وغیرہ کے توسط سے ملنے والی دیوبندیوں کی امداد بند کر دے تو ان لوگوں کو بھی نجدیوں میں ہزار ہا نقص نظر آنا شروع ہو جائیں گے۔

سیّد احمد رائے بریلی اور اُس کے ساتھیوں کا ائمہ حرم کی اقتداء میں نماز تراویح ادا نہ کرنا

اکابرین دیوبند کے بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں تصریح موجود ہے کہ انہوں نے ائمہ حرمین کی اقتداء میں نمازیں ادا نہیں کیں، چنانچہ سیّد احمد رائے بریلی کے متعلق مرقوم ہے:

"حرم میں چونکہ تراویح کی نماز میں بڑا ہجوم ہوتا تھا، اور بڑا شور شغب ہوتا تھا، آپ نے مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ اس شور شغب میں اطمینان قلب اور نماز کا لطف نہیں آتا، مشورے سے یہ طے پایا کہ جب تک حرم میں لوگ تراویح پڑھیں گے، تب تک آپؒ یہاں کے لوگوں کا قرآن سنیں شور بند ہو جانے کے بعد مطاف میں اپنی جماعت کی جائے، چنانچہ سکون ہونے کے بعد آپ کے ماموں زاد بھائی حافظ سید محمد بن شاہ ابو اللیث بن حضرت سید شاہ ابو سعید روز دو پارے تراویح میں سناتے تھے"۔ [1]

کیا دیوبندی موصوف سیّد احمد رائے بریلی، عبدالحی بڈھانوی اور اُن کے ساتھوں پر بھی تفرق و انتشار پیدا کرنے والوں کا حکم لگائیں گے اور کیا اُن کو بھی مُوردِ الزام ٹھہرائیں گے؟

---

[1] سیرت سیّد احمد شہید، ابوالحسن ندوی، ج 1 ص 354 مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ۔

نہیں! پھر اہل سنّت و جماعت (بریلوی) کے خلاف یہ سب محاذ آرئیاں کیوں؟
دیوبندیوں کی روش بتا رہی ہے کہ انہیں صرف اہلِ سنّت و جماعت سے حسد و جلن ہے اس لئے عوام الناس کو جذباتی کرنے کی خاطر حرمین شریفین کا نام لے رہے ہیں، ورنہ حرمین شریفین میں علیٰحدہ نمازیں پڑھنا دیوبندیوں کے اکابرین کا بھی معمول رہا ہے، اور ایک مسجد میں نمازِ تراویح کی متعدد جماعتوں کو خُود دیوبندیوں نے مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ دیوبندیوں کے فقیہ العصر، مفتی رشید احمد صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، سوال مع جواب ملاحظہ فرمائیں:

"سوال: دومنزلہ مسجد کی ہر ایک منزل میں تراویح کی الگ جماعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک ہی منزل میں مختلف جگہوں پر کچھ فاصلہ سے دُوسری جماعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

مسجد میں جماعت کا تعدد مکروہ ہے اور اس کا عموم جماعت تراویح کو بھی شامل ہے، لہٰذا یہ بھی مکروہ ہے، خواہ ایک ہی وقت میں تراویح کی متعدد جماعتیں ہوں یا مختلف اوقات میں ہوں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۳ محرم سنہ ۱۴۰۱ھ"۔[1]

فتاویٰ فریدیہ کا حوالہ

دیوبندی موصوف مفتی غلام محمد شرقپوری صاحب کے فتوے کی وجہ سے نالاں ہیں، مگر وہ ایک نظرِ التفات اپنے مذہب کی کتاب "فتاویٰ فریدیہ" کی جانب بھی کرلیں۔
دیوبندیوں کے نام نہاد محدثِ کبیر، فقیہ العصر، مفتی اعظم عارف باللہ مفتی محمد فرید صاحب لکھتے ہیں کہ:

[1] احسن الفتاویٰ، ج3 ص526، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

"وہابی محمد بن عبد الوہاب نجدی، ابن قیم، ابن تیمیہ وغیرہ کے اتباع (متبعین) کو کہا جاتا ہے یہ لوگ توسل شرعی، زیارۃ القبور کیلئے سفر، کرامت بعد الممات وغیرہ حقائق سے منکر ہیں۔ یہ لوگ بے ادب با ایمان ہیں، ان کے پیچھے بلا ضرورت اقتداء کرنا مکروہ تحریمی ہے، واللہ اعلم بالصواب"۔[1]

"محمد بن عبد الوہاب اور اس کے اتباع مسلمان ہیں ضروریاتِ دین سے منکر نہیں ہیں۔ البتہ اشداء علی الابرار و الرحماء بالکفار کے رویہ سے خوارج سے شمار کئے گئے ہیں اور یہ لوگ بعض اصول اور فروع میں متفرد ہیں حنابلہ سے بھی مخالف ہیں، کما یدل علیه کلام الذهبی فی حق امامهم ابن تیمیه، و هو الموافق"۔[2]

اس حوالہ میں دیوبندی مفتی نے نجدیوں وہابیوں کو خوارج میں شمار کیا ہے اور بے ادب قرار دیتے ہوئے اُن کی اقتداء میں نماز کو مکروہِ تحریمی قرار دیا ہے، دیوبندی موصوف اپنے مذہب کے محدثِ کبیر، فقیہ العصر، مفتی اعظم صاحب کے لئے کیا فتویٰ تجویز فرمائیں گے؟۔

بیت الخلاء آباد کرنے کا مشورہ

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ: مزید تفصیل کے لیے ترجمان مسلک دیوبند حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہ کی کتاب "دست و گریبان جلد دوم کا مسئلہ اول" پڑھیں۔ مولانا سعید قادری چشتیاں نے اپنی کتاب "تقدیس حرمین" میں پاکستان کے ۴۹ رضا خانی بریلوی مفتیوں کے فتاویٰ کو نقل کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ائمہ حرمین وہابی گستاخ ہیں، لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جماعت کے وقت بجائے جماعت میں شریک

---

[1] فتاویٰ دیوبند پاکستان، فتاویٰ فریدیہ، باب فی الفرق الاسلامیہ، ج 1 ص 158، اہتمام واشاعت حافظ حسین احمد صدیقی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی، ضلع صوابی۔

[2] فتاویٰ دیوبند پاکستان، فتاویٰ فریدیہ، باب فی الفرق الاسلامیہ، ج 1 ص 157، اہتمام واشاعت حافظ حسین احمد صدیقی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی، ضلع صوابی۔

ہونے کے بیت الخلاء آباد کیا کرو"۔ [۱]

الجواب: خود دیوبندی بھی ائمہ حرمین کی اقتداء میں نمازوں کی بربادی کے قائل ہیں، اور بعض اوقات تو عملاً اقتداء سے بھی اجتناب کرتے رہے ہیں، حوالہ ملاحظہ فرمائیں،

دیوبندیوں کے فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

"رعایت مذہبِ غیر کے اہتمام کی سعادت صرف حنفیہ کو حاصل ہے، غیر مقلدین اور ائمہ حرمین کی رعایت مذہبِ غیر سے بے اعتنائی بلکہ عمداً مخالفت عام مشہور و معروف ہے، مع ہذا دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں،

(۱) ان کے مذہب میں وتر کی دوسری رکعت پر سلام پھیرنا واجب نہیں، صرف افضل ہے اور مذہب حنفی میں ناجائز ہے اور اس طرح وتر کا واجب ادا نہیں ہوتا، اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ رمضان میں جماعت وتر میں احناف کی رعایت سے دوسری رکعت پر سلام نہ پھیریں، مگر یہ لوگ دوسری رکعت پر لازماً سلام پھیرتے ہیں اور احناف کو علیٰحدہ جماعت کی بھی اجازت نہیں دی جاتی، بلکہ اُن کو شرکت پر مجبور کیا جاتا ہے، فتنہ وفساد اور احناف کی نماز کی بربادی قبول مگر رعایت مذہبِ غیر گوارا نہیں"۔ [۲]

اس حوالہ میں دیوبندیوں کے فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب نے صاف اقرار کیا ہے کہ ائمہ حرمین نماز میں مذہبِ احناف کی رعایت نہیں کرتے اِس بنا پر احناف کی نمازیں اُن کی اقتداء میں برباد ہو جاتی ہیں، مثال کے طَور پر انہوں نے رمضان المبارک میں با جماعت وتر کی مثال دی ہے کہ جس طرح ائمہ حرمین یہ نماز ادا کرتے ہیں اس طرح احناف کے وتر ادا نہیں ہوتے اور نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

ائمہ حرمین کو فتنہ وفساد اور احناف کی بربادئ نماز قبول ہے مگر رعایت مذہبِ غیر گوارا نہیں۔

---

[۱] دفاع، ج1 ص203، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] احسن الفتاویٰ، ج3 ص365۔366، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہی ہوا کہ وہ لاکھوں احناف جو ائمہ حرمین کی اقتداء میں رمضان میں وتر کی نماز ادا کرتے ہیں ان کی نمازیں دیوبندیوں کے نزدیک بھی برباد وضائع ہوجاتی ہیں۔

کیا یہ ائمہ حرمین کی مخالفت نہیں اور کیا اُن کی اقتداء کی ممانعت نہیں؟ یہ تو دیوبندیوں کے فقیہ العصر، مفتی اعظم کا فتویٰ ہے جس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ ائمہ حرمین احناف کے مذہب کی رعایت نہیں کرتے اور عمداً مخالفت کرتے ہیں، بلکہ مفتی رشید احمد صاحب تو علیحدہ جماعت کے متمنی بھی نظر آتے ہیں اس لئے انہوں نے لکھا ہے کہ احناف کو علیحدہ جماعت کی بھی اجازت نہیں دی جاتی بلکہ ان کو شرکت پر مجبور کیا جاتا ہے۔

یعنی مفتی رشید احمد صاحب بھی خواہاں ہیں کہ احناف کو علیحدہ جماعت کی اجازت ہونی چاہئے ، مگر وہ بوجہ مجبوری شرکت کرتے ہیں ،ان تمام اُمور کے باوجود دیوبندی اپنے اکابرین پر کوئی فتویٰ نہیں لگاتے ، بلکہ مُوردالزام صرف اہل سنّت کو قرار دیتے ہیں اور عوام الناس کو متنفر کرنے کے لئے علماءِ اہلِ سنّت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔

مفتی رشید احمد دیوبندی صاحب کا ائمہ حرمین کی اقتداء سے اجتناب

دیوبندیوں کے یہی مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

" موسم حج میں منیٰ ،عرفات اور مزدلفہ میں امامِ حج قصر کرتا ہے حالانکہ ان کے نزدیک یہاں قصر واجب نہیں سنت ہے اور مذہبِ حنفی میں غیر مسافر کیلئے قصر جائز نہیں، اس کے باوجود امام قصر ہی کرتا ہے، احناف کی نماز کی کوئی پرواہ نہیں، بندہ نے ایک بار امام حرم ابوالسمح سے گزارش کی کہ آپ گاڑی پر بقدر مسافتِ سفر چکر لگا کر عرفات پہنچیں تو ہمیں بھی آپ کی اقتداء میں نماز کا شرف مل جائے مگر وہ اس ایثار پر بھی تیار نہ ہوئے جس میں اُن کا

ذرہ بھر بھی کوئی حرج نہ تھا"۔ [1]

اس حوالے میں تصریح موجود ہے کہ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں امامِ حج غیر مسافر ہونے کے باوجود قصر کرتا ہے جس کی وجہ سے احناف کی نمازیں برباد ہوجاتی ہیں، یعنی دیوبندیوں کے نزدیک ان مواضع میں امامِ حج کی اقتداء میں نمازیں ادا نہیں ہوتیں، بلکہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی رشید احمد صاحب امام حرم ابُوالسمح کی اقتداء سے اجتناب کرتے رہے اور ان کے سامنے بقدر مسافت سفر کا مطالبہ رکھ دیا کہ اس شرط کے ساتھ ان کو بھی اقتداء کا شرف مل جائیگا، مگر ابُوالسمح اس ایثار پر بھی تیار نہ ہوئے معلوم ہوا کہ دیوبندی مفتی رشید احمد صاحب بھی ان مواضع میں امامِ حج کی اقتداء سے محروم رہے۔

اب دیوبندی موصوف اپنے مفتی رشید احمد صاحب پر بھی فتویٰ لگائیں کہ وہ بھی مذکورہ مواضع میں جماعت کے وقت استنجا خانوں کی بُو سے اپنے دماغ کو فریش ومسرور کرتے رہے اور بیت الخلاء آباد کرتے رہے ہیں، دیوبندی موصوف مفتی رشید احمد صاحب کے لئے دیکھئے کیا گوہ افشانی وگل پاشی کرتے ہیں۔

حرمین شریفین میں اگر مَردوں کی نماز درست ہے تو عورتوں کی نماز نہ ہوگی، مفتی رشید دیوبندی کا فتویٰ

دیوبندیوں کے یہی مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حرمین شریفین کے امام عورتوں کی امامت کی نیت نہیں کرتے اس لئے جو عورتیں مَردوں کی صف میں کھڑی ہوجاتی ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی، ان عورتوں کی دونوں جانب اور ان کے پیچھے کھڑے ہونیوالے مَردوں کی نماز ہوجاتی ہے اگرچہ عورتیں تین یا اس سے بھی زیادہ

---

[1] احسن الفتاویٰ، ج3 ص366، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

ہوں۔ جو عورتیں الگ کھڑی ہوتی ہیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں ان کی نماز بھی نہیں ہوتی مگر ایک قول چونکہ جواز کا بھی ہے اس لئے عورتوں پر حرمین شریفین میں جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نمازوں کی قضا واجب نہیں، البتہ قضا کر لینا بہتر ہے، نماز جیسی اہم عبادت میں احتیاط کا یہی مقتضیٰ ہے"۔ [1]

یہی مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اگر کبھی یہ ثابت ہو جائے کہ حرمین شریفین کے امام عورتوں کی امامت کی نیت کرتے ہیں تو عورتوں کی نماز بہر حال صحیح ہو جائیگی خواہ الگ کھڑی ہوں یا مَردوں کے ساتھ۔

اگر مَردوں کی صف میں ایک یا دو عورتیں کھڑی ہوئیں تو ان کی دونوں جانب متصل اور ان کے پیچھے سیدھ میں صرف اول میں کھڑے ہونے والے مَردوں کی نماز نہ ہوگی، دوسری تیسری صف والوں کی ہو جائے گی"۔ [2]

"اگر دو سے زیادہ عورتوں کی صف ہو خواہ مَردوں کے ساتھ ہو یا الگ تو ان کے پیچھے ان کی سیدھ میں آخر صفوف تک کے مَردوں کی نماز نہ ہوگی، مَردوں کے ساتھ ہوں تو دائیں بائیں جانب والے مَرد کی بھی نماز نہیں ہوگی"۔ [3]

مفتی رشید احمد صاحب کی ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ حرم شریف میں مذہبِ حنفی کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے حنفی مقتدیوں کی نماز تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ یا تو مَردوں کی نماز نہ ہوگی یا پھر عورتوں کی نماز نہ ہوگی۔ اس کی مختلف صورتیں مفتی رشید احمد صاحب دیوبندی نے بیان کی ہیں اور آخر میں خُود مفتی رشید احمد صاحب دیوبندی صاحب نے تصریح کی ہے:

---

[1] احسن الفتاویٰ، ج3 ص364، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

[2] احسن الفتاویٰ، ج3 ص364۔365، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

[3] احسن الفتاویٰ، ج3 ص365، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

"مَردوں کی نمازِ حرم کو فساد سے بچانے کی فکر ہی اس تحریر میں محنت و کاوش کا محرک بنی"۔ [۱]

یعنی دیو بندی مفتی رشید احمد صاحب کے بیان کردہ اُمور پر عمل کرنے سے نماز فاسد ہونے سے بچ جائیگی ورنہ حرم میں نماز پڑھنے والوں کی نماز برباد و ضائع قرار پائے گی پس جب فقہی و اجتہادی مسائل کی وجہ سے مفتی رشید دیو بندی صاحب حرم میں ادا کی گئی نمازوں پر بطلان و فساد و بربادی کا حکم لگا رہے ہیں تو اگر اہلِ سنّت کے انچاس مفتیان عظام نے اگر (وہابی ائمہ کی بدعقیدگی) کی بنا پر بطلانِ صلاۃ کا حکم لگا دیا، یا جماعت میں شامل نہ ہونے کا مشورہ دیا، تو (دیو بندیوں کے نزدیک اور ان کے اُصول کے مطابق) کون سی غلط بات کہہ دی، یہی بات تو خُود دیو بندی مفتی نے بھی اپنے فتویٰ میں نقل کی ہے، اور جن علمائے اہلِ سنّت نے علمائے نجد کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے خلاف فتویٰ دیا ہے اُس کی وجہ نجدی علماء کے وہابیانہ نظریات ہیں جس کی جانب دیو بندی مولوی احمد رضا بجنوری نے بھی اشارہ کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"اس وقت جو علماءِ نجد نے باوجود حنبلی المسلک ہونے کے علامہ ابن تیمیہؒ کے تفردات اصول و فروع کو اختیار کر کے امام احمدؒ کے مسلک اور ارشادات سے اعتراض کی صورت اختیار کر لی ہے وہ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ پُوری دنیائے اسلام کے با احساس اور متیقظ علمائے اسلام و عوام کے لئے سخت تکلیف و تشویش کا موجب بن گئی ہے"۔ [۲]

مطلب یہ کہ نجدی علماء کا ابن تیمیہ کے نظریات سے متاثر ہونا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے اعراض کرنا، اُصول و فروع میں ابنِ تیمیہ کے تفردات کو اختیار کرنا علمائے اسلام کے لئے تشویش و تکلیف کا موجب ہے، اسی بنا پر علمائے اہلِ سنّت نے اُن کی اقتداء سے اجتناب کا حکم دیا ہے لیکن موصوف جیسے دیو بندیوں کا شُمار چونکہ با احساس اور

---

[۱] احسن الفتاویٰ، ج3 ص366، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

[۲] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج16 ص396، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

متقیظ علمائے اسلام میں نہیں ہوتا اس لئے وہ علمائے اسلام وعوام اسلام کے ساتھ نہیں اور نہ انہیں کوئی تشویش وتکلیف لاحق ہے۔

ان دیوبندیوں کے نام جو ائمہ حرم کی اقتداء نہ کرنے کی وجہ سے علماءِ اہل سنّت وجماعت بریلوی کو بدنام کرتے ہیں

نجدی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں

دیوبندیوں کی مشہور ومعروف کتاب "فتاویٰ فریدیہ" میں مرقوم ہے کہ:

"سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو امام مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف رکھتا ہے اور درود شریف کی روایات کو ضعیف قرار دے رہے ہیں وہ روایات جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صلاۃ وسلام کے ایصال کا ذکر فرمایا گیا ہے ایسے امام کو مقرر کرنا از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے، بینوا توجروا، المستفتی حاجی عبد المنان چیف کیمسٹ منگورہ، سوات

الجواب: بظاہر یہ شخص سلفی اور نجدی معلوم ہوتا ہے، پس اگر یہ حقیقت ہو تو ایسے شخص کو باقاعدہ امام مقرر کرنا مکروہ ہے، لکونہ مبتدعاً خارجیاً شدیداً علی المسلمین رحیماً علی الکفار مبیحاً لقتل اھل الاسلام وتارکاً لقتل اھل الاوثان وفق قول الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم" (رواہ البخاری)۔ وھو الموافق۔ [1]

اس حوالے میں نجدیوں کو خارجی اور مبتدع قرار دیتے ہوئے اُن کی اقتداء میں نماز کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، مگر دیوبندی موصوف جیسی ذہنیت رکھنے والے جاہل اور بد دماغ صرف اہلِ سنّت کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں اور اپنے اکابر کے خلاف ایک حرف تک

[1] فتاویٰ دیوبند پاکستان، فتاویٰ فریدیہ، باب فی الفرق الاسلامیہ، ج2 ص381، اہتمام واشاعت حافظ حسین احمد صدیقی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی، ضلع صوابی۔

نہیں لکھتے ،جس طرح کی بے اُصولی دیوبندی مُلّاؤں میں پائی جاتی ہے شاید ہی دُنیا کے کسی فرقہ میں موجود ہو۔

فتاویٰ محمودیہ

دیوبندی مذہب کے فقیہ الامت ، مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند، مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب نے اپنے "فتاویٰ" میں لکھا ہے کہ:

"امام شافعی المذہب کے متعلق اگر وثوق ہے کہ وہ حنفیہ کے مذہب کی رعایت کرتا ہے تو حنفی کو اس کا اقتداء جائز ہے۔ اگر وثوق سے معلوم ہے کہ وہ حنفیہ کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اس کا اقتداء درست نہیں۔ اور اگر رعایت وعدم رعایت کچھ معلوم نہیں تو اقتداء مکروہ ہے۔ اور ہر حال میں، اگر معلوم ہو جائے کہ مقتدی کے مذہب کے موافق امام کی نماز درست نہیں ہوئی مقتدی کو اپنی نماز کا اعادہ ضروری ہے"۔ [۱]

خیر الفتاویٰ

"یہاں عرب امارات میں بعض ائمہ امام شافعیؒ یا دیگر ائمہ کے مقلد ہیں تو جب ان کی مساجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہو تو اکیلے پڑھا کریں یا ان کی اقتداء میں؟

الجواب: بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان میں احناف اور دیگر ائمہ کا اختلاف ہے مثلاً احناف کے نزدیک اگر جسم کے کسی بھی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے، جب کہ بعض ائمہ کے نزدیک اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ تو اگر یہ پتہ ہو کہ امام ایسے مسائل میں مقتدیوں کے مذہب کی رعایت رکھتا ہے تو اس کی اقتداء بلا کراہت درست ہے اور اگر یہ یقین ہو کہ وہ مقتدیوں کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اقتداء نہ کریں، اکیلے پڑھ لیں"۔ [۲]

---

[۱] فتاویٰ محمودیہ، ج6 ص372، دار الافتاء جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

[۲] خیر الفتاویٰ، ج2 ص399۔400، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

ان فتاویٰ کو نظر میں رکھتے ہوئے مفتی رشید احمد دیوبندی صاحب کی یہ گواہی بھی ملاحظہ فرمائیں جو کہ انہوں نے ائمہ حرم کے متعلق اپنے" فتاویٰ" میں تحریر فرمائی ہے۔

" (1) اور یہ بھی معلوم ہے بلکہ بندہ کا ذاتی تجربہ ہے کہ دوسرے مذاہب کی رعایت سے متعلق کسی درخواست کی ان کے ہاں شنوائی نہیں ہوتی "۔ [۱]

" (۲) فتنہ وفساد اور احناف کی نماز کی بربادی قبول مگر رعایت مذہبِ غیر گوارہ نہیں "۔ [۲]

دیوبندیوں کے ان مفتیوں کی تحریر سے یہ ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی ائمہ حرم کی اقتداء میں نماز دُرست نہیں اور وہ خُود ان نمازوں کو برباد ہی سمجھتے ہیں، مگر افسوس ہے کہ مالی منفعتوں اور ذاتی مفادات ومصالح کی خاطر وہ کھل کر ائمہ حرم کی مخالفت سے گریزاں ہیں، بلکہ احقاقِ حق سے بھی محروم ہیں، چنانچہ اس حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہوئے احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے کہ:

" حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعد اکابر دیوبند میں سے کسی نے بھی نجدی علماء سے قریب ہو کر تبادلہ خیالات کر کے احقاقِ حق کی سعی نہیں کی، اِلّا یہ کہ حضرت مولانا عثمانی نے " فتح الملہم " میں یا مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے " معارف السنن" میں کچھ لکھا، یا حضرت شاہ صاحبؒ کے " امالی درس" میں کچھ آیا ہے، ہمارے استاذِ محترم حضرت مولانا مدنیؒ بھی درسِ بخاری شریف میں بہت کچھ فرمایا کرتے تھے، مگر ان کے علوم وتحقیقات بھی پوری طرح سامنے نہ آ سکیں۔ اور آج کل کے حضرات جن کا رابطہ سعودی عرب سے ہے، وہ بظاہر کچھ کمی وسعتِ مطالعہ کے سبب سے اور کچھ اپنی مصالح کی وجہ سے خاموش معلوم ہوتے ہیں، واللہ اعلم"۔ [۳]

---

[۱] احسن الفتاویٰ، ج3 ص 364، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

[۲] احسن الفتاویٰ، ج3 ص 365۔366، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

[۳] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج16 ص 386، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

مزید لکھتے ہیں کہ:

"اس دور میں کم سواد" متاعِ قلیل" کے حریص اور اخفاءِ حق کے مریض زیادہ ہیں"۔ [1]

مزید لکھا ہے کہ:

"بڑی کمی ہماری یہاں بھی علم کے ساتھ اظہارِ حق کی ہوگئی ہے۔ اور مصالح و مفادات کی طرف رُجحان علماء کے طبقہ میں بھی کافی ہوگیا ہے"۔ [2]

احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب کی ان عبارات سے ثابت ہوا کہ متاعِ قلیل اور مفادات ومراعاۃ کی وجہ سے علماء دیوبند علماءِ حرمین کے سامنے احقاقِ حق کی سعی سے محروم ہیں اور اخفاءِ حق کے مریض بن گئے ہیں، یعنی بجنوری صاحب کے نزدیک نجدی عقائد سے چشم پوشی کرنے والے دَر حقیقت مال ودُنیا کے پجاری ہیں، اسی بنا پر وہ نجدی ائمہ کے خلاف آواز بُلند نہیں کر سکتے۔

بجنوری دیوبندی صاحب نے بالکل صحیح کہا کہ یہ لوگ متاعِ قلیل کے حریص ہیں اور علمائے اہلِ سنّت کو بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ خُود بھی جانتے ہیں کہ نجدی عقائد وتفردات وشذوذ کی وجہ سے نجدی ائمہ اس لائق نہیں کہ اُن کی اقتداء کی جاسکے مگر پھر بھی یہ درہم و دینار کے پجاری مُلّاں متاعِ قلیل کا حرص کم نہیں ہونے دیتے اور خواہ مخواہ ایسے مسائل کی وجہ سے طوفانِ بدتمیزی برپا کرتے ہیں۔

نجدیوں کے عقائد احمد رضا بجنوری صاحب کی زُبانی

احمد رضا بجنوری صاحب نجدیوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ متاخرین حنابلہ کے یہاں تشبیہ، تجسیم، جہت باری، قِدمِ عالم، وغیرہ وغیرہ ساری ہی بیماریاں موجود ہیں، اس پر وہ کس منہ سے اہلِ حق کو معمولی معمولی باتوں پر

---

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج18 ص174، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج18 ص253، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

شرک و بدعت کے طعنے دیتے ہیں، پہلے وہ اپنی آنکھ کے شہتیر پر نظر کریں، پھر دُوسروں کی آنکھوں کے بال پر نظر رکھیں"۔ [۱]

"انوار الباری" کی اس عبارت میں متاخرین حنابلہ سے وہی نجدی مراد ہیں جو معمولی معمولی باتوں پر شرک و بدعت کو لے داغتے ہیں۔ جب نجدیوں کے ایسے عقائد ہوں تو اُن کی اقتداء میں کیسے نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

"اور آج جو تفردات حافظ ابن تیمیہ کی طرف دعوت عام بڑے وسیع پیمانے پر دی جا رہی ہے، اس سے جمہور امت کے مسلک پر کیا کچھ اثرات پڑیں گے، ظاہر ہے ان سے غفلت برتنا سخت مضر ہوگا، اللہ یرحمنا وایاہم"۔ [۲]

کاش! دیوبندی احمد رضا بجنوری صاحب کی باتوں پر عمل کرتے اور ابنِ تیمیہ کے پھیلائے ہوئے نظریات اور اُن کے عقائد و نظریات سے متاثر شخصیات سے کنارہ کشی اختیار کرتے تو آج برصغیر میں اتنا بگاڑ و انتشار پیدا نہ ہوتا، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دیوبندیوں نے وہابیوں کے نظریات کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنایا اور اس مضر سُرمہ کی مدد سے مسلمانانِ عالم کو مشرک و بدعتی کہنا شروع کر دیا۔

آج علمائے اہلِ سنّت جب وہابیانہ نجدیانہ عقائد کو بے نقاب کرتے ہیں تو سب سے پہلے دیوبندی ہی اپنے ہمنواؤں اور اپنے اکابرین کے بُرے عقائد پر پردہ ڈالتے ڈالتے بے پردہ ہو جاتے ہیں اور اس سلسلے میں علمائے احناف کا بھی پاس و لحاظ نہیں رکھتے، جیسا کہ نجدیوں کی اقتداء کے بارے میں فقہی اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ احناف کی نماز دُرست نہ ہوگی، مگر دیوبندی ایسے شور مچانا شروع کر دیتے ہیں جیسا کہ موصوف نے شُور مچایا ہے۔

---

[۱] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج 17 ص 115، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج 14 ص 16، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

نجدی دیوبندیوں کو مشرک سمجھتے ہیں

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" مسلمانوں کی بدگمانی سے بچنے کے لیے" معلوم ہوا کہ ساری دنیا کے مسلمان ائمہ حرمین کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے ہندی مشرکین کو برا سمجھتے ہیں"۔ [1]

الجواب : انگریزوں کا برصغیر پر قبضہ رہا اور اُن کے مظالم کو اہلیانِ برصغیر نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اِس لئے برصغیر پاک وہند میں رہنے والے غیور مسلمان انگریزوں سے آج تک نفرت کرتے ہیں لیکن دُنیا کے دُوسرے خطوں میں رہنے والے مسلمان (جیسے کہ یورپ وغیرہ میں آباد ہیں) انگریزوں سے نفرت نہیں کرتے، اس لئے کہ انہیں انگریزوں کے مظالم کا علم نہیں۔

یُونہی برصغیر اور حجازِ مقدس کے مسلمان وہابیوں کو بھی شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس کی وجہ وہابیوں کے وہ عقائد ہیں جو ان کی کتب میں موجود ہیں چونکہ مسلمانانِ پاک وہند کو برصغیر کے وہابیوں کے عقائد کی وجہ سے سخت کوفت واذیت کا سامنا کرنا پڑا، گھر گھر دنگا وفساد ہوتے دیکھا گیا، اسی تلخ تجربہ کی وجہ سے مسلمانانِ پاک وہند دُنیا کے کسی بھی کونے میں رہنے والے وہابی کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں، مگر چونکہ دُنیا کے دُوسرے خطوں میں برصغیر پاک وہند اور حجازِ مقدس جیسی صورتحال نہیں پائی جاتی اور نہ ہی دیگر علاقوں کے مسلمان وہابی عقائد سے اُس طرح آشنا ہیں اِسی بنا پر وہ ائمہ حرمین کی اقتداء کر لیتے ہیں۔

باقی جو نتیجہ دیوبندی موصوف نے کشید کیا ہے اُس سے زیادہ سخت عبارات تو خُود دیوبندیوں کی کتب میں موجود ہیں۔ مؤتمر عالم اسلامی میں شبیر احمد عثمانی صاحب نے

[1] دفاع، ج1ص203، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

"پھر ہم کو مشرک کیوں سمجھا جاتا ہے اور ہمارے مقابلہ میں ہندوستان کے غیر مقلدوں کو کیوں اچھا سمجھا جاتا ہے؟"۔[۱]

اس کا مطلب بھی یہی ہوا کہ مؤتمر عالمِ اسلامی میں شامل تقریباً تمام علماء دیوبندیوں کو مشرک سمجھتے تھے، اب کیا دیوبندی موصوف اپنے اکابرین شبیر احمد عثمانی صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب، دیگر اکابرینِ دیوبند اور پُوری دیوبندی جماعت کے مشرک ہونے کا فتویٰ دیں گے؟ اور کیا یہ تحریر کرنے پر تیار ہوں گے کہ مؤتمر عالمِ اسلامی میں شامل تمام علماء نے دیوبندیوں کو مشرک قرار دیا ہے؟۔

اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

حکامِ وقت اور بَدعقیدگی

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"رضا خانیوں کے نزدیک سعودی معاذ اللہ وہابی گستاخ ہیں اب ان وہابیوں کے سربراہ شاہ عبداللہ صاحب مرحوم کا انتقال کچھ عرصہ پہلے ہوا تو ان کے جنازے میں وزیر اعظم پاکستان جناب نواز شریف وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف اور دیگر اعلی سرکاری حکام نے سعودی عرب جا کر شرکت کی ان کا نماز جنازہ پڑھا۔ (روزنامہ ایکسپریس۔ نوائے وقت۔ دنیا۔ جنگ کا مین پیج ۲۴ جنوری ۲۰۱۵) غضب خدا کا خارجیوں کے جنازے میں شرکت دہشت گرد سربراہ کے جنازے میں شرکت !!! رضا خانیو! جوش خطابت کا اظہار کریں۔۔۔!!![۲]

الجواب: دیوبندی موصوف بالکل ہی جاہل اور احمق ہیں، نواز شریف اور شہباز شریف

---

[۱] ملفوظات محدث کشمیری، ص 162، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 204، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

وغیرہ دلائل شرعیہ میں سے کون سی دلیل کا نام ہے، اوران کے چلے جانے کی وجہ سے کون سا ٹوٹ گیا کہ ہم اُن کی شمولیت کے باعث لاجواب ہو جائیں گے۔ واضح اور دوٹوک جواب یہ ہے کہ نواز شریف اور شہباز شریف جیسے بے شُمار حکامِ وقت بھی ہوں تو وہ دلیل نہیں بن سکتے اور نہ ہی اُن کا عمل حجت ہے، ہاں! البتہ دیوبندی ان لوگوں کو اپنا مذہبی پیشوا سمجھتے ہوں اور ان کے اعمال وافعال سے استناد کرتے ہوں تو الگ بات ہے۔

نمبر (2) حکامِ وقت تو خمینی اور اس قماش کے دیگر لوگوں کی قبروں پر بھی فاتحہ خوانی کرنے چلے جاتے ہیں، حالانکہ خمینی اور اُس کے ہم مسلکوں کے قطعی کافر ہونے کے فتوے موصوف کے گھر میں بھی موجود ہیں تو اس وقت دیوبندی موصوف اپنی جوشِ خطابت کا اِظہار کیوں نہیں کرتے۔ خُود موصوف ہی بتا دیں کہ خمینی جیسے لوگوں کی قبروں پر فاتحہ خوانی کرنے والے حکامِ وقت کے لئے کیا حکم ہے؟۔

یاد رہے کہ فتویٰ سوچ سمجھ کر دینا۔ اخباری تراشے پیش کر کے ہم بھی نام لے کر اُن حکامِ وقت کے خلاف آپ سے فتویٰ طلب کریں گے، پھر دیکھتے ہیں کہ آپ کتنا جوشِ خطابت کا اِظہار کرتے ہیں۔

سرکاری اعزاز میں ایدھی کی نماز جنازہ اور دیوبندی موصوف کی خاموشی

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" آرمی چیف نے سعودی سفارت خانہ جا کر شاہ عبد اللہ کی وفات پر تعزیت کی اور اپنے تاثرات لکھے شاہ عبد اللہ کی وفات عالمی سانحہ ہے آرمی چیف"۔ (۲۹ جنوری ۲۰۱۵، ایکسپریس، جنگ، نوائے وقت) رضا خانیو! وقتِ امتحان ہے ڈریئے مت، موت تو آنی ہے پھر حق کلمہ کہنے کی پاداش میں موت آجائے تو اس سے بہتر موت کیا ہوگی؟ اس لیے ہمت کریں۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ رضا خانی جلد سے جلد خارجیوں کے ان حمایتیوں کے خلاف

بھی ایک بیان ریکارڈ کروائیں گے"۔ [۱]

الجواب: سرکاری اعزاز میں تو عبد الستار ایدھی کی بھی نمازِ جنازہ ادا کی گئی تھی جس میں تقریباً تمام حکامِ وقت موجود تھے۔ عبد الستار ایدھی تو وہ شخص تھا جس کے عقائد کی بنا پر علمائے اسلام نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا، مگر حکامِ وقت نے باقاعدہ شرکت کی۔ دیوبندی اس وقت جوشِ خطابت کو کیوں بھول گئے؟

اور پاک و ہند کے مسلمانوں پر شرک و بدعت کی گولہ باری کرنے والے دیوبندیوں کے مدارس کے مفتی کیوں خاموش ہو گئے؟

کیا دیوبندی اس لئے خاموش تھے کہ وہ عقیدہ کے معاملہ میں عبد الستار ایدھی کے ہمنوا تھے یا انہیں ایدھی کے عقیدے میں کوئی بھی خرابی نظر نہ آئی یا اور کوئی مصلحت تھی جس کی وجہ سے سکوت کی مُہر لگ گئی؟

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"امریکی ڈالروں پر پلنے والے ان جمعراتی مولویوں کو پاک فوج اور پاکستان کی عوام کی نظروں میں علماء دیوبند کی عظمت ہضم نہیں ہو رہی ہے اور وطن کی محبت نہیں بلکہ دل کا بغض ایسے بیانات کرنے پر ابھارتا ہے"۔ [۲]

الجواب: موصوف اور اس کے ہمنواؤں کی پاکستان اور پاک فوج سے محبت کا ایک ثبوت تو ہم اپنے ریکارڈ میں محفوظ کئے ہوئے ہیں جس میں موصوف کہہ رہے ہیں کہ: "اس سال ڈنڈے کے خوف سے ہم نے بھی 14 اگست منائی لیکن پیچھے بینر سے ہماری تخریب کارانہ ذہنیت واضح ہو رہی ہے۔ نوٹ: ڈنڈے سے مراد یہاں پاکستانی پرچم میں لگایا جانے والا ڈنڈا ہے، اپنے ذہنوں کو صاف رکھا کریں"۔ موصوف کو جواب دیا گیا کہ: " ویسے ڈنڈا

---

[۱] دفاع، ج 1 ص 204، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 205، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

چھوٹا ہے جھنڈے میں"۔ موصوف اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:" جی استا(استاذ) جی، چھوٹا ڈنڈا ہونے کے باوجود بھی آپ میری شکل پر بجے ہوئے بارہ ملاحظہ کر سکتے ہیں اگر ڈنڈا بڑا ہوتا تو کیا حال ہوتا۔۔۔"۔

بقیہ پُوری پاک آرمی کے سپاہی سے لے کر چیف آف آرمی سٹاف تک ہر کوئی بالخصوص اور پُوری دُنیا بالعموم جانتی ہے کہ" وانا"،" وزیرستان" اور دیگر قبائلی علاقوں سے تعلق رکھنے والے دہشت گرد موصوف کے ہی ہم عقیدہ لوگ ہیں جنہوں نے پاک فوج کو اپنی گولہ باری کا نشانہ بنایا اور ابھی تک اپنے ناپاک ارادوں اور مذموم مقاصد کے حصول کے لئے اسی راہ پر چل رہے ہیں، اور یہ حقیقت بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ امریکی ڈالروں پر ہی ان دہشت گردوں کی پرورش ہوئی، ورنہ موصوف ہی بتائیں کہ وہ جدید اسلحہ جس کے ساتھ وہ پاک فوج کو نشانہ بناتے رہے اور بنا رہے ہیں وہ اُن کے پاس کہاں سے آ گیا اور اس سلسلے میں اُن کو یہ سرمایہ کس نے فراہم کیا، اور کون سے مدرسے تھے جو ان لوگوں کی سربراہی کر رہے تھے۔ ان سوالات کے جوابات کچھ شعور رکھنے والا اور پاک سرزمین سے محبت رکھنے والا ہر فرد بخوبی جانتا ہے۔

وطن عزیز کے دُشمنوں نے کس طرح ڈالروں کی صورت میں دیوبندی موصوف کے ہم عقیدہ لوگوں کو خرید کر پاک فوج کے مدِّ مقابل کھڑا کیا اور ان لوگوں کی سرپرستی دیوبندی مدارس نے کس طرح کی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے ان دہشت گردوں کی اکثریت دیوبندی مدارس میں تیار شدہ تھی۔ الغرض موصوف کو یہ بے تکا اعتراض کرنے سے پہلے ایک نظر اپنے تاریک ماضی پہ ڈالنی چاہئے تھی مگر موصوف نے اس اعتراض کو ہم پر تھونپ کر یہ واضح کر دیا کہ" چُور مچائے شُور" کے مصداق کی مثال اس سے بڑھ کر کوئی اور پیش نہیں کی جا سکتی۔

مولوی زکریا دیوبندی کا اعتراف وھابیت

سوانح مولانا محمد یوسف ص ۲۰۲۔۲۰۴ میں تبلیغی جماعت کے مولوی محمد زکریا دیوبندی

صاحب اور دیگر اکابرینِ دیوبند کا اعترافِ وہابیت بایں الفاظ موجود ہے کہ" ہم بڑے سخت وہابی ہیں" یا" مولوی صاحب میں تم سے خُود بڑا وہابی ہوں" ان حوالوں کے متعلق دیوبندی موصوف (نے پُورا واقعہ اس طرح ہے کہہ کر صفحہ ۲۰۵ سے ۲۰۹ تک وہ واقعہ لکھا ہے پھر) لکھتے ہیں کہ:

" خلاصہ کلام: دیکھا قارئین کرام! کتنی بڑی بے ایمانی کی اور تمام اقتباس کو سیاق وسباق سے کاٹ کر صرف چند لفظ لکھ دیئے۔اس طویل گفتگو کو پڑھنے کے بعد آپ آسانی سے اندازہ لگالیں کہ ان بزرگان نے یہ بات بطور" طنز ومزاح" میں کی کہ کوئی جانشین مقرر کیجیے ورنہ اہل بدعت کی طرح پیر صاحب کے مرنے کے بعد اس کی قبر ومزار پر دھندا کرنا یہ ہم سے نہ ہوگا اس معاملے میں ہمیں وہابی سمجھ لو۔اس میں یہ کہاں ہے کہ ہم حنفی نہیں؟[1]

الجواب: اولاً: قارئین کرام! کے ذہن میں یہ بات نہیں آنی چاہئے کہ موصوف کی نقل کردہ اگلی تمام عبارات بمطابق اصل ہیں بخوفِ طوالت ان پر گفتگو نہیں کی جارہی عبارات میں غلطیوں کی نشاندھی کو ترک کر دیا ہے ورنہ موصوف نے جو واقعہ پورا نقل کرنے کی کوشش کی ہے اس میں بھی اکتالیس (41) مقامات ایسے ہیں جہاں، راقم کے پیشِ نظر نسخہ کے مطابق، عبارت بمطابقِ اصل نہیں ہے۔

دیوبندی موصوف نے اس حوالے سے گلوخلاصی کے لئے بہت کوشش کی ہے اور ایک طویل اقتباس بھی نقل کیا ہے مگر افسوس کہ دیوبندی موصوف پھر بھی اپنی کوشش میں ناکام ونامُراد رہے۔ہمیں بھی مجبوراً اصل کتاب سے وہ طویل اقتباس نقل کرنا پڑ رہا ہے جو کہ موصوف نے نقل کیا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ طوالت طبع قارئین پر گراں ہوگی مگر مجبوراً ایسا کرنا پڑ رہا ہے ورنہ دیوبندی موصوف پھر وہی مگر مچھ کے آنسو بہائیں گے کہ تمام سیاق سباق سے

---

[1] دفاع، ج1ص209، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کاٹ کر صرف چند الفاظ لکھ دیئے، اقتباس مُلاحظہ فرمائیں:

"اس سلسلہ میں جو کچھ ہوا وہ تفصیل سے مولانا محمد منظور نعمانی نے منضبط کیا ہے، درج ذیل ہے، اب اُنہیں کے الفاظ میں اس مسئلہ کے متعلق پڑھیئے:

"حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی علالت، وصال سے دو(۲) تین (۳) مہینے پہلے سے، اگرچہ بہت نازک شکل اختیار کر چکی تھی، لیکن حضرت کے بعض خاص حالات کی وجہ سے خدّام کو ان کی زندگی اور صحت کے بارے میں اچھی اُمیدیں تھیں۔ مگر دو (۲) ہفتے پہلے سے حالت اتنی نازک اور سقیم ہوگئی کہ بظاہر اسبابِ صحت کی امید کیلیئے گنجائش نہیں رہی۔ یہ عاجز اور رفیق محترم مولانا علی میاں بھی حضرت کے دوسرے بیسیوں خدّام اور محبّین کی طرح وہیں مقیم تھے۔ ہم لوگوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ساتھ ساتھ حضرت کی دینی دعوت سے بھی اچھا خاصا تعلّق ہو گیا تھا، اس لئے قدرتی طور پر حضرت کی زندگی کے مسئلہ کے ساتھ ہم اُن کے بعد اُن کی دعوت کے انجام کے بارے میں بھی فکر مند تھے۔ ہمارا احساس یہ تھا کہ جتنے لوگ اس وقت اس دعوت کے کام سے جُڑے ہوئے ہیں اُن کا تعلّق دراصل حضرت کی شخصیت سے ہے، دعوت سے ان کا تعلّق آپ کی اس ذاتی محبت کی وجہ سے ہے، اس لئے یہ اُمید نہیں ہے کہ حضرت کے بعد بھی یہ کام اسی طرح چلتا رہے گا اور جس طرح لوگ حضرت کے سامنے اس کام کیلیئے قربانیاں دے رہے ہیں وہ آپ کے بعد بھی اسی طرح دیتے رہیں گے۔

ایک رات کو اس ناچیز اور رفیقِ محترم مولانا علی میاں نے اس بارے میں دیر تک غور و فکر اور باہم مشورہ کیا اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر حضرت کے بعد یاں اس دعوتی کام کے مرکز نظام الدین میں کسی ایسی شخصیت کا قیام رہے جس کے ساتھ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دعوت سے تعلّق و محبت رکھنے والے پُورے حلقہ کو عقیدت و محبت ہو تو انشاء اللہ یہ کام اسی طرح چلتا رہے گا۔ اور ایسی شخصیت اُس وقت ہماری نظر میں صرف شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلّہ کی تھی اور ممدوح کی بے انتہا عنایت وشفقت نے ہم لوگوں کو انتہائی محبت وعقیدت کے باوجود کسی قدر بے تکلّف بھی کر دیا تھا اس لئے ہم نے یہ طے کیا کہ ہم اس بارے میں حضرت موصوف سے صاف صاف بات کریں اور اصرار کریں کہ وہ ابھی یہ فیصلہ فرمالیں اور ہمیں اس بارے میں مطمئن کر دیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے جانشین کی حیثیت سے وہ نظام الدین میں مستقل قیام فرمائیں گے۔ہم نے طے کیا کہ آج صُبح ہی حضرت ممدوح سے وقت لے کر تنہائی میں اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔

صبح صادق ہوئی، فجر کی اذان ہوتے ہی میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نماز کے بعد آپ سے ایک خاص معاملہ میں کچھ عرض کرنا ہے اس کے لئے وقت مقرر فرما دیجئے۔فرمایا کہ نماز کے بعد متصلاً قاری سَیّد رضاء حسن (مرحوم) کی درسگاہ میں بیٹھ جائیں گے۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ وہاں تشریف لے آئے اور یہ عاجز بھی حاضر ہو گیا اور اس ناچیز نے مختصر تمہید کے بعد اپنی اور مولانا علی میاں کی طرف سے وہ بات عرض کی جورات کے مشورہ میں ہم دونوں نے طے کی تھی۔میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا کے مرض اور ضعف کی رفتار دیکھتے ہوئے اب اُمید ٹوٹتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل میں یہ فکر اُبھر رہی ہے کہ حضرت کے بعد اس دینی کام کا کیا ہوگا۔ہم لوگوں کا اندازہ ہے، اور غالبًا جناب والا کو بھی اس سے اتفاق ہوگا کہ اس وقت جتنے عناصر کام میں لگے ہوئے ہیں اُن سب کا اصل تعلق حضرت کی ذات سے ہے اور اس ذاتی تعلق کی وجہ سے وہ اس کام میں جُڑے ہوئے ہیں اس کا کافی اندیشہ ہے کہ حضرت کے بعد آہستہ آہستہ یہ شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور یہ اُمت کا بہت بڑا خسارہ ہوگا۔

ہمارے نزدیک اس کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ کہ حضرت کے بعد جناب یہاں قیام کا فیصلہ فرمالیں اور یہ کام جناب کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہو۔ہمارا اندازہ ہے اور اپنے اس

اندازہ پر ہمیں پورا اعتماد ہے کہ اگر ایسا ہوا تو یہ سب عناصر اسی طرح جُڑے رہیں گے کیونکہ ان سب کو جناب کے ساتھ بھی الحمد للہ عقیدت و محبت کا خاص تعلق ہے۔ اسی کے ساتھ ہم نے یہ بھی عرض کیا کہ اور اگر ایسا نہ ہوا تو تھوڑے دنوں کے بعد یہ سارا مجمع منتشر ہو جائے گا اور ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے کہ ہم بڑے سخت "وہابی" ہیں ہمارے لئے اس بات میں کوئی خاص کشش نہیں ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبرِ مبارک ہے، یہ مسجد ہے جس میں حضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ حجرہ ہے جس میں حضرت رہا کرتے تھے۔ اور اگر جناب نے یہاں قیام فرمایا تو انشاء اللہ ہم سب کا تعلق اس کام سے اور اس جگہ سے ایسا ہی رہے گا جیسا آج ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے میری بات پُوری خاموشی سے سُنی اور جب میں اپنی بات عرض کر چکا تو فرمایا:

مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے اور سب اس سوچ میں ہیں۔ لیکن یہ بات ایسی نہیں کہ ہم اور آپ اس کا کوئی انتظام کر لیں اور وہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ جو اس کے لئے مرتے مٹتے ہیں یہ ہے کہ وہ اُن کی چیزوں کو ضائع نہیں فرماتا۔ ان کے بعد بھی ان کے کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ اُن کی زندگی میں کچھ لوگ اُن کی محنت و تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور اُن سے اُمید ہوتی ہے کہ اس بندہ کے بعد انشاء اللہ اس کا سلسلہ اور فیض اُن کے ذریعہ جاری رہے گا۔ مشائخ کے یہاں خلافت و اجازت کا سلسلہ دراصل اسی کی ایک عملی اور انتظامی شکل ہے۔ خلافت و اجازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہو گئی ہے اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا جو کام شیخ سے لیا جا رہا ہے وہ انشاء اللہ ان سے بھی لیا جائیگا۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندہ کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک آدمی بھی ایسا بنتا ہوا نظر نہیں آتا جس سے توقع کی جا سکے کہ اس کے ذریعہ اس بندہ کا جلایا ہوا چراغ روشن رہے گا۔ لیکن اس بندہ کا وصال ہوتے ہی اچانک اُس کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعتہً اس کی طرف منتقل ہوگئی۔

ایسا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے لیکن جب ہوتا ہے تو نسبت کا یہ انتقال بہت غیر معمولی خارق عادت قسم کا ہوتا ہے۔ حضرت چچا جان کے لوگوں میں، مَیں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور ان کے اس کام کو وہ جاری رکھ سکے گا۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ سے پُوری اُمید ہے کہ وہ ان کے کام کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ اس لئے مجھے توقع ہے کہ غالباً یہاں دوسری شکل واقع ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کسی کو یہ دولت مل جائے گی۔ پھر اس کو تم بھی دیکھ لوگے اور مَیں بھی دیکھ لوں گا، اور پھر انشاء اللہ یہ کام اسی سے لیا جائے گا اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میرے بارے میں ہوا تو مجھ سے کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں، پھر مَیں خود یہاں رہوں گا، بلکہ اگر تم سب ملکر مجھے نکالنا چاہو گے جب بھی یہیں رہوں گا۔ اور اگر کسی اور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا تو تم بھی اُس کو دیکھ لوگے اور میں بھی دیکھ لوں گا، پھر اللہ تعالیٰ اسی سے یہ کام لیگا۔

بس انتظار کرو، اللہ سے دعاء کرو۔ اور اگر دیکھو کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو مولوی صاحب! مَیں خود تم سے بڑا "وہابی" ہوں۔ تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کے در و دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔ [1]

اس حوالے میں تصریح کی گئی ہے کہ مولوی الیاس تبلیغی کے مرض الموت میں ان کی نیابت

---

[1] سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی، ص200۔204، ناشر: بندہ فیروز الدین شاہین ٹریڈنگ کمپنی کمرہ ۲۰٤ شمس چیمبر شاہراہِ لیاقت، کراچی، پاکستان۔

نے ان کے متعلقین اور اکابرینِ دیوبند کو فکر وتشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ان کے مطابق تبلیغی جماعت کا کام جو بڑے یقین، درد و سوز، ذوق وشوق اور انہماک کے ساتھ ہو رہا تھا، الیاس وہابی کے مرنے کے بعد اس میں تعطل آنے کا اندیشہ لاحق ہو گیا،اس لئے الیاس وہابی والی ذمہ داری، جسے وہ نیابت سے تعبیر کر رہے تھے، کسی اور پر ڈالنا چاہ رہے تھے، بے حد فکر کے ساتھ مشاورت کی گئی۔ اس موقعہ پر منظور نعمانی صاحب سمیت دیگر تبلیغیوں نے یہ اقرار کرتے ہوئے کہا کہ" اور ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے کہ ہم بڑے سخت" وہابی" ہیں ہمارے لئے اس بات میں کوئی خاص کشش نہیں ہو گی کہ یہاں حضرت کی قبرِ مبارک ہے، یہ مسجد ہے جس میں حضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ حجرہ ہے جس میں حضرت رہا کرتے تھے"۔ان کی یہ باتیں سُن کر مولوی زکریا دیوبندی نے بھی اقرار کیا کہ:" مَیں خود تم سے بڑا" وہابی" ہوں۔تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرِہ کے در و دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

اس واقعہ کو آپ غور سے پڑھیں، دیوبندیوں کے بقول اہم حساس اور سنجیدہ مسئلہ پر میٹنگ ہو رہی تھی، تبلیغی جماعت کے سربراہ محمد الیاس وہابی صاحب مرض الموت میں تھے اس موقعہ پر کیا طنز و مزاح ممکن ہے؟ اگر موصوف اقرارِ وہابیت کو طنز و مزاح سے تعبیر کرتے ہیں پھر وہ تبلیغی جماعت کے نام پر ہونے والے گورکھ دھندے کو طنز و مزاح سے تعبیر کیوں نہیں کر لیتے۔ایک طرف تو دعویٰ ہے کہ نیابت کے سلسلہ میں بڑی فکر و تشویش لاحق تھی، دوسری جانب ایسے موقع پر بڑی بے فکری سے طنز و مزاح کے نشتر برسائے جا رہے ہیں۔

دیوبندی موصوف ان الفاظ کو چاہے کیسا بھی نام دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مولوی زکریا صاحب مولوی منظور نعمانی صاحب سمیت دیگر وہابیہ کے یہ الفاظ اُن کے عقائد کے ترجمان ہیں، اور ہم ان الفاظ کو طنز و مزاح پر کیسے محمول کر لیں جبکہ یہ روئیداد قلم بند کرنے والے منظور نعمانی صاحب نے تو وہابیوں کی حمایت میں ایک پوری تحریر" شیخ محمد بن عبد الوہاب اور

ہندوستان کے علمائے حق" کے نام سے قلمبند کی ہے، جس کو ایک رسالہ کی صورت میں قدیمی کتب خانہ کراچی نے شائع کیا ہے جس کے کچھ حوالے سابق کئی مقامات پر گذر چکے ہیں اور اُس میں منظور نعمانی صاحب نے تصریح کی ہے کہ" شیخ محمد بن عبد الوہاب اور اکابر جماعت دیوبند کے طرزِ فکر میں بعض جزوی اختلافات" ہیں، ملاحظہ فرمائیں: [1]

پس معلوم ہوا کہ دیوبندیوں اور وہابیوں میں اُصولی طَور پر توافق واتحاد ویگانگت موجود ہے، صرف بعض جزوی اختلافات ہیں، اور وہ بھی ایسے کہ کسی دُوسرے کی تکفیر وتفسیق وتضلیل نہیں کی جاسکتی۔ پس ایسی صورت میں منظور نعمانی صاحب اور دیگر تبلیغیوں نے اس جزوی اختلاف کو بھی ملحوظ نہ رکھتے ہوئے یہ اقرارِ وہابیت کرلیا تو کوئی جائے تعجب نہیں، اور پھر اسی رسالہ پر مولوی زکریا صاحب کا تصدیقی وتوثیقی نوٹ [2] بھی درج ہے، گویا اسی تناظر میں مولوی زکریا صاحب نے بھی صاف اور کھُلے الفاظ میں اقرارِ وہابیت کرلیا تو کیا حیرت؟۔

لہٰذا موصوف کو اکابرینِ دیوبند کے اقرارِ وہابیت پر پردہ ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں، موصوف چاہے کیسا ہی پردہ ڈالنے کی کوشش کریں، مگر اُن کا اقرارِ وہابیت اُنہیں عیاں و بے نقاب کرنے کے لئے کافی ووافی ہے۔

بقیہ دیوبندی موصوف کا یہ کہنا کہ منظور نعمانی صاحب اور دیگر تبلیغیوں کا مطلب یہ تھا کہ اہلِ بدعت کی طرح پیر صاحب کے مرنے کے بعد اُس کی قبر ومزار پر دھندا کرنا یہ ہم سے نہ ہوگا اس میں بھی موصوف کی مکاری کا عنصر پوشیدہ ہے کیونکہ منظور نعمانی صاحب اور دیگر وہابیوں نے جو فقرات کہے وہ کچھ یُوں ہیں:

" اس بات میں کوئی خاص کشش نہیں ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبرِ مبارک ہے، یہ مسجد ہے جس میں حضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ حجرہ ہے جس میں حضرت رہا کرتے تھے"۔

---

[1] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص68، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[2] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص135۔137، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

اس کے جواب میں مولوی زکریا صاحب نے کہا کہ :" مَیں خود تم سے بڑا" وہابی" ہوں۔ تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کے درودیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔ دیکھیں ان فقرات میں کوئی بھی ایسی بات موجود نہیں جو دیوبندی موصوف نے اہلِ بدعت کی طرح قبر ومزار پر دھندا کرنا کے الفاظ کی صورت میں رقم کی ہے، بلکہ انہوں نے جو کہا وہ آپ کے سامنے موجود ہے، اب ان الفاظ کو کتبِ دیوبند کی روشنی میں ہی تولتے اور پرکھتے ہیں کہ یہ خیالات عقائدِ وہابیہ کے ترجمان ہیں یا نہیں؟

دیوبندیوں کی مشہور ومعروف کتاب" ملفوظاتِ محدث کشمیری" میں نجدیانہ عقائد کی تردید میں کچھ ابحاث موجود ہیں، ایک مقام پر" امکنہ مقدسہ میں انجذاب قلوب الی اللہ ہوتا ہے" کی سُرخی قائم کر کے مندرجہ ذیل اقتباس تحریر کیا گیا ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

" فائدہ: تفسیر مظہری 1\128 میں قولہ تعالیٰ:" وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى " کے تحت مفصل تفسیر تحقیق کے بعد تحریر فرمایا:" یہاں اہلِ اعتبار نے یہ استنباط کیا ہے کہ جس مقام میں کوئی شخص اہل اللہ میں سے کچھ عرصہ قیام کرے تو اس جگہ آسمان سے برکات اور سکینہ کا نزول ہوتا ہے جس سے قلوب کا انجذاب حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے، اور اس جگہ نیکیاں کرنے سے ان کا اجر مضاعف ہو جاتا ہے اور بُرائیوں کا گناہ بھی زیادہ ہوتا ہے واللہ اعلم۔" فلیعتبر السلفیون "۔[1]

اور پھر اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ:

" سلفی اور نجدی بھائیوں کو سوچنا چاہئے کہ جب ایک صالح شخص کے کسی مقام میں صرف قیام سے وہ جگہ اتنی متبرک ہو جاتی ہے تو اگر وہاں وہ عبادت وریاضت بھی کرے تو اس سے ظاہر ہے کہ اس جگہ کا مرتبہ اور بھی بڑھ جائے گا۔ جس طرح وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم

---

[1] ملفوظات محدث کشمیری، ص169، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

علیہ السلام نے کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر کی تھی تو اس کے قریب نماز طواف واجب یا مستحب قرار پائی اور خود حضرت عمرؓ نے وحی سے قبل ہی اس کو نماز کی جگہ بنانے کی خواہش وتمنا کی تھی جن کو ابن تیمیہ وغیرہ مآثر کا مخالف سمجھتے تھے"۔ [1]

اور پھر تھانوی صاحب کے "ملفوظات" میں موجود ہے کہ:

"ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ جس جگہ بزرگ رہتے ہیں اس جگہ میں ایک خاص برکت اور نور ہوتا ہے فرمایا میں نے خود حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ سنا ہے۔فرمایا کرتے تھے کہ جائے بزرگاں بجائے بزرگاں۔واقعی برکت ضرور ہوتی ہے فرمایا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو تشریف لے گئے تھے ان کی جگہ بیٹھ کر ذکر کرتا تھا تو زیادہ انوار و برکات محسوس ہوتے تھے اور جگہ میں یہ بات نصیب نہیں ہوتی یہ مشاہدہ ہے"۔ [2]

ان حوالوں پر غور و فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکابرینِ دیوبند کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ جس جگہ اولیاء اللہ کا قیام ہوتا ہے وہ جگہ متبرک ہوتی ہے اور اس مقام پر آسمان سے برکات اور سکینہ کا نزول ہوتا ہے، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تو جائے بزرگاں بجاء بزرگاں کے قائل تھے، تھانوی صاحب نے تسلیم کیا کہ جس جگہ بزرگ رہتے ہیں اس جگہ میں ایک خاص برکت اور نور ہوتا ہے ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے منظور نعمانی صاحب اور مولوی زکریا صاحب کے فقرات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں۔

ایک طرف تو یہ حضرات مولوی محمد الیاس تبلیغی وہابی کو ولی کامل بنانے پر تلے ہوئے ہیں دوسری جانب اس کے حجرہ و مسجد کی جانب وجہ کشش ہونے کا انکار کر رہے ہیں اور دیوبندی موصوف ان باتوں کو قبر و مزار پر دھندا کرنے سے تعبیر کر رہے ہیں، جس کا

---

[1] ملفوظات محدث کشمیری، ص 171،ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] ملفوظات حکیم الامت، ج1 ص 134،ملفوظ (139)،ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

صاف مطلب یہ ہوا کہ مولوی محمد منظور نعمانی اور مولوی محمد زکریا دیوبندی نے مولوی محمد الیاس تبلیغی کو ولی کامل سمجھتے ہوئے اس کے رہنے والے حجرہ ونماز پڑھنے والی مسجد سے کشش کا انکار کرنا خُود ملفوظاتِ محدثِ کشمیری کی روشنی میں وہابیانہ نجدیانہ عقیدہ قرار پاتا ہے۔ جب کتبِ دیوبند کی روشنی میں منظور نعمانی ومحمد زکریا دیوبندی کے مذکورہ جملے وہابیانہ نظریات کے ترجمان ثابت ہوئے پھر اس کے متصل ہی اقرارِ وہابیت طنز ومزاح کیسے قرار پائے گا، بلکہ اُن کا اقرارِ وہابیت تو اُن کے وہابیانہ نظریات پر دلیل ثابت ہوگا کہ انہوں نے نہ صرف اپنی کتب کی روشنی میں خیالاتِ وہابیت کو قبول کیا بلکہ اپنے لئے وہابیت کو تسلیم بھی کیا۔ الغرض موصوف نے طنز ومزاح کی روشنی میں جو چکر چلانے کی کوشش کی ہے وہ ناکام قرار پائی، اور وہ الزامِ وہابیت کو رفع نہ کر سکے۔

مولوی محمد زکریا کے بعد تھانوی کا اقرار وھابیت

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص، ۷ میں تھانوی کے اقرارِ وہابیت کا حوالہ نقل کیا گیا تھا، جس کے متعلق دیوبندی موصوف کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ مکمل پیش نہیں کیا گیا، موصوف نے پھر مکمل واقعہ نقل کیا ہے، اگر چہ اس میں بھی راقم الحروف کے پاس موجود نسخہ کے مطابق گیارہ (11) مقامات پر فرق ہے، نو (9) مقامات پر الفاظ میں کمی اور دو مقام پر الفاظ کو بدلا گیا ہے، مگر ہم موصوف کی کتاب سے ہی واقعہ نقل کرتے ہیں، البتہ بریکٹ ( ) میں اُن مقامات پر وضاحت بھی کرتے ہیں، پھر موصوف کے اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں۔ دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اس سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے (ہی) ہیں لے کر بلا نیاز دلائے (دیئے) سب (کچھ) کھالی (کھا پی گئے)۔ کیونکہ بقول حضرت والا انہیں تو "ناز" تھا نیاز کیا دیتے اس پر بڑی برہمی پھیلی تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں ایک

طالب علم نے بڑی عقلمندی کی (کہ) فوراً حضرت والا کے پاس دوڑ کر اطلاع کی کہ جلدی چلیے وہاں تو ہنگامہ برپا ہورہا ہے۔ چنانچہ حضرت والا فوراً تشریف لے گئے اور اس وقت نہایت حسن تدبیر سے ہنگامہ کو فرو کیا اس طرح کہ دو چار طالب علموں کو تھپڑ لگائے اور خفا ہوئے کہ بلا اذن کسی کی چیز کھالینا (شرعاً) جائز کہاں (ہے)؟ جب حضرت والا طالب علموں کو مارنے لگے تو پھر محلہ والے خود ہی ان کو بچانے لگے اور حمایت کرنے لگے پھر حضرت والا نے جلیبیوں کی قیمت پوچھ کر سب کھانے والوں سے ایک ایک پیسہ لے کر تین آنے جمع کر کے جلیبیوں کی قیمت ادا کی اس سے سب خوش ہوگئے اور معاملہ وہیں کا وہیں رفع دفع ہوگیا پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ اس سے (بھی) انہوں نے حضرت والا کو تو وہابی نہ سمجھا ان طالب علموں (ہی) کو سمجھا غرض اس قسم کے برتاؤ سے (سب) محلہ والے حضرت والا کا دم بھرنے لگے تھے اور محلے (محلہ) والے ہی کیا سب کانپور والوں کے قلوب میں حضرت والا کی محبت اور عظمت جاگزیں ہوگئی"۔ (اشرف السوانح: ج١ ص٨٤)

اس کو نقل کرنے کے بعد دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"رضا خانی مولوی صاحب نے مکمل واقعہ پیش نہیں کیا الحمد للہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کے تقویٰ واتباع شریعت کا اندازہ لگالیں کہ طالب علم کو نہ صرف سزا دی بلکہ حق دار کو اس کا حق بھی واپس کردیا۔ جس کو ایک مسلمان کے حقوق کا اتنا خیال ہو اتنی رعایت کرتا ہو وہ ہستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں کوتاہی یا حق تلفی کیسے کرسکتی ہے؟[1]

الجواب: یہ تھانوی صاحب نے اپنے بچاؤ میں کیا تھا اس لئے کہ عورتیں اپنے مردوں کو بُلا لائیں تھیں اور معاملہ نے ہنگامہ کی صورت اختیار کرلی تھی۔ ایسی صورت میں تھانوی

---

[1] دفاع، ج1 ص210، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

صاحب طلباء سے پیسے واپس نہ دلواتے اور اُن کو تھپڑ نہ مارتے تو وہ لوگ طلباء کی پٹائی کرتے اور طلباء پٹائی کے ڈر سے تھانوی صاحب کے خلاف وہابیت کی گواہی دیتے، پھر تھانوی صاحب کی بھی شامت آجاتی۔ اس معاملہ کو بھانپتے ہوئے تھانوی صاحب نے حفظ ما تقدم کے طَور پر طلباء کو تھپڑ مارے اور اُن سے پیسے وصول کر کے ان لوگوں کے حوالے کئے، اس میں حقوق کی پاسداری کی بات کہاں سے آ گئی۔

نمبر (2) چونکہ نیاز کا کھانا دیوبندی دھرم میں حرام ہے اس لئے تھانوی صاحب کو چاہئے تھا کہ پہلے اُن طلباء سے پُوچھتے کہ تم نے یہ کیا سمجھ کر کھایا، پھر اُن کے جواب کے مطابق اُن سے تجدیدِ ایمان کرواتے یا توبہ واستغفار کرنے کا حکم دیتے، مگر تھانوی صاحب نے ایسا نہ کیا پس اس لحاظ سے تھانوی صاحب دیوبندی دھرم میں بھی مجرم قرار پائے۔

نمبر (3) دیوبندی موصوف نے نیاز دلانے والی عورتوں اور اُن کے مَردوں کو مسلمان تسلیم کیا ہے جیسا کہ وہ خُود لکھتے ہیں:" جس کو ایک مسلمان کے حقوق کا اتنا خیال ہو" گویا وہ عورتیں اور مَرد دیوبندی موصوف کے نزدیک مسلمان تھے، اگر وہ اس اپنی تحریر میں سچے ہیں تو پھر شرک وبدعت کے فتوے آخر کس وجہ سے ہیں؟ ویسے تو آئے روز تیجہ، فاتحہ ونیاز وغیرہ پر شرک وبدعت کے فتوے لگاتے ہیں مگر جب تھانوی صاحب کی پاسداری کی بات آئی تو اُن مَرد وزَن کو مسلمان بھی تسلیم کر لیا گیا اور حقوق کی پاسداری بھی شُمار کر لیا گیا۔ یہ تو اُن باتوں کا جواب تھا جن کی وجہ سے دیوبندی موصوف تھانوی صاحب کو مقدس مورتی بنانے پر تُلے ہوئے تھے اور اُنہیں دُودھ سے دُھلا ہوا تصور کر رہے تھے اب چلتے ہیں موصوف کے اصل اعتراض کی جانب، موصوف لکھتے ہیں کہ:

اعتراض: " باقی یہاں پر بھی وہابی بطور" تعریض" کے کہا گیا ہے کہ یہ ساری مصیبت دنگا فساد کی نوبت تمہاری اس رسمی نیاز کی وجہ سے ہوئی، لہٰذا یوں سمجھو کہ یہاں وہابی رہتے ہیں

اور دوبارہ نیازمت بھیجنا تاکہ دوبارہ اس قسم کی نوبت نہ آئے۔ [۱]

الجواب: دیوبندی موصوف اپنے حکیم الامت کے طرزِ کلام سے بھی آشنا نہیں اس لئے اس طرح کی دلیلیں اور تاویلیں پیش کر رہے ہیں، اگر وہ اپنے حکیم الامت کے طرزِ کلام سے آشنا ہوتے تو ایسی کچی دلیل وتاویل ہرگز پیش نہ کرتے۔ ہمیں افسوس ہے کہ موصوف اتنے جاہل ہیں کہ ان کے اکابرین کے بارے میں بھی ہمیں بتانا پڑھ رہا ہے کہ اُن کی گفتگو کا انداز کیسا ہوتا تھا (از کتب دیوبند)، حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

تھانوی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری تو جو کچھ بھی حالت ہے وہ کھلی ہوئی ہے میری ہر بات الحمدللہ صاف ہوتی ہے اور اس میں کوئی پالیسی وغیرہ نہیں ہوتی اسی وجہ سے بعضے لوگ مجھ سے ناراض ہیں میں معاملات کو صاف رکھتا ہوں دوسروں سے بھی یہی چاہتا ہوں اور لوگوں کی عام عادات اس کے خلاف ہیں وہ سیدھی سادی اور صاف بات کو بھی اینچ پیچ کر کے الجھا دیتے ہیں میں اس پر متنبہ کرتا ہوں بس یہی لڑائی ہے اور یہی بناء میرے بدنام کرنے کی ہے ورنہ میں کسی سے کچھ مانگتا نہیں کسی کو ستاتا نہیں ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اصول صحیحہ کا میں بھی پابند رہوں اور تم بھی رہو"۔ [۲]

حوالہ نمبر (2)

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میری تقریر یا کوئی بات مبہم اور مہمل نہیں ہوتی، اور اسی صفائی کی بدولت میں بدنام ہوا ہوں اور اسی پر لوگوں سے لڑائی رہتی ہے، اور اس کثرت سے کہ شاید ہی کوئی اس لڑائی سے بچا ہو، پھر بھی لوگ باز نہیں آتے اور میں بھی جب تک اصلاح کا کام اپنے ذمہ سمجھ رہا ہوں اسی وقت تک لوگوں سے لڑتا ہوں اور ترک

[۱] دفاع، ج1 ص210، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] افاضات یومیہ، ج5، ص218، ملفوظ 220، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

اصلاح کے بعد پھر مجھ کو بھی کوئی غرض نہ ہوگی اور یہ تو میرے لیے آسان ہے کہ میں اصلاح کا کام چھوڑ دوں لیکن یہ مشکل ہے کہ اصلاح کا کام کرتے ہوئے لوگوں پر روک ٹوک نہ کروں یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا، نیز میں اس کو خیانت سمجھتا ہوں یہ تو ایسا ہے کہ طبیب کے پاس مریض آئے اور وہ ان کے ساتھ خوش اخلاقی کی بناء پر اس کو کڑوی دوا نہ بتلائے جو اس کے مرض کے لئے ضروری ہے تو اس طبیب کا ایسا کرنا ظاہر ہے کہ خیانت ہوگا اور مریض کے ساتھ دشمنی ہوگی تو مجھ سے لوگ ایسا کرانا چاہتے ہیں مگر میں صاف کہتا ہوں کہ میں ایسا نہ کروں گا اس حالت میں اگر یہ میرا طرز پسند نہ ہو تو میرے پاس مت آؤ یہاں تو وہی برتاؤ ہوگا جو مناسب ہوگا"۔[1]

دیکھیں ان حوالوں میں تھانوی صاحب کا دعویٰ موجود ہے کہ اُن کی ہر بات صاف اور سیدھی ہوتی ہے، مبہم اور مہمل بھی نہیں ہوتی، اُس میں کوئی پالیسی وغیرہ بھی نہیں ہوتی تو پھر اُن کے اقرار وہابیت والی بات میں اشارہ، کنایہ اور تعریض کہاں سے ہوسکتی ہے یہ تو وہی بات ہوگی کہ" مُدعی سُست اور گواہ چُست" تھانوی صاحب تو صاف اور سیدھی، ابہام اور احتمال کے سوا بات کرنے کے دعویدار ہیں، مگر دیوبندی موصوف اُن کی اس سیدھی سادھی بات کو ایچ پیچ لگا کر اُلجھانا چاہتے ہیں، اگر تھانوی صاحب آنجہانی نہ ہو گئے ہوتے تو ضرور دیوبندی موصوف کے ساتھ اُن کی لڑائی ہوتی کہ موصوف اُن کی صاف اور سیدھی بات کو (جس میں تھانوی صاحب نے اقرار وہابیت کیا ہے کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو) ایچ پیچ لگا کر اُلجھانا چاہتے ہیں اس کے ساتھ تھانوی صاحب کا یہ دعویٰ بھی مُلاحظہ کریں:

"ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو فطری خلقی جبلی بات ہے کہ

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، ج6 ص219، ملفوظ 301، ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان۔

آدمی اپنے مقصد کو صاف صاف بیان کرے، باقی اشارات کنایات سے کام لینا دوسرے کو تکلیف دینا ہے یہ تو متکلفین متکبرین کی رسم ہے کہ اشارہ کنایہ سے باتیں کیا کرتے ہیں مجھ کو تو اس سے بڑی نفرت ہے"۔ [1]

اس حوالے میں تھانوی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ اشاروں کنایوں سے بات کرنے سے انہیں بڑی نفرت ہے، بلکہ دوسروں کو تکلیف دینا ہے، ایسی صورت میں اُن کے اقرار وہابیت میں "تعریض" کیوں کر ہوگی اور وہ تعریضی کلام کہہ کر کیوں دُوسروں کو تکلیف میں مبتلا کریں گے؟

خلاصہ کلام: تھانوی صاحب کے اقرارِ وہابیت کے متعلق دیوبندی موصوف نے جو دعویٰ کیا تھا وہ خُود تھانوی صاحب کی زُبانی غلط ثابت ہوا اور دیوبندی کتب نے ہی دیوبندی موصوف کی تاویل کو رَد کر دیا۔ پس اس لحاظ سے تھانوی صاحب کا وہابی ہونا خُود اُن کے اقرار سے ثابت ہوا۔

احمد علی لاہوری کا غیر مقلدین کو حق پر سمجھنا

"دیوبندیت کے بطلان کے انکشاف" میں مندرجہ ذیل حوالہ نقل کیا گیا جو کہ ہم "دفاع" ہی سے نقل کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

"دیوبندی شیخ احمد علی لاہوری کی سینے کہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے (اہل حدیث) نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں (ملفوظات طیبات، ص ۱۲۶)" [2]

اس کے جواب میں دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"ملفوظات طیبات اس وقت راقم کے پاس موجود نہیں نہ اس کا علم ہے کہ کس کے جمع کردہ

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، ج2 ص170، ملفوظ 239، ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان۔

[2] دفاع، ج1 ص211۔

ہیں"۔ [1]

الجواب: "ملفوظاتِ طیبات" کوئی ایسی ناپید کتاب نہیں ہے کہ دیو بندی موصوف کو نہ مل سکتی ہو، وطنِ عزیز میں متعدد بار یہ کتاب شائع ہوئی، احمد علی لاہوری کے ہی ادارہ" انجمن خدام الدین لاہور" نے اس کتاب کو شائع کیا اس کے بعد مکتبہ نعمان بن ثابت مچھلی منڈی اردو بازار لاہور نے فروری ۲۰۱۶ء میں، اور پھر دوبارہ دسمبر ۲۰۱۸ء میں اس کتاب کو شائع کیا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب متعدد مرتبہ شائع ہوئی ہے، گو موصوف کے پاس موجود نہ بھی ہو، لیکن اس کا حاصل کرنا موصوف کے لئے مشکل بھی نہ تھا، اور کتاب اتنی مہنگی بھی نہ تھی کہ موصوف اُسے خرید نہ سکتے، مگر موصوف کی عادت یہ ہے کہ وہ اصل کتابوں کی جانب مراجعت نہیں کرتے اور اس حوالے کا کسی دیو بندی نے کوئی معقول جواب بھی میں نہیں دیا، اس لئے موصوف کو اس حوالے کے متعلق لب کشائی کی جرأت نہ ہو سکی، اور موصوف نے کتاب نہ ہونے کا عذر پیش کر دیا۔

موصوف کے اس عذر کو ہم ختم کر دیتے ہیں اور ہم انہیں یہ بتا دیتے ہیں کہ یہ کتاب عثمان غنی صاحب کی جمع کردہ ہے، اور خیر سے وہ یہ دعویدار بھی ہیں کہ انہیں احمد علی لاہوری کا خاکِ پا ہونے کا شرف حاصل ہے۔

یہ دیو بندیوں کی انتہائی مستند و معتبر کتاب ہے اور اس کتاب کو احمد علی لاہوری کے جانشین میاں محمد اجمل قادری نے پسند کیا ہے، چنانچہ اسی کتاب پر ہی لکھا ہوا ہے کہ:

"پسند فرمودہ جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب" مُلاحظہ فرمائیں:" ملفوظاتِ طیبات، مطبوعہ: مکتبہ نعمان بن ثابت مچھلی منڈی اردو بازار لاہور"۔

ساتھ میں احمد علی لاہوری کے جانشین اور اُن کے بیٹے کا یہ حوالہ مُلاحظہ فرمائیں جس میں

---

[1] دفاع، ج۱ص 211، مکتبہ ختم نبوت پشاور۔

اُنہوں نے ان ملفوظات کی تائید وتثویب کی ہے

" حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات وفرمودات کا یہ حسین گلدستہ آپؒ کی تقدیر تبعہ ومجالس ذکر کا ایک اچھوتا انتخاب ہمارے محترم بھائی جناب محمد عثمان غنی صاحب، بی، اے کی کاوشِ نظر وفکر کا نتیجہ ہے۔

موصوف نے یہ سعئ مشکور اس لئے فرمائی ہے کہ ہمارے وہ احباب جو پورا ذخیرۂ خطباتِ جمعہ وتقاریر مجالس ذکر بالاستیعاب مطالعہ نہیں کر سکتے وہ حضرات بھی حضرت شیخ التفسیرؒ کے ارشادات اور تعلیمات کا خلاصہ اور لب لباب مشتے نمونے از خروارے ملاحظہ فرما سکیں۔

دُعا ہے کہ جس نیک مقصد سے یہ خدمت انجام دی گئی ہے حق تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت سے نوازیں اور ملت کو موجودہ حالات میں جو مسائل ومشکلات درپیش ہیں انہیں حضرت شیخ التفسیرؒ ایسے بالغ نظر مفکر اور ولی کامل کے ارشادات وملفوظات کی روشنی میں حل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائیں"۔ [1]

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ احمد علی لاہوری کے " ملفوظاتِ طیبات" دیوبندیوں کے نزدیک انتہائی معتبر ومستند ہیں، اُمید ہے کہ دیوبندی موصوف اس کتاب کو حاصل کرلیں گے اور آئندہ مارکیٹ میں عام ملنے والی کتاب کے نہ ہونے کا بہانہ نہ بنائیں گے۔

اعتراض : دیوبندی موصوف ان " ملفوظاتِ طیبات" کی عبارت کا دُوسرا جواب یُوں لکھتے ہیں کہ:

" آپ کے مذہب میں بزرگوں کے ملفوظات معتبر نہیں ہوتے چنانچہ نصیر الدین سیالوی ابن اشرف سیالوی لکھتا ہے" بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج۱ ص۳۹۱)

---

[1] ملفوظاتِ طیبات، صفحہ 27، یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور، و 24، مکتبہ نعمان بن ثابت، مچھلی منڈی اردو بازار، لاہور۔

مفتی حنیف قریشی اینڈ کمپنی لکھتے ہیں: ملفوظات کے ذریعے صاحب ملفوظ پر طعن نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اکثر صوفیاء سے منسوب ملفوظات میں رطب و یابس کی بھرمار ہے اور ان کی کوئی تاریخی و یقینی حیثیت نہیں (گستاخ کون، ص۔ ۵۳)"۔ [1]

الجواب: لگتا ہے دیوبندی موصوف سٹھیا گئے ہیں، اور اُن کی عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک تو دیوبندیوں کی تمام کتابیں بمعہ مصنفین ناقابلِ اعتبار ہیں پھر کیا ہم الزام خصم کے طور پر بھی پیش نہیں کر سکتے؟

فنِ مناظرہ سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم افراد جانتے ہیں کہ جب الزامِ خصم مطلوب ہو تو وہاں پر مسلّماتِ خصم سے استدلال ہوتا ہے چونکہ یہ کتاب دیوبندیوں کی مسلّمہ و مصدقہ ہے اس لئے" صاحبِ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" نے الزامِ خصم کے طَور پر اس سے استدلال کیا ہے، اور اُصولی طَور پر مخالف پر اس کا جواب دینا لازم ہے، اور اس اعتراض سے گلو خلاصی نہایت ضروری، مگر دیوبندی موصوف نے جہالت کی انتہاء کرتے ہوئے ہمارا اُصول پیش کر دیا کہ ہم بزرگوں کے ملفوظات کو معتبر و مستند نہیں سمجھتے۔

جی ہاں! ہمارا یہی اُصول ہے کہ ہم ہر ملفوظات کی کتاب کو از اوّل تا آخر حرف بحرف، من وعن صحیح تسلیم نہیں کرتے تا آنکہ دیگر مسلّمات سے اس کی صاحبِ ملفوظ کی جانب نسبت دُرست نہ ہو جائے، مگر یہ ہمارا اُصول ہے جو کہ دیوبندیوں کی کتابوں پر لاگو نہیں ہوتا اس لئے کہ دیوبندی ملفوظات کو معتبر و مستند سمجھتے ہیں، چنانچہ "ملفوظاتِ حکیم الامت" کی تمہید میں تھانوی صاحب کا یہ قول موجود ہے کہ:

"انطباق علی الحالات الجزئیہ انفع واوقع (بوجہ شخصی اور جزی حالات کے مطابق ہونے کے زیادہ نافع اور قابل فہم ہوتے ہیں ۲۱"۔ [2]

---

[1] دفاع، ج1 ص211، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] ملفوظات حکیم الامت، ج1 ص25، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

اور دیوبندیوں نے اپنے بزرگوں کے "ملفوظات" کو اتنا معتبر و مستند مانا ہے کہ اُسے شیخ کی صحبت کا نعم البدل قرار دیا ہے، چنانچہ "کاروانِ مجدد تھانوی" میں مرقوم ہے کہ:

" حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر شیخ کی صحبت نہ مل سکے تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات دیکھے (القول العزیز، ص ۹۱)"۔ [۱]

مزید لکھا ہوا ہے کہ:

" اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے کا اہتمام بہت ضروری ہے تاکہ انسان خُود نیک بن جائے۔۔ اکبرالہ آبادی مرحوم نے سچ کہا ہے

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

لیکن جس کو یہ میسر نہ ہو وہ بزرگوں کے ملفوظات کا مطالعہ اور ذکر اللہ کرتا رہے۔۔۔ان شاء اللہ محروم نہ رہے گا

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است
صراحی مے ناب وسفینہ غزل است

اس لئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا تھا کہ:

معذور کو ۔۔۔اسی (مطالعہ ملفوظات) میں صحبت کا آثار ہو جاتے ہیں ۔۔۔(خاتمۃ السوانح، ص ۳۸۔۔۱۲)"۔ [۲]

پھر اسی کتاب میں "ملفوظات" کے مطالعہ کے مندرجہ ذیل فوائد لکھے ہوئے ہیں:

"ملفوظات" کے مطالعہ سے یہ فوائد بھی حاصل ہوں گے:

---

[۱] کاروان مجدد تھانوی، ج 1 ص 114، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] کاروان مجدد تھانوی، ج 1 ص 114، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

(1) اپنے عیوب پر نظر ہوگی۔

(2) نفس وشیطان کے مکائد کا علم ہوگا۔

(3) اپنی غلطیوں پر تنبیہ ہوگا (مقدمہ کمالات اشرفیہ،ص ۱۹۔۱۲)

(4) بہت سے خیالات رفع ہوجائیں گے۔

(5) بہت سی علمی و عملی پیچیدگیاں حل ہوجائیں گی۔

(6) بہت سے دستور العمل اور طروق سلوک معلوم ہوجائیں گے۔

(7) علوم و معارف سے آگاہی ہوگی"۔[۱]

ایک اور حوالہ مُلاحظہ فرمائیں، مولوی حبیب احمد صاحب نے تھانوی کو خط میں لکھا کہ:

" جناب خان صاحب سے معلوا ہوا کہ جناب خان صاحب کو جو اپنے بزرگوں کے واقعات وملفوظات وغیرہ یاد ہیں وہ اگر جمع ہوجائیں تو اچھا ہے"۔[۲]

اس حوالے سے بھی ثابت ہوا کہ دیوبندی اکابرین ملفوظات کے بارے میں خاص طور پر ایک دوسرے کو ترغیب وتحریک دیتے تھے۔

تھانوی صاحب نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے جو ملفوظات جمع کئے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

" یہ ملفوظات خصوص حصہ دوم بعد شرح کے فن کا ایک معتد بہ ایسا علمی ذخیرہ ہوگیا کہ اگر اس کو مستقلاً بھی شائع کیا جائے تو یہ اس کا مستحق ہے۔

اور پھر حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ:" یہ ملفوظات اپنی شان افادہ میں ایسے ہیں کہ اگر استقلالاً وانفراداً چھاپے جائیں تو زیبا ہے"۔[۳]

---

[۱] کاروان مجدد تھانوی، ج 1 ص 115، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] ارواح ثلاثہ،ص 15، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

[۳] امداد المشتاق،ص 40، بک کارنر مین بازار، جہلم۔

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک اپنے اکابرین کے ملفوظات انتہائی معتبر و مستند ہیں اور وہ انہیں صحبتِ شیخ کا نعم البدل قرار دیتے ہیں، لہٰذا موصوف کا احمد علی لاہوری کے ملفوظات کو ہمارے اُصول سے غیر معتبر وغیر مستند قرار دینا دُرست نہیں، اس کی آسان مثال یُوں سمجھ لیں کہ:

سُنّی شیعہ کے مابین مُناظرہ میں سُنّی بطورِ الزام شیعہ کتب کا حوالے دے، اور شیعہ اُس کے جواب میں یہ کہے کہ آپ ان کتابوں کو جن کا حوالہ دے رہے ہیں معتبر نہیں سمجھتے، لہٰذا استدلال دُرست نہیں، کیا اس شیعہ کا ایسا کہنا دُرست ہوگا؟

دیوبندی موصوف کی روش بھی اُسی شیعہ جیسی ہے جب اُن کی کتاب پیش کی گئی تو موصوف نے کہہ دیا کہ آپ ملفوظات کو غیر معتبر سمجھتے ہیں، الغرض موصوف کے پاس اس حوالے کا کوئی جواب نہیں، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دیوبندی اکابرین غیر مقلدین کے ہمنوا وہم نظریات تھے اور اُن کو حق پر سمجھتے تھے گویا دیوبندی غیر مقلدین کی ٹیم B کے طور پر کام کررہے ہیں۔

نوٹ: مزید تفصیل "کشف القناع" کی ہی جلد دوم صفحہ 223 سے 227 تک مُلاحظہ فرمائیں۔

کانپور میں تھانوی صاحب کا تقیہ کرنا

"دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" صفحہ ۴۰۔۴۱ پر "تذکرۃ الرشید" کے دو اقتباسات نقل کئے گئے تھے، دیوبندی موصوف اُن کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"بریلوی نے یہاں بدترین دجل وفریب کا مظاہرہ کیا اول دجل: دراصل حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ ابتداءً ایسی محفل میلاد جو منکرات سے یکسر خالی ہو میں شرکت کے صرف جواز کی حد تک قائل تھے"۔ [1]

---

[1] دفاع، ج1 ص 211، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب: تھانوی صاحب، دیو بندی موصوف کے بقول جواز کی حد تک ہی ابتداءً قائل ہوں مگر گنگوہی صاحب کے نزدیک وہ ایک ناجائز کام کا ارتکاب کرتے رہے، چنانچہ گنگوہی صاحب کے" فتاویٰ" میں ہے کہ:

" سوال: محفل میلاد میں، جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے۔

جواب: ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے"۔ [1]

اعتراض: دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:" اس میں بھی انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ میلاد کو نہ تو عبادت سمجھتے ہیں نہ دین کا حصہ نہ کار خیر کو اس پر موقوف سمجھتے ہیں نہ اسے عشق رسالت کی کوئی نشانی"۔ [2]

الجواب: افسوس ہے کہ دیوبندی موصوف نے اپنے حکیم الامت کے نظریہ کی ترجمانی بھی دُرست نہیں کی، یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ موصوف بالکل جاہل اور قلیل المطالعہ ہیں، بلکہ بریلوی دیوبندی اختلافات کے بارے میں ان کا مطالعہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

تھانوی صاحب نے محافل میلاد کی تقییدات وتخصیصات کو مقیس اور صوفیاء کے اعمال واشغال کو مقیس علیہ قرار دیا، جس کے بارے میں خُود تھانوی صاحب ہی لکھتے ہیں:

"مقیس کو اگر ذریعہ حصول ایک امر مامور بہ کا کہا جاوے تو ممکن ہے یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرنا اور آپ کی محبت وعظمت کا دل میں جگہ دینا ضرور مامور بہ ہے زمان سابق میں بوجہ شدت ولہ وولع خود جا بجا چرچا بھی رہتا تھا اور عظمت ومحبت سے قلوب بھی لبریز تھے بعد چند لوگوں کو ذہول ہوا محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاق وشمائل ومعجزات وفضائل جداگانہ مدوّن کئے تا کہ اُس کے مطالعہ سے وہ غرض حاصل ہو پھر یہی

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ، مبوب بطرز جدید، ص 271، عالمی مجلس تحفظ اسلام، کراچی۔

[2] دفاع، ج 1 ص 211، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

مضامین بہیئت اجتماعیہ منابر پر بیان کئے جانے لگے پھر اہلِ ذوق نے اور کچھ قیود تخصیصات جن میں بعض سے سہولت عمل مقصود تھی بعض نے ترغیب سامعین بعض سے اظہار وسرور بعض سے توقیر وتعظیم اس ذکر وصاحب ذکر کی منظور تھی بڑھالی مگر مطمع نظر وہی حصول حبّ وتعظیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رہا گو کہ حصول حبّ وعظمت کا توقف اس ہیئت خاصہ پر بمعنی لولاہ لامتنع عقلاً ثابت نہیں مگر یہ توقف مقیس علیہ میں بھی نہیں وہاں بھی توقف بمعنی ترتّب ہے یا لولاہ لامتنع عادۃً سواس کی گنجائش مقیس میں بھی ہے"۔ [۱]

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ بعض تقییدات وتخصیصات کے ساتھ محفل میلاد کا مطمع نظر حصولِ حبّ وتعظیمِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

تھانوی صاحب ہی مزید لکھتے ہیں:

"جو چیز ذریعہ تحصیل ماموربہ کا ہو خواہ وہ محتاج الیہ ہو یا نہ ہو جائز ہے سو ذریعہ ہونا اس کا تو بہت ظاہر ہے سامعین کے قلوب اُس وقت آپ کے احترام وعظمت وشوق وعشق وادب وتوقیر سے مملوو مشحون ضرور نظر آتے ہیں"۔ [۲]

دیکھیں! تھانوی صاحب نے محافلِ میلاد کو عشق ومحبت وادب وتوقیر وتعظیم کا ذریعہ قرار دیا، بلکہ گواہی بھی دی کہ سامعین کے قلوب آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے احترام وعظمت، عشق وادب سے مملو ضرور نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے تخصیصات وتقییدات کو عبادت لغیرہ بھی قرار دیا ہے

چنانچہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ان تخصیصات کو اگر قربت وعبادت مقصودہ سمجھا جاوے تو بلاشک بدعت ہیں اور اگر محض امور عادیہ مبنی بر مصالح سمجھا جاوے تو بدعت نہیں بلکہ مباح ہیں گو مباح کبھی بوجہ واسطہ

---

[۱] تذکرۃ الرشید، ج 1 ص 125، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[۲] تذکرۃ الرشید، ج 1 ص 125، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

عبادت بن جانے کے لغیرہ عبادت سمجھ لیا جاوے چنانچہ بہت سے مباحات کی یہی شان ہے اور میرے فہمِ ناقص میں تخصیصات طرق اذکار واشغال اسی قبیل سے معلوم ہوئیں جو کہ اہلِ حق میں بلانکیر جاری ہیں کوئی معتد بہ فرق تامل سے بھی نہ معلوم ہوا"۔ [1]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ دیوبندی موصوف نے جو لکھا کہ تھانوی صاحب میلاد کو نہ تو عبادت سمجھتے ہیں نہ دین کا حصہ، نہ عشقِ رسالت کی کوئی نشانی، سب غلط ثابت ہوا۔

ان کی تحریر سے ثابت ہوا کہ وہ محافلِ میلاد کو عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ذریعہ اور ان میں قیودات وتخصیصات کو بنا بر مصالح عادیہ کے عبادت لغیرہ کا درجہ دیتے تھے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف تھانوی صاحب کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"چونکہ بعض علماء کے اقوال اس کے جواز پر ملتے ہیں تو میرے نزدیک اس کا درجہ زیادہ سے زیادہ مباح کا ہے"۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف نے بھی تھانوی صاحب کی طرح تقیہ کرتے ہوئے ان علماء کے نام نہیں لکھے جو تھانوی صاحب کے نزدیک محافلِ میلاد کے جواز کے قائل تھے۔ ہم تھانوی صاحب کی عبارت سے ثابت کرتے ہیں وہ کون لوگ تھے، چنانچہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں: "اور منشا اس توسع کا حضرت قبلہ وکعبہ کا قول وفعل ہے"۔ [3]

یعنی جو میں نے میلاد شریف کا جواز اختیار کیا ہے اِس قول کا منشا حضرت قبلہ وکعبہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول وفعل ہے، یعنی وہ قولی وفعلی ہر دو طرح محفلِ میلاد شریف کے قائل ہیں۔ مجوزین میں سے یہ وہ نام تھا دیوبندی موصوف جس کو ظاہر کرنا ناپسند کرتے تھے

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج1 ص116، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[2] دفاع، ج1 ص211، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[3] تذکرۃ الرشید، ج1 ص116، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

تھانوی صاحب ہی مزید لکھتے ہیں کہ:

"حجاز کا اول سفر ہوا تو حضرت قبلہ (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ) نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اس قدر تشدد وانکار مناسب نہیں ہے جہاں ہوتا ہو انکار نہ کرو جہاں نہ ہوتا ہو ایجاد نہ کرو"۔ [۱]

لیکن دیوبندیوں نے اپنے شیخِ طریقت کے فرمان پر کوئی عمل نہ کیا اور متشددانہ فتوؤں سے باز نہیں آئے، الغرض دیوبندی موصوف جس نام کو چھپانا چاہتے تھے وہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی اسم گرامی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف تھانوی صاحب کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چونکہ میں جس علاقے میں رہنے والا ہوں ان کی زیادہ تر تعداد میلاد منانے والوں کی ہیں اس لیے ان محافل میں شریک ہو جاتا ہوں اس سے ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ یہاں کے لوگ اتنا مسجدوں میں نہیں آتے جتنا ان محافل میں آتے ہیں اس لیے یہاں اصلاح عقائد واعمال کا موقع مل جاتا ہے"۔ [۲]

یہ بھی دیوبندی موصوف نے جھوٹ بولا ہے، تھانوی صاحب نے وعظ میں لوگوں کے کم آنے کی شکایت کی ہے نہ کہ مسجدوں میں، چنانچہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"دوسرے میں نے وہاں دیکھا کہ وعظ میں لوگ کم آتے ہیں اور ان مجالس میں زیادہ اور ہر مذاق اور ہر جنس کے"۔ [۳]

دیکھیں تھانوی صاحب کی عبارت میں وعظ کی صاف تصریح موجود ہے مگر دیوبندی موصوف نے اپنی شقاوتِ قلبی وعناد کا اظہار کرتے ہوئے اسے مسجدوں میں نہ آنے سے

---

[۱] تذکرۃ الرشید، ج1 ص117، بلالی سٹیم ساڈھورہ، ادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[۲] دفاع، ج1 ص211۔212، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۳] تذکرۃ الرشید، ج1 ص117، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

تعبیر کر دیا ہے۔ اگر لوگ تھانوی صاحب کے وعظ میں نہ آتے تھے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ ان بیچاروں پر یہ مصیبت کیوں گرائی جا رہی ہے کہ وہ مسجدوں میں نہیں آتے تھے، گویا دیوبندی موصوف کے نزدیک تھانوی صاحب کے وعظ میں نہ آنے والے مسجدوں میں نہ آنے والوں کے مصداق تھے۔

نمبر (2) اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ کانپور کی اکثریت اہلِ سنّت وجماعت سے تعلق رکھتی تھی، محفل میلاد میں کثیر تعداد میں اہلیانِ کانپور حاضر ہوتے تھے مگر تھانوی صاحب نے اُن لوگوں کو واضح طور پر یہ نہیں بتایا کہ ان کا تعلق تو اُس گروہ سے ہے جو محفلِ میلاد کو ناجائز قرار دیتے ہیں، یہی تھانوی صاحب کا تقیہ تھا۔

خُود دیوبندی موصوف بھی تھانوی صاحب کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس جگہ رہ رہا ہوں وہاں انکار کی صورت میں میرا رہنا دشوار ہو جائے گا اس سے جہاں دیگر مفاسد پیدا ہوں گے وہاں کچھ مالی پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑے گا کہ مجھے مدرسہ چھوڑنا پڑے گا جس سے کچھ مالی منفعت ہو جاتی ہے یا تنخواہ ملتی ہے غرض حضرت تھانوی یہاں مالی منفعت کا ذکر مدرسے کے حوالے سے کر رہے ہیں نہ کہ میلاد کے حوالے سے"۔ [1]

یعنی اگر تھانوی صاحب محفلِ میلاد کا انکار کرتے تو تھانوی صاحب کا کانپور میں رہنا دُشوار ہو جاتا اور مدرسہ سے بستر گول کرنا پڑتا اور اس طرح مدرسہ کی تنخواہ بند ہو جاتی، مالی منفعت پر بڑا اثر پڑتا، یہی وجہ تھی کہ تھانوی صاحب وہاں صراحت کے ساتھ لوگوں کو آگاہ نہیں کر رہے تھے کہ وہ اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے "تفویۃ الایمان" کو عین ایمان قرار دیا ہے اور جنہوں نے "براہینِ قاطعہ" تحریر کی ہے۔

---

[1] دفاع، ج1 ص212، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

اعتراض: دیوبندی موصوف، تھانوی صاحب کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" وہاں انکار کی صورت میں میرا رہنا دشوار ہو جائے گا اس سے جہاں دیگر مفاسد پیدا ہوں گے وہاں کچھ مالی پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑے گا کہ مجھے مدرسہ چھوڑنا پڑے گا جس سے کچھ مالی منفعت ہو جاتی ہے یا تنخواہ ملتی ہے، غرض حضرت تھانوی یہاں مالی منفعت کا ذکر مدرسے کے حوالے سے کر رہے ہیں نہ کہ میلاد کے حوالے سے۔۔۔۔

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:" حضرت نے صاف طور پر فرمایا کہ وعظ پر کچھ لینے دینے کی میری عادت نہیں جس کو بریلوی مناظر ہضم کر گیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت تھانوی میلاد پر تنخواہ لیتے تھے"۔ [۱]

الجواب: کانپور کے مدرسے میں تھانوی صاحب کو جو تنخواہ ملتی تھی وہ اُن کی توقع واُمید سے بھی زیادہ تھی جیسا کہ وہ خُود ارشاد فرماتے ہیں کہ:

" میں جب کبھی طالب علمی میں سوچا کرتا تھا تو زیادہ سے زیادہ دس ۱۰ روپیہ ماہوار کی مدرسی اپنی ضروریاتِ معاش کے لئے کافی سمجھتا تھا، پانچ روپیہ اپنے خرچ کے لئے اور پانچ روپیہ گھر میں خرچ کے لئے، بس اس سے زیادہ کی تنخواہ پر کبھی نظر ہی نہ جاتی تھی نہ اس سے زیادہ کا اپنے کو میں مستحق سمجھتا تھا"۔ [۲]

مگر تھانوی صاحب کو کانپور کے مدرسہ میں پچیس روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی، جیسا کہ اسی " اشرف السوانح " میں مرقوم ہے کہ:" تنخواہ صرف پچیس روپیہ ماہوار تھی جو کہ اس وقت کے لحاظ سے کچھ ایسی کم نہ تھی"۔ [۳]

اور وہ آگے چل کر پچاس روپیہ ماہوار ہو گئی، جیسا کہ " اشرف السوانح، ج1 ص324 " اور

---

[۱] دفاع، ج1 ص212۔213 مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] اشرف السوانح، باب ہشتم، ج1 ص74، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۳] اشرف السوانح، باب ہشتم، ج1 ص74، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

اسی" دفاع، ج١ص ٢١٤ " سے ظاہر ہورہا ہے۔ اپنے آپ کو دس روپیہ ماہوار سے زیادہ کا مستحق نہ سمجھنے والے تھانوی صاحب اہلیانِ کانپور سے ابتداء میں پچیس روپے اور پھر آگے چل کر پچاس روپے وصول کرنے لگے یہی مالی منفعت تھی جس کے چھن جانے کا انہیں خوف لاحق تھا اور وہ خوف بھی ایسا کہ خُود اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ:

" دو امر کا خیال ہوا ایک یہ کہ خود سبب معیشت کو ترک کرنا اکثر موجب ابتلاء وامتحان ہوتا ہے کہ خدا جانے اُس کا تحمل ہو یا نہ ہو اور اموال موروثہ کا تیا پانچا پہلے سے کر چکا ہوں اور دوسری جگہ تعلق ملازمت سے اعلیٰ حضرت منع فرما چکے ہیں اور میرا ابھی دل نہیں چاہتا" ۔[1]

جس آدمی کے وہم وگمان سے بھی زیادہ اسے تنخواہ ملتی ہو، پھر وہ اگر وعظ وغیرہ پر کچھ نہیں لیتا تو اُس نے کون سا تیر مار لیا؟ اُن کو مدرسہ سے ملنے والی بھاری بھر کم تنخواہ، جسے وہ مالی منفعت سے تعبیر کرتے تھے، اتنی عزیز تھی کہ وہ ترکِ ملازمت کی صورت میں بھی تذبذب کا شکار تھے کہ انہوں نے اگر مدرسہ چھوڑ دیا تو بیروزگاری کے اس امتحان کو وہ اُٹھا پائیں گے یا نہیں ۔ دیوبندی موصوف نے ان باتوں کو کیوں حذف کر دیا ہے اور اس بات کو بھی کیوں ہضم کیا کہ تھانوی صاحب کو ان کی توقع واُمید سے بھی زائد تنخواہ ملتی تھی جس کا وہ اپنے آپ کو مستحق بھی تصور نہ کرتے تھے۔

تنخواہ دینے والے لوگ کون تھے،" اشرف السوانح، ج 1 ص 77 پر مرقوم ہے:

" بیس روپے عبد الرحمن خان اور پانچ روپے ماہوار حاجی کفایت اللہ نے اپنے اپنے ذمہ لئے، اس طرح ملا کر پچیس روپے تھانوی صاحب کو دیئے جانے لگے۔

دیوبندیوں نے ان کے متعلق کھل کر تو نہیں لکھا کہ ان کے عقائد ونظریات کیسے تھے مگر کتب دیوبند سے جو اشارے ملتے ہیں اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا مسلک تھانوی

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج 1 ص 135 ۔ 136 ، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

صاحب کے مسلک کے خلاف تھا، چنانچہ" اشرف السوانح، ج١ ص٧٩ " پر عزیز الحق مجذوب نے یہ سُرخی قائم کی ہے؛" مخالف مشرب والوں کے دلوں میں محبت"
جس میں لکھا ہے کہ" عبد الرحمن خان صاحب کے صاحبزادے اور دیگر مقتدر صاحبان بھی باوجودیکہ اسی خیال کے تھے"۔
یعنی تھانوی صاحب کو تنخواہ دینے والے عبد الرحمن کا بیٹا میلاد کرتا تھا اور محفل میلاد شریف میں قیام کا بھی قائل تھا، اور اس سمیت دیگر مقتدر لوگوں کو عزیز الحسن مجذوب نے مخالف مشرب والوں میں شُمار کیا ہے، گویا تھانوی صاحب کو تنخواہ مخالف مشرب لوگوں سے ملتی تھی، مطلب تنخواہ مجوزینِ میلاد سے وُصول کرتے تھے اور تعلق منکرینِ میلاد کے گروہ سے رکھتے تھے۔

تھانوی صاحب نے چودہ (14) سال تقیہ میں گزارے

تھانوی صاحب اخیر صفر 1301ھ میں کانپور کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے [1] اور اخیر ماہ صفر 1315ھ میں کانپور چھوڑا [2] اور تھانوی صاحب کی مذکورہ خط و کتابت گنگوہی صاحب کے ساتھ چودھویں سال کے 29 ذی قعدہ 1314ھ کو شروع ہوئی [3] اس کے ساتھ یہ حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

" حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ سے طویل خط و کتابت کے بعد جب ان پر یہ صورت واضح ہوئی کہ ان مجالس میں بھی شرکت مناسب نہیں تو خود اعلان کر دیا کہ اب میں ان مجالس میں کبھی شرکت نہیں کروں گا"۔ [4]

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: اشرف السوانح، ج1 ص74، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] ملاحظہ فرمائیں: اشرف السوانح، ج1 ص327، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[3] ملاحظہ فرمائیں: تذکرۃ الرشید، ج1 ص114۔115، بلالی سٹیم ساڈھورہ، و ادارۂ اسلامیات

[4] دفاع، ج1 ص213، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

مطلب تھانوی صاحب تقریباً چودہ (14) سال تک محافلِ میلاد میں شریک ہوتے رہے جس کو دیوبندی موصوف نے اپنے قلم سے یُوں لکھا ہے کہ:

"حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ ابتداءً ایسی محفل میلاد جو منکرات سے یکسر خالی ہو میں شرکت کے صرف جواز کی حد تک قائل تھے"۔ [1]

چودہ (14) سال محفلِ میلاد میں شریک بھی ہوتے رہے اور اُس کے جواز کے بھی قائل رہے، مگر اُن کی کیفیت وہاں کیسی تھی یہ بھی مُلاحظہ فرمائیں:

"تیسرے میں نے دیکھا کہ وہاں بدوں شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں، ذرا انکار کرنے سے وہابی کہہ دیا، درپے تذلیل وتوہینِ زبانی وجسمانی کے ہو گئے اور حیلہ و بہانہ ہر وقت ممکن نہیں، یہ تو ممکن ہے اور کرتا بھی ہوں کہ فیصدی نوے موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہ شرکت کر لی"۔ [2]

تھانوی صاحب کا نوے (90) فیصد موقع پر عذر کر لیا اور دس فیصد شرکت کر لی، ثابت کر رہا ہے کہ وہ لوگوں کو جھانسے دے رہے تھے اور اپنے مافی الضمیر کا کھل کر اظہار نہیں کر رہے تھے، ورنہ چودہ (14) سال تک نوے (90) فیصد موقع پر عذر کرنا چہ معنی دارد، وہ کھل کر کہہ دیتے کہ میں آپ لوگوں کے مخالف مسلک و مشرب رکھتا ہوں، لہٰذا آپ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا، مگر مالی منفعت پیشِ نظر تھی ایسی صورت میں نوے (90) فیصد عذر کرنا اور دس (10) فیصد شریک ہونا اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہ کرنا تقیہ نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"جن لوگوں کو مجھ سے حسن ظن تھا اُنہوں نے اس روایت ہی کی تکذیب کی اور جن کو کچھ احتمال سا ہوا بھی سو وہ مجھ سے بدگمان ہوئے اُن سے نیک گمان نہیں ہوئے اور زیادہ وہ ہی

---

[1] دفاع، ج1 ص211، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] تذکرۃ الرشید، ج1 ص118، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

لوگ معتقد ہیں جن کو عمر بھر بھی مجھ سے کچھ تعلق عمومی یا خصوصی نہیں ہوا اب جہاں تک غور کرتا ہوں بالتعیین عدم قابلیت کے اعلان میں بہت سے مفاسد نظر آتے ہیں اولاً اب تک اکثر لوگ اس تعلق کی تکذیب کرتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے نہ اس کا مشاہدہ کیا نہ معتبر ناقل سے اُن کو یہ خبر پونہچی (پہنچی) ایک آدھ غیر معتبر عامی اس کے ناقل ہیں جن کی اکثر لوگ تکذیب کرتے ہیں اور میں نے ہمیشہ اس کا کتمان کیا اگر اعلان رجوع کا کیا جاوے تو مرجوع عنہ کا اقرار لازم آتا ہے"۔ [1]

تھانوی صاحب خُود اقرار کر رہے ہیں کہ اُنہوں نے کتمانِ حق سے کام لیا، اور تھانوی صاحب کا کتمانِ حق ثابت کر رہا ہے کہ وہ کانپور میں تقیہ کرتے رہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" الحمدللہ حضرت جس بات کو حق سمجھتے کھلم کھلا اس کا اظہار کرتے"۔ [2]

الجواب: تھانوی صاحب خُود اقرار کر رہے ہیں کہ مَیں نے ہمیشہ اس کا کتمان کیا ہے، جیسا کہ حوالہ گذر چکا اور پھر خُود دیوبندی موصوف نے اقرارِ وہابیت والے معاملے میں لکھا تھا کہ" یہاں پر وہابی بطور" تعریض" کے کہا گیا ہے"۔ [3] اور یہاں پر لکھ رہے ہیں کہ جس بات کو حق سمجھتے کھلم کھلا اُس کا اظہار کرتے۔ معلوم ہوا کہ وہاں" اقرارِ وہابیت" کے مسئلے میں دیوبندی موصوف نے غلط لکھا تھا، بلکہ وہاں بھی موصوف کو یہ اقرار کر لینا چاہئے تھا کہ تھانوی صاحب نے حق سمجھتے ہوئے کھلم کھلا اقرارِ وہابیت کیا، مگر چونکہ اس طرح تسلیم کر لینے سے دیوبندیوں کی" وہابیت" کھل کر سامنے آجاتی اس لئے یہ تسلیم کرنے سے گریز کیا اور یہاں چونکہ تھانوی صاحب کو کتمانِ حق سے بچانا تھا اس لئے لکھ دیا کہ" الحمدللہ حضرت جس

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج1 ص119، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[2] دفاع، ج1 ص213، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[3] دفاع، ج1 ص210، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

بات کو حق سمجھتے کھلم کھلا اس کا اظہار کرتے" مگر موصوف کا یہ گورکھ دھندا یہاں چلنے والا نہیں کیوں کہ خُود تھانوی صاحب کا کتمانِ حق کے متعلق اقرار موجود ہے ،لہٰذا موصوف کی کیفیت بالکل شکست خُوردہ وکیل جیسی ہی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے گنگوہی صاحب سے طویل مکاتبت کے بعد تسلیم کرلیا کہ:

" ان مجالس میں بھی شرکت مناسب نہیں تو خود اعلان کر دیا کہ اب میں ان مجالس میں کبھی شرکت نہیں کروں گا۔ اگر تقیہ کرنا تھا تو اعلان کیوں کیا؟" ۔[1]

الجواب: یہ بھی موصوف کی خام خیالی ہے، تھانوی صاحب نے تو اعلان سے بھی گریز کیا، چنانچہ وہ خُود لکھتے ہیں کہ:

" اس اعلان میں صورۃً اُن کی اہانت ہے اس لئے اندیشہ ہے کہ اس میں زیادہ شوروشر پھیل جاوے جس کا اثر معلوم نہیں اجانب واقارب میں کہاں تک پونچے (پہنچے) اس لئے یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک خط تو بے تعلقی کی اطلاع کا اُن کو لکھ دیا جاوے وہ خود اگر اس کا اظہار کر دیں تو اس میں کوئی فتنہ نہ ہوگا کیونکہ اگر اظہار کیا جاوے گا تو اُس عنوان میں میری اہانت کی جاوے گی اور فتنہ کا احتمال اُن کی اہانت میں ہے اور دوسرے لوگوں کے اطلاع کا یہ طریق ہو کہ تعیین بلا اعلان ہو جاوے اور اعلان بلا تعیین خفیۃً اطلاع کر دی جاوے" ۔[2]

لہٰذا موصوف کی یہ وکالت بھی غلط وباطل قرار پائی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" حاجی امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے حکم پر آپ نے رفتہ رفتہ انتہائی حسن تدبیر سے کانپور سے

---

[1] دفاع، ج1 ص213، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] تذکرۃ الرشید، ج1 ص119 ، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

نکل کر تھانہ بھون میں سکونت اختیار کر کے اس کو اپنے رشد و ہدایت کا مرکز بنایا"۔ [۱]

الجواب: جناب من! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ تھانوی کی حسن تدبیر کیا تھی، تھانوی صاحب کی گنگوہی صاحب کے ساتھ خط و کتابت ۲۹ محرم ۱۳۱۵ھ تک جاری رہی [۲] اور اخیر صفر میں کانپور چھوڑا [۳] اور تھانہ بھون آگئے، پس اس خط و کتابت کے بعد تھانوی صاحب ایک ماہ سے زیادہ کانپور میں ٹھہرے جبکہ وہ دعویٰ کر چکے تھے کہ" اگر اس میں بالکل گنجائش نہیں ہے تو میں آج ہی تعلق ملازمت قطع کر دوں گا" [۴]

(نوٹ: یاد رہے کہ یہ دعویٰ اُنہوں نے 13 ذی الحجہ 1314ھ کے خط میں کیا تھا جس کا جوابی خط گنگوہی صاحب نے ۵ محرم ۱۳۱۵ھ میں لکھا، جو ۸ محرم سے پہلے تھانوی صاحب کو موصول ہو گیا تھا کیونکہ آٹھ محرم کو انہوں نے اس کا جواب لکھا ہے)

اب یا تو محافلِ میلاد میں شرکت کی کچھ گنجائش تھی یا پھر تھانوی صاحب اپنی بات پر قائم نہیں رہ سکے" آج ہی کا دعویٰ" کرنے والے تھانوی صاحب نے ایک ماہ سے زیادہ قیام کیا اور وہ ایک ماہ سے زیادہ بھی ٹھہرتے، مگر وہ خُود لکھتے ہیں کہ:

"یہاں ربیع الاول والآخر میں مجالس کی زیادہ کثرت ہے"۔ [۵]

پس صفر کے بعد ربیع الاول شریف کا مہینہ تھا، اور ربیع الاول اور ربیع الثانی میں وہاں محافل میلاد بکثرت ہوتی تھیں، اب اگر تھانوی صاحب ان مجالس میں شرکت کرتے تو گنگوہی

---

[۱] دفاع، ج1 ص213، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] ملاحظہ فرمائیں: تذکرۃ الرشید، ج1 ص136، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور اگرچہ اصل میں "۲۹ محرم ۱۳۲۵" لکھا ہوا ہے مگر یہ کتابت کی غلطی کی وجہ سے ۱۳۲۵ھ ہو گیا ہے۔

[۳] ملاحظہ فرمائیں: اشرف السوانح، ج1 ص327، ادارۂ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

[۴] تذکرۃ الرشید، ج1 ص118، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[۵] تذکرۃ الرشید، ج1 ص136، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

صاحب اُن کا جینا دوبھر کر دیتے کیونکہ گنگوہی صاحب اس بارے میں تھانوی صاحب کو سخت خطوط لکھ چکے تھے جن میں اُن کو یہاں تک لکھا تھا کہ:

"حبک الشی یعمی ویصم"۔[1] "یعنی شی کی محبت آدمی کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے"۔

اس میں تھانوی صاحب پر تنقید تھی کہ محافلِ میلاد میں شرکت کی محبت نے تجھے اندھا بہرا بنا دیا ہے، اور یہ بھی لکھا کہ:

"اور چونکہ آپ کو بحسن عقیدہ اس کے خلاف شرح صدر ہو گیا ہے تو اُمید ہے کہ کسی کا لکھنا یا کہنا آپ کو مفید نہ ہوگا"۔[2]

پس گنگوہی صاحب کے سرزنش پر مبنی خطوط نے تھانوی صاحب کو مشکل میں ڈال دیا تھا، اگر وہ کانپور میں رہتے ہوئے محافلِ میلاد میں شرکت نہ کرتے تو اُن کی "وہابیت" کا پول کھل جانے کا اندیشہ تھا کیونکہ بعض علماء کرام نے ان کی وہابیت کو تاڑ لیا تھا، جیسا کہ وہ خُود لکھتے ہیں کہ: "گو اب بھی یہاں کے بعض علماء مجھ کو" وہابی" کہتے ہیں اور بعض بیرونی علماء بھی یہاں آ کر لوگوں کو سمجھا گئے کہ یہ شخص وہابی ہے اس کے دھوکہ میں مت آنا"۔[3]

لہٰذا تھانوی صاحب اگر عوام کی موافقت نہیں کرتے بلکہ مخالفت کرتے تو پھر ان کا قیام ویسے بھی مشکل ہو جاتا، چنانچہ وہ خُود لکھتے ہیں کہ:

"(1) پوری مخالفت کر کے قیام دشوار ہے"۔

(2) صاف مخالفت کی جاوے مگر اس میں نہایت شور و فتنہ ہے جس کی حد نہیں"۔[4]

(3)" یہاں کے مجموعی حالات کے مقتضی ایسے ہیں کہ مخالفت کرنا سخت دشوار و موجب فتنہ

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج1 ص127، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[2] تذکرۃ الرشید، ج1 ص129، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[3] تذکرۃ الرشید، ج1 ص135، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[4] تذکرۃ الرشید، ج1 ص135، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

ہے"۔[1]

(4)" میں نے دیکھا کہ وہاں بدون شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں، ذرا انکار کرنے سے وہابی کہہ دیا درپے تذلیل وتوہین زبانی وجسمانی کے ہو گئے اور حیلہ وبہانہ ہر وقت ممکن نہیں"۔[2]

(5)" وہاں بدون شرکت قیام کرنا قریب المحال دیکھا"۔[3]

لہٰذا تھانوی صاحب نے وہاں سے بستر گول کرنے میں ہی عافیت دیکھی جسے دیوبندی موصوف نے رفتہ رفتہ انتہائی حسن تدبیر سے کانپور سے نکل کر تھانہ بھون آنا قرار دیا ہے۔

ثانیاً:" حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر"۔ سبحان اللہ! تھانوی صاحب جب مدرسہ کانپور سے نکلنے لگے یا انہوں نے نکلنے کا عزمِ مصمم کیا تو انہوں نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں کوئی مشاورت نہیں کی تھی بلکہ تھانوی صاحب نے تو بعد میں اس کی اطلاع دی، جیسا کہ" اشرف السوانح" میں منقول ہے کہ:

" جب حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مستقل قیام تھانہ بھون کی اطلاع کی تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت اظہارِ مسرت فرمایا اور پے در پے خطوط میں دعائیں تحریر فرماتے رہے اور نہایت وثوق کے ساتھ یہ تحریر فرماتے رہے کہ بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے"۔[4]

اعتراض: دیوبندی موصوف نے اہلیان کانپور کے حوالے سے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ تھانوی صاحب کو پچاس کی بجائے سو روپے تنخواہ دینے پر بھی آمادہ ہو گئے تھے،

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج1 ص129۔130، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[2] تذکرۃ الرشید، ج1 ص118، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[3] تذکرۃ الرشید، ج1 ص118، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[4] اشرف السوانح، ج1 ص328، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

بھلا ایسی محبت کرنے والوں کے درمیان کسی کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت۔ [۱]

الجواب: اہلیانِ کانپور تھانوی صاحب کے تقیہ کی وجہ سے اُنہیں پہچان نہ سکے کیونکہ تھانوی صاحب نے محافلِ میلاد میں عوامی موافقت کا لباس پہن رکھا تھا، جیسا کہ وہ خُود لکھتے ہیں: "چونکہ من وجہ عوام سے موافقت عملی تھی اس لئے کسی کی بات نہ چلی اب چونکہ شرکت عملی کا بھی ارادہ نہیں تو دقتیں ضرور پیش آوینگی"۔ [۲]

پس صاف ظاہر ہے کہ تھانوی صاحب نے لباسِ تقیہ زیب تن کر رکھا تھا جس کی وجہ سے اہلیانِ کانپور اس کی مولویانہ صورت دیکھ کر دھوکہ میں آ گئے تھے، اور تھانوی صاحب کو خُود یہ اندیشہ تھا کہ انہوں نے اگر لباسِ تقیہ اُتار پھنکا تو" اُس میں جہلا عوام سے ایذاء رسانی کا اندیشہ ہے"۔ [۳] یعنی وہ خُود ایذاء رسانی سے ڈر رہے تھے۔

اب دیوبندی موصوف ہی بتائیں کہ تھانوی صاحب کو ڈر کس بات کا تھا کیا کوئی اپنے محبت کرنے والوں سے بھی ڈرتا ہے؟۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"غرض میلاد کی ان بعض مجالس میں شرکت معاذ اللہ کسی تقیہ کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ حضرت اس کے جواز کی طرف مائل تھے جس سے بعد میں رجوع فرمالیا"۔ [۴]

الجواب: تھانوی صاحب تو تقیہ کر کے مزید رہنا چاہتے تھے اور اپنے اس امر کو پوشیدہ بھی رکھنا چاہتے تھے اور اس کی درخواست بھی انہوں نے گنگوہی صاحب کی خدمت میں پیش کی تھی، ملاحظہ فرمائیں:

---

[۱] ملاحظہ فرمائیں: دفاع، ج1 ص214، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] تذکرۃ الرشید، ج1 ص135، بلالی سٹیم ساڈھورہ۔

[۳] تذکرۃ الرشید، ج1 ص135، بلالی سٹیم ساڈھورہ۔

[۴] دفاع، ج1 ص214، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

"اگر تھوڑی بہت گنجائش ہو خواہ عموماً یا خاص میری حالت جزئی کی مصلحت سے تو اُس گنجائش سے تجاوز نہ کیا جاوے گا اور اگر اُس کے کتمان کا حکم ہو گا تو انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر اُس کا انتساب حضور حضرت کی طرف میری زبان وقلم سے نہ نکلے گا"۔ [1]

یعنی خُود تھانوی صاحب کتمانِ حق کے پردہ میں چھپے ہوئے تھے اور گنگوہی صاحب کو بھی اپنے ساتھ اس میں شریک کر رہے تھے۔ تھانوی صاحب نے کانپور کی مالی منفعت کی وجہ سے خوب کوشش کی کہ انہیں محافلِ میلاد میں شرکت کی اجازت مل جائے مگر جب گنگوہی صاحب نہ مانے تو اُنہوں نے دیوبندی موصوف کے بقول رُجوع کر لیا، یعنی چودہ (14) سال تک کتمان کے لباس میں ملبوس ہو کر محافلِ میلاد میں شرکت کرتے رہے اُس کے بعد بسیار کوشش کے باوجود گنگوہی صاحب راضی نہ ہوئے تو تھانوی صاحب مرجوع ہو گئے، اس کو کہتے ہیں:

ہائے زود پشیمان کا پشیمان ہونا

تبلیغی جماعت کا مکروہ چہرہ

دیوبندی موصوف تحریر کرتے ہیں:

"کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:" حضرت مولانا تھانوی (اشرف علی) ..... نے بہت بڑا کام کیا پس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔ (ملفوظات شاہ محمد الیاس: ص۵۰، طبع کراچی) مولوی محمد زکریا لکھتے ہیں کہ حضرت (الیاس) دہلوی کا مشہور ارشاد ہے جو بیسیوں جگہ شائع ہو چکا ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو۔ (تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات۔: ص۱۳۶، طبع کراچی) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج1 ص118۔119، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

۴۱ ۔ ۴۲ ۔ دیوبند سے بریلی: ص ۴۸ ، از کوکب نورانی)

جواب: معلوم نہیں کہ رضا خانیوں کو ان عبارات پر کیا اعتراض ہے؟ حالانکہ ان عبارات کا مطلب صاف اور واضح ہے کہ اصلاح عقائد واعمال اور دین اسلام کی تعلیمات کو پیش کرنے میں جو انداز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا تھا اسی طریقہ کار پر عمل کیا جائے کہ ان کا انداز وعظ وتبلیغ اصلاح کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتا تھا"۔ [1]

الجواب : موصوف کو اگر اس حوالہ میں اعتراض سمجھ نہیں آ رہا تو ہم اسے آسان اور سیدھے الفاظ میں سمجھا دیتے ہیں کہ اعتراض کا مقصد کیا ہے۔ تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے اپنی پوری زندگی تقیہ میں گزارتے ہیں، گاؤں دیہاتوں میں جہاں دیوبندیوں کی مساجد نہیں ہوتیں اُن کا قیام اہل سنّت وجماعت بریلوی کی مساجد میں ہوتا ہے، بالخصوص سندھ اور بلوچستان کے دیہی علاقے ان لوگوں کے شکار کی آماجگاہ ہیں، اہلِ سنّت کی مسجد میں قیام بھی کرتے ہیں اور معمولاتِ اہلِ سنّت میں شریک بھی ہوتے ہیں، سُنّی ائمہ مساجد کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے ہیں، اور اسی امام سے دُعائیں بھی کرواتے ہیں، مطلب یہ کہ ذرا برابر بھی یہ لوگ شک وشبہ نہیں ہونے دیتے کہ ان کا تعلق اُن لوگوں سے ہے جنہوں نے "تفویۃ الایمان"، "براھینِ قاطعہ"، "تحذیر الناس" اور "حفظ الایمان" جیسی کتابیں لکھی ہیں۔ جب بھی تبلیغیوں سے ان کے مذہب ومسلک کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو بات کو گول کر جاتے ہیں اور بڑے معصومانہ انداز میں کہتے ہیں کہ ہمارا کسی مذہب ومسلک سے کوئی تعلق نہیں، ہم تو دین کی تبلیغ کے لیے گھروں سے نکل پڑے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے اسی مکر کو واضح کرنے کے لیے یہ حوالے لکھے گئے کہ قاری جب اس کتاب کو پڑھے تو اس پر واضح ہو جائے کہ تقیہ میں زندگی بسر کرنے والے تبلیغی انہیں گستاخانہ عقائد ونظریات کے

---

[1] دفاع، ج1 ص214۔215، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

حامل ہیں جو اکابرینِ دیوبند سے منقول ہیں۔

اسی سلسلہ میں یہ حوالہ لکھا گیا کہ تبلیغی جماعت کے بانی الیاس صاحب تھانوی صاحب کے عقائد کے مداح و معترف تھے، اور یہی اس حوالہ کا مقصد تھا کہ لوگ تبلیغی جماعت کے مکروہ چہرہ سے آشنا ہو جائیں، جس کے متعلق دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ معلوم نہیں کہ رضا خانیوں کو ان عبارات پر کیا اعتراض ہے یعنی موصوف بنائے اعتراض کو نہ سمجھ سکے اور جو تشریح موصوف نے اپنے اکابرین کی عبارت کی کی ہے وہ بھی غلط ہے اس لئے الیاس تبلیغی صاحب تھانوی صاحب کی تعلیم کے حامی تھے مگر اُن کے اندازِ تبلیغ سے خُوش نہ تھے، اس لئے کہا کہ: تعلیم تو اُن کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو" مگر موصوف نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھ مارا کہ تھانوی صاحب کا اندازِ وعظ و تبلیغ اصلاح کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتا تھا، اگر تھانوی صاحب کا اندازِ تبلیغ اکسیر کا درجہ رکھتا تو الیاس صاحب تبلیغی نے یہ کیوں کہا کہ تعلیم تو اُن کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو۔

معلوم ہوا کہ وہ تھانوی صاحب کے اندازِ تبلیغ سے ناخُوش تھے اور اُن کا طریقہ دیوبندیوں کے بقول ہی تھانوی صاحب کے انداز کے خلاف تھے، جیسا کہ محمد فاروق اترانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حقیقت یہ ہے کہ یہ طرز طریقہ تبلیغ حضرت مولانا تھانوی کے مزاج و منشاء اور مسلک کے بالکل خلاف ہے"۔ [1]

افسوس ہے کہ دیوبندی موصوف اپنے اکابرین کی سادہ اور واضح عبارات کو سمجھنے کی لیاقت بھی نہیں رکھتے، اور اُن کی توضیح و وضاحت بھی ہمیں کرنی پڑھ رہی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

[1] الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ، ص426، مکتبہ فاروقیہ اُترا ؤں الہ آباد (یوپی)

" رضا خانی لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم تو سنی حنفی ہیں سنیت کا پرچار کرتے ہیں حالانکہ انہیں نہ تو سنیت سے کوئی واسطہ نہ حنفیت سے کوئی تعلق، بلکہ ان کا کام اپنے مذہب کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بنائے ہوئے" رضا خانی دین" کی اشاعت ہے چنانچہ خلیفہ بریلوی محدث اعظم مولوی ابو داؤد صادق گوجرانوالہ بریلوی نباض قوم لکھتے ہیں:" ہمارے لیے مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع کافی ہے"۔(براہین صادق:ص۔ ۲۷)"۔[1]

الجواب: موصوف نے بلا حوالہ یہ ہم پر الزام عائد کیا ہے کہ ہمارا سنیت اور حنفیت سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا ہم دیوبندی موصوف کی اس بِلا حوالہ بات کو" گوزشتر" ہی قرار دے سکتے ہیں۔

باقی الحمدللہ! ہمارا سُنّی حنفی ہونا روزِ روشن کی طرح واضح وعیاں ہے جس کو دلیل کی حاجت نہیں کسی نے سچ کہا ہے کہ:

گر روز را نہ بیند شپرہ چشم
در ایں قرص آفتاب را چہ گناہ

لہٰذا دیوبندی موصوف جیسے جاہلوں کے انکار سے ہماری صحت پر کچھ فرق نہیں پڑتا، کتوں کا بھونکنا بدرِ منیر کی تابنا کی کو کم نہیں کرسکتا۔اگر دیوبندی موصوف حضرت علّامہ مولانا مفتی ابُوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی نور اللہ مرقدہ کے مذکورہ حوالہ کی وجہ سے حنفیت واہلِ سنّت سے خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو وہ" تذکرۃ الرشید" کا یہ حوالہ بھی مطالعہ کریں جس میں گنگوہی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ:

" سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں

---

[1] دفاع، ج1 ص215، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

مگراس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر"۔ [۱]

دیکھیں! اس حوالہ میں گنگوہی صاحب نے نجات وہدایت کو اپنی اتباع پر موقوف قرار دیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو اُن کی اتباع کرے وہ ہدایت یافتہ اور نجات یافتہ ہے اور جس کو گنگوہی صاحب کی اتباع نصیب نہیں وہ ہدایت اور نجات سے محروم ہے۔

کیا دیوبندی موصوف اس حوالے کی وجہ سے گنگوہی صاحب اور دیوبندیت کو حنفیت اور سنیت سے خارج قرار دینے کو تیار ہیں؟۔

پھر اگر مسلکِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھنے کی وجہ سے یہ لفظ دیوبندی موصوف کے نزدیک "رضا خانی دین" بن جاتا ہے تو پھر "مسلک ابُوحنیفہ" کا جو لفظ کتبِ احناف حتّٰی کہ کتبِ دیابنہ میں پایا جاتا ہے اس کے متعلق کیا ارشاد فرمائیں گے؟

"انوار الباری شرح صحیح بخاری" سے چند حوالے مُلاحظہ فرمائیں:

(1) "اکابر صحابہ کا مسلک" [۲]

(2) "صحابہ وتابعین کا مسلک" [۳]

(3) "ائمہ ثلاثہ کا مسلک" [۴]

(4) "مسلک شافعیہ وحنفیہ" [۵]

(5) "حنفی وحنبلی مسالک کا تقارب" [۶]

---

[۱] تذکرۃ الرشید، ج2 ص17، بلالی سٹیم ساڈھورہ، ادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[۲] انوار الباری، ج16 ص400، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۳] انوار الباری، ج16 ص388، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۴] انوار الباری، ج14 ص150، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۵] انوار الباری، ج9 ص348، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۶] انوار الباری، ج16 ص396، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

(6)" امام اعظمؒ کا مسلک" [۱]

(7)" مسلک امام مالکؒ وغیرہ" [۲]

(8)" امام ابو یوسف کا مسلک" [۳]

(9)" بعض سلف کا مسلک" [۴]

(10)" امام بخاریؒ کا مسلک" [۵]

(11)" مسلک امام بخاری رحمہ اللہ" [۶]

(12)" امام طحاویؒ وغیرہ کا مسلک" [۷]

(13)" حافظ ابن تیمیہ کا مسلک" [۸]

(14)" علامہ شوکانی اور علامہ مبارکپوری کا مسلک" [۹]

(15)" مسلک علماء دیوبند " [۱۰] [۱]

حقیقت یہ ہے کہ موصوف کا یہ اعتراض روافض سے مستعار ہے وہ بھی لفظ مسلکِ ابُوحنیفہ

---

[۱] انوار الباری، ج14، ص150، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] انوار الباری، ج15 ص184، وج10 ص507، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۳] انوار الباری، ج9 ص232، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۴] انوار الباری، ج15 ص185، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۵] انوار الباری، 15ص185، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۶] انوار الباری، 8ص103، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۷] انوار الباری، ج14، ص149، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۸] انوار الباری، ج9ص334، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۹] انوار الباری، ج8 ص23، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۱۰] [۱] انوار الباری، ج18 ص268، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

ﷺ کو لوگوں کے سامنے نعمانی دین بنا کر پیش کرتے ہیں اسی طرح موصوف نے "مسلکِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو" رضا خانی دین" بنا کر پیش کیا ہے، حالانکہ مسلکِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد و مطلب یہ نہیں کہ انہوں نے کسی علیحدہ دین و مذہب کی بنیاد ڈالی، بلکہ مقصد یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں سُنّی وہابی جھگڑوں کی وجہ سے بعض سادہ لوح متحیر و سرگرداں پھرنے لگے، اور اُن پر حق و باطل کے درمیان امتیاز قائم کرنا مشکل ہو رہا تھا، آپ نے ایسے وقت میں دلائل و براہین کی روشنی میں حق و باطل کے درمیان فرق کو واضح کر کے عوام الناس کے لئے سمتِ حق متعین فرمائی، اور اس سلسلہ میں بے شُمار کتب تصنیف فرمائیں، چونکہ دیوبندیوں کو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خدمتِ دینِ متین بالکل پسند نہ آئی، اس لئے اپنے اس دلی بخار کی وجہ سے وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اس طرح کے اعتراض کر کے اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔

اعتراض: خود احمد رضا خان بریلوی کہتا ہے:"حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے" (وصایا: ص۱۶) قارئین کرام! غور فرمائیں یہ ان کا مذہب ہے کہ شریعتِ مصطفیٰ پر تو صرف امکان کے درجے تک عمل کر لینا مگر شریعت احمد رضا خان پر عمل کرنا ہر فرض (نماز روزہ، حج، زکوۃ) سے بھی اہم فرض ہے، معاذ اللہ"۔ [1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا وصیت میں کوئی اعتراض کی بات نہیں مگر نہ جانے موصوف اور اُس جیسے بعض معترضین کو کیوں اس پر اعتراض ہے؟

شاید موصوف "حتی الامکان" کی وجہ سے غلطی کا شکار ہو گئے ہوں، اور اُن پر بوجہ جہالت اس کا مفہوم آشکار نہ ہو سکا ہو، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس وصیت میں مقصد یہ ہے کہ

---

[1] دفاع، ج1 ص215، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

دائرۂ امکان میں جتنی وسعت وگنجائش ہے اتباع شریعت کی جائے، اور تا حدّ امکان اتباع شریعت کو نہ چھوڑا جائے، ظاہر ہے کہ شریعت نے بھی خارج از امکان اُمور کا کسی کو مکلف قرار نہیں دیا، اکراہ واضطرار کی صورت میں راہِ رُخصت کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ پس سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ تا حدّ امکان اتباعِ شریعت کو نہ چھوڑا جائے اسی کو آپ نے "حتی الامکان" سے تعبیر کیا ہے، مگر موصوف کیونکہ جاہل ہیں اس لئے جہالت پر مبنی اعتراضات اِدھر اُدھر سے اکٹھے کرتے جاتے ہیں۔ اور وہ آسان محاورات کو سمجھ بھی نہیں پاتے۔

اگر موصوف اُردو زبان کی مشہور ومعروف لغت "فیروز اللغات" کی طرف ہی مراجعت کر لیتے تو اُن کو یہ اعتراض کرنے کی حاجت پیش نہ آتی، "حتی الامکان" کے متعلق لکھا ہے کہ:

"حتی الامکان۔ حتی المقدور۔ حتی الوسع۔ (ع) بِساط بھر۔ جہاں تک ہو سکے"۔ [1]

اس معنی کے مطابق اگر کوئی بھی سنجیدہ انسان سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی وصیت کو دیکھے گا تو اُس پر آشکار ہو جائے گا کہ اس میں کوئی بھی باعث اعتراض بات نہیں ہے۔

پھر مسائلِ شریعت دو حصوں میں منقسم ہیں، ایک کا تعلق عملیات سے ہے تو دُوسرے کا تعلق اعتقادیات سے۔ اعتقادیات سے مُراد عقیدہ واعتقاد ہے، کتاب وسنّت میں اعتقاد دُرست رکھنے پر شدید زور دیا گیا ہے، سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی وصیت میں شریعت مبارکہ کے اسی حصہ کی جانب اشارہ کیا ہے، اور اسی پر عمل کرنے کو ہر فرض سے اہم فرض قرار دیا ہے، مگر چونکہ دیوبندیوں کو سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے دلی عناد ہے اسی بنا پر انہیں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی ہر تحریر میں اعتراض نظر آتا ہے، لہٰذا ہم الزامی جواب کے طور پر خُود دیوبندیوں کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں، دیوبندیوں کے رشید احمد گنگوہی

---

[1] فیروز اللغات، ص563، کالم ثانی، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔

صاحب کہتے ہیں کہ:

"بھائیو ایک بات کہتا ہوں اور یا اللہ تو خوب جانتا ہے کہ کیوں کہتا ہوں (یعنی فخر مقصود نہیں بلکہ اظہار حق مطلوب ہے) وہ یہ کہ جو میرا طریقہ ہے بعینہ یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق ہے اس پر ثابت قدم رہنا اور اس کو ہاتھ سے نہ دینا"۔ [1]

گنگوہی صاحب بھی اپنے طریقہ پر ثابت قدم رہنے اور ہاتھ سے نہ چھوڑنے کی تائید کر رہے ہیں، پھر دیوبندی اُصول کے مطابق اس سے بھی استنباط کیا جائے کہ رشید احمد گنگوہی صاحب اپنے گنگوہی دین پر چلنے کی تلقین کر رہے ہیں؟ کیا دیوبندی موصوف اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہیں، جبکہ محمود الحسن دیوبندی نے "مرثیہ گنگوہی [2]" میں گنگوہی صاحب کی شان میں کہا ہے کہ:

ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جا گہ ہوا گمراہ
وہ میزاب ہدایت تھے کہیں کیا نص قرآنی

یعنی گنگوہی کو چھوڑ کر دُوسری جگہ ہدایت ڈھونڈنے والا گمراہ ہے، اس کا صاف اور واضح مطلب یہ نہیں کہ لوگوں کو گنگوہی دین پر چلنے کی ترغیب دی جارہی ہے اور اسی میں ہدایت کو منحصر سمجھا جارہا ہے۔

دعوت اسلامی پر اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"آج دعوت اسلامی حقیقت میں "عداوت اسلامی" لوگوں کے سامنے بڑے معصوم بنے پھرتے ہیں کہ اجی ہمیں ان اختلافات سے کیا تعلق ہم تو سب کو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت کا پابند بنانا چاہتے ہیں ہر گھر میں مدنی ماحول لانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج2 ص34، بلالی سٹیم ساڈھورہ، وادارۂ اسلامیات، لاہور۔

[2] مرثیہ، ص12، مطبع بلالی ساڈھورہ ضلع انبالہ۔

ہے ان کا اولین مقصد لوگوں کو احمد رضا خان قارونی کے مذہب پر لانا ہے اور اسی کا وہ پرچار کرتے ہیں"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف میں تھوڑی سی شرم وغیرت ہے تو وہ کوئی ایک ایسی مثال پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ دعوتِ اسلامی کا کوئی قافلہ دیوبندیوں کی مسجد میں قیام پذیر ہوا ہو، اور دیوبندیوں کی اقتداء وامامت میں انہوں نے نمازیں ادا کی ہوں، ہرگز وہ ایسی مثال پیش نہیں کر سکتے، جب کہ دیوبندیوں کے تبلیغی جماعت والے کئی شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں اہلِ سنّت وجماعت کی مساجد میں قیام کرتے ہیں اور اہلِ سنّت وجماعت کے ائمہ مساجد کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے ہیں اور دل ہی دل میں انہیں اہل سنّت کو مشرک وبدعتی بھی قرار دیتے ہیں، اب بتائیں کہ منافق وتقیہ باز کون ہوئے؟ جہاں تک بات ہے دعوتِ اسلامی کی تو اُن کا مذہب ومسلک واضح ونمایاں ہے پُوری دُنیا جانتی ہے کہ وہ اہل سنّت وجماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کو حرزِ جان سمجھتے ہیں، اس میں نہ تو کوئی دھوکہ کی بات ہے اور نہ ہی فریب کی۔

اختلافی مسائل میں مرکزی طَور پر وہ اپنا نقطہ نظر واضح کر چکے ہیں کہ وہ "حُسام الحرمین" کو دُرست وحق تسلیم کرتے ہیں اور تعلیماتِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سرمو انحراف کو اجتماعی طَور پر روا نہیں رکھا جاتا۔ہم اور دعوتِ اسلامی والے بھی بیانگ دُہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم تعلیماتِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو ماننے والے ہیں اور اُن کی تعلیمات کی روشنی میں کھرے اور کھوٹے کی پہچان کرتے ہیں کیونکہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو برصغیر پاک وہند میں علمائے اہلِ سنّت اور عقائدِ اہلِ سنّت کے ترجمان کے طَور پر پہچانا جاتا ہے، اور حضرت علاّمہ فیض احمد اویسی صاحب علیہ الرحمۃ نے دُرست لکھا ہے کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص215، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

حضرت مولانا محمد الیاس قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بے شُمار تبلیغیوں کو سُنّی بنایا ہے اس میں کون سی غلط بات ہے؟ باقی دیوبندی موصوف کا سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی شان میں بکواس کرنا تو یہ اسی بغض وعناد کی وجہ سے ہے جو دیوبندیوں کو اپنے آوارہ و بدچلن بڑوں کی اخلاق سوز تربیت سے حصے میں مِلا ہے۔

اعتراض: یونس ظہور قادری بریلوی اقرار کرتا ہے کہ نام نہاد دعوت اسلامی سنیت کی عالمگیر تحریک نہیں بلکہ ایک رضا خانی تحریک ہے"۔ [۱]

الجواب: دیوبندی موصوف میں تھوڑی سی بھی شرم وغیرت وحیا موجود ہو تو وہ یونس ظہور قادری صاحب کے وہ الفاظ دِکھا دیں جس میں اُنہوں نے کہا ہو کہ" نام نہاد دعوت اسلامی سنیت کی عالمگیر تحریک نہیں" ورنہ یاد رکھیں کہ خواہ مخواہ کسی کی طرف جھوٹ منسوب کر کے وہ اپنے لئے جہنم کا ایندھن ہی تیار کر رہے ہیں، اور جب بھی مَیں دیوبندیوں کی کوئی کتاب پڑھتا ہوں تو میرے یقین میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے کہ اصاغر سے لے کر اکابر تک سارے ہی دیوبندی مصنفین پرلے درجے کے کذاب اور جھوٹے ہیں اور اس سلسلے میں ہامان وقارون کے پیروکار ہیں، دیوبندی مذہب کو اگر قارونی وہامانی مذہب قرار دیا جائے تو بجا ہوگا، قارونی چیلا دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ

اعتراض:" بلکہ ایک رضا خانی تحریک ہے جس کا واحد مقصد تبلیغی جماعت کی محنتوں پر پانی پھیرنے کی ناکام کوشش کرنا ہے"۔ [۲]

الجواب: قارونی وہامانی چیلا جی! سب سے پہلے تبلیغی جماعت کی محنت خُود دیوبندیوں کے گھر کے شاہدوں سے سماعت فرمائیں پھر تبلیغی جماعت کی حمایت کریں، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

---

[۱] دفاع، ج1ص216، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] دفاع، ج1ص216، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

"تبلیغ مروجہ میں مکروہات مثلاً تقدیم الجہال علی العلماء، ترک نہی عن المنکر، مداہنت فی الدین، امارت وخلط نا اہل وفساق، جمعہ فی القری، شرکت مجالس مولود، تنقیص وتحقیر علماء و مشائخ، فساد اعتقاد عوام وغیرہ کا انضمام بدیہی ہے جس طرح بدعت فعلی ہوتی ہے اسی طرح ترکی بھی ہوتی ہے، وہ یہ کہ کسی مطلوب شرعی وجائز عمل کو دواماً ترک کر دیا جائے"۔ [1]

یہ تبلیغی جماعت کی محنت ہے، پس اگر دعوتِ اسلامی تبلیغی جماعت کی اس محنت جس میں مداہنت فی الدین، فساد اعتقادِ عوام، ترک نہی عن المنکر شامل ہیں پر پانی پھیرتی ہے، اور لوگوں کو فسادِ عقیدہ سے بچاتے ہوئے اصل سنّیت کی تعلیمات سے آگاہ کرتی ہے تو موصوف کو کیوں دُکھ ہوتا ہے؟ اور مرچیں لگنا کیوں شروع ہو جاتی ہیں؟۔

اعتراض:

دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ" چنانچہ (یونس ظہور قادری) لکھتا ہے:

"ہمارا مقصد تبلیغیوں کا توڑ ہے میلاد عرس کرنے سے اور وہابیوں کا رد کرنے سے غیر جانبدار طبقہ بھڑک جاتا ہے اور پھر وہ ہمارے قریب نہیں آتا اور ہم چاہتے ہیں کہ غیر جانبدار طبقہ ہی نہیں بلکہ جو دیوبندیوں سے متأثر ہیں وہ لوگ بھی ہمارے قریب آئیں ہماری باتیں سنیں ہم سے ملیں جلیں اور ہم سے مانوس ہوں جیسا کہ تبلیغی کرتے ہیں وہ اہل سنت کا رد نہیں کرتے بلکہ عوام کو شریعت کی پابندی وغیرہ کی ترغیب دے کر اپنے قریب کرتے ہیں" (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ: ص ۱۴۸) دیکھا ان منافقوں کی منافقت کہ صبح وشام وہابیوں کو گالیاں دینے، عرس کے نام پر غریبوں کی جیبیں ٹٹولنے والے، تبلیغی جماعت اور سادہ لوح عوام کو دھوکا دینے کے لیے تقیہ کا برقع پہن کر یہ سب کچھ

---

[1] مروجہ تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت اور اس کا حکم، ص 46، مکتبہ فاروقیہ اتراؤں ضلع الہ آباد یوپی اشاعت باردوم۔

چھوڑ چھاڑ کر" میٹھے میٹھے مدنی بھائی" بننے کی کوشش کرتے ہیں"۔ [1]

الجواب: اولاً: موصوف کی نقل کردہ عبارت کا تعلق شارح بخاری حضرت علّامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے بیان کردہ تاثرات سے ہے جس میں وہ دعوتِ اسلامی کے ایک مبلغ کی بات کو بیان کررہے ہیں، جس کو موصوف نے اپنی چوری والی عادت کے مطابق کسی جاہل چور سے چُراتے ہوئے نقل کیا جس کے سبب موصوف کی نقل کردہ عبارت بمطابق اصل بھی نہیں، چھوٹی سے عبارت میں چار (4) مقامات پر حک واضافہ سے کام لیا گیا ہے، پھر یونس ظہور قادری صاحب کی طرف منسوب کردیا کہ" چنانچہ لکھتا ہے" حالانکہ وہ ناقل ہے اس لئے کہ ان تاثرات کے آخر میں ماہنامہ اشرفیہ کا حوالہ بھی مرقوم ہے، جس سے یونس ظہور قادری صاحب نے نقل کیا ہے۔

ثانیاً: چونکہ موصوف کے دماغ پر وہابیت کا بھُوت سوار ہے اس لئے اسے ہر صحیح بات بھی غلط اور قابلِ اعتراض نظر آتی ہے، محولہ بالا اقتباس میں تو ایسی کوئی بات نہیں جس سے معاذ اللہ تقیہ اور منافقت ثابت ہوتی ہو۔ تھانوی صاحب سمیت تبلیغی جماعت کے تقیہ ومنافقت پر پردہ ڈالنے کے لئے موصوف نے یہ مفہوم کشید کیا ہے۔

موصوف میں اگر عدل وانصاف نام کی کوئی چیز ہوتی تو موصوف تبلیغی جماعت کی ان جیتی جاگتی تصویروں کو منافق وبے ایمان قرار دیتے جن کے لئے خُود دیوبندی عالم فاروق کی گواہی گذر چکی کہ تبلیغی شرکت مجالس مولود کے مرتکب ہیں، ایک طرف تو یہ بد بخت اُن محافل ومجالس کو شرک وبدعت قرار دیتے ہیں دُوسری طرف تقیۃً ان مجالس ومحافل میں شریک ہوکر عقائدِ وہابیہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، اب وہ خُود ہی فیصلہ کریں کہ منافق کون ہوا؟

---

[1] دفاع، ج1ص216، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

دیو بندیوں کی تبلیغی جماعت کے متعلق دیو بندی عالم احمد رضا بجنوری صاحب لکھتے ہیں کہ:
"تبلیغی جماعتوں کے جو لوگ ہر جگہ پہنچ رہے ہیں وہ اکثر دین وعلم سے ناواقف ہوتے ہیں اور وہ تبلیغ کے فضائل یا شرعی مسائل غلط طَور پر پیش کرتے ہیں جس سے نہ صرف یہ کہ ٹھوس علمی ودینی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ بہت سے مضر اثرات بھی پڑتے ہیں"۔ [۱]

تبلیغی جماعت کے غلط مسائل ومضر اثرات سے بچانے کے لئے دعوتِ اسلامی نے ان کا توڑ کر دیا تو موصوف کو کیوں جلن ہو رہی ہے۔ تبلیغی جماعت کے غلط اور مضر اثرات کے تو خُود دیو بندی بھی قائل ہیں، اور جو لوگ تبلیغی جماعت کی غلط تعلیمات اور مضر اثرات سے متأثر ہو چکے ہیں اُن کو دعوتِ اسلامی اگر حکمتِ عملی کے ذریعے راہِ راست پر لانے کی کوشش کررہی ہے تو اس میں منافقت اور تقیہ والی کون سی بات ہے۔

دعوتِ اسلامی تو سلسلہ قادریہ رضویہ کے ساتھ منسلک ہے، دعوتِ اسلامی کے امیر حضرت مولانا محمد الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے خلیفہ سیّد ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ ہیں اور وہ تعلیماتِ اعلیٰ حضرت کا بانگ دُھل اعلان کرتے ہیں، مگر تبلیغی جماعت والے اس کے برعکس اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں اور اس امر کا قطعاً اظہار نہیں کرتے کہ اُن کا تعلق اُن لوگوں سے ہے جنہوں نے "براہین قاطعہ"، "حفظ الایمان" اور "تحذیر الناس" جیسی کتابیں لکھی ہیں، لہٰذا دیو بندی موصوف کا دعوتِ اسلامی پر مذکورہ اعتراض درحقیقت تبلیغی جماعت کے نفاق وتقیہ کو چھپانے کی ناکام کوشش ہے، جبکہ خُود دیو بندیوں نے دیو بندی تبلیغی جماعت کے متعلق لکھا ہے کہ:
"جب کہ شریعت محمدی میں اس مخصوص ومتعین تبلیغ کا نام ونشان تک نہیں ہے"۔ [۲]

---

[۱] دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت مع اصلاح امت کا طریق کار، ص 59، ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی، لاہور، ملاحظہ ہو: انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج5 ص 119، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ، ص 77، مکتبہ فاروقیہ، اتراؤں، الہ آباد۔

اور مزید لکھا ہے کہ:

" اور یہی وجہ ہے کہ اس مخصوص طریقہ تبلیغ کے آداب وقواعد اور احکام ومسائل معلوم کرنا ہوں تو علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین رہنمائی کرنے سے مجبور وقاصر رہیں گے، اور نہ ہی شامی وعالمگیری، کنز وہدایہ اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں مل سکیں گے اور اگر اس سلسلے میں کسی کو کچھ پوچھ پچھ، شکوہ وشکایت کرنا ہو تو پھر وہ مرکز بستی نظام الدین دہلی سے پوچھ سکتا ہے۔ اور اس مخصوص کام کے جو چند ذمہ دار ہیں انہیں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے اور جواب میں حضرت جی اول، حضرت جی ثانی، حضرت جی ثالث کی ہدایات اور مسلک کا حوالہ دے کر اور کام کرنے والوں کو ذاتی طور پر ذمہ دار قرار دے کر چھٹکارا حاصل کر لیا جائے گا اور اس کو مشروع ومسنون سمجھ کر سوال کرنے والا مایوسی کا شکار ہو گا گویا سائل بجائے شرعی حکم کے ان مذکورہ ذمہ داروں کے مسلک کے معلوم کرنے کا منتظر تھا"۔ [1]

دعوتِ اسلامی کو کوسنے والے دیوبندی موصوف کو ایک نظر ان حوالوں پر بھی کرنی چاہئے اور دعوتِ اسلامی پر تقیہ ونفاق کا فتویٰ لگانے والے دیوبندی کو ایک نظر اس حوالہ پر بھی کرنی چاہئے کہ جس میں تبلیغی جماعت کے متعلق مرقوم ہے

" مجال نہیں کہ کوئی آدمی ان کے گشت یا اجتماع میں کسی غلط کام مثلاً تعزیہ داری، رسومات بدعیہ، سودخُوری، جوابازی وغیرہ پر نکیر کر دے"۔ [2]

اور آخر میں یہ حوالہ بھی مُلاحظہ کریں جس میں تبلیغی جماعت کے لئے تقیہ کا اعتراف کیا گیا ہے

" اس التزام کا نتیجہ یہ ہے کہ قصداً ترک نہی عن المنکر کی بنا پر حسب تصریح سابق بدعت ترکیہ اور سکوت مبلغین کی بناء پر مکروہات کو دین سمجھ کر عوام کے عمل کا بدعت ہونے

---

[1] الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ، ص 78۔77، مکتبہ فاروقیہ، اُتراؤں، الہ آباد۔

[2] الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ، ص 172، مکتبہ فاروقیہ، اُتراؤں، الہ آباد۔

مداہنت ،تقیہ، کتمان حق سب ہی کی نوبت آ جاتی ہے"۔ [1]

لہٰذا دعوتِ اسلامی پر نفاق ومنافقت کا فتویٰ لگانے کی بجائے موصوف دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کو تقیہ باز اور کتمانِ حق کی مرتکب قرار دیں، یہ تو موصوف کے گھر کی گواہیاں ہیں جس میں تبلیغی جماعت کے لئے تقیہ کا اعتراف کیا گیا ہے، اور پھر دعوتِ اسلامی پر جیبیں ٹٹولنے کا الزام لگانے والے دیوبندی موصوف یہ حوالہ بھی ملحوظِ خاطر رکھیں کہ:

"دیکھا جاتا ہے کہ تبلیغ کے اجتماعات میں امراء حکام اور وزراء کو لانے کی بڑی کوشش کی جاتی ہے، یہ صورت بھی اچھی نہیں"۔ [2]

حکام، وزراء وامراء کی جیبیں ٹٹولنا دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کا کام ہے اور وہ اس میں پیش پیش ہیں، مگر دیوبندی موصوف کی آنکھوں پر چونکہ ضد وعناد وتعصب کی عینک چڑھی ہوئی ہے اس لئے اُسے یہ سب کچھ نظر نہیں آ رہا۔ موصوف میں ذرا سی شرم وغیرت ہوتی تو اس اعتراض کرنے سے پہلے اُسے خُود چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہئے تھا۔

دعوتِ اسلامی اور تعلیماتِ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

دیوبندی موصوف کا یہ بھی اعتراض ہے کہ ان کا مقصد سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کو عام کرنا ہے، اس میں اعتراض کی تو کوئی بات نہیں، اس طرح کے اعتراضات غیر مقلدانہ ذہن کی پیداوار ہیں، وہ بھی احناف پر اسی طرح کے اعتراض کرتے ہیں کہ "حنفی تمہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے ہٹا کر امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے پیچھے لگانا چاہتے ہیں"، مگر اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ غیر مقلدوں کے اس اعتراض میں مکر وفریب پنہاں ہے چونکہ انہیں امام اعظم امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے قلبی عداوت اور چڑ ہے اس لئے وہ امام اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی تقلید کو قرآن وسنّت کے منافی قرار دیتے ہیں، اسی طرح دیوبندی موصوف کو بھی

[1] الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ، ص 173، مکتبہ فاروقیہ، اُتراؤں، الہ آباد۔

[2] الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ، ص 425، مکتبہ فاروقیہ، اُتراؤں، الہ آباد۔

چونکہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے بغض وعناد ہے، اس لئے وہ دعوتِ اسلامی پر تعلیماتِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی پیروی کا اعتراض قائم کر رہے ہیں۔

دعوتِ اسلامی کا اس معاملہ میں نقطہ نظر ومکتبِ فکر واضح ہے کہ وہ سُنی بریلوی ہیں اور سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں، اُنہوں نے اس بارے میں کبھی تقیہ بازی سے کام نہیں لیا اور نہ ہی کبھی اپنے مسلک کو چھپاتے ہوئے دیوبندیوں کی مساجد میں قیام کیا ہے، لیکن اس کے برعکس دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کی نشست وبرخاست ہی تقیہ پر مبنی ہے، اہلِ سنّت کی مساجد میں قیام کرتے ہیں لیکن اپنا دیوبندی ہونا عوام الناس پر ظاہر نہیں کرتے اور اُن کے کتمانِ حق وتقیہ کی گواہی تو خُود علمائے دیوبند کے حوالے سے سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے۔

اگر دیوبندی موصوف کو دعوتِ اسلامی کے تعلیماتِ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تشہیر وترویج پر اعتراض ہے اور وہ اُسے کتاب وسنّت کا مخالف سمجھتے ہیں تو ایک نظر اس حوالہ کو بھی غور سے پڑھ لیں جس میں مفتی مظاہر العلوم سہارنپور عبدالقدوس خبیب رومی نے گواہی دی ہے کہ:

"تبلیغی جماعت، جماعت کی پٹڑی چھوڑ کر" نئے فرقہ" کی پٹڑی پر چل پڑی ہے۔ جماعت سے مسجدوں کا تعلق لازم وملزوم کا تعلق ہے، ہر شہر میں ایک مسجد" مرکزِ تبلیغ " کے طور پر علیٰحدہ کی جا چکی ہے، وہاں درسِ قرآن، درسِ تفسیر ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے، فقہی مسائل کی کتابیں ممنوع ہو جاتی ہیں، مرکز میں طے شُدہ نظام کے علاوہ کوئی دُوسرا شخص خواہ وہ کیسا ہی عالم وشیخ ہو وعظ نہیں کر سکتا"۔ [1]

تبلیغی جماعت کی گھناؤنی حرکت کی دیوبندی گواہی

دیوبندیوں کی اسی مذکورہ بالا کتاب میں مرقوم ہے کہ:

---

[1] قول بلیغ برائے دعوت وتبلیغ ص 113، مرکز دعوت وتبلیغ دار الافتاء، محلہ مفتی سہارنپور، یوپی، ہند۔

" مروجہ تبلیغ کا یہ کام پہلے تو صرف مردوں تک ہی محدود تھا لیکن اِدھر کچھ عرصہ سے عورتوں کی جماعتیں بھی تبلیغ کے لئے نکالنے کا غلط اور ناجائز طریقہ شروع کر دیا گیا ہے اور اب تو یہ سلسلہ کچھ اور بڑھتا ہوا دِکھائی دے رہا ہے اہلِ دین اصحابِ صلاح واصلاح کی دینی ذمہ داری ہے اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا تقاضا ہے کہ دین وتبلیغ کے نام پر اُٹھنے والے اس فتنہ کا سدِ باب کریں"۔ [1]

مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی مفتی دیوبند لکھتے ہیں کہ:

" اس کے نتائج بڑے گھناؤنے بعض علاقوں میں نکل چکے ہیں"۔ [2]

یعنی پہلے ہی تبلیغی جماعت کی وجہ سے دیوبندیوں کی رُسوائی وبدنامی ہو رہی تھی، مزید ان کی ناک کٹوانے کے لئے دیوبندی عورتیں بھی میدانِ عمل میں آگئی ہیں جن کے گھناؤنے نتائج نکل چکے ہیں، مگر دیوبندی موصوف کو دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کے یہ گھناؤنے نتائج نظر نہیں آرہے اور سارا اعتراض دعوتِ اسلامی پر کیا جارہا ہے یہ مذہبی بغض وعناد نہیں تو اور کیا ہے؟۔

اعتراض: دیوبندی موصوف دعوتِ اسلامی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" میٹھے میٹھے مدنی بھائی بننے کی کوشش کرتے ہیں"۔ [3]

الجواب: دیوبندی موصوف کا چونکہ مطالعہ بالکل قلیل ہے، بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، اس لئے وہ بوجہ جہالت وقلتِ مطالعہ اس طرح کے اعتراض کرتے ہیں، اگر وہ ایک نظر اپنے اکابرین کی کتابوں کا مطالعہ کر لیتے تو ہرگز یہ اعتراض نہ کرتے۔ دیوبندیوں کے مفتی رشید لدھیانوی صاحب دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کے متعلق گوہر فشاں ہیں کہ:

---

[1] قول بلیغ برائے دعوت وتبلیغ، ص 47، مرکز دعوت وتبلیغ دارالافتاء، محلہ مفتی سہارنپور، یوپی، ہند۔

[2] قول بلیغ برائے دعوت وتبلیغ، ص 44، مرکز دعوت وتبلیغ دارالافتاء، محلہ مفتی سہارنپور، یوپی، ہند۔

[3] دفاع، ج 1 ص 216، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

"یہ لوگ فضائل تو بہت زور وشور سے بتاتے ہیں لیکن کبھی ترکِ منکرات کی تبلیغ نہیں کرتے جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر لوگوں کو گناہوں سے روکنا شروع کر دیا، تو لوگ ان کے (تبلیغی جماعت) ساتھ جڑیں گے نہیں اور چونکہ ان کی نظر لوگوں پر ہے اس لئے یہ اللہ اور اس کے احکام کو پس پشت ڈال کر لوگوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو میٹھی میٹھی باتیں سنا کر اپنے ساتھ چپکائے رکھتے ہیں"۔ [1]

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے تبلیغی جماعت والے اللہ عزّوجل اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر لوگوں کو اپنے ساتھ چپکانے کے لئے میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں، مگر دیوبندی موصوف کو وہابیوں تبلیغیوں کی ان میٹھی میٹھی باتوں پر کوئی اعتراض نہیں اور اعتراض بھی کیوں ہو کیونکہ موصوف بھی قرآن وسنّت کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے میں تبلیغی جماعت کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"چنانچہ اس گمراہ جماعت کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:

"ہم بھی اپنے عمل وکردار سے اپنے اخلاق اور بہترین تعلیم وتلقین سے سنی بزرگوں خصوصاً اعلیٰ حضرت۔۔۔کا معتقد بنائیں جس سے وہ ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان اگر پہلے سے نہیں تھے تو ہو جائے"۔(دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈہ کا جائزہ: ص۱۴۸۔۱۴۹) دیکھا ان کے نزدیک "سنیت" نبی کریم ﷺ کی سنت پر چلنے کا نام نہیں بلکہ احمد رضا خان سے اعتقاد رکھنے کا نام ہے"۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف نے جو حوالہ نقل کیا ہے اس میں کہیں بھی یہ مرقوم نہیں کہ

---

[1] خطبات الرشید، ج4،ص294۔295، کتاب گھر، ناظم آباد، کراچی، وحاشیہ شاہراہ تبلیغ ،ص104، الحرم پبلی کیشنز، دیوبند۔

[2] دفاع، ج1ص216، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

"سنیت نبی کریم ﷺ کی سنّت پر چلنے کا نام نہیں، بلکہ احمد رضا خان سے اعتقاد رکھنے کا نام ہے" یہ دیوبندی موصوف کی من گھڑت کہانی ہے اوراسی بہتان بازی وجھوٹ وافتراء کا تسلسل ہے جواُسے اپنے اکابرین سے ورثہ میں ملا ہے، اسی ورثہ کے سہارے دیوبندیت کا گورکھ دھندا چل رہا ہے، موصوف بھی اپنے اکابرین کے ڈگر ونہج پر قائم ودائم ہیں۔ اگر دعوتِ اسلامی اپنے عمل وکردار واخلاق وتعلیم کے ذریعے عوام الناس کوسُنّی بزرگوں کا معتقد بنا رہی ہے جن میں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ بھی شامل ہیں تو اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے، اوراسی طرح لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جارہی ہے تو بھی کون سا جرم ہے۔

مگر نہ جانے موصوف کوکون سا بیر ہے کہ اُسے ہر بات میں بُرائی نظر آتی ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہوکہ دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت میں جو بُرائیاں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہیں اُس کا غصہ موصوف دعوتِ اسلامی پر اُتارنا چاہتے ہوں، دعوتِ اسلامی اگر لوگوں کوصحیح العقیدہ سُنّی مسلمان بننے کی ترغیب دے تو بھی موصوف کے نزدیک قابل اعتراض بن جاتی ہے، مگر دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت عوام الناس کوگمراہی کے گڑھے تک پہنچا دے تو بھی موصوف خاموش ہی نہیں بلکہ اُن کے دفاع میں غلط بیانی تک کرتے نظر آتے ہیں یہ عدل وانصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے؟ بہر حال ہم موصوف کوتبلیغی جماعت کی طرف لیے چلتے ہیں، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"اور جا بجا یہ کہا جاتا ہے کہ مسائل میں اختلاف ہے۔ حنفی مسائل اور ہیں، شافعی مسائل اور ہیں۔ اہل حدیث کے مسائل اور ہیں۔ اس لئے ہم نے مسائل کا تذکرہ ہی چھوڑ دیا ہے۔ اورکوئی پوچھے تو کہو اپنے اپنے کنویں کا پانی پیو۔ عجیب منطق ہے۔

دعویٰ تو ما جاء بہ الرسول کی خدمت کا تھا۔ اور ہوتا یہ ہے کہ چاہے کوئی شرکی عقائد میں مبتلاء ہو، قبروں کو پوجتا ہو، بدعتی ہو، تقلید کوشرک بتاتا ہو، کچھ بھی ہوسو ہو، چھیڑنا نہیں ہے۔ تاکہ انتشار پیدا نہ ہو۔ اور جماعت کی شکل بنی رہے۔ یہ وہی ضرب المثل رہی کہ" کہیں کی

اینٹ کہیں کا روڑا۔ [1]

"احقاق الحق البلیغ فی ابطال ما احدثته جماعت التبلیغ" پر لکھی گئی ایک تقریظ سے ایک حوالہ مزید ملاحظہ فرمائیں:

"تبلیغی جماعت میں جو مخلوق علماء کے نام سے پہچانی جاتی ہ (ہے) یہ علماء نہیں گونگے شیطان ہیں، علمائے یہود کی طرح صرف اکرام کے مرغن کھانے اور مختلف ناموں سے رقم بٹورنے کا دھندا اپنایا ہوا ہے۔ ان میں غیرت ایمانی کا ذرہ بھی نہیں۔ اگر ان میں غیرت ایمانی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بکواس کرنے والوں کا گریبان پکڑتے۔ ان کے انجام بد کی تفصیل تفسیر عثمانی ۱۵۲ پر ملاحظہ فرمائیں"۔ [2]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت میں کیسی کیسی بُرائیاں موجود ہیں اور ان بُرائیوں کا اعتراف خُود اکابرینِ دیوبند کو بھی ہے، مگر مجال ہے کہ موصوف دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کو گمراہ جماعت قرار دیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ایک آدمی کتنا بڑا ہی عاشق رسول، حنفی، سنی کیوں نہ ہو لیکن احمد رضا خان کا معتقد نہیں تو ان لوگوں کے نزدیک نہ وہ سنی ہے نہ مسلمان۔ معاذ اللہ"۔ [3]

الجواب: نہ ہم نے یہ کہا اور نہ ہی یہ ہمارا دعویٰ ہے، اگر موصوف کے پاس اس کی دلیل ہے تو حوالہ پیش کریں، باقی بد چلن و آوارہ عورتوں کی طرح جھوٹے الزام لگانے کا کوئی

---

[1] شاھراہ تبلیغ معہ احقاق الحق البلیغ فی ابطال ما احدثته جماعت التبلیغ، ص 324۔ 325، ادارۃ السید اللہ شہید، کاملپور، اٹک۔

[2] احقاق الحق البلیغ فی ابطال ما احدثته جماعت التبلیغ، یعنی تبلیغی جماعت کی خرافات کا علمی جائزہ، ص 191، ادارۃ السید اللہ شہید، کاملپور عالم، اٹک۔

[3] دفاع، ج1 ص 216۔ 217، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

فائدہ نہیں۔ ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ جو سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا معتقد نہیں وہ سُنّی بھی نہیں اور نہ ہی مسلمان ہے، ہم تو کہتے ہیں جو صحیح العقیدہ سُنّی ہو وہ دُنیا کے کسی کونہ میں رہتا ہو اور بیشک اُس نے کبھی سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا نام بھی نہ سُنا ہو مگر عقائد کے اعتبار سے اُس میں کوئی خرابی نہیں تو وہ پکا سُنّی اور ہمارا اسلامی بھائی ہے، اُس کو ہم اسی طرح مسلمان سمجھتے ہیں جس طرح اپنے آپ کو۔ لیکن اگر عقائد میں فتور ہے اور بُرے عقائد کا حامل ہے تو ہمارا اُس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں پھر چاہے وہ اپنے آپ کو اہلِ سنّت سے جوڑنے کا کتنا بھی دعویٰ کرے، مگر وہ ہرگز سُنّی نہیں۔

ہاں! البتہ ایک بات ضرور ہے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ برصغیر پاک و ہند میں سُنّی و غیر سُنّی میں امتیاز کرنے کے لئے ایک کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، پس برصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والا اگر سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تعلیمات سے (اختلاف رائے سے قطع نظر، اور عقائد کے لحاظ سے بالخصوص) منحرف ہے تو یقیناً اُس کا دعویٰ سنیت مشکوک قرار پائے گا۔

دیوبندی موصوف سے گذارش ہے کہ وہ ایک نظر تبلیغی جماعت کے اُن کارناموں پر ڈالیں جو اُنہی کے علماء نے آشکار کئے ہیں کہ ان کی تبلیغی جماعت کون کون سے سیاہ کارنامے سر انجام دے رہی ہے، ایک حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"میں حیران ہوں کیا کہوں؟ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ کب سے تبلیغی جماعت کا مرکز بھی ایمانیات میں داخل ہو گیا ہے؟ اور اس کا مخالف کافر قرار پایا ہے۔ ہمارے میوات والے ماشاء اللہ عرب و عجم میں مسلمان بناتے بناتے اُکتا گئے، جی بھر گیا، اس لئے میوات کے بعض سرگرم مبلغین و علماء کرام نے مسلمانوں کو کافر و مرتد بنانا شروع کر دیا۔ (بتلانا کہنا) (اصول دعوت و تبلیغ از مولانا عبد الرحیم شاہ صاحب دھلوی) قارئین کرام! آپ نے

دیوبند کے جید علماء کرام کی آراء وحسرتیں سُن لیں"۔ [۱]

اس عبارت میں دیوبندی علماء کی حسرت موجود ہے جس میں وہ بڑے افسوس کا اظہار کر رہے ہیں کہ دیوبندیوں کا تبلیغی مرکز" ایمانیات" میں داخل ہوگیا ہے اور اُس کے مخالفوں کو اُنہوں نے کافروں میں شُمار کرنا شروع کردیا ہے، اب اُن کی سرگرمی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو کافر و مرتد بنا رہے ہیں۔

دیوبندی موصوف سے گذارش ہے کہ بِلا دلیل اہلِ سنّت پر الزام لگانے سے پہلے اپنے گھر کا گند تو صاف کرلیں کہ کس طرح منظم طریقے سے تبلیغی جماعت والے مسلمانوں کو کافر ومُرتد بنا رہے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" اسی الیاس عطاری کے بارے میں لکھا:" اپنے لوگوں کو اپنے مخصوص انداز میں مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قائم رکھنے کی سعی کرتے ہیں"۔ (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ: ص ۱۵۵) مولانا الیاس صاحب علیہ الرحمۃ کا ملفوظ کہ طریقہ تعلیم حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا ہو پر فوراً رضا خانیوں کے پیٹ میں مروڑ شروع ہوگیا اب یہاں بھی اپنے قلم کی سیاہی سے صفحات کو اپنے دل کی طرح کالا کرنے کی زحمت کریں گے یا منافقت کی چادر اوڑھے خاموشی میں اپنی عافیت جانیں گے؟"۔ [۲]

الجواب: دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض اُس وقت دُرست ہوتا جب دعوتِ اسلامی نے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہوتا یا اپنے اس تعلق کو انہوں نے چھپایا ہوتا جہاں بھی قافلہ کی صورت میں دعوتِ اسلامی کے اراکین پہنچے تو وہ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ

---

[۱] احقاق الحق البلیغ فی ابطال ما احدثتہ جماعت التبلیغ ،یعنی تبلیغی جماعت کی خرافات کا علمی جائزہ،ص 126.127 ،ادارۃ السید اللہ شہید، کاملپور عالم، اٹک۔

[۲] دفاع، ج1 ص 217 ،مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

لاکھوں سلام والا نعتیہ سلام پڑھ کر ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ سُنّی ہیں اور اُن کا تعلقِ اِرادت سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے وابستہ ہے، لہٰذا اُن پر یہ اعتراض کسی طرح بھی دُرست نہیں، مگر اس کے برعکس دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت لباس تقیہ میں ملبوس ہوتی ہے (جس کے متعلق حوالہ گذر چکا ہے) اور اہلِ سنّت پر قطعاً یہ آشکار نہیں ہونے دیتی کہ اُن کا تعلق اُن لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے "براہین قاطعہ" اور "حفظ الایمان" جیسی گستاخانہ کتابیں لکھی ہیں اس لئے ہم الیاس تبلیغی صاحب کے اس ملفوظ کے ذریعے اُن کے اصل چہرہ کو بے نقاب کرتے ہیں اور اُن کی حقیقت کو عام لوگوں پر واضح و آشکار کرتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"دعوت اسلامی والوں سے آج جن رضا خانیوں نے اختلاف کیا اور اس پر کفر کے فتوے لگائے وہ بھی اس بنیاد پر اختلاف نہیں کیا کہ اس نے کوئی خلاف سنّت کام کر دیا ہے بلکہ ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ دعوت اسلامی کا منشور مسلک اعلیٰ حضرت کو پھیلانا تھا اور اب وہ مسلک اعلیٰ حضرت سے پھر گئی ہے۔ چنانچہ مولوی سبحان رضا خان لکھتے ہیں: "مولوی الیاس صاحب مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کھل کر میدان میں آگئے ہیں اب کسی رعایت ورواداری کے مستحق نہیں"۔ (مظلوم مبلغ: ص ٧٤)"۔[1]

الجواب: یہ بھی ایک الزام ہی ہے ہم نے کبھی بھی کسی فرعی معاملے میں اختلاف کی وجہ سے کسی پر بھی کفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔ جب فرعیات میں حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی اختلافات موجود ہیں ان میں کسی کی تکفیر نہیں کی جاتی تو پھر فقہی جزئیہ میں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے اختلاف کی وجہ سے بھلا کیسے کسی کی تکفیر ہوسکتی ہے۔ لہٰذا موصوف کا یہ الزام ہے کہ دعوتِ اسلامی کی مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مخالفت کی وجہ سے تکفیر کی گئی ہے، اگر موصوف

---

[1] دفاع، ج1 ص217، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کے پاس کوئی دلیل موجود ہے تو پیش کریں۔باقی موصوف نے جو حضرت مولانا سبحان رضا خان دامت برکاتہم العالیہ کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں بھی فقہی جزئیہ میں تحقیق کے اختلاف کی بات ہو رہی ہے اور اسی میں بحیثیت مفتی احناف سخت مؤقف کا اظہار کیا جا رہا ہے نہ کہ تکفیر کا۔اس طرح کا سخت مؤقف مسائل کی تحقیق کے بارے میں احناف وشوافع کے درمیان بھی پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود کسی کی تکفیر نہیں کی گئی۔

اب ذرا یوسف لدھیانوی کا فتویٰ مُلاحظہ کریں جس میں دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کو کفر کی سرحد تک پہنچایا گیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"لوگ مجھ سے شکایت کرتے رہتے ہیں کہ تبلیغ والے علماء کے خلاف ذہن بناتے ہیں، اور میں ہمیشہ تبلیغ والوں کا دفاع کرتا رہتا ہوں، لیکن آپ کے خط سے مجھے اندازہ ہوا کہ لوگ کچھ زیادہ غلط بھی نہیں کہتے، آپ جیسے عقلمند جن کو دین کا فہم نصیب نہیں ان کا ذہن واقعی علماء کے خلاف بن رہا ہے، یہ جاہل صرف تبلیغ میں نکلنے کو دین کا کام اور دین کی فکر سمجھے بیٹھے ہیں، اور ان کے خیال میں دین کے باقی سب شعبے بے کار ہیں، یہ جہالت کفر کی سرحد کو پہنچتی ہے کہ دین کے تمام شعبوں کو لغو سمجھا جائے، اور دینی مدارس کے وجود کو فضول قرار دیا جائے، میں اپنی اس رائے کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ تبلیغ میں نکل کر جن لوگوں کا یہ ذہن بنتا ہو وہ گمراہ ہیں اور ان کے لئے تبلیغ میں نکلنا حرام ہے"۔ [۱]

اس کے ساتھ ہی چند حوالے مزید مُلاحظہ فرمائیں:

"موجودہ دور میں تبلیغی جماعت جو شکل اختیار کرتی جا رہی ہے وہ انتہائی خطرناک ہے"۔ [۲]

"سامان ایسا بن رہا ہے کہ تبلیغ کے معمولات علمی شعائر کے بالمقابل خود ہی ایک دین کا مقام

---

[۱] آپ کے مسائل اور اُن کا حل، ج10 ص22، مکتبہ لدھیانوی، اشاعت ۲۰۰۲ء، وص 21، اضافہ شدہ ایڈیشن مئی ۲۰۱۱ء۔

[۲] شاہراہ تبلیغ اور رسمی تبلیغ کی وضاحت، ص24، الحرم پبلی کیشنز، دیوبند۔

لے رہے ہیں گویا تبلیغ دین کی بجائے دین تبلیغ پھیل رہا ہے جس کو زبانی دین کی محنت کہا جاتا ہے"۔[1]

"تبلیغی جماعت وہ واحد جماعت ہے جو اپنے سٹیج پر اپنے علاوہ کسی کو برداشت نہیں کر سکتی اور اپنے مخترعہ دین (نیا گھڑا گیا دین، از ناقل) کے کام کو ہی دین سمجھتی ہے"۔[2]

دیکھیں! ان حوالوں میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ تبلیغی جماعت انتہائی خطرناک ہے، یہ لوگ دین کی تبلیغ کی بجائے ایک نئے دین یعنی دینِ تبلیغ کی بنیاد ڈال رہے ہیں، بلکہ اپنے گھڑے ہوئے دین کے کام کو ہی دین کا کام سمجھتی ہے، اس لئے ہمارے علماء اہل سنّت عوام الناس کو اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے تبلیغیوں کے خطرناک عزائم سے آگاہ کرتے رہے، مگر دیوبندیوں نے اُسے صرف مسلکی عناد قرار دیا۔

اگر علماء دیوبند علماءِ اہل سنّت کی باتوں کا بروقت نوٹس لیتے تو آج اُنہیں خون کے آنسو نہ رونا پڑتا، علمائے اہلِ سنّت تو پہلے ہی تبلیغی جماعت کے مکروہ عزائم کو بھانپ چکے تھے کہ یہ لوگ تھانوی کی تعلیمات کے ذریعے ایک نئے دین کی تشکیل دے رہے ہیں، مگر ہماری ان باتوں پر دیوبندیوں کی جانب سے توجہ نہ دی گئی اُلٹا ہمیں قصوروار قرار دینے کی ناکام کوشش کی گئی مگر آج خُود علمائے دیوبند کو بھی اعتراف ہے کہ تبلیغی جماعت نے خطرناک شکل اختیار کر لی ہے، اور یوسف لدھیانوی صاحب کے بقول بعض تبلیغیوں کے نظریات سرحد کفر تک پہنچ گئے ہیں نہ صرف یہ کہ تبلیغیوں کے یہ نظریات ہیں، بلکہ دیوبندی مُلاؤں نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ

"بانی تبلیغی جماعت کے مقرر کردہ اصولوں اور طریقہ کار سے اس زمانہ کے بابصیرت علماء

---

[1] شاہراہ تبلیغ اور رسمی تبلیغ کی وضاحت، ص 53، الحرم پبلی کیشنز، دیوبند۔

[2] احقاق الحق البلیغ فی ابطال ما احدثتہ جماعت التبلیغ، یعنی تبلیغی جماعت کی خرافات کا علمی جائزہ، ص 240، ادارۃ السید اللہ شہید، کاملپور عالم، اٹک۔

مطمئن نہ تھے"۔[1] بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ملاحظہ فرمائیں کہ تبلیغی دیوبندی تو اپنے اُسی من گھڑت طریقہ کار کو ہی معیارِ نجات اور دینِ کامل بتاتے ہیں:

"رائج الوقت موجودہ مخصوص رنگ کی تبلیغ سے جو بالکل مخترع اور غیر ماثور قیودات کا مجموعہ ہے جس کو آج معیارِ نجات اور دینِ کامل بتایا جارہا ہے"۔[2]

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"مولوی الیاس کا فتنہ اب مولوی غلام رسول سعیدی سے زیادہ خطرناک ہے کئی مسائل میں مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت۔۔۔کی تغلیط اور عملاً تردید کررہے ہیں"۔(مظلوم مبلغ:ص، ۸۰)

مولوی ابوداؤد صادق نے ۲۴ صفحات کا ایک پورا رسالہ دعوت اسلامی کے خلاف بنام "مکتوب ابوداؤد بنام ابوالبلال" لکھا اس میں وہ دعوت اسلامی سے ناراضگی اور ان کو کوسنے کی واحد وجہ یہی بتاتے ہیں کہ آپ فلاں فلاں مسئلہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کررہے ہیں"۔[3]

الجواب: پتا نہیں موصوف ان حوالوں سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں، اگر وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بعض مسائل میں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مخالفت کی وجہ سے بعض علماء نے اظہارِ ناراضگی کیا ہے تو اس سے موصوف اور دیوبندی مذہب کا کون سا مسئلہ ثابت ہوگیا اور فریقین میں جن مسائل میں اختلاف ہے اُن میں سے کون سا مسئلہ حل ہوگیا؟

موصوف کے مذہب میں ایسا تضاد موجود ہے اس کے باوجود موصوف کی یہ بے سروپا باتیں دیوانے کے بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں، کیونکہ ہم خُود تسلیم کرتے ہیں کہ دعوتِ اسلامی

---

[1] شاہراہ تبلیغ،ص 14،مقدمہ از مفتی محمد زکریا صاحب، استاذ مظاہر العلوم (وقف) سہارنپور۔

[2] شاھراہ تبلیغ، عبد السلام نوشھروی معه احقاق الحق البلیغ فی ابطال ما احدثته جماعت التبلیغ،،ص 311، ادارۃ السید اللہ شہید، کاملپور عالم، اٹک۔

[3] دفاع، ج1ص 217، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کا تعلق اور نسبتِ ارادت سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے وابستہ ہے اور یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ بھی نہیں ہے، اور وہ اس سلسلہ میں کسی قسم کے تقیہ وکتمان کا مظاہرہ نہیں کرتے اور نہ ہی دیوبندی مساجد میں قیام پزیر ہوتے اور نہ ہی اپنے مسلک کو چھپاتے ہیں، جبکہ تبلیغی جماعت کا پورا گورکھ دھندا ہی تقیہ وکتمان حق سے وابستہ ہے۔ اگر بعض علماء اپنی دانست کے مطابق بعض فقہی مسائل کی تحقیق میں دعوتِ اسلامی کو مسلکِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلاف قرار دیتے ہیں اور اپنے سخت مؤقف کا اظہار کرتے ہیں تو اس سے تکفیر لازم نہیں آتی جبکہ تبلیغی جماعت کے نظریات کی تو تکفیر بھی کی گئی ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف کے یہ حوالے بے سود ہیں اور فریقین میں موجود نزاعی مسائل میں سے کسی مسئلہ کو ثابت نہیں کرتے اور نہ ہی مولانا کاشف مدنی صاحب کے حوالے کی تردید کر رہے ہیں جس میں الیاس تبلیغی صاحب کا ملفوظ پیش کیا گیا ہے کیونکہ اس حوالے کا مقصد تبلیغی جماعت کو بے نقاب کرنا ہے، لہٰذا اس حوالے کو ان حوالوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"کاشف اقبال رضا خانی کو حضرت مولانا الیاس صاحب علیہ الرحمہ کے ملفوظ پر اعتراض کرنے سے پہلے درج ذیل عبارت بھی پڑھ لینی چاہیے: "میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مولوی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی۔۔۔ اعلیٰ حضرت۔۔۔ کے سچے عاشق تھے اکثر فرمایا کرتے تھے علماء متقدمین وفقہاء محدثین کا علم واجتہاد اور ان کی عظمت وفضیلت سر آنکھوں پر ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں" (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ۲۳۷) گویا ان بدبختوں کے ہاں احمد رضا کا سچا عاشق وہ ہے جو ان تمام متقدمین علماء، فقہاء، محدثین پر احمد رضا کو ترجیح دے ورنہ احمد رضا کا جھوٹا عاشق ہے"۔ [1]

---

[1] دفاع، ج1 ص 217۔218، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب: یہ دیوبندی موصوف کا اپنا ذاتی اختراع ہے ورنہ مذکورہ عبارت میں ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ تمام متقدمین علماء وفقہاء ومحدثین پر سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو ترجیح دے تو اُن کا سچا عاشق ہے وگرنہ جھوٹا عاشق ہے یہ موصوف کی اپنی کشید کاری ہے۔ گو مذکورہ عبارت میں ایسی کوئی بات موجود نہیں مگر پھر بھی اگر موصوف میں عقل کے دو دانے ہوتے تو ہم موصوف کی بات کو بوجہ عاقل ہونے کے باوزن سمجھ لیتے مگر یہاں تو حالت یہ ہے کہ موصوف آسان اور سادہ عبارت کا مطلب ومفہوم سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ایسی صورت میں موصوف کے کشید کردہ مفہوم کو کیسے قبول کیا جائے ،جبکہ موصوف کی ذاتی حالت یہ ہے کہ ایسے موقع پر اُن کی عقل گھاس چرنے چلی جاتی ہے۔

الغرض حضرت سیّد آلِ مصطفیٰ سیّد میاں قادری علیہ الرحمۃ نے تو تمام فقہاء ومحدثین کے تفوق علمی کو تسلیم کیا ہے اور اُن کی استعداد وقابلیت کو سر آنکھوں پر رکھا ہے، کوئی اعتراض نہیں کیا۔ باقی علمی وفقہی تحقیقات میں اگر سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے لئے کافی قرار دیا ہے تو اس میں کون سی حرج کی بات ہے، کیا موصوف شافعی، حنبلی، مالکی مسالک سے تعلق رکھنے والے تمام علماء فقہاء ومحدثین کے اقوال پر فتویٰ دیتے ہیں؟

اگر نہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوا کہ دیوبندی موصوف قاسم نانوتوی، یوسف بنوری وغیرہما دیوبندی اکابرین کو ان فقہاء ومحدثین سے افضل واعلیٰ سمجھتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ بریلوی مولوی نے یہاں بھی تقیہ کیا ہے ورنہ محدثین وفقہاء تو دور یہ بد بخت لوگ تو احمد رضا خان کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں۔ حوالہ ماقبل میں گزر چکا ہے"۔[1]

---

[1] دفاع، ج1 ص218، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب: دیوبندی موصوف نے اپنے اکابرین کے ورثہ پر عمل کرتے ہوئے یہاں بھی جھوٹ وفریب وبہتان بازی کی انتہا کر دی ہے اور وہ اُس جماعت کے خلاف یہ زبان درازی کرتے ہیں جس نے برصغیر میں ان لوگوں کے خلاف آواز بُلند کی جو انبیاء کرام علیہم السلام کو بڑے بھائی کا درجہ دیتے ہیں۔

جب اہلِ سنّت وجماعت سے اکابرینِ دیوبند کی یہ گستاخی وبے ادبی برداشت نہیں ہورہی تو اہلِ سنّت وجماعت کیسے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر قرار دے سکتے ہیں۔ہم ایسا عقیدہ ونظریہ رکھنے والے کو کافر مطلق سمجھتے ہیں اور جو شخص اہلِ سنّت وجماعت پر ایسا جھوٹا الزام عائد کرے اُسے بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور راقم دیوبندی موصوف کو طلاقِ زَن کی قسم دے کر پُوچھتا ہے کہ وہ جس حوالے کے متعلق کہہ رہے ہیں کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو (معاذ اللہ، معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ) ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر مانتے ہیں؟

اب دیکھتے ہیں کہ موصوف مذکورہ قسم کے ساتھ اپنے دعویٰ کو پیش کرتے ہیں یا پھر خُود ہی اپنے جھوٹا ہونے کا اعلان کرتے ہیں یا تقیہ سے کام لیتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے امام نواب احمد رضا خان صاحب کی اتباع کرتے ہوئے جھوٹ بولا ہے کہ اکابر دیوبند معاذ اللہ حنفیت سے بے زار ہیں حالانکہ اگر کسی رضا خانی میں غیرت ہے تو ہمارے اکابر کا کوئی حوالہ بتایا جائے جس میں معاذ اللہ صراحتاً یا اشارۃً حنفیت سے بے زاری کا اعلان کیا گیا ہو"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف کو اپنے اکابرین گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھوی اور ٹانڈوی کی

---

[1] دفاع، ج1ص219، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

اتباع کرتے ہوئے حقائق کو جھٹلانے اور جھوٹ پر جھوٹ بولنے کی بیماری لاحق ہوگئی ہے، ہم جلد ثانی میں تفصیل سے باحوالہ بحث کر چکے ہیں کہ اسماعیل دہلوی صاحب ترکِ تقلید کے قائل تھے، بلکہ اس سلسلے میں اُنہوں نے باقاعدہ مناظرہ بھی کیا اور ایک حدیث کے سمجھنے کی صلاحیت واہلیت نہ ہوتے ہوئے دہلی میں رفع الیدین اور آمین بالجہر کی بنیاد ڈالی۔علمائے دہلی نے اُنہیں خود سمجھایا، اس کے باوجود بھی نہ مانے۔

اب آپ ہی بتائیں اسماعیل دہلوی کے مذکورہ مجموعی اعمال حنفیت بیزاری نہیں تو اور کیا ہے ؟اب اگر دیوبندی موصوف میں تھوڑی سی بھی غیرت وحیاباقی ہے تو وہ اپنے کذاب ہونے کا اعلان کریں

اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

قصیدہ نعمان کے متعلق بحث

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اس آدمی نے جھوٹ بولا ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی قصیدۃ النعمان کتاب ہے اور اس میں یہ لکھا ہے اور یہی عقائد امام صاحب کے تھے"۔[1]

الجواب: دیوبندی مذہب کے شیخ الحدیث حمد اللہ جان ڈاگئی نے اس قصیدہ کو امام ابُو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا قصیدہ شمار کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"وما ذكر ان ابن تيمية نقل عدم جواز التوسل عن الامام الهمام أبي حنيفة والقاضي أبي يوسف رحمهما الله تعالى رحمة واسعة كيف يصح ذلك مع نقل القصيدة المشهورة عن الامام أبي حنيفة عند حضور الروضة الشريفة: شعر:

[1] دفاع، ج1ص219، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

يا أكرم الثقلين يا كنز الورى
جد لى بجودك وأرضنى برضاك
أنا طامع بالجود منك لم يكن
لأبى حنيفة فى الأنام سواك

وقال زين العابدين: بيت:

يا رحمة للعالمين
أدرك لزين العابدين
محبوس أيدى الظالمين
فى موكب والمزدحم

فمن نظر فى تلك القصيدة علم من مسلك أبى حنيفة رحمة الله عليه فلا نعتمد على نقل ابن تيمية "۔ [1]

"یعنی ابن تیمیہ نے عدمِ جواز کی روایت امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ اور امام ابُویوسف علیہ الرحمۃ سے نقل کی ہے وہ کیسے صحیح ہوسکتی ہے جبکہ اس بارے میں امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے ایک مشہور قصیدہ منقول ہے جو آپ نے بوقت حاضری روضہ مبارکہ پیش کیا تھا

يا أكرم الثقلين يا كنز الورى
جد لى بجودك وأرضنى برضاك
أنا طامع بالجود منك لم يكن
لأبى حنيفة فى الأنام سواك

"یعنی اے دونوں عالم سے برتر اور اے تمام مخلوق کی دولت، اپنی عطا سے مجھے حصہ دیجئے

---

[1] البصائر لمنكر التوسل بأهل المقابر، ص 53، مظهری کتب خانہ نزد دار العلوم مظہر العلوم ڈاگی، صوابی۔

اور اپنی خوشنودی سے مجھ کو مسرور کر دیجئے۔ مَیں آپ کی بخشش کا اُمیدوار ہوں، اور ابُوحنیفہ کا تمام عالم میں آپ کے سوا کوئی سہارا نہیں"۔

اور اسی طرح امام زین العابدین علیہ السلام کا قصیدہ

یا	رحمة	للعالمین
أدرك	لزین	العابدین
محبوس	أیدی	الظالمین
فی	موکب	والمزدحم

پس جو شخص اس قصیدہ مبارکہ کو غور کی نظر سے دیکھے گا تو اُس پر امام ابُوحنیفہ علیہ السلام کا مسلک واضح ہو جائے گا، پس ہمارا اعتماد ابن تیمیہ کے قول پر نہیں ہے"۔

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ حمد اللہ جان داجوی صاحب اس قصیدہ کو امام ابُوحنیفہ علیہ السلام کی ہی تصنیف شمار کرتے ہیں ،لہٰذا دیوبندی موصوف نے جو جھوٹ بولنے کا الزام مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب پر عائد کیا ہے وہ اُس سے بری الذمہ ثابت ہوئے اور خُود دیوبندیوں کے گھر کی پختہ گواہی سے" قصیدہ نعمان" کا تصنیف امام ابُوحنیفہ علیہ السلام ہونا ثابت ہوا۔ پس اگر دیوبندی موصوف کو اس بنیاد پر کسی کو جھوٹا کہنے کا شوق ہے تو وہ اپنے مذہب کے شیخ الحدیث حمد اللہ جان ڈاگئی صاحب کو کذاب قرار دیں نا کہ مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کو۔

حمد اللہ ڈاگئی صاحب نے اُسی قصیدہ سے امام ابُوحنیفہ علیہ السلام کے مسلک پر استدلال کیا ہے اور اسی کو امام ابُوحنیفہ علیہ السلام کا مسلک قرار دیا ہے۔ یہی بات مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے تحریر کی ہے،فرق یہ ہے کہ دیوبندیوں کے شیخ الحدیث داجوی صاحب نے ان باتوں کو عربی زُبان میں لکھا ہے جبکہ مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے عوام کی سہولت کی خاطر اُردو میں قلمبند کیا ہے۔

یاد رہے کہ حمد اللہ ڈاگئی صاحب دیوبندی مذہب کے مستند و مشہور عالم ہیں، چنانچہ اُن کے متعلق "ماہنامہ الشریعہ" میں لکھا گیا ہے کہ:

" استاد العلماء حضرت مولانا حمد اللہ صاحب آف ڈاگئی کی وفات حسرت آیات کی خبر مجھے کراچی کے سفر کے دوران ملی ۔۔وہ ہمارے پرانے بزرگوں میں ایک اہم شخصیت تھے جنہیں عوام کے ساتھ ساتھ اہل علم میں بھی مرجع اور رہنمائی کی حیثیت حاصل تھی اور بہت سے مشکل معاملات و مسائل میں ان سے رجوع کر کے اطمینان ہو جاتا تھا کہ متعلقہ مسئلہ و معاملہ کا صحیح رُخ کیا ہے، مجھے ان کی خدمت میں ڈاگئی حاضری کی سعادت ہوئی اور مختلف علمی و دینی محافل میں ان کے ساتھ استفادہ اور دعاؤں کا تعلق رہا ،ایک موقعہ پر جب جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ اور فضل الرحمن گروپ میں تقسیم تھی حضرت مرحوم کے ساتھ درخواستی گروپ کے ایک وفد میں بلوچستان کے چند روزہ دورے کی رفاقت کا شرف بھی حاصل ہوا اسی موقع کی بات ہے کہ چمن میں سینکڑوں علماء کرام کے ایک اجتماع میں اسلامی معاشیات کے حوالے سے ان کی وقیع علمی گفتگو سن کر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ حضرت مولانا سمیع الحق افغانی ،حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کے بعد وہ پہلی شخصیت ہیں جن سے اسلامی معاشیات کے موضوع پر اس قدر جاندار علمی گفتگو سننے کو ملی میں نے حضرت سے اس کا تذکرہ بھی کیا کہ آپ کا عمومی تعارف تو اس سے مختلف مسائل کے حوالے سے ہے مگر آپ تو ہماری لائن کے بزرگ ہیں اور ہمیں ایسے سرپرستوں کی اشد ضرورت ہے انہوں نے مسکرا کر اپنے ایک معاصر بزرگ کا نام لیا اور فرمایا کہ ان کی وجہ سے مجھے بعض مسائل میں الجھنا پڑا اور نہ میرا ذوق بھی یہی ہے۔

حضرت مولانا حمد اللہ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی اور زندگی بھر درس و تدریس میں مصروف رہے، صوابی کے علاقہ پنج پیر، ڈاگئی اور شاہ منصور کے تین علمی مراکز دورہ تفسیر قرآن کریم کے عنوان سے قرآن کریم کے علم و معارف کی تدریس و فروغ کے باب میں

کافی عالمی شہرت رکھتے ہیں حضرت مولانا حمد اللہ جان کے اس علمی مرکز میں ہزاروں علماء کرام نے ان سے فیض حاصل کیا جو اب دین کے مختلف حصوں میں دینی خدمات میں مصروف ہیں"۔ [1]

اور خُود دیوبندی موصوف نے اُن کے متعلق لکھا ہے کہ:

"میں حضرت حمد اللہ جان صاحب ڈاگئی مدظلہ العالی المعروف ڈاگئی بابا صاحب کے مدرسہ میں ان کی دعوت پر بیان کیا جس میں غیر مقلدین سیفیوں و بریلویوں کا بیک وقت رد کیا تا کہ اس تائثر کو ختم کیا جاسکے کہ ڈاگئی بابا بریلوی ہیں"۔ [2]

اس کے علاوہ "فتاویٰ فریدیہ" میں مرقوم ہے کہ:

"مولانا حمد اللہ فرقہ سلفیہ اور مخالفین کے نزدیک مشرک ہے اور دیوبندیوں کے نزدیک مسلمان اہل سنّت والجماعت ہے"۔ [3]

مطلب دیوبندیوں کے ایسے مستند و معتبر عالم نے (جو کہ مولوی زکریا سہارنپوری کا شاگرد ہے) بھی "قصیدہ نعمان" کو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا قصیدہ شمار کیا ہے اور اُس کے اشعار کو بطور دلیل پیش کیا ہے، لہٰذا اگر دیوبندی موصوف کو جھوٹ وافتراء کی نسبت کرنی ہے تو وہ حمد اللہ جان ڈاگئی صاحب کی طرف کریں اور اُنہیں جھوٹا قرار دیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اپنے امام سرفراز گکھڑوی کے حوالے سے "قصیدہ نعمان" کے جعلی ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"یہی چیلنج ہمارا کاشف اقبال صاحب اور اس کے مقرظین اور احمد بدر رضوی (جن کی

---

[1] ماہنامہ الشریعہ، ص18۔19، فروری 2019ء۔

[2] روئیداد، تاریخی مناظر علم غیب، ص31، ناشر: نوجوانان احناف طلباء دیوبند پشاور پاکستان۔

[3] فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ، ج1 ص513، اہتمام واشاعت: مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی۔

لائبریری سے انہوں نے کتاب تیار کرنے کے لیے استفادہ کیا ہے) کو ہے دیدہ باید"۔ [1]

الجواب: ابراہیم خلیل بن احمد بن اسحاق نے اس قصیدہ کو امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا ہی قصیدہ شُمار کیا ہے اور اُس کی ایک ضخیم شرح بھی لکھی ہے، چنانچہ "ایضاح المکنون" میں مرقوم ہے کہ:"سرور القلب العرفانية بترجمة القصيدة النعمانية-لإبراهيم خليل بن أحمد بن اسحق من قضاة العساكر الرومى الحنفى رئيس العلماء المتوفى سنة 1270 سبعين ومائتين وألف"۔ [2]

"سرور القلب العرفانیہ بترجمہ قصیدہ نعمانیہ"، ابراہیم خلیل بن احمد بن اسحاق کی تصنیف ہے آپ لشکر کے قاضیوں میں سے تھے۔ روم سے تعلق رکھنے والے حنفی، آپ کو رئیس العلماء شُمار کیا جاتا ہے۔ آپ قصیدہ کی اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

"يا سيد السادات التى نظمها سراج الامة ابو حنيفة نعمان بن الثابت الكوفى"۔

یعنی"یا سید السادت" سے شروع ہونے والے مشہور قصیدہ (قصیدہ نعمان) کو سراج الامہ امام ابُوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی علیہ الرحمۃ نے نظم کیا ہے۔

نمبر(2) عبدالمجید بن علی بن اسماعیل العدوی نے بھی اس کو امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا قصیدہ شُمار کیا ہے، چنانچہ وہ اپنی کتاب "التُّحفَة المرضية فِي الاخبار القدسية والاحاديث النَّبوِيَّة والعقائد التوحيدية والحكايات السّنيَّة والاشعار المرضية ،ص 10" پر فرماتے ہیں :قال ابو حنيفة النعمان ... پھر آگے قصیدہ کے اشعار لکھے ہیں۔

صاحبِ"نثر الجواهر والدرر فی علماء القرن الرابع عشر" نے عبدالمجید

---

[1] دفاع، ج1ص 219۔220، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] ایضاح المکنون، ص 14، باب السین۔

بن علی بن اسماعیل عدوی کو قاہرہ کا حنفی فاضل شُمار کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:" نثر الجواهر والدرر فی علماء القرن الرابع عشر، ص 820"۔

نمبر (3) ابراہیم بن محمد اور کہا گیا ہے کہ ابراہیم بن عبد اللہ الیالواجی الحمیدی الرومی العثمانی الحنفی الادیب المنطقی ،متوفی 1293ھ نے "ترجمة القصيدة النعمانية فی مدح الرسول علیه السلام" کے نام سے شرح لکھی جو کہ 1280ھ میں استنبول سے طبع ہوئی، ملاحظہ فرمائیں[1]

ان فضلاء احناف نے اس قصیدہ کو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قصیدہ ہی شُمار کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بڑا عالم ہونے کا دعویٰ

مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے ہفت روزہ خدّام الدین سے یہ حوالہ نقل کیا کہ:

"میں نے شام سے لے کر ہند تک اس (انور شاہ کشمیری) کی شان کا کوئی محدث و عالم نہیں پایا۔۔۔اگر میں قسم کھاؤں کہ یہ (انور شاہ کشمیری) امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اس دعویٰ میں کاذب نہ ہوں گا"۔ دیوبندی موصوف اس حوالے کے متعلق لکھتے ہیں کہ:" رضا خانی نے جدی پشتی دھوکا اور فراڈ سے کام لیا اور یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ یہ بات کسی ذمہ دار دیوبندی عالم نے کہی ہے۔آپ سیاق و سباق کے ساتھ اصل قصہ ملاحظہ فرمائیں دراصل خدام الدین میں مولانا ارشد رشیدی مرحوم کا مضمون ہے جس میں وہ نقل کرتے ہیں"۔ پھر دیوبندی موصوف نے حوالہ نقل کیا اور اُس کے بعد لکھا کہ:

مُلاحظہ فرمائیں موصوف نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ دیوبندی حنفیت سے بیزار ہیں مگر اس واقعہ میں کہیں بھی ایسی کوئی بات موجود ہے؟ نیز یہ بات کسی دیوبندی ترجمان کی نہیں ایک مصری حنبلی عالم کی ہے۔جس نے محدث کشمیری رحمہ اللہ کی ذہانت، ذکاوت، حفظ، تیقظ واستحضار کو

---

[1] معجم التاريخ التراث الإسلامي في مكتبات العالم (المخطوطات والمطبوعات)، ج1ص73۔

دیکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اسے مولانا ارشد رشیدی صاحب رحمة الله عليه نے نقل کر دیا۔ علامہ مصری کی بات کی ذمہ داری ہم پر کس طرح ڈالی جا سکتی ہے؟ ہم کسی کے منہ پر تالا تو نہیں لگا سکتے"۔ [1]

الجواب: اس میں فراڈ کی کون سی بات ہے اور دھوکہ کہاں سے آ گیا؟ آپ کی کتابوں میں جو حوالہ لکھا تھا وہ مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے نقل کر دیا، پس اس لحاظ سے اگر آپ کو غصہ کا اظہار کرنا ہے تو اُن دیوبندیوں کو جدی پشتی دھوکہ باز اور فراڈی قرار دیں جنہوں نے یہ بات لکھی ہے۔

نمبر (2) غیر مقلد بھی اپنے آپ کو حضرت امام اعظم ابُوحنیفہ رحمة الله عليه سے بڑا عالم قرار دیتے ہیں اُن کی اس بات کو احناف حضرت سیّدنا امام اعظم ابُوحنیفہ رحمة الله عليه کی شان میں بے ادبی وگستاخی تصور کرتے ہیں۔ پس اگر کوئی غیر مقلد اپنے کسی ہندوستانی عالم کو امام اعظم ابُوحنیفہ رحمة الله عليه سے بڑھ کر عالم قرار دیتا تو اُسے امام اعظم ابُوحنیفہ رحمة الله عليه کا بے ادب ہی قرار دیا جاتا۔ اور اس ضمن میں ایک واقعہ ہم خُود غیر مقلدین کی زُبانی لکھ آئے ہیں جس میں ایک غیر مقلد نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمة الله عليه سے اعلم ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ آخر میں مرزائی ہو گیا، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ جملہ امام اعظم ابُوحنیفہ رحمة الله عليه کی بے ادبی پر مبنی ہے۔

نمبر (3) دیوبندیوں کے اس بیان کردہ واقعہ سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں (۱) حضرت امام اعظم ابُوحنیفہ رحمة الله عليه کی توہین (۲) انور شاہ کشمیری کی تعریف۔

دیوبندیوں نے انور شاہ کشمیری صاحب کی تعریف ثابت کرنے کے لئے اس واقعہ کو پیش کیا جس میں حضرت امام اعظم ابُوحنیفہ رحمة الله عليه کی توہین و بے ادبی پائی جاتی ہے جس کی حنفیت کے دعویداروں کو تردید کرنی چاہیے تھی لیکن دیوبندیوں نے اُسے اپنے محدثِ کشمیری کی

[1] دفاع، ج1 ص220۔221، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

شان کے بیان میں فخر سے بیان کرنا شروع کر دیا، اور جب کوئی گرفت کرتا ہے تو بڑے معصومیت بھرے انداز میں لکھ دیتے ہیں کہ کہنے والا دیوبندی نہیں ہے، وہ تو حنبلی تھا، ہم اس کے منہ پر تالا نہیں لگا سکتے ہیں، اگر تم اس کے منہ پر تالا نہیں لگا سکتے تو کم از کم مُدعی حنفیت ہونے کی وجہ سے اس معاملہ میں اپنے منہ پر تو تالا لگاؤ یا تمہاری عقل پر تالے پڑ گئے ہیں کہ اپنے منہ پر بھی تالا نہیں لگا سکتے ہو۔

نمبر (4) جیسا کہ دیوبندی موصوف نے لکھا کہ کہنے والا مصری حنبلی تھا، پس اس لحاظ سے جو قلبی لگاؤ ایک حنفی کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اُس کی بنسبت اتنا لگاؤ شاید ایک متأخر حنبلی کو نہ ہو جس کی وجہ سے اُس کی نظر میں تو یہ جملہ کوئی خاص اہمیت نہ رکھتا ہو لیکن ایک مقلد حنفی کے لئے ضرور دُکھ اور تکلیف کا باعث ہے، مگر اس کے باوجود دیوبندیوں کے کانوں پر جُوں تک نہیں رینگتی اُلٹا اُس کی وکالت کے لئے تیار ہیں۔

دیوبندی موصوف نے ایک حرف بھی اس بارے میں نہیں لکھا کہ ہم اس کو توہین سمجھتے ہیں اور اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں لیکن چونکہ دیوبندیوں کو انور شاہ کشمیری کی فضیلت ثابت کرنی تھی اس لئے ایسے غلط قول کو مناقبِ انور شاہ کشمیری صاحب میں پیش کر کے اپنی کتاب کا حصہ بنایا ہے۔

مصری، حنبلی دیوبندی نہ سہی لیکن اس کے قول کو انور شاہ کشمیری صاحب کے مناقب میں پیش کرنے والے تو دیوبندی ہیں کیا خدّام الدین دیوبندیوں کا ذمے دار رسالہ نہیں؟

قانون مناظرہ سمجھنے میں دیوبندی موصوف کی غلط فہمی

موصوف اس حوالہ کی وکالت کرتے ہوئے حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا

مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے؟ (مقالات رضویہ: ص ۸۰) اور سندھ کا رضا خانی مناظر مولوی عبدالرحیم سکندری لکھتا ہے: "یاد رکھنا چاہیے کہ ناقل جب کوئی واقعہ نقل کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ نقل بمطابق اصل کر دے اور بس اس کے بعد ذمہ داری اصل ماخذ کی ہے ناقل کی نہیں" (سیف سکندری: ص ۹۵)"۔ [۱]

الجواب: دیوبندی موصوف غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں، اس اُصول سے ہمیں انکار نہیں اور اس اُصول کے مطابق دیوبندی موصوف جب چاہیں ہم سے حوالہ کا مطالبہ کر سکتے ہیں، اِن شاء اللہ دیوبندی موصوف کو حوالہ کی جانب رہنمائی کر دی جائے گی ،لیکن اس بارے میں دیوبندیوں کا کیا اُصول ہے؟، وہ مُلاحظہ فرمائیں ،دیوبندی مذہب کے شیخ الحدیث اور پاکستانی امام اہل سنّت سرفراز گکھڑوی صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

"جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اُس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے"۔ [۲]

دیوبندیوں نے انور شاہ کشمیری کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے علی مصری حنبلی کا قول پیش کیا اور دیوبندیوں کے رسالہ خدّام الدین اور خُود دیوبندی موصوف نے اس حوالہ کی تغلیط یا تردید نہیں کی ،پس دیوبندیوں کے امام کے مذکورہ اُصول کے مطابق علی مصری حنبلی کا قول دیوبندیوں کا مسلک و مذہب سمجھا جائے گا اور وہ مذکورہ اُصول کی روشنی میں کسی طرح بھی بری الذمہ قرار نہیں پا سکتے ،لہٰذا مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کا اعتراض بالکل بجا ہے اور دیوبندیوں کی اس طرح کی ذہنیت سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حنفیت سے بیزار ہیں اور اُن کے زعم میں اُن کے پاس امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے بھی بڑے عالم موجود ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف مذکورہ اُصول وقاعدہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

---

[۱] دفاع، ج1ص221، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] تفریح الخواطر فی ردتنویر الخواطر، ص29، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

"ارشد رشیدی صاحب نے یہ بات کہاں سے لی وہ ہم نے نقل کر دی اس سے آگے کے ہم ذمہ دار نہیں"۔[1]

الجواب: موصوف بالکل جاہل اور احمق ہیں اُنہیں اپنے مذہب ومسلک کی کتب کا بھی بالکل پتہ نہیں، دیوبندیوں کی کتاب "نظام الفتاویٰ" میں ایک اُصول مرقوم ہے کہ:

"السکوت فی معرض البیان بیان"۔ [2]

"معرض بیان میں سکوت کرنا بیان ہی ہوتا ہے"۔ پس اس لحاظ سے دیوبندیوں کا رسالہ خدام الدین اور ارشد رشیدی مذکورہ قول کے ذمہ دار ہیں کیونکہ اُنہوں نے ایسے موقعہ پر پُراسرار خاموشی اختیار کی ہے جہاں اُنہیں اُس بات کا رد کرنا چاہئے تھا، لہٰذا دیوبندی موصوف دیوبندی کتب ومصنفین کے اُصول وقواعد کی روشنی میں کسی طرح بھی بری الذمہ قرار نہیں پاسکتے اور سرفراز گکھڑوی صاحب کے"تفریح الخواطر" میں بیان کردہ اُصول نے تو مہر ثبت کر دی ہے کہ یہ دیوبندیوں کا عقیدہ ونظریہ ہے۔

امام اعظم ثانی پر اعتراض اور اُس کا جواب

اعتراض: موصوف رسالہ" خدّامُ الدین لاہور" کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" رضا خانی ذرا ایک جھاڑو اپنی چارپائی کے نیچے بھی پھیریں۔ بریلوی نے اپنے امام احمد رضا خان کے متعلق لکھا:" علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے"۔(المیزان:ص 207)"۔[3]

الجواب: دیوبندی موصوف نے ہمیں چارپائی کے نیچے جھاڑو پھیرنے کا مشورہ دیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اُنہیں اپنے گمان وخیال کے مطابق گندگی وغلاظت نظر آئی ہے اس

---

[1] دفاع، ج1ص 221، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] نظام الفتاویٰ، ج6ص 73۔

[3] دفاع، ج1ص 221، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

لئے وہ جھاڑو پھیرنے کا مشورہ دے رہے ہیں، لہٰذا چلتے ہیں دیوبندیوں کی کتب کی جانب اور دیکھتے ہیں کہ جن اُمور کے باعث دیوبندی موصوف جھاڑو پھیرنے کا حکم صادر کر رہے ہیں، کیا وہ چیزیں کتب دیوبندیت میں تو موجود نہیں۔ اگر ہیں تو کیا موصوف وہاں جھاڑو پھیر چکے ہیں یا ابھی جھاڑو پھیرنا باقی ہے، یا وہ اپنے زعم میں دیوبندی مذہب کو گندگی وغلاظت میں باقی رکھنے پر خُوش وفرحاں ہیں۔

دیوبندیوں کے مفتی احمد مختار صاحب نے اپنی کتاب میں رشید احمد گنگوہی صاحب کا فتویٰ نقل کرتے ہوئے انہیں" ابُوحنیفہ ثانی" لکھتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:" حیلہ اسقاط اور دُعا بعد نماز جنازہ کا حکم" ص 12، ناشر: تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پُور کراچی۔ یہ صاحب حکیم اختر کے خلیفہ ہیں اور رشید احمد لدھیانوی کے شاگرد ہیں۔

اگر دیوبندی موصوف کے نزدیک سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو" امامِ اعظم ثانی" لکھنے پر اعتراض ہے تو یہی اعتراض اُنہیں رشید احمد گنگوہی صاحب کے متعلق ایسا لکھنے پر بھی ہونا چاہئے، اور کیا موصوف نے ان لکھنے والے دیوبندیوں کو جھاڑو پھیرنے کا حکم دیا یا خُود موصوف جھاڑو لئے وہاں پہنچے؟۔

نمبر (2) دیوبندیوں کے مفتی تقی عثمانی صاحب نے گنگوہی صاحب کو" ابُوحنیفہ عصر" لکھا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

" یہی حال حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی علیہ الرحمۃ کا تھا۔ انہیں ان کے تفقہ کے مقام بلند کی بناء پر حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے" ابوحنیفہ عصر" کا لقب دیا تھا، اور وہ اپنے عہد میں اسی لقب سے معروف تھے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند پایہ محقق جو علامہ شامی کو" فقیہ النفس" کا مرتبہ دینے کے لئے تیار نہ تھے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو" فقیہ النفس"

فرمایا کرتے تھے"۔ [۱]

اور پھر اسی طرح دیو بندی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے گنگوہی صاحب کو ان القابات کے ساتھ یاد کیا ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

" امام ہمام، قدوۃ الانام، قطب العالم، جنید عصر، نعمانِ دوران، بخاری وقت۔۔۔الخ۔ [۲]

لہٰذا دیو بندی موصوف کو پہلے اپنے گھر میں جھاڑو پھیرنا چاہیئے پھر دُوسروں کو مشورہ دینا چاہیئے۔ دیو بندی موصوف کے اس مشورہ پر یہ مثل یاد آتی ہے کہ

اوروں کو نصیحت خُود میاں فضیحت

علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کے متعلق دیو بندیوں کے نظریات

یہی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب خلیل احمد انبیٹھوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

" فتویٰ لکھنے میں حضرت اکثر شامی ملاحظہ فرمایا کرتے مگر جس قول کے وہ ناقل ہوتے اس کو تو حضرت حجت سمجھتے اور جو صاحب شامی کی ذاتی رائے ہوتی اس کو حجت قرار نہ دیتے بلکہ تنقید و تحقیق کرتے، اور فرمایا کرتے کہ یہ معاصر ہیں ھم رجال ونحن رجال ان کی رائے ہم پر حجت نہیں جب تک کہ اسلاف کے قول سے مؤید نہ ہو"۔ [۳]

اس کے علاوہ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" امام العصر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ علامہ ابنِ عابدین شامیؒ صاحب رد المحتار کو" فقیہ النفس" قرار دینے میں تأمل فرماتے تھے لیکن حضرت گنگوہی قدس سرہ کو بلا تأمل " فقیہ النفس" فرمایا کرتے تھے"۔ [۴]

---

[۱] اکابر دیو بند کیا تھے، ص 89، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

[۲] تذکرۃ الرشید، ٹائٹل پیج، بلالی سٹیم ساڈھورہ۔

[۳] تذکرۃ الخلیل، ص 294، مکتبۃ الشیخ، بہادر آباد، کراچی۔

[۴] توثیق، باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص 51، دار الکتاب، ناشران وتاجران کتب، لاہور۔

پھر اسی کتاب میں انور شاہ کشمیری صاحب کا قول نقل کیا گیا ہے کہ:

" ویسے ہمارے نزدیک حضرت شاہ عبد العزیز، علامہ شامی سے فقیہ ہیں اور حضرت گنگوہی کو بھی ہم نے، شامی سے فقیہ النفس پایا"۔ [1]

مفتی تقی عثمانی صاحب اپنے ایک دوسرے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

" حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری جیسے بلند پایہ محقق جو علامہ شامی کو" فقیہ النفس" کا مرتبہ دینے کے لئے تیار نہ تھے حضرت گنگوہی کو" فقیہ النفس" فرمایا کرتے تھے"۔

اور یہ منصب جسے انور شاہ کشمیری علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کے لئے بھی تسلیم نہیں کرتے تھے آگے چل کے دیوبندیوں نے عبد الرحیم لاجپوری کے لئے تسلیم کیا، چنانچہ" فتاویٰ رحیمیہ، ص33، دار الاشاعت، کراچی" پر عبد الرحیم لاجپوری کے لئے" فقیہ النفس" کے الفاظ موجود ہیں۔

یُونہی دیوبندیوں کے شیخ الحدیث و امام سرفراز گکھڑوی صاحب نے جمیل احمد تھانوی کو " فقیہ النفس" قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: (تسکین الصدور، ص26، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ)

جس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیوں میں سے ہر دُوسرا، چوتھا مولوی ان کے نزدیک" فقیہ النفس" ہے، علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کو" فقیہ النفس" کا مرتبہ نہ دینے والے اپنے مولویوں میں سے ہر دوسرے چوتھے مولوی کو" فقیہ النفس" قرار دیتے ہوئے یہ واضح کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہمارا ہر دوسرا چوتھا مولوی علّامہ شامی علیہ الرحمۃ سے بڑا عالم ہے۔

اب دیوبندی موصوف خُود ہی فیصلہ کریں کہ کیا وہ اپنے مولویوں کو علّامہ شامی علیہ الرحمۃ سے فائق و بہتر نہیں سمجھتے؟

علّامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ

دیوبندی مذہب و مسلک کے محدث انور شاہ کشمیری کے" ملفوظاتِ محدثِ کشمیری" میں اُس

---

[1] توثیق، باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص81، دار الکتاب، ناشران و تاجران کتب، لاہور۔

کا ایک قول منقول ہے کہ:

"فرمایا علامہ شامی نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ کوئی شخص تلفیق تو نہیں کر سکتا کہ کسی جزو پر کسی کے مذہب پر اور کسی جزو میں کسی کے مذہب پر عمل کرے، البتہ یہ کر سکتا ہے (جو دلائل کو نہ سمجھتا ہو اور علماء کے فتاویٰ پر عمل کرتا ہو) کہ کسی وقت کی نماز کسی کے مذہب پر پڑھ لے اور کسی وقت کی کسی کے مذہب پر پڑھ لے۔ (حضرتؒ نے شامی جلد اول سے عبارت پڑھ کر سنائی) پھر فرمایا کہ اسی قسم کا مضمون بحر الرائق کے باب قضاء الفوائت اور شیخ ابن ہمام کی تحریر کے آخر میں بھی ہے، حالانکہ یہ غلط محض ہے"۔ [۱]

آگے انہی "ملفوظات" میں منقول ہے کہ:

"میرا مقصد شامی وغیرہ کی غلطی ظاہر کرنا ہے"۔ [۲]

اور پھر انور شاہ کشمیری کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں کہ:

"وہ بیک وقت حافظ ابنِ حجر بھی تھے اور ابنِ جریر طبری بھی، ابنِ دقیق العید بھی تھے، اور شیخ ابنِ ہمام بھی"۔ [۳]

اعتراض: کیا امام شامی اور صاحب فتح القدیر کو اس آدمی کا شاگرد بنا دینا ان علماء کی توہین نہیں؟"۔ [۴]

الجواب: خلیل احمد انبیٹھوی صاحب نے علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی آراء کو حجت ماننے سے انکار کر دیا۔ گنگوہی کو علّامہ شامی علیہ الرحمۃ سے زیادہ افقہ قرار دیا گیا جبکہ دیگر کئی دیوبندی مولویوں کو "فقیہ النفس" قرار دیا گیا، جبکہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کے لئے یہ لقب دیوبندیوں

---

[۱] ملفوظات محدث کشمیری، 195، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان، پاکستان۔

[۲] ملفوظات محدث کشمیری، 197، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان، پاکستان۔

[۳] الانور، پیش لفظ ص ڈ، ندوۃ المصنفین، دہلی۔

[۴] دفاع، ج1 ص222، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کے نزدیک موجب تأمل ہے، پھر طرفہ تماشا یہ کہ انور شاہ کشمیری صاحب کو بیک وقت حافظ ابنِ حجر عسقلانی، ابنِ جریر طبری، ابنِ دقیق العید اور ابنِ ہمام قرار دیا گیا۔

اب دیوبندی موصوف اپنے بیان کردہ اُصول کے مطابق بتائیں کہ یہ باتیں اُن علماء وفقہاء کی توہین ہیں یا نہیں؟

اگر دیوبندی موصوف ان باتوں کو توہین نہیں سمجھتے تو پھر ہم پر اعتراض کیوں؟ اگر دیوبندی موصوف ان باتوں کو قابلِ اعتراض سمجھتے ہیں تو پھر اُنہیں اپنے گھر میں جھاڑو پھیرنا چاہئے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ:

" پروفیسر مسعود احمد لکھتا ہے:" اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں"۔ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام: ص۔ ۳۰) یاد رہے کہ پروفیسر صاحب نے ساری زندگی سرکاری کالجوں کی پروفیسریاں کی ہیں عربی عبارت کا ترجمہ کرنا نہیں جانتے تھے چنانچہ اپنی کتب میں انہوں نے وضاحت کی ہے کہ عربی عبارات کے تراجم فلاں مولانا صاحب سے کروائے ہیں ایسا آدمی کہتا ہے کہ میں علامہ شامی پر احمد رضا خان کو فوقیت دیتا ہوں۔ شرم آنی چاہئے"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے جو" اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام" سے حوالہ نقل کیا ہے وہ فقہی مقام میں نہیں بلکہ" امام احمد رضا کی فقہی بصیرت" میں ہے، یہ دو علیٰحدہ کتابیں ہیں۔

" امام احمد رضا کی فقہی بصیرت" کے مصنف محمد احمد اعظمی مصباحی استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور ہیں، اوراس کتاب پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی تقدیم ہے جبکہ" اعلیٰ حضرت

[1] دفاع، ج1 ص222، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کا فقہی مقام" مولانا عبد الحکیم خان اختر شاہجہان پُوری کی تصنیف ہے، جسے فرید بک سٹال نے شائع کیا۔ موصوف نے عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمۃ کی کتاب کا حوالہ دیا ہے، مذکورہ صفحہ اور قریب کے دیگر صفحات دیکھنے کے باوجود بھی ہمیں یہ حوالہ اس کتاب میں نہ مل سکا، بہر حال یہ حوالہ دُوسری کتاب میں موجود ہے اس لئے اس کی وضاحت ہم اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے یہ تجزیہ ہندوستان کے مشہور ومعروف عالم تاج العلماء مولانا سیّد شاہ اولادِ رسول محمد میاں مارہروی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے، اور حوالہ میں صراحت کے ساتھ یہ بات موجود ہے کہ:

" ہندوستان کے مشہور عالم مولانا سیّد شاہ اولادِ رسول محمد میاں مارہروی (1372ھ) کے تاثرات سے مولوی نظام الدین احمد پُوری موصوف کے خیالات کی تصدیق ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں"۔ (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت)

اب اگر یہ پروفیسر صاحب کا ذاتی تجزیہ ہوتا تو دیوبندی موصوف کے اعتراض کو باوزن سمجھ لیتے لیکن معاملہ یہاں پر یہ ہے کہ یہ تجزیہ کرنے والے ہندوستان کے مشہور ومعروف عالم ہیں جن کو اہلِ سنّت تاج العلماء کے لقب سے یاد کرتے ہیں، لہٰذا موصوف کا پروفیسر صاحب پر یہ الزام لگانا کہ وہ خُود علّامہ شامی علیہ الرحمۃ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو فوقیت دیتے ہیں یہ موصوف کی گری ہوئی حرکت ہے کہ اُنہوں نے عوام کو یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی کہ عربی پر مہارت نہ ہونے کے باوجود اُنہوں نے یہ تجزیہ کیا، حالانکہ ایسا نہیں انہوں نے تاج العلماء کا تجزیہ نقل کیا ہے۔

خُود دیوبندیوں نے بھی علّامہ شامی علیہ الرحمۃ پر فوقیت دی ہے، چنانچہ انور شاہ کشمیری کا قول ہے کہ:

"شیخ مشایخنا رشید أحمد الگنگوهی ... أفقه عندی من الشّامی"۔ [1]

"ہمارے شیخ المشائخ رشید احمد گنگوہی میرے نزدیک علاّمہ شامی سے بھی زیادہ فقیہ ہیں"۔

اب دیوبندی موصوف کو انور شاہ کشمیری پر اعتراض کرنا چاہئے کہ اُس نے گنگوہی صاحب کو علاّمہ شامی علیہ الرحمۃ پر کیوں فوقیت دی، اور نہ صرف فوقیت دی بلکہ اُن کے نزدیک تو علاّمہ شامی علیہ الرحمۃ کے تفقہ کا کوئی اعتبار نہ تھا، حوالہ مُلاحظہ کریں:

"عصرِ حاضر میں ہمارے موجودہ اہلِ فتویٰ کا پُورا مدار شامی کے بیان کردہ مسائل پر ہے لیکن ان کو شامی کے تفقہ پر چنداں اعتماد نہ تھا"۔ [2]

لفظ جھلک پر اعتراض

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ: مولوی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

" آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی ائمہ اربعہ کی جھلک پائی جاتی ہے" (المیزان: ۲۰۷) جواب دیں کہ کیا احمد رضا خان صاحب کو امام اعظم ثانی بنا دینا، اس میں امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابُو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جھلک پانا بقول آپ کے حنفیت، شافعیت، مالکیت، حنبلیت، سے اظہار بیزاری نہیں؟" [3]

الجواب: دیوبندی موصوف کی عاجزی و بے بسی تو اس کے جواب سے ہی ظاہر ہے کہ موصوف کے پاس اکابرینِ دیوبند کی صفائی میں کوئی ٹھوس دلیل موجود نہیں۔ بحث تو یہ تھی کہ دیوبندیوں نے انور شاہ کشمیری صاحب کو امام اعظم ابُو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے بڑا عالم ہونے والے قول کو اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے جو کہ اُنہی کے امامِ اہلِ سنّت سرفراز گکھڑوی کے اُصول کے مطابق دیوبندیوں کا عقیدہ و نظریہ قرار پاتا ہے۔ مطلب دیوبندیوں کے

---

[1] فیض الباری شرح صحیح البخاری، ج2ص 307۔

[2] نقشِ دوام، ص115، شاہ بک ڈپو، دیوبند۔ یو۔ پی، وحیات محدث کشمیری، ص122۔

[3] دفاع، ج1ص 222۔221، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

عقیدہ ونظریہ میں انور شاہ کشمیری صاحب امام اعظم ابوحنیفہ علیہ رحمۃ اللہ سے بھی بڑے عالم ہیں جس کی صفائی دیوبندی موصوف پیش نہ کر سکے اور الزامی طور پر لفظ" جھلک" والے حوالے کو پیش کر دیا، اور ساتھ ہی بقول" آپ کے" کی قید بھی عائد کر دی تا کہ قاری یہ سمجھے کہ ہم نے لفظ" جھلک" کی بنا پر بھی شاید کوئی اعتراض کیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے یہ موصوف کا فراڈ ہے اگر ہم نے کوئی اعتراض کیا ہے تو ہمارے کسی مستند عالم کا حوالہ پیش کریں؟ اگر موصوف کے پاس کوئی حوالہ نہیں تو پھر یہ فراڈ اور دجل پر مبنی گیدڑ بھبھکیاں کس لئے؟ موصوف کے اعتراض سے لگ رہا ہے کہ موصوف اُردو زُبان سے بھی نا بلد ہیں ورنہ وہ ایسا بے سرو پا اعتراض نہ کرتے۔

قارئین کرام! پانی میں چاند کی جھلک نظر آنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ پانی چاند بن گیا ہے، بلکہ ہر ذی شعور جانتا ہے کہ پانی کی شفافیت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ چاند کی روشنی قبول کر کے اُس کا جلوہ اپنے اندر دِکھلا سکتا ہے۔

اسی طرح سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ اللہ کے قلبِ صافی نے ائمہ اربعہ کے علم وفضل کے فیض کی شعاعوں کو جمع کر کے دُنیا کو ائمہ اربعہ کے علم وفضل کے فیض کے جلوے دکھا دیئے، اس میں کون سی اعتراض کی بات ہے اور ائمہ اربعہ کی توہین کہاں سے آ گئی؟ اگر دیوبندی موصوف لفظ" جھلک" کو توہین سمجھ رہے ہیں تو پھر موصوف" الانور [1]" ملاحظہ فرمائیں، جس میں انور شاہ کشمیری صاحب کے لئے دیوبندیوں نے" بعض شمائلِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک" کو تسلیم کیا ہے۔

اب دیوبندی موصوف اپنے اُصول کے مطابق یہ بتائیں کہ اسی لفظ جھلک کی وجہ سے " الانور" کتاب لکھنے والے دیوبندی شمائلِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ قرار

---

[1] الانور، ص 327، ندوۃ المصنفین، دہلی۔ سُرخی:" بعض شمائل نبویؐ کی جھلک"۔

پائے یا نہیں؟۔

اسی "الانور" میں مرقوم ہے کہ:

"حضرت شاہ صاحب (انور شاہ کشمیری) شانِ مُوسوی کا ایک پَرتو تھے اور مولانا عثمانی شانِ ہارونی کا ایک عکس تھے"۔[1]

احمد علی لاہوری کے لئے دیوبندیوں کے محدث اعظم عبداللہ درخواستی کا نظریہ تھا کہ:

"جلال و جمالِ نبوت کے انوار جو عہدِ رسالت سے منتقل ہوتے آرہے تھے حضرت لاہوری اُن کے یقیناً حامل تھے"۔[2]

اس حوالے میں احمد علی لاہوری کو جلال و جمالِ نبوت کے انوار کا حامل قرار دیا گیا ہے، موصوف کو تو صرف اس پر اعتراض تھا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ میں ائمہ اربعہ کی جھلک پائی جاتی ہے۔ائمہ اربعہ باوجود اجتہادی مقام و مرتبہ رکھنے کے نبی نہیں ہیں، لیکن درخواستی صاحب نے تو احمد علی لاہوری کو انوار جلال و جمالِ نبوت کا حامل قرار دیا ہے۔اب موصوف اپنے اعتراض کی روشنی میں ہی خُود فیصلہ کریں کہ اُن کے نزدیک کون سی بات قابل اعتراض ہونی چاہئے؟ پھر ہم خُود دیوبندی کتب سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ اُنہوں نے رشید احمد گنگوہی صاحب کو امامِ اعظم کا ثانی قرار دیا ہے، پس اب دیوبندی موصوف اپنے بیان کردہ اُصول کی روشنی میں بتائیں کہ دیوبندی توہین کے مُرتکب ہوئے یا نہیں؟ اگر موصوف کا جواب ہاں میں ہے تو اُنہیں اعتراض کرنے کا حق حاصل، اگر نفی میں ہے تو اُنہیں خُود شرم آنی چاہئے اس سے زیادہ ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

مزید ذرا محمد ضیاء الرحمن ضیا کی "تصویر انور[3]" کو بھی مُلاحظہ کرلیں، وہ کیا کہہ رہا ہے

[1] الانور،ص584،ندوۃ المصنفین،دہلی۔

[2] سوانح حیات سید العارفین شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری،ص509،خدام الدین،لاہور۔

[3] الانور،ص1،ندوۃ المصنفین،دہلی۔

سلک قرن اویس کا گم شدہ درّ فرید
جان محمود الحسنؒ، نور دل احمد رشیدؒ

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو امام غزالی علیہ الرحمہ کا ہم پلہ قرار دینا

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"امام احمد رضا کو امام غزالی کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں اور یہ دل لگتی بات فرماتے ہیں (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام: ص ٣٤) جواب دیں آپ کے اصول کے تحت یہ سب امام شامی وامام غزالی رحمۃ اللہ علیہما سے بیزاری اور ان کی توہین و تنقیص نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں"۔ [1]

الجواب: یہ اعتراض بھی موصوف کی عاجزی و بے بسی کی دلیل ہے، ہمارے کسی مستند عالمِ دین نے یہ کہا ہو کہ اگر فلاں عالم کو امام غزالی علیہ الرحمہ کا ہم پلہ قرار دیا جائے تو یہ اُن کی توہین ہے، موصوف کے پاس اگر کوئی ایسا حوالہ ہے تو پیش کریں، موصوف کا ہم سے یہ مطالبہ کرنا ہی فضول ہے کیونکہ نہ ہم نے کبھی یہ کہا ہے اور نہ یہ ہمارا اُصول ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ بلاشبہ بڑے عالم تھے لیکن ایسا نہیں کہ متاخرین میں کوئی اُن کے ہم پلہ نہ گذرا ہو۔ اگر موصوف ہماری بات ماننے سے گریزاں ہوں اور اُنہیں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو امام غزالی کا ہم پلہ قرار دینے پر اعتراض ہے تو ان حوالوں کو بھی ملاحظہ کریں۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی صاحب کہتے ہیں:

"لوگ کہتے ہیں کہ رازی اور غزالی پیدا ہونے بند ہو گئے مگر بالکل غلط ہے ہمارے حضرات رازی اور غزالی سے کم نہیں، علوم میں بھی، کمال میں بھی"۔ [2]

نمبر(2) "مولانا تھانوی مدظلہ کو دیکھ لیجئے کہ شریعت وطریقت کی جامعیت میں حضرت

---

[1] دفاع، ج 1 ص 222، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] الانور، ص 400، ندوۃ المصنفین، دہلی، بحوالہ الافاضات الیومیہ، ج 2 ص 299۔300، کراچی

غزالیؒ سے کسی طرح کم نہیں، بڑے بڑے سیاحین و محققین کی یہ تحقیق ہے کہ مولانا جیسا کہ جامع شیخ اس وقت روئے زمین پر نہیں"۔ [1]

ایک اور حوالہ مُلاحظہ فرمائیں،" کاروانِ مجدد تھانوی" میں مرقوم ہے کہ:

" حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمۃ کا ذکر آتا ہے تو بے اختیارانہ تصور میں ایک ایسی جامع کمالات شخصیت اُبھرتی ہے جو عقل و فلسفہ، حکمت و بصیرت، دین و دیانت اور فضل و کمال کے اعتبار سے اپنے وقت میں رازی علیہ الرحمۃ، و غزالی علیہ الرحمۃ کے ہم پلہ ہے"۔ [2]

دیکھیں ان حوالوں میں دیوبندیوں نے اپنے اکابرین کو امام غزالی علیہ الرحمۃ کے برابر و ہم پلہ قرار دیا ہے نہ صرف ہم پلہ بلکہ امام رازی و غزالی سے بہتر ہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ،چنانچہ انوار الحسن انور قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" حضرت حضرت حکیم الامیت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ نے اپنے کئی ملفوظات میں حسبِ ذیل مضمون فرمایا ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے کہا تھا کہ اس زمانے میں علماء میں رازی اور غزالی پیدا نہیں ہوتی میں نے کہا کہ ہمارے بزرگوں کی تحقیقات مدونہ کو غزالی رازی کی مصنفات سے موازنہ کر کے دیکھ لیجئے ان شاء اللہ تعالی رازی اور غزالی سے کم ثابت نہ ہوں گے بلکہ عجیب نہیں کہ بہتر ہی ہوں"۔ [3]

چونکہ دیوبندی موصوف اس چیز کو توہین سمجھتے ہیں اس لئے خُود دیوبندی موصوف کے اُصول کے مطابق امام غزالی و رازی رحمۃ اللہ علیہم کے توہین کنندگان قرار پائے۔

مزید ذرا محمد ضیاء الرحمن ضیا کی" تصویر انور [4] " کو بھی ایک بار دوبارہ مُلاحظہ کر لیں، وہ کیا

---

[1] قہر آسمانی بر فرقہ رضا خانی، ص154 ۔155 ،تحفظ نظریات دیوبند اکادمی۔

[2] کاروان مجدد تھانوی، ج7 ص40 ،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[3] کمالات عثمانی، ص376 ،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

[4] الانور، ص1 ،ندوۃ المصنفین ،دہلی۔

کہہ رہا ہے

بو علیؒ وقت فخر الدین رازیؒ زماں
شہ ولی اللہؒ دوراں وغزالیؒ زماں

امیر المؤمنین فی الحدیث

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ:

" ساری دُنیا جانتی ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری علیہ الرحمۃ کا لقب ہے مگر وصی احمد سورتی کہتا ہے: "اعلیٰ حضرت اس فن میں امیر المومنین فی الحدیث ہیں" ۔(فیضان اعلیٰ حضرت: ص۳۳۲)" ۔[1]

الجواب: موصوف کے اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو علمِ حدیث کی چنداں خبر نہیں اس لئے کہ امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب صرف امام بخاری علیہ الرحمۃ سے مختص نہیں بلکہ دیگر کئی محدثین کو بھی "امیر المؤمنین فی الحدیث" کہا گیا ہے، چنانچہ "شرح الفیۃ الحدیث[2]" میں ہے کہ:

" حضرت شعبہ بن حجاج، سفیان ثوری، اسحاق بن راھویہ، احمد بن حنبل، امام بخاری، امام دار قطنی، اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو "امیر المؤمنین فی الحدیث" کہا گیا ہے۔ یُوں ہی اگر موصوف کتبِ اسماء الرجال میں سے صرف ایک "سیر اعلام النبلاء للذھبی" کی طرف مراجعت کر لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ کن کن لوگوں کو "امیر المؤمنین فی الحدیث" کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے، مگر کیا کیا جائے جہالت کا کہ موصوف کی رسائی جن رسائل تک ہے اُن میں شاید انہیں یہ لقب صرف امام بخاری علیہ الرحمۃ کے لئے نظر آیا، لہٰذا موصوف کو جھٹ سے اعتراض جھڑنے کی سوجھی۔

---

[1] دفاع، ج1 ص222، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] شرح الفیۃ الحدیث، ص120۔

خیر ہم اختصار کے پیش نظر صرف پانچ وہ نام ذکر کرتے ہیں جن کو" سیر اعلام النبلاء" میں امام بخاری کی پیدائش سے بھی پہلے" امیر المؤمنین فی الحدیث" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

نمبر(1) ابُو الزناد، عبد اللہ بن ذکوان ابُو عبد الرحمن المدنی علیہ الرحمۃ [م 130ھ] کے **متعلق** امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"كَانَ سُفْيَانُ يُسَمِّي أَبَا الزِّنَادِ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ"۔ [1]

نمبر(2) محمد بن اسحاق بن یسار علیہ الرحمۃ [م 151ھ] کے **متعلق** امام شعبہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"مُحَمَّدُ بنُ إِسْحَاقَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ"۔ [2]

نمبر(3) شعبہ بن حجاج بن ورد علیہ الرحمۃ [م 160ھ] کے **متعلق** حافظ ذہبی علیہ الرحمۃ خُود فرماتے ہیں کہ:"الإمام، الحافظ، أمير المؤمنين في الحديث"۔ [3]

یُونہی امام شعبہ علیہ الرحمۃ کا اپنا قول منقول ہے کہ:

"قَالَ لِي سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: أَنْتَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ"۔ [4]

نمبر(4) سفیان بن سعید بن مسروق ثوری علیہ الرحمۃ [م 161ھ] کے **متعلق** امام شعبہ، ابن عیینہ، ابُو عاصم، یحیٰی بن معین وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ:

"سُفْيَانُ الثوري أمير المؤمنين في الحديث"۔ [5]

---

[1] سیر اعلام النبلاء، ج6ص 161۔

[2] سیر اعلام النبلاء، ج6ص 500۔

[3] سیر اعلام النبلاء، ج6ص 603۔

[4] سیر اعلام النبلاء، ج6ص 617۔

[5] سیر اعلام النبلاء، ج6ص 625۔

نمبر(5) عبد اللہ بن مبارک بن واضح رحمہ اللہ [م 181ھ] کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"ذَاكَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ"۔ [1]

نوٹ: ہم نے ان محدثین کے سن وفات میں اختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے ایک ایک روایت کے مطابق ذکر کر دیا ہے، مطلب یہ تھا کہ موصوف کو معلوم ہو کہ یہ لوگ امام بخاری رحمہ اللہ کی پیدائش سے بھی پہلے اس لقب سے ملقب کئے گئے ہیں۔

پس اس لقب کو امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ مختص کر کے اعتراض کرنا نہ صرف یہ کہ دُرست نہیں بلکہ موصوف کے علوم حدیث سے ناواقف ہونے کی بھی دلیل ہے۔ موصوف کو تو "امیر المؤمنین فی الحدیث" کے لقب پر اعتراض ہے مگر دیوبندی کتب میں یہی لقب انور شاہ کشمیری کے لئے مرقوم ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"شب کے گیارہ بجے پندرہ منٹ اور بڑھے، اس پر آدھا گھنٹہ کا اضافہ ہوا اِدھر یہ "امیر المؤمنین فی الحدیث" موت کے پیہم حملوں سے لاچار ہو کر۔۔۔۔"۔ [2]

یُونہی ٹانڈوی صاحب کو امیر المؤمنین فی الحدیث قرار دیا گیا ہے، "نقش دوام" کے حاشیہ میں لکھا گیا ہے کہ:

"حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح: ام المسلمین (امام المسلمین، از ناقل) امیر المؤمنین فی الحدیث۔۔۔"۔ [3]

دیوبندی موصوف کو چاہئے کہ وہ اپنے مذہب کے مولوی زکریا صاحب اور انظر شاہ کشمیری وغیرہ پر فتویٰ لگائیں جنہوں نے انور شاہ کشمیری صاحب اور حسین احمد ٹانڈوی کو امیر

---

[1] سیر اعلام النبلاء، ج7 ص372۔

[2] نقش دوام، ص50، شاہ بک ڈپو، دیوبند، یوپی۔ وص58، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[3] نقش دوام، حاشیہ ص68، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

المؤمنین فی الحدیث کہا، اب دیکھتے ہیں کہ موصوف اپنے ان دونوں ہم مذہب، خاص کر مولوی زکریا صاحب، پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں؟ اب موصوف اپنے مذہبی "امیر المؤمنین فی الحدیث" یعنی انور شاہ کشمیری صاحب کا، موصوف کی طرف سے اس لقب کے ساتھ مختص کئے جانے والے امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ السلام کے متعلق نظریہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

"اس سلسلہ میں درس بخاری کے وقت اکثر حافظ ابنِ حجر کے تعصب و بے انصافی کا شکوہ فرمایا کرتے تھے۔ امام بخاری کے بارے میں محتاط تھے لیکن آخری سالوں کے درس میں امام بخاری کی زیادتیوں پر بھی تنقید فرمائی اور فرمایا کہ اب ضعف کا وقت ہے، صبر کم ہوگیا ہے اور ادب کا دامن چھوٹ گیا، مجھے کہنا پڑا کہ امام بخاری نے اکابر حنفیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور اُن کی جرح غیر معتبر ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ امام بخاری کو مذہبِ حنفی کی پُوری واقفیت نہ تھی جس کی وجہ سے باب الحیل وغیرہ میں آئمہ حنفی کی طرف مسائل کا انتساب غلط کیا ہے"۔ [1]

حوالہ نمبر (2) مزید "ملفوظات" کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"بخاری کا بھی یہ حال ہے کہ "زور والا مارے اور رونے نہ دے" پھر مسکرا کر فرمایا: "اب چونکہ وقت کم رہ گیا ہے اس لئے ادب چھوٹ گیا"۔

ایک روز درس ہی میں فرمایا کہ حافظ کی زیادتیوں پر ہمیشہ کلام کرنے کی عادت رہی لیکن امام بخاری کا ادب مانع رہا۔ اس لئے ہم نے اتنے دن حنفیہ کی نمک حرامی کی۔ اب چونکہ آخر وقت ہے اس لئے کچھ کہہ دیتا ہوں"۔ [2]

اعتراض: دیوبندی موصوف معترض ہیں کہ:

"آگے چلیے شیخ اسماعیل بن سید خلیل مرحوم کی طرف ایک قول کی نسبت کرتے ہوئے یہ رضا

---

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج 1 ص 5، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] ملفوظات محدث کشمیری، ص 122۔123، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

خانی لکھتے ہیں :" اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس فتوے کو امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس مؤلف (اعلیٰ حضرت) کو اپنے اصحاب (امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہ رحمھم اللہ) کے زمرے میں شامل فرماتے"۔ (المیز ان :ص ۱۹۲) تم احمد رضا خان کو امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے ہم پلہ قرار دو اس وقت آخر تمہیں اکابر سے بیزاری یا حنفیت کی گستاخی نظر نہیں آتی"۔ [1]

الجواب: یہ بھی دیوبندی موصوف کی خام خیالی ہے اور اُسی قلبی بغض و عناد کا تسلسل ہے جس کا اظہار وہ بار ہا کر چکے ہیں۔

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے بے نظیر عالم تھے، آپ کی علم الفقہ پر دسترس تو خُود مخالفین کو بھی مسلّم ہے، ایسی صورت میں حضرت سیّد اسماعیل بن سیّد خلیل علیہ الرحمۃ کا اس اُمید کا اظہار کرنا کوئی گستاخی و بے ادبی نہیں، اور نہ ہی اس سے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی امام ابُو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ برابری و مساوات لازم آتی ہے، اور پھر امام ابُو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما امام ابُو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہ کر ہی درجہ امامت پر فائض ہوئے، اسی طرح اگر امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کو وہ زمانہ میسر آتا اور امامِ اعظم ابُو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی صحبت نصیب ہوتی تو آپ کا شُمار بھی اُن کے حلقہ احباب میں ہوتا، اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے؟ اگر دیوبندی موصوف کو ایسی آسان اُردو زُبان کی عبارت بھی سمجھ نہیں آتی تو ہم اُن کا کیا کر سکتے ہیں۔

اگر دیوبندی موصوف اس کے باوجود بضد ہوں تو اُن کی خاطر تواضع کے لئے ہم اُن کی کتب کے چند حوالے پیش کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

حوالہ نمبر (1) "جب عالمِ اسلامی کے انتہائی دَورِ زوال میں بھی دیوبند نامی ایک

[1] دفاع، ج1 ص 222۔223، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

قصبہ کے اُفق سے ایک ایسی شخصیت بُلند ہو سکتی ہے جو حفظِ حدیث میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی اور علّامہ عینی و قسطلانی، کتبِ قدیمہ کے علم و تبحر میں حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابنِ قیم، علم معانی و بیان میں سعدُ الدین تفتازانی اور فخرِ خوارزم جارُ اللہ زمخشری، منطق اور فلسفہ میں مُلاّ محب اللہ بہاری اور صدر الدین شیرازی، عربی میں جاحظ اور بدیع الزمان ہمدانی کا اور فارسی شعر و سخن میں خاقانی و انوری کا ہم پایہ اور حریف و ہمسر ہو تو پھر یہ کیونکر مستبعد اور عقلاً محال ہو سکتا ہے کہ اسلام کے اور مسلمانوں کے دورِ شباب و ترقی میں ایسے علمائے اعلام پیدا ہوئے ہوں جن کی نظیر مادرِ گیتی کے بطن سے آج تک پیدا نہیں ہوئی"۔[۱]

دیکھیں اس حوالہ میں انور شاہ کشمیری صاحب کو حافظ ابنِ حجر عسقلانی، علّامہ بدر الدین عینی، شہاب الدین قسطلانی اور سعد الدین تفتازانی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا ہم پایہ و حریف و ہمسر قرار دیا گیا ہے۔ دیوبندی موصوف کی طرح کوئی جاہلانہ کشید کاری بھی نہیں، اب دیکھتے ہیں کہ دیوبندی موصوف اپنے اکابرین پر کون سا فتویٰ لگاتے ہیں

حوالہ نمبر (2) شبیر احمد عثمانی دیوبندی صاحب انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کے متعلق ہی کہتے ہیں کہ:

"اگر تم مجھ سے پُوچھو کہ کیا تم نے حافظ ابن حجر، حافظ تقی الدین بن دقیق العید، سلطان العلماء عزّ الدین بن عبد السلام کو دیکھا تھا؟ تو اگر میں ہاں کہہ دوں تو سچا ہوں گا کیونکہ میں نے انور شاہ کو دیکھا تھا، اگر موصوف ان علماء کے دَور میں ہوتے تو یہی ہوتے"۔[۲]

شبیر عثمانی دیوبندی صاحب انور شاہ کشمیری صاحب کو حافظ ابنِ حجر عسقلانی، تقی الدین بن دقیق العید اور سلطان العلماء عزّ الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہم پلہ و ہمسر

---

[۱] الانور، ص 349، ندوۃ المصنفین، دہلی۔

[۲] انوار السوانح، ص 189، دار الکتاب غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، بحوالہ ماخوذ از نفحۃ العنبر ص 33، والانور، ص 6، ندوۃ المصنفین، دہلی۔

ہی نہیں بلکہ وہی قرار دیں تو بھی دیوبندی موصوف خاموش، اگر ہم کسی اُمید اور تمنا کا اظہار کریں تو بھی قابلِ گرفت یہ کیسا انصاف ہے؟۔

حوالہ نمبر (3) "ملفوظات محدث کشمیری" میں ہے کہ:

"علم اسرار وحقائق میں بھی شاہ صاحبؒ اپنے دور کے شیخِ اکبر تھے"۔ [۱]

اب دیکھتے ہیں کہ موصوف دیوبندیوں کے ان حوالوں کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

" بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے :"فن حدیث میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کو امیر المحدثین کہا جاتا ہے لیکن آج امام بخاری علیہ الرحمۃ ہمارے ممدوح کی حدیث دانی کی مہارت وحذاقت کو ملاحظہ فرماتے تو فرحت وسرور کے انداز میں فرماتے احمد رضا انت امام المحدثین" (احادیث موضوعہ اور امام احمد رضا: ص۲)"۔ [۲]

الجواب: اس حوالے میں بھی کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں، نہ جانے کیوں دیوبندی موصوف اس کو باعثِ اعتراض قرار دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ نے بالکل بجا اِرشاد فرمایا کہتے ہیں کہ" قدر جوہر بداند جوہری" ہیرے اور موتی کی قدر کو ایک جوہری ہی جانتا ہے، باقی جاہل اور احمق کی نظر میں ہیرا اور پتھر برابر ہوتے ہیں۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ چونکہ ایک بہت بڑے محدث تھے، لہٰذا اگر وہ زندہ ہوتے تو سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی حدیث دانی کی قدر کرتے اور آپ کو امام المحدثین قرار دیتے۔ اس میں بھلا اعتراض کی کون سے بات ہے۔ دیوبندی موصوف سے گزارش ہے کہ وہ یہ حوالہ بھی مُلاحظہ فرمائیں:

" گردش لیل ونہار کو روکئے اور امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری کی رحلت، حافظ ابن

---

[۱] ملفوظات محدث کشمیری، ص40، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] دفاع، ج1ص223، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

تیمیہ کی موت، ابن حجر عسقلانی کا ارتحال، امام غزالی کا سانحہ، محی الدین بن عربی کی وفات، فخر رازی کا عالم آب وگل سے سفر، ابن رشد اور جاحظ کا دنیا سے پردہ اور کسائی کے چہرہ پر موت کے آثار، یہ سب منظر دیکھنے والوں نے اس وقت دیکھے جب امام العصر کو زیر زمیں رکھا جا رہا تھا"۔ [۱]

اور یہ حوالہ بھی ملاحظہ ہو:

" بجناب معلیٰ الالقاب، سید المحققین، رأس المدققین، غزالیٔ زماں، بیھقیٔ دوران، ذوالفضل والجاہ مولانا سیّد انور شاہ ؒ"۔ [۲]

اگر انور شاہ کشمیری بیھقیٔ دوراں ہوسکتا ہے اور اُس کی موت کو امام بخاری کے سانحہ ارتحال سے تشبیہ دی جا سکتی ہے تو پھر آخر سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو امام المحدثین کہنے میں کون سا اعتراض ہے، جبکہ انور شاہ کشمیری کی علمی حیثیت سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے شاگردان شاگرد کے برابر بھی نہیں۔

حضرت غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف کی شرح "بشیر القاری" میں انور شاہ کشمیری کی علمی کوتاہیوں پر جو گرفت فرمائی ہے، طبقہ دیوبند آج تک اس کا جواب لکھنے سے قاصر ہے۔ راقم الحروف نے "دافع ازالۃ الوسواس" میں "بشیر القاری" سے چند اقتباس نقل کئے ہیں تحقیق کے طالب اُس کی طرف مراجعت کریں۔

دیوبندیوں نے اپنے حجۃ الاسلام قاسم نانوتوی کو امام اہلِ قرآن وحدیث قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں" مجموعہ رسائل قاسمیہ، جلد اوّل، ٹائیٹل پیج، ادارہ تالیفات قاسمیہ پاکستان" لکھا ہے:" عالم اسلام کے عظیم رہنما تحریک ختم نبوت کے عظیم امام اور مجدد، امام اہل قرآن وحدیث، امیر المؤمنین فی عقیدۃ ختم النبوۃ"۔

---

[۱] نقش دوام، ص56، شاہ بک ڈپو، دیوبند، یوپی۔

[۲] نقش دوام، ص139، شاہ بک ڈپو، دیوبند، یوپی۔

یہاں پر ختم نبوت کی تحریک کا عظیم امام ومجدد، اور امیر المؤمنین فی عقیدۃ ختم النبوۃ جیسے الفاظ لکھنے سے اہلِ علم کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا کہ موصوف کا "ختم نبوت" کے حوالے سے کردار کیا ہے۔ پھر اسی کے صفحہ 11 کے حاشیہ میں لکھا کہ: "ان کو بجا طور پر امام المفسرین کہا جا سکتا ہے"۔

یُونہی دیوبندیوں کے مولوی صوفی عبد الحمید خان سواتی، بانی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، جن کو دیوبندی "شیخ المفسرین والمحدثین" کے لقب سے ملقب کرتے ہیں، اپنی کتاب "الاکابر، ص 251" پر مولوی حسین علی واں بھچراں کے لئے "امام المفسرین" لکھتے ہیں۔ الغرض دیوبندی موصوف کے یہ اعتراض بالکل عامیانہ اور جہالت پر مبنی ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف معترض ہیں کہ:

" مولوی وارث جمال بستوی رضا خانی لکھتا ہے:

" امام احمد رضا نے اس حقیقت صادقہ کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اسی لیے اس میدان میں آپ کا کوئی حریف نہیں حتی کہ حسان العرب حضرت امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ شریف بھی سبقت نہ لے جا سکے"۔ (انوار رضا: ٦٦٣)[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے اپنی عادت کے مطابق "انوار رضا" کے متعلقہ مقام کو پڑھنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کی اس لئے یہ اعتراض کر ڈالا، اگر موصوف حوالہ جاتی رسائل کے بجائے اصل کی جانب مراجعت کر لیتے تو میرا خیال ہے کہ موصوف کو یہ اعتراض کرنے کی زحمت نہ اُٹھانا پڑتی۔

مذکورہ اقتباس کی وضاحت یُوں ہے کہ عام شعراء اپنے ممدوح کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے مختلف تشبیہات استعمال کرتے ہیں، کوئی چاند سے تشبیہ دیتا ہے تو کوئی سورج

---

[1] دفاع، ج 1 ص 223، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کے ساتھ، کوئی اپنے محبوبِ مجازی کو سرو قد کہہ رہا ہے تو کوئی شمشاد قد۔ الغرض شعراء نے تشبیہات کے مختلف پیرائے اظہار استعمال کئے ہیں، مقصود ان کا محبوبِ مجازی کی تعریف وتوصیف بیان کرنا ہوتا ہے، پھر جب شعراء نے جب حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے نعتیہ اشعار لکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کو بیان کرتے ہوئے آفتاب، ماہتاب، لعلِ یمن، دُرِّ عدن وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے مگر سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ان تشبیہات اور استعاروں سے بھی اجتناب فرمایا، اُس کی مثال بیان کرتے ہوئے وارث جمال بستوی صاحب نے علّامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پیش فرمایا:

کأنّما اللّؤلؤ المکنون فی صدف
من معدنی منطق منه ومبتسم

اس شعر میں علّامہ بوصیری علیہ الرحمۃ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کولؤلؤ مکنون کے ذکر کے ساتھ بیان کیا ہے، مگر سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن وجمال کو بیان کیا کہ اس میں تشبیہات کے الفاظ نہیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ

دندان ولب وزلف ورُخِ شہ کے فدائی
ہیں درِّ عدن لعلِ یمن مشکِ ختن پھول

"یعنی عدن کا موتی دندان مبارک کا شیدا ہے اور یمن کا لعل لبِ اعجازِ نبوت پر نچھاور، اور ملک ختن کا مشک زلفِ عنبرین کا فدائی اور پھول رُخِ زیبا پر قربان۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کو بیان کرتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو صنف اختیار فرمائی ہے وہ متقدمین شعراء کے ہاں بھی نہیں پائی جاتی، اسی بات کو وارث جمال بستوی صاحب نے یُوں بیان کیا ہے کہ:

امام احمد رضا نے اس حقیقتِ صادقہ (یعنی لعلِ یمن، درِعدن، یہ تمام استعارے ہیں اور حُسن وجمال کو بیان کرنے کے لئے یہ استعارے استعمال ہوتے ہیں مگر محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ بے مثال کی شرح وبیان کے لئے یہ استعارے ادھورے ہیں، راقم الحروف) کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اس لئے اس میدان میں (یعنی مذکورہ صنف میں، راقم الحروف) آپ کا کوئی حریف نہیں حتی کہ حسان العرب حضرت امام بوصیری صاحبِ قصیدہ بردہ شریف بھی سبقت نہ لے جا سکے۔

قارئین کرام! آپ نے مُلاحظہ فرمایا اس میں کون سے اعتراض کی بات ہے اور امام بوصیری علیہ الرحمۃ صاحبِ قصیدہ بُردہ شریف کی توہین کا کون سا پہلو ہے جس کی وجہ سے دیوبندی موصوف آسمان سر پر اُٹھا رہا ہے۔

اب اگر اصنافِ سخن اور صنعت ہائے شاعری کو دیوبندی موصوف سمجھ نہیں پاتے تو اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں، اب ذرا وہ اپنے گھر کا حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:"

" مولانا بنوری لکھتے ہیں کہ مولانا محمود حسن نے کہا:

"لم یوف الحافظ حق تراجم الصحیح " مگر حافظ سے ابواب وتراجم کا حق ادا نہیں ہوا، بہت سے ابواب ابھی تک تشنہ تحقیق ہیں۔ مولانا موصوف آگے لکھتے ہیں:

" ولو کمل ما حاولہ مولانا شیخ الھند لقضی دین التراجم والاسف انہ لم یکمل "

اگر شیخ الہند صحیح بخاری کے ابواب وتراجم کی شرح مکمل کر لیتے تو تراجم کا قرض ادا ہو جاتا افسوس اس کی تکمیل نہ ہو سکی"۔ [1]

اس عبارت میں محمود الحسن دیوبندی کے تراجم الابواب کو حافظ ابنِ حجر کے تراجم الابواب پر

---

[1] انوار السوانح، ص 187، دار الکتاب، غزنی سٹریٹ، لاہور، وانظر: نفحۃ العنبر، ص 104۔

ترجیح دی گئی ہے، دیکھتے ہیں موصوف اس حوالہ کے متعلق کیا گوھر افشانی فرماتے ہیں۔
اس حوالہ میں تو خاص طور پر فقہی بصیرت میں محمود الحسن دیوبندی کو حافظ ابنِ حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ پر ترجیح دی گئی ہے، اور موصوف نے جو حوالہ پیش کیا ہے اس میں مخصوص شاعری کی صنف کی بات ہے، اور ترجیح کی بحث بھی نہیں صرف اتنا ہے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو خاص صنف اختیار فرمائی ہے، وہ صنف متقدمین شعراء کے ہاں نہیں پائی جاتی، گویا آپ نے اس مخصوص صنف میں جدّت اختیار کی ہے، اس میں توہین کا کوئی بھی پہلو موجود نہیں اس لئے کہ شعراء مختلف اصناف اختیار کرتے ہیں، اور بعض صنفیں تو ایسی ہیں جو متأخرین شعراء کے کلام موجود ہیں۔ لیکن اُن کا وجود کلام متقدمین میں نہیں پایا جاتا، اور اس بات کو کسی ادیب ودانشور نے متقدمین کے لئے توہین قرار نہیں دیا، بلکہ متأخرین کی کوشش کو "کم ترك الأوّل للآخر" [1] سے تعبیر کیا گیا ہے۔
ابوعلی حسن بن رشیق القیر وانی الازدی (م463ھ) نے ایک شاعر کے قصیدہ کے بارے میں لکھا کہ:

"وقد أتى في هذه القصيدة بما لم يسبقه إليه متقدم. ولا نازعه إياه متأخر. وعلى هذا القياس يحمل قول أبي تمام وكان إماماً في هذه الصناعة غير مدافع:
يقول من تقرع أسماعه... كم ترك الأول للآخر". [2]

"یعنی اس قصیدہ میں اُنہوں نے وہ طرز اختیار کی ہے جو متقدمین کے ہاں نہیں ملتی، مطلب

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: الأمثال المولدة، ص 349، والمثل السائر في أدب الكاتب والشاعر 335، والعمدة في محاسن الشعر وآدابه، ج1 ص 91، وصبح الأعشى في صناعة الإنشاء، ج10 ص 125، والطبقات السنية في تراجم الحنفية، ص 285 وغيرهم۔

[2] العمدة في محاسن الشعر وآدابه، ج1 ص 91۔

متقدمین ان سے سبقت نہیں کر سکے، اور نہ ہی کسی متأخر نے اُن سے منازعت کی، وعلی ھذا القیاس قول ابُوتمام محمول ہوگا کہ وہ شاعری کی اس صنعت میں بلاشبہ امام ہیں"۔

دیکھیں اس حوالہ میں ابُوعلی حسن بن رشیق القیر وانی نے ابُوتمام کو خاص صنف میں جدّت اختیار کرنے کی وجہ سے اُس صنف کا امام قرار دیا ہے، اگرچہ وہ صنف متقدمین شعراء کے کلام میں موجود نہیں، اور اس کو متقدمین شعراء کی توہین نہیں سمجھا گیا بلکہ کم ترک الاوّل للآخر کا مصداق قرار دیا گیا۔

چونکہ دیوبندی موصوف اصنافِ سخن سے جاہل اور فنِ شاعری سے نابلد ہیں انہیں شعراء کے اصناف سے آگاہی نہیں، نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ صنعت حسن تعلیل، صنعت تلمیح، صنعت تضاد، صنعت استعارہ، صنعت متضاد، صنعت مسمط، صنعت حسن طلب، صنعت ترجیع بند کیا ہیں اور نہ ہی وہ بحر و وزن سے واقف ہیں نہ انہیں مقطع کا پتہ ہے اور نہ مطلع کا، نہ ردیف کو جانتے ہیں اور نہ ہی کافیہ کو، یہاں پر ہم سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ایک شعر نقل کرتے ہیں اور اُنہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ یہ بتائیں کہ اس شعر میں کون سی صنف اختیار کی گئی ہے شعر مُلاحظہ فرمائیں:

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

حضرت حاجی خلیفہ علیہ الرحمہ کا یہ حوالہ بھی مُلاحظہ فرمائیں:

"واعلم: أن نتائج الأفكار، لا تقف عند حد، وتصرفات الأنظار لا تنتهي إلى غاية، بل لكل عالم ومتعلم منها حظ يحرزه في وقته المقدر له، وليس لأحد أن يزاحمه فيه، لأن العالم المعنوي واسع كالبحر الزاخر، والفيض الإلهي، ليس له انقطاع ولا آخر، والعلوم منح إلهية، ومواهب صمدانية، فغير مستبعد أن يدخر لبعض المتأخرين، ما لم يدخر لكثير من

المتقدمين . فلا تغتر بقول القائل : ما ترك الأول للآخر. بل القول الصحيح الظاهر: كم ترك الأول للآخر. فإنما يستجاد الشيء ويسترذل لجودته ورداءته. لا لقدمه وحدوثه."[1]

خلاصہ یہ کہ جاننا چاہئے کہ افکار کے نتائج کسی حد تک رُکے ہوئے نہیں، اور نظروں کے تصرفات کسی ایک انتہا تک منتہی نہیں ہوتے، بلکہ ہر ایک عالم و متعلم کے لئے اپنے مقدر وقت میں اُس سے حظ وافر حاصل ہوتا ہے، اور کسی ایک کو اس بارے میں اُس سے مزاحمت کا حق حاصل نہیں، کیونکہ عالم معنوی ایک بہت بڑے سمندر کی طرح کشادہ ہے، اور وہ فیض الٰہی جو کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہ ہوں اُن کا نہ تو انقطاع ہے اور نہ اختتام۔

اسی طرح علوم الٰہی بھی عطیہ الٰہی و ہدیہ صمدانی ہیں، پس اُن علوم کا حصول جو بے شُمار متقدمین کو حاصل نہ تھے بعض متاخرین کے لئے اُن کا حاصل ہونا بعید نہیں ہے۔

دو عظیم رہنما

اعتراض: دیوبندی موصوف معترض ہے کہ

"مفتی حسن قادری مفتی حزب الاحناف لکھتا ہے: ضمیمہ میں وہ مسائل لکھے جا رہے ہیں جن سے امام اعظم نے رجوع فرمایا" اور پھر آگے ۵۸ مسائل ذکر کیے جس سے امام اعظم نے رجوع کیا ملاحظہ ہو (دو عظیم رہنما ابو حنیفہ اور رضا: ص ۱۴۳ تا ۱۵٦) مگر جب احمد رضا خان کے کمالات ذکر کرنے کا موقع آیا تو لکھتا ہے: مخالفین نے درجنوں فتاویٰ دے کر پھر رجوع کیا مگر قربان جایئے اعلیٰ حضرت کی استقامت پر جو بات کی لو ہے پہ لکیر ہے ہزاروں فتوے دیئے ایک سے بھی رجوع ثابت نہیں کیونکہ وہ جوش میں ہوش سے کام لیتے ہیں اس لیے یہ پہاڑ اپنی جگہ سے تو ہلتا رہے گا مگر احمد رضا کی بات کیوں بدلے۔ (دو عظیم رہنما ابو

---

[1] کشف الظنون، ج1 ص38۔

حنیفہ اور رضا: ص ۱۶۱)"۔ [۱]

الجواب: حضرت امام اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اٹھاون مسائل میں رُجوع کرنے سے اور سیّدی اعلیٰ حضرت کے فتوؤں میں کوئی ایسا فتویٰ نہ ملنے سے جس سے رجوع ثابت ہو، یہ لازم نہیں آتا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ امامِ اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے اعلیٰ وافضل ہیں، اور نہ ہی مفتی غلام حسن قادری صاحب نے برتری وفضیلت ثابت کرنے کے لئے ایسا لکھا ہے، اور نہ کوئی اشارہ ہی موجود ہے جس سے ثابت ہو کہ اُن کا مقصود سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی برتری وفضیلت ثابت کرنا ہے، جیسا کہ دیوبندی موصوف نے سمجھا ہے اور اپنے دل کا بخار نکالتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اس کا اس کے سوا اور کیا مطلب لیا جا سکتا ہے کہ معاذ اللہ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے ان اٹھاون مسائل میں جوش کے دوران ہوش سے کام نہیں لیا اس لیے غلط فتوے دے کر پھر اس سے رجوع کر لیا مگر احمد رضا خان کی تحقیق پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہوتی ہوش سے فتوے دیتے جس کی وجہ سے رجوع کی نوبت نہ آتی"۔ [۲]

حالانکہ حضرت مفتی غلام حسن قادری صاحب نے ان دو باتوں کو دو مختلف جہتوں سے ذکر کیا ہے۔ چونکہ دیوبندی موصوف جاہل اور احمق ہیں اس لئے ان جہات مختلفہ کو سمجھ نہ سکے، یہاں پر ہم اُن جہات کا تعین کرتے ہیں۔

نمبر (1) امامِ اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اٹھاون مسائل سے رجوع کا ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عوام الناس پر واضح ہو جائے کہ حضرت امامِ اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی ذات عاجزی وانکساری کا پیکر تھی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو بُلند وبالا مرتبہ عطا فرمایا وہ کسی سے اوجھل نہیں، حضرت عبد اللہ بن مبارک، امام ابُو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ جیسے

---

[۱] دفاع، ج1 ص223، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] دفاع، ج1 ص223، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

محدثین وفقہاء آپ کے شاگرد ہیں، مگر اس کے باوجود عاجزی وانکساری کی کیفیت یہ تھی کہ جن مسائل کو آپ نے سہو وخطا پر مبنی سمجھا اُن سے رُجوع فرما لیا اور اپنی ہتکِ شان قرار دے کر اَنا کا مسئلہ نہ بنایا اور آپ کی یہی خوبی آپ کی شخصیت کو مزید چار چاند لگا دیتی ہے، برصغیر پاک وہند کی تو کیفیت یہ ہے کہ وہ مُلّاں جن کو دو چار ماننے والے میسر آ جاتے ہیں اُن کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ اُنہیں لاکھ سمجھاؤ مگر کسی کی نہیں مانتے، اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں۔ خُود اکابرینِ دیوبند کی حالت کو ہی دیکھئے، اُن کی گستاخانہ عبارات کی وجہ سے وحدت اُمت ٹکڑوں میں بٹ گئی مگر اس کے باوجود وہ اپنی گستاخانہ عبارات پر اڑے رہے اور کسی قسم کا رُجوع نہیں کیا (مُراد گنگوہی، انبیٹھوی، نانوتوی اور تھانوی) اور صرف یہ اس لئے تھا کہ رجوع کرنے سے اُن کی اَنا کو ٹھیس پہنچ رہی تھی، ماننے والے دو چار افراد کی تعداد کم ہو جاتی، مالی منفعتیں بند ہو جاتیں، گورا سرکار ناراض ہو جاتی، اس لئے ضد پر اڑ گئے، اُن کے ماننے والوں کے لئے یہ سبق ہے کہ جب امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ جیسا جلیل القدر امام مسائل سے رُجوع کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کر رہا اور رُجوع کرنے سے اُس کی شان میں کوئی کمی نہیں آ رہی، پس اگر کسی عالم سے سہو و غلطی ہو جائے تو فوراً رجوع کر لے اور اُسے اپنی اَنا کا مسئلہ نہ بنائے، اس لئے علاّمہ غلام حسن قادری صاحب نے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے اٹھاون مسائل سے رجوع کا ذکر کیا ہے۔

نمبر (2) سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے دَور میں چونکہ فقہی جزئیات مدون ومرتب صورت میں کتابوں کی شکل میں منظر عام پر آ چکی تھیں، ہر مذہب ومسلک کا مفتی وعالم آسانی سے متعلقہ کتبِ فقہ میں مسائل کی تلاش وجستجو کر سکتا تھا، ایسی صورت میں کسی جیّد عالم کے لئے مسائل کا استخراج از کتب دُشوار اَمر نہیں تھا۔ لہٰذا سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے خُوب غور وخوض کے بعد فتوے دیئے، اور اس سلسلے میں کسی سستی وتساہل کا مظاہرہ نہیں فرمایا لیکن اس کے برعکس دیوبندی مولویوں نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عجلت میں

فتوے صادر کئے جس کے باعث بارہا اُنہیں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا، ہندوستان میں اُن کے فتوؤں کی تغلیط وتردید کی گئی، فقہی کتب کے مدون ومرتب ہونے کے باوجود ایک مفتی وفقیہ کو جن اُمور سے گذرنا پڑتا ہے اُس کے متعلق سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اُس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یُوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ وضوابطِ محررہ ووجوہ تکلم وطرق تفاہم وتنقیح مناط ولحاظ انضباط ومواضع یسر واحتیاط وتجنب تفریط وافراط وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ وتمیز درآیات غامضہ وظاہر ومنطوق ومفہوم وصریح ومحتمل وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتین وسیر مراتب ناقلین وعرف عام وخاص وعادات، بلاد واشخاص وحال زمان ومکان واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسد ین وعلم وجوہ تجریح واسباب ترجیح ومناہج، توفیق ومدارک، تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم و ممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے، اور حقیقۃً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل محض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا ہے: ﴿وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾[1]" اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو، اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا"۔ (ت)

صدہا مسائل میں اضطرابِ شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے مگر صاحب توفیق جب ان میں نظر کو جولان دیتا اور دامن ائمہ کرام مضبوط تھام کر راہِ تنقیح لیتا ہے توفیق

---

[1] [الصافات:35]

ربانی ایک سررشتہ اُس کے ہاتھ رکھتی ہے جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے کہ ہر فرع خود بخود اپنے مجمل پر ڈھلتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھنٹ کر اصل مراد کی صاف شفاف چاندنی نکلتی ہے، اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال سخت مختلف نظر آتے تھے، حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے، الحمدللہ فتاوائے فقیر میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی"۔ [1]

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے تحقیقی فتووں میں مندرجہ بالا تمام اُمور کی رعایت کی اور کبھی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا اس لئے کسی فتویٰ میں رُجوع کی نوبت نہ آئی۔ عدمِ عجلت کی جہت کے اعتبار سے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے متعلق مفتی صاحب نے کہا کہ آپ نے عجلت میں ایسا کوئی فتویٰ صادر نہیں کیا جس سے رُجوع کرنا پڑے، ان دونوں باتوں میں ایک دُوسرے کے ساتھ تقابل نہیں کہ امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ افضل ہیں بلکہ دونوں باتوں کی جہات مختلف ہیں، لہٰذا تقابل کی کوئی صورت نہیں بنتی۔

امام اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے سامنے چونکہ فقہی کتب مدون صورت میں موجود نہ تھیں، فقہ کے اُصول وقواعد بھی وضع نہ ہوئے تھے اور نہ ہی کتبِ احادیث مدون صورت میں موجود تھیں ایسی صورت میں سہو وخطا کا ہو جانا کوئی اَمرِ بعید نہ تھا، مگر پھر بھی یہ امام اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے پختگی علم کی دلیل ہے کہ فقہ کے ہزاروں مسائل کا استخراج کرنے کے بعد صرف اٹھاون مسائل میں خطائے اجتہادی کا صدور ہوا اُن سے بھی آپ نے رجوع فرمالیا، جبکہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے دَور میں وہ مشکلات نہ تھیں جو دَورِ امام اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے تعلق رکھتی ہیں۔ صرف وہ اُمور تھے جن کا ذکر ہوا آپ نے اپنی تمام تر توجہات علم فقہ کی طرف مبذول کر کے کوشش کی کہ آپ کے فتوے غلطیوں سے محفوظ ہوں، آپ اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے اور عجلت میں کوئی ایسا فتویٰ بھی صادر نہ فرمایا جو کہ غلط ہو اور آپ کو رجوع

---

[1] ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری، ص 14، وفتاویٰ رضویہ، جدید، ج 16،

کرنا پڑے۔ اس طرح آپ نے ذمہ دار فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایشیا کا عظیم محقق ہونے کا بھی ثبوت پیش کیا۔ پس چونکہ جہات مختلف ہیں، لہٰذا تقابل کی کوئی صورت نہیں۔

دیوبندیوں کے لئے جائے شرم

اعتراض: دیوبندی موصوف معترض ہیں کہ:

"خُود احمد رضا خان لکھتے ہیں :" ہمارے علماء سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جیسا علم حدیث تھا جیسا وہ صحیح وضعیف ومنسوخ وناسخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کر سکتے کہ نہ انہیں ویسا علم نہ اس قدر زمانہ رسالت سے قرب" (الفضل الموہبی :ص۵۱) یہ عبارت جائے شرم ہے ان رضا خانیوں کے لیے جن کو احمد رضا خان کی مدح اس وقت تک ہضم نہیں ہوتی جب تک احمد رضا کو امام بخاری، امام ابوحنیفہ، امام شامی، امام بوصیری، امام غزالی اور چودہ سو سال کے ائمہ فقہاء پر ترجیح نہ دے دیں"۔ [1]

الجواب: اچھا ہوا کہ دیوبندی موصوف نے خُود ہی سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا حوالہ نقل کر دیا اس سے ہمارا نظریہ وعقیدہ کھل کر سامنے آ گیا کہ ہم علماءِ متقدمین کا ادب واحترام کرنے والے ہیں اور اُن بزرگانِ دین نے دینِ متین کی ترویج واشاعت کے لئے جو خدمات سر انجام دی ہیں اُنہیں تہہ دل سے قبول کرتے ہیں اور اس سلسلے میں کسی عصبیت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ ایسی واضح عبارت کے باوجود ہمارے اُوپر یہ الزام عائد کیا جائے کہ ہم سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو امامِ اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ و دیگر ائمہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر ترجیح دیتے ہیں بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟۔

دیوبندی موصوف نے ابھی تک ایک بھی ایسا حوالہ پیش نہیں کیا کہ جس سے ثابت ہوتا ہو کہ ہمارے کسی معتبر ومستند عالم نے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو امامِ اعظم ابُوحنیفہ و دیگر ائمہ رحمۃ

---

[1] دفاع، ج1 ص 223۔224، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

اللہ علیہم اجمعین پر ترجیح دی ہو، لہٰذا دیوبندیوں کو ایسا جھوٹا الزام لگاتے ڈوب مرنا چاہئے۔ ہاں البتہ ایسا ضرور ہے کہ دیوبندیوں نے اپنے اکابرین کی تعریف کرتے ہوئے علمائے متقدمین پر اُن کی ترجیح بیان کی ہے، چنانچہ "الانوار" میں مرقوم ہے کہ:

"جس کو اس اَمر میں تأمل ہو وہ علّامہ موصوف کی تصانیف کا موازنہ قُدماء کی تصانیف سے کر کے دیکھ لے، حقیقت آشکار ہو جائے گی، مثلاً تکفیر کے موضوع پر جن ائمہ فن نے قلم اُٹھایا اُن میں حجۃ الاسلام امام غزالی، ابنِ حزم، ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کا نام سرفہرست ہے لیکن جیسی جامعیت، استیعابِ مباحث اور تنقیح مناط علّامہ انور شاہ کے رسالہ "اکفار الملحدین فی ضروریاتِ دین" (مجلس علمی ڈابھیل، سورت) میں ہے، اُن ائمہ کے یہاں نہیں، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارا دعویٰ کس حد تک صداقت پر مبنی ہے"۔ [1]

خُود انور شاہ کشمیری کہتے ہیں کہ:

"میرا مطالعہ ونظر بہت سے شراح حدیث سے زیادہ ہے اور حافظ ابنِ حجر سے بھی تتبع طرق واسانید میں تو کم لیکن معانی حدیث میں زیادہ ہی کلام کر سکتا ہوں۔ پس جن پر کلام کرتا ہوں اُن سے زیادہ جانتا ہوں"۔ [2]

تعارف یا تقابل

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"پھر آخر الذکر کتاب کا نام ملاحظہ ہو: "دو عظیم رہنما ابو حنیفہ اور رضا" یہ لوگ احمد رضا خان کا تقابل امامِ اعظم علیہ الرحمۃ سے کر رہے ہیں اس وقت ان کو گستاخی نظر نہیں آتی"۔ [3]

الجواب: موصوف کے اس اعتراض سے ظاہر ہو رہا ہے کہ موصوف صرف جاہل ہی نہیں

---

[1] الانور، ص 401، ندوۃ المصنفین، دھلی۔

[2] ملفوظاتِ محدث کشمیری، ص 230، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[3] دفاع، ج 1 ص 224، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

بلکہ بہت بڑے احمق بھی ہیں، یہاں تقابل نہیں ہو رہا بلکہ دو عظیم رہنماؤں کا تعارف ہو رہا ہے جسے دیوبندی موصوف نے بوجہ جہالت وحماقت تقابل سمجھ لیا ہے، اور ایک ہی کتاب میں ان دونوں جلیل القدر ائمہ کے تذکرے کی وجہ یہ ہے کہ وہابی ان دونوں اماموں کا انکار کرتے ہیں۔

امامِ اعظم ابُوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انکار تقلید کا انکار کرنے والے وہابی کرتے ہیں، اور سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا انکار تقلید کا دعویٰ کرنے والے وہابی کرتے ہیں، چونکہ دونوں اماموں سے وہابیوں کو چڑ ہے اس لئے ایک ہی کتاب میں یکجا دونوں کا تعارف ذکر کیا گیا تا کہ دونوں قسم کے وہابیوں کا ناطقہ بند ہو سکے، مگر اُلٹی کھوپڑی رکھنے والے دیوبندی موصوف نے اسے تقابل قرار دے دیا۔

اُلٹی سمجھ کسی کو خُدا نہ دے
دے موت پر بد ادا نہ دے

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"بہرحال تم احمد رضا خان بریلوی کو امام اعظم ثانی کہو تو کوئی گستاخی نہیں مگر کوئی دوسرا امام اعظم اول ہو جائے تو گستاخی، تم احمد رضا خان کو امام غزالی کے پائے کا لکھو تو امام غزالی کی شان میں کوئی گستاخی نہ ہو مگر کوئی کسی کو امام ابوحنیفہ سے بڑا عالم کہہ دے تو حنفیت بیزاری، گستاخی وتوہین، تمہارے لوگوں نے لکھا کہ احمد رضا خان امام شامی، امام ابن الہمام سے بڑے عالم تھے یہ تو ان کے شاگردی کے لائق تھے تو علامہ شامی اور ان فقہاء سے بے زاری نہیں تو خدام الدین کا حوالہ حنفیت بیزاری کیسے؟ تم نے احمد رضا خان کو امام ابو یوسف وامام محمد کے پائے کا عالم لکھا تو اگر آج کے دور میں بھی ان کے پائے کا عالم ہو سکتا ہے" امام المحدثین امیر المومنین فی الحدیث" پیدا ہو سکتا ہے یہ ان کی گستاخی نہیں تو خدام الدین کا

حوالہ کیوں گستاخی؟"۔[1]

الجواب: نمبر (1): ان الزامات کا جواب دینے سے پہلے ہم چند چیزوں کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ معاملہ تو متفق علیہ ہے کہ ایک مجتہد کو دُوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے اور غیر مجتہد کو مجتہد کی تقلید واجب۔ اگر انور شاہ کشمیری امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑے عالم تھے جیسا کہ دیوبندی کا خیال ہے تو پھر وہ امام ابُوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید بھی نہ کرتے ہوں گے، حالانکہ دیوبندی تقلید کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر وہ امامِ اعظم ابُوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد تھے جیسا کہ اُن کا دعویٰ ہے تو ایک مقلد کو مجتہد سے بڑا عالم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ انور شاہ کشمیری صاحب امام ابُوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑے عالم نہ تھے۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو اب اُن کے لئے امامِ اعظم ابُوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑا عالم ہونے کا دعویٰ کرنا جھوٹ ہی ہو گا اور امام ابُوحنیفہ رحمہ اللہ کی بے ادبی کہ ایک بے علم کو صاحبِ علم سے بڑا عالم قرار دیا جائے۔ یہ تو قرآنِ مجید کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾[2]

اور صاحبِ علم کی توہین بھی ہے۔ اگر دیوبندی موصوف نے ان باتوں کو سمجھ لیا تو اُنہیں اپنے سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ سوال کرنے کی بھی حاجت نہ ہو گی۔

نمبر (2) موصوف کا یہ کہنا کہ: "دُوسرا امامِ اعظم اوّل ہو جائے تو گستاخی" اس کا بھی مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی انور شاہ کشمیری کو امامِ اعظم اوّل سمجھتے ہیں۔

اگر انور شاہ کشمیری صاحب امامِ اعظم اوّل اور گنگوہی صاحب امامِ اعظم ثانی ہیں تو امام ابو

---

[1] دفاع، ج 1 ص 224، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] [الزُمَرِ: 9]

حنیفہ علیہ الرحمۃ کون سے نمبر پر آتے ہیں؟ دیوبندی موصوف سے گذارش ہے کہ وہ اس کی بھی ذرا وضاحت کردیں۔

نمبر (3) دیوبندی کتب سے حوالے پیش کئے جا چکے ہیں کہ دیوبندیوں نے گنگوہی صاحب کو ابوحنیفہ ثانی قرار دیا ہے، پس اُن کی جانب سے ہمارے اُوپر اعتراض کرنا بے سود ہے۔

نمبر (4) اس میں شک نہیں کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ ایک جلیل القدر عالم تھے، مگر احناف اُن کے مقلد نہیں، اگر کوئی کسی حنفی عالم کو امام غزالی علیہ الرحمۃ کے ہم پلہ قرار دیتا ہے تو اُس کی رائے سے اختلاف تو ہوسکتا ہے، لیکن اُسے توہین قرار نہیں دیا جا سکتا، جبکہ دُوسرے عالم کی عبقریت بھی مسلّم ہو، لیکن حنفیت کا دعویٰ کرنے کے باوجود امامِ ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے بڑا عالم ہونے کے دعویٰ کی تائید کرنا حنفیت بیزاری اور تقلیدِ امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر عدمِ اعتماد کو ثابت کررہا ہے۔ لہٰذا امام غزالی علیہ الرحمۃ کے ہم پلہ ہونے کو امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے اَعلم ہونے والے دعویٰ پر قیاس کرنا دُرست نہیں، اس لئے موصوف کا یہ اعتراض ہی باطل ہے۔

نوٹ: انور شاہ کشمیری کو دیوبندیوں نے امام غزالی علیہ الرحمۃ کے ہم پلہ قرار دیا ہے بلکہ ترجیح بھی دی ہے۔

نمبر (5) علّامہ شامی اور امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہما دونوں حنفی عالم تھے، مگر احناف ان دونوں اماموں کے مقلد نہیں، بلکہ یہ دونوں امام، امامِ اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مقلد ہیں، پس اگر کوئی شخص کسی دُوسرے حنفی عالم کی جامعیت وعبقریت کو سامنے رکھتے ہوئے اُس کو اِن پر ترجیح دیتا ہے تو اُس کی رائے سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، لیکن اِسے توہین قرار نہیں دیا جاسکتا۔

دیکھیں ابن الہمام علیہ الرحمۃ کے متعلق اُن کے شاگرد علّامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی علیہ الرحمۃ کا قول خُود انور شاہ کشمیری صاحب نے نقل کیا ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

"وتفرد الشیخ ابن الھُمَام منا واختار الوجوب......"[۱]

اور" انوارالباری شرح صحیح بخاری" میں سُرخی قائم کی گئی کہ:

"شیخ ابن ھمام کے تفردات"

اس میں مرقوم ہے کہ:

" آپ نے چند مسائل میں سے حنفیہ سے الگ راہ اختیار فرمائی ہے، جن کے بارے میں آپ کے تلمیذ محقق علامہ شہیر (شہیر) قاسم بن قطلو بغا حنفی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ کے تفردات مقبول نہیں ہیں"۔[۲]

نوٹ: دیوبندیوں نے انورشاہ کشمیری صاحب کوابنِ ہمام قرار دیا ہے، حوالہ گذر چکا۔

نمبر (6) سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کوہم نے امام ابُو یوسف وامام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے ہم پلہ قرار نہیں دیا، یہ دیوبندی موصوف نے اپنی طرف سے کشید کیا ہے، لیکن اہلِ دیوبند نے انورشاہ کشمیری صاحب کوصحابی ضرور قرار دیا ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

" حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا سیّدعطاءاللہ شاہ بُخاریؒ نے ڈابھیل میں علماء وطلباء کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اپنے مشفقِ محترم حضرت شاہ صاحبؒ کے متعلق بلیغ انداز میں فرمایا کہ" بھائی! میں تو اتنا جانتا ہوں کہ صحابہؓ کا قافلہ جارہا تھا، (اس میں سے) یہ پیچھے رہ گئے تھے"۔[۳]

---

[۱] فیض الباری شرح صحیح البخاری، باب التسمیۃ ج1 ص335، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔

جبکہ "العرف الشذي شرح سنن الترمذي، باب ما جاء في التسمية عند الوضوء" میں ہے:

"وتفرد بالوجوب منا الشیخ ابن الھمام وجد علی تفردہ. وکذلك تفرد فی بعض المسائل، وقال تلمیذہ العلامة قاسم بن قطلوبغا: لا تقبل تفردات شیخنا"۔

[۲] انوارالباری شرح صحیح البخاری، ج6 ص334، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۳] الانور، ص225، ندوۃ المصنفین، دہلی۔

جبکہ اسی "الانور" [۱] میں بیان کردہ "تصویر انور" میں لکھا ہے کہ:

قالبِ روحِ بخاریؒ ، ہمسر ابنؒ الحجرؒ
جانشینِ بو حنیفہؒ ، رشکِ یعقوبؒ و زفرؒ

مزید انہی انور شاہ کشمیری صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ:

" خلاصہ یہ کہ آپ کے حلقہ درس میں بیٹھ کر محدثین سلف کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ جب متونِ حدیث پر کلام فرماتے تو یہ معلوم ہوتا کہ امام طحاوی یا بخاری و مسلم بول رہے ہیں۔ فقہ الحدیث پر بولتے تو امام محمد بن الحسن الشیبانی معلوم ہوتے۔ حدیث کی بلاغت پر گویا ہوتے تو تفتازانی اور جرجانی کا خیال گذرتا، اسرار شریعت بیان فرماتے تو ابن عربی و شعرانی کا گمان ہوتا تھا"۔ [۲]

نمبر (7) امام المحدثین و امیر المؤمنین فی الحدیث کے متعلق ہم سابقہ صفحات میں حوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ دیوبندیوں نے انور شاہ کشمیری صاحب کے لئے" امیر المؤمنین فی الحدیث" کا لقب لکھا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لقب اُن کے نزدیک بھی صرف متقدمین کے ساتھ مختص نہیں بلکہ متاخرین کے لئے بھی اُن کے متعلقین نے استعمال کیا ہے، پس جب یہ لقب متقدمین کے ساتھ خاص نہیں تو اگر سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے لئے یہ القابات ذکر کردیئے گئے تو کون سی قیامت آ گئی۔

اس کے علاوہ مُلاحظہ فرمائیں کہ انور شاہ کشمیری صاحب کے متعلق دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

" اُستاذ العلماء والمحدثین علّامۃ الدھر۔۔۔۔"۔ [۳]

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

---

[۱] الانور، ص 1، ندوۃ المصنفین، دہلی۔

[۲] الانور، ص 451، ندوۃ المصنفین، دہلی۔

[۳] الانور، ص 221، ندوۃ المصنفین، دہلی۔

"آخری سوال کیا شوافع امام شافعی کو، حنابلہ امام احمد بن حنبل، مالکیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کو امام ابوحنیفہ سے بڑے عالم نہیں مانتے؟ تو کیا یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اتنا بڑا طبقہ حنفیت سے بیزار اور معاذ اللہ امام ابوحنیفہ کا گستاخ ہے؟۔[1]

الجواب: نمبر (1): موصوف کو اپنے قائم کردہ اعتراض سے ہی سبق حاصل کرنا چاہئے کہ جب حنابلہ، مالکیہ، اور شوافع اپنے اپنے امام کو امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے اَعلم سمجھتے ہیں تو آخر جناب کو کس سانپ نے ڈسا ہے کہ باوجود دعویٰ تقلید کے اپنے امام کو بھی اَعلم نہیں سمجھ رہے، بلکہ امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی تقلید کے دعویٰ کے باوجود اپنے مُلّاؤں کو امامِ اَعظم ابُو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے بڑا عالم قرار دیتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہئے۔

نمبر (2): چونکہ شوافع وحنابلہ امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مقلد نہیں، پس اس لحاظ سے وہ اگر وہ بِلا تعصب امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کو اَعلم نہیں سمجھتے تو بھی اُن کی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن اُسے توہین قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ وہ امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مقلد نہیں، مگر جو امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی تقلید کا مُدعی ہو پھر وہ اپنے کسی مُلّاں کو امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے زیادہ اَعلم قرار دے تو اُس سے توہین ثابت ہوتی ہے۔

نمبر (3): موصوف نے جو مالکیہ، حنابلہ اور شوافع کو بطورِ نظیر پیش کیا ہے وہ بھی موصوف کی بے عقلی کا ثبوت دیتا ہے اور ان کی مثال اسی طرح ہے کہ بیٹا اگر باپ کو نام سے پکارے تو لوگ اُسے توہین و بے ادبی قرار دیں تو اُس کے جواب میں وہ نالائق بیٹا یہ کہے کہ پُوری دُنیا میرے والد کو نام سے پکارتی ہے، کیا وہ سب توہین کرنے والے ہیں؟ اور کیا وہ سب میرے والد کے بے ادب ہیں؟ اُس بدفہم بیٹے کو یُوں جواب دیا جائے گا کہ جو تمہارا اپنے والد کے ساتھ رشتہ ہے وہ رشتہ اس بات کا مقتضی ہے کہ تم اُسے نام سے نہ پکارو، اگر نام

[1] دفاع، ج1 ص224، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

لے کر پکارو گے تو بے ادب قرار پاؤ گے، جبکہ دیگر لوگوں کا رشتہ وہ نہیں، لہٰذا اگر وہ نام لے کر پکارتے ہیں تو بے ادب نہیں۔ اُمید ہے کہ دیوبندی موصوف کو یہ بات سمجھ آ گئی ہو گی، باقی انہوں نے جو مثال پیش کی ہے اُس کے مطابق اس سے انہوں نے بدفہم و بے ادب بیٹا ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

کیا امام ابُو حنیفہ علیہ الرحمہ کا قول قرآن و حدیث کے مخالف ہو سکتا ہے؟

اعتراض: دیوبندی موصوف مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:" دیوبندی مناظر مولوی یوسف رحمانی نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر امام اعظم کا فرمان بھی قرآن وحدیث کے معارض ہوگا ہم اس کو بھی ٹھکرا دیں گے۔(سیف رحمانی:ص۷۱) یہ ہے دیوبندیوں کی حنفیت اور یہ کہ دیوبندیوں کے نزدیک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض اقوال قرآن وحدیث سے متصادم بھی ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص۴۳) جواب: عجیب جہالت ہے پر سے پرندہ بنانا کوئی ان رضا خانیوں سے سیکھے۔کاشف اقبال رضا خانی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اکابر علماء دیوبند معاذ اللہ حنفیت سے بیزار ہیں اور پیش کیے گئے حوالے میں ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔۔بلکہ عبارت میں لفظ" اگر" برائے شرط موجود ہے یعنی بالفرض اگر ایسا ہوتا اس "اگر" کا مطلب جو اس جاہل رضا خانی کو سمجھ نہیں آیا"۔ [1]

الجواب: امین اوکاڑوی دیوبندی صاحب ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں سوال: اگر کسی امام کے مقلد کے پاس کوئی صحیح حدیث پہنچے اور وہ اس امام کے قول کے خلاف ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ اور جو یہ کہہ کر حدیث کو ٹال دے کہ یہ میرے مذہب میں

---

[1] دفاع، ج1ص225، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

نہیں، وہ مسلمان رہا یا اسلام سے خارج ہو گیا؟ اور ایسے وقت مقلد کو کیا کرنا چاہیئے؟۔

جواب: اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کتاب وسنت فقہاء سے سمجھنے چاہئیں اس لئے اگر عامی کو حدیث ملے تو فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "فرب حامل فقه الى من هو أفقه منه ورب حامل فقه ليس بفقيه۔ (ترمذی شریف ابواب العلم ص ۹٤، ج۲) کے مطابق فقیہ کے پاس لے جانی چاہیئے"۔ [1]

لہٰذا اس اُصول کے مطابق مولوی یوسف رحمانی عرف گنگا رام کو کہنا چاہیئے تھا کہ ہم ایسی صورت میں اس معاملے کو فقہاء کے سامنے پیش کریں گے کہ وہ اس معاملے میں کیا فرماتے ہیں کیوں کہ فرمانِ امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کو ٹھکرا دینا ہر کس وناکس اور مولوی یُوسف رحمانی جیسے جاہلوں کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے بھی بڑے متبحر کی ضرورت ہے، جیسا کہ خُود دیوبندیوں نے اقرار کیا ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"اگر امام کی دلیل سوائے قیاس کے کچھ نہ ہو اور حدیث معارض موجود ہوں تو قول امام کو چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام میں ہوا ہے کہ امام صاحب نے قدر غیر مسکر کو جائز کہا ہے اور حدیث میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے یہاں امام صاحب کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں مگر اس کے لئے بڑے تبحر کی ضرورت ہے"۔ [2]

اس حوالے میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ایسا کرنے کے لئے بڑے تبحر کی ضرورت ہوتی ہے، مولوی یُوسف رحمانی جیسے جاہل لوگ جو کہ "نور الایضاح" کو بھی سمجھ نہ سکیں اگر وہ ایسا دعویٰ کریں تو یقیناً اُن کی حنفیت بیزاری ہے، بلکہ ان لوگوں کو شہہ دینا ہے جو قرآن وحدیث کے نام پر لوگوں کو غیر مقلد ہونے کی تلقین کرتے ہیں، اور اقوالِ امام ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کو قرآن

---

[1] تجلیات صفدر، ج3ص 438، مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

[2] فضلاءِ دیوبند کی فقہی خدمات، ص 34، بحوالہ حسن العزیز، ج4ص 397، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، سہارنپور، یوپی۔

وحدیث کے مخالف ثابت کرتے ہیں۔

حضرت مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے اسی تناظر میں مذکورہ اعتراض قائم کیا ہے مگر دیوبندی موصوف بجائے اِس کے کہ مذکُورہ نکتہ کی جانب اپنی توجہ مبذول کرتے اور یُوسف رحمانی کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس قول کو اس کے مناسب حال قرار نہ دیتے، مگر موصوف نے "اگر" "مگر" کی بحث شروع کردی، حالانکہ کاشف اقبال مدنی صاحب نے مذکورہ حوالہ اس زاویہ سے نقل نہیں کیا بلکہ مذکورہ بالا نکتہ کی وجہ سے (جس کا ہم نے "فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات" سے حوالہ ذکر کیا) اعتراض قائم کیا اس لئے یہاں "اگر" کی وضاحت کی ضرورت ہی نہیں، لہٰذا اس سلسلے میں موصوف نے جو بحث ذکر کی ہے وہ نکتہ بحث سے تعلق نہیں رکھتی اس لئے اس پر بحث کرنا بھی بے سود ہے، باقی موصوف نے یہ بحث "تحذیر الناس" کے حوالے میں بھی ذکر کی ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ دیوبندی موصوف کے دلائل کا جائزہ وہاں لیا جائے گا۔

علّامہ غلام رسول سعیدی پر اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے: حضرت امام شافعی فن حدیث کے ایک جلیل القدر امام ہیں اور روایت پر جرح وتعدیل کے سلسلہ میں ان کی رائے یقیناً وقعت اور اہمیت کی حامل ہے لیکن حدیثِ رسول کے مقابلے میں جب وہ کوئی بات محض اپنی رائے سے کہیں گے تو اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا (ذکر بالجہر، ص ۱۲۴۔۱۲۵ فرید بک سٹال، لاہور) اب لگاؤ فتوی اپنے شیخ الحدیث پر جو کہتا ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں اپنی رائے سے بات کرتے تھے"۔ [1]

[1] دفاع، ج1 ص226، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب: اس حوالہ سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوئے حدیث کے مقابلے میں اپنی رائے سے بات کرتے تھے کسی بھی مجتہد امام نے قولِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت کی جسارت نہیں کی اگر کسی امام مجتہد کی کوئی رائے کسی روایت کے خلاف ہو جاتی ہے تو اُس کی وجہ یہ نہیں کہ اُس نے معاذ اللہ قولِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ اُس کا سبب یہ ہوگا کہ اُس امام مجتہد کے پیشِ نظر کوئی دُوسری روایت ہوگی، یا مخالفت میں آنے والی روایت اُس کے نزدیک صریح، صحیح، اور غیر معلل نہیں ہوگی، یا اجتہاد کی دیگر وجوہات جس میں راجح و مرجوح، ناسخ و منسوخ، تقدم و تاخر، قولی و فعلی کا فرق پیشِ نظر ہوگا، ان وجوہات سے قطعِ نظر کرتے ہوئے اگر کسی مسلّم امام مجتہد سے کوئی رائے ایسی صادر ہوتی ہے جس کے مقابلے میں کوئی صحیح، صریح، غیر معلل، راجح، ناسخ روایت موجود ہے، اور مجتہد کے پاس سوائے اجتہاد کے کوئی دلیل موجود نہیں پس ایسی صورت میں بر سبیل تنزل یہی کہا جائے گا کہ اُس امامِ مجتہد تک یہ روایت نہیں پہنچی، ایسی صورت میں اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ مجتہد نے فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقابلہ کیا ہے۔

دیوبندی موصوف کی جہالت ہے کہ وہ سعیدی صاحب کی عبارت سے مخالفت والے مقابلے کا مفہوم کشید کر رہے ہیں، جبکہ سعیدی صاحب کی عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ ایک طرف امام شافعی علیہ الرحمۃ کی محض رائے ہے، اور دُوسری جانب حدیثِ پاک موجود ہے۔ پس ایسی صورت میں امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قول قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔

اقرارِ نمک حرامی

مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب کی کتاب "وحدت اُمت" سے ایک اقتباس نقل کیا، دیوبندی موصوف نے پھر الزام عائد کیا کہ پُورا مضمون نقل نہیں کیا گیا اس لئے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ہم پُورا مضمون از اول تا آخر نقل

کرتے ہیں اس کے بعد موصوف کے اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں:

مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" قادیان میں ہر سال ہمارا جلسہ ہوا کرتا تھا اور سیّدی حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں شرکت فرمایا کرتے تھے، ایک سال اسی جلسہ میں تشریف لائے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ایک صبح نمازِ فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ حضرت کیسا مزاج ہے؟ کہا ہاں! ٹھیک ہی ہے میاں، مزاج کیا پوچھتے ہو، عمر ضائع کر دی۔

میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں، دین کی اشاعت میں گذری ہے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں۔ مشاہیر ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے۔ اور خدمتِ دین میں لگے ہوئے ہیں، آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی۔ فرمایا: مَیں تمہیں صحیح کہتا ہوں، عمر ضائع کر دی۔ مَیں نے عرض کیا، حضرت بات کیا ہے؟ فرمایا: ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدوکاوش کا خلاصہ یہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کریں۔ امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں۔ یہ رہا محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا! اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی؟ ابوحنیفہؒ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں کہ ہم ان پر کوئی احسان کریں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام دیا ہے وہ مقام لوگوں سے خود اپنا لوہا منوائے گا، وہ تو ہمارے محتاج نہیں۔

اور امام شافعیؒ مالکؒ اور احمد بن حنبل اور دوسرے مسالک کے فقہاء جن کے مقابلے میں ہم یہ ترجیح قائم کرتے آئے ہیں کیا حاصل ہے اس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک کو" صواب محتمل الخطاء (درست مسلک جس میں خطاء کا احتمال موجود ہے) ثابت کردیں اور دوسرے کے مسلک کو" خطاء محتمل الصواب" (غلط مسلک جس کے

حق ہونے کا احتمال موجود ہے) کہیں اس سے آگے کوئی نتیجہ نہیں ، ان تمام بحثوں ، تدقیقات اور تحقیقات کا جن میں ہم مصروف ہیں۔ پھر فرمایا: ارے میاں اس کا تو کہیں حشر میں بھی راز نہیں کھُلے گا کہ کونسا مسلک صواب تھا اور کونسا خطاء ، اجتہادی مسائل صرف یہی نہیں کہ دنیا میں ان کا فیصلہ نہیں ہوسکتا ، دنیا میں بھی ہم ، تمام تر تحقیق و کاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح ہے ، یا یہ کہ یہ صحیح ہے۔ لیکن احتمال موجود ہو کہ یہ خطا ہو اور وہ خطا ہے اس احتمال کے ساتھ کہ صواب ہو ، دنیا میں تو یہ ہے ہی قبر میں بھی منکر نکیر نہیں پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترکِ رفع یدین حق تھا؟ آمین بالجہر حق تھی یا بالسر حق تھی ، برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ تھے:

اللہ تعالیٰ شافعی کو رسوا کرے گا نہ ابو حنیفہ کو نہ مالک کو نہ احمد بن حنبل کو ، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے علم کا انعام دیا ہے جن کے ساتھ اپنی مخلوق کے بہت بڑے حصہ کو لگا دیا ہے جنہوں نے نورِ ہدایت چارسُو پھیلایا ہے جن کی زندگیاں سنّت کا نُور پھیلانے میں گذریں ، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو رسوا نہیں کرے گا کہ وہاں میدانِ محشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے کہ ابو حنیفہ نے صحیح کہا تھا یا شافعی نے غلط کہا تھا یا اس کے برعکس ، یہ نہیں ہوگا!

تو جس چیز کو نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں نہ محشر میں ، اسی کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی اپنی قوت صَرف کر دی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی ، مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسائل متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں ، جن کی دعوت انبیاءِ کرام لے کر آئے تھے ، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا ، اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی ، آج یہ دعوت تو نہیں دی جا رہی یہ ضروریات دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے و اغیار ان کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیئے تھا ، وہ پھیل رہے ہیں ، گمراہی پھیل

رہی ہے، الحاد آرہا ہے شرک و بت پرستی چلی آرہی ہے۔حرام وحلال کا امتیاز اُٹھ رہا ہے، لیکن ہم لگے ہیں ان فرعی وفروعی بحثوں میں! حضرت شاہ صاحب نے فرمایا یوں غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کرر ہا ہوں کہ عمر ضائع کردی"۔ [۱]

قارئین کرام! یہ تھا وہ پُورا اقتباس جس میں سے کچھ خاص حصہ کاشف اقبال مدنی صاحب نے نقل کیا اور اُس سے متصل کچھ دیوبندی موصوف نے نقل کیا جبکہ ہم نے آپ کے سامنے وہ مکمل ذکر کردیا ہے، دیوبندی موصوف اس حوالے کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

" حضرت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ معاذ اللہ معترضین کے مقابلے میں حنفیت کا دفاع کرنا یا عند الضرورت احناف کا دفاع کرنا معاذ اللہ عمر کو ضائع کرنا ہے"۔ [۲]

الجواب: انور شاہ کشمیری صاحب کے کلام سے بھی یہ ثابت ہورہا ہے کہ وہ عند الضرورت یا معترضین کے مقابلے میں بھی حنفیت کے دفاع کو عمر ضائع کرنے سے تعبیر فرمارہے ہیں، جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ:" وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہئے تھا، وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آرہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آرہی ہے، حرام وحلال کا امتیاز اُٹھ رہا ہے، لیکن ہم لگے ہیں ان فرعی وفروعی بحثوں میں!" دفاعِ حنفیت کو اُنہوں نے فرعی وفروعی بحثوں سے تعبیر کیا ہے اور اسی چیز کو وہ عمر ضائع کرنا قرار دے چکے ہیں، پس موصوف کی یہ وکالت غلط قرار پائی کہ عند الضرورت احناف کے دفاع کو انور شاہ کشمیری صاحب نے عمر ضائع کرنا قرار نہیں دیا، اگر دیکھا جائے تو غیر مقلد و بد مذہب احناف کے فقہی مسائل پر اعتراض کر کے لوگوں کو حنفیت سے بیزار کر کے لا مذہبیت کی گمراہی پھیلاتے ہیں۔پس مذکورہ صورت میں ان فروعی مسائل پر بحث کر کے اور احناف کی فقہی ترجیح ثابت کر کے اس گمراہی کا سدّ باب کرنا مقصود ہوتا ہے جس کے در پے لا

---

[۱] وحدت اُمت، ص13۔15، مرکزی انجمن خُدام القرآن، لاہور۔

[۲] دفاع، ج1ص229، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

مذہب و غیر مقلد ہوتے ہیں ۔ انور شاہ کشمیری صاحب گمراہی پھیلنے کے دُکھ کا اظہار تو کر رہے ہیں لیکن گمراہی پھیلانے والے اسباب کا سدّ باب کرنا عمر ضائع کرنا قرار دے رہے ہیں ایسی صورت میں اظہار دُکھ کا کیا فائدہ؟۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ

"حضرت کشمیری علیہ الرحمۃ تو ایک عمومی انداز میں ایک بات فرما رہے ہیں کہ ضروریاتِ دین حرام و حلال و منکرات کی تبلیغ کو چھوڑ کر ساری زندگی صرف اسی میں عمر کھپا دینا کہ حنفی مسلک کو شافعی مسلک پر ترجیح کس طرح دی جائے یہ یقیناً عمر کو ضائع کرنا ہے"۔ [1]

الجواب: یہ بھی موصوف کی کم فہمی ہے ورنہ حرام و حلال اور منکرات کے احکام کتبِ فقیہ میں موجود ہیں، پس اجتہادی مسائل میں حلت و حرمت کے جو احکام ہیں ان کا جب تعین ہو گا تبھی ان کی تبلیغ کی جا سکتی ہے، اور پھر کیا حنفی مسلک کو شافعی مسلک پر ترجیح اتباعِ نفس کے لئے دی جاتی ہے جو اسے عمر ضائع کرنے سے تعبیر کیا جائے آج کل جب غیر مقلدین فقہ حنفی کے خلاف زہر اُگل کر اُسے قرآن و سنّت کے خلاف ثابت کرنا چاہتے ہیں ایسی صورت میں عمر ضائع کرنا کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا انور شاہ کشمیری صاحب کے زمانہ میں غیر مقلد ہندوستان میں پھیل نہ چکے تھے؟ جو انور شاہ کشمیری صاحب اس دفاع کو عمر ضائع کرنا قرار دے رہے ہیں، اور پھر انور شاہ کشمیری صاحب کے دُوسرے اقوال کو دیکھتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اُنہوں نے حنفیت کے دفاع نہ کرنے کو نمک حرامی قرار دیا ہے، چنانچہ "ملفوظاتِ محدثِ کشمیری" میں مرقوم ہے کہ:

"ایک روز درس ہی میں فرمایا کہ حافظ کی زیادتیوں پر ہمیشہ کلام کرنے کی عادت رہی لیکن امام بخاری کا ادب مانع رہا۔ اس لئے ہم نے اتنے دن تک حنفیہ کی نمک حرامی کی ۔ اب

[1] دفاع، ج1 ص229، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

چونکہ آخر وقت ہے اس لئے کچھ کہہ دیتا ہوں"۔ [۱]

ایک حوالہ مزید مُلاحظہ فرمائیں:

" گاہ گاہ فرماتے کہ عمر بھر ابُو حنیفہؒ کی نمک حرامی کی ہے، اب مرتے وقت جی نہیں چاہتا کہ اُس پر قائم رہوں"۔ [۲]

ایک طرف تو وہ حنفیہ کا دفاع نہ کرنے کو نمک حرامی قرار دے رہے ہیں، اور اس نمک حرامی کا اعتراف بھی کرر ہے ہیں، پس معلوم ہوا کہ اُنہی کے بقول حنفیہ کا دفاع نہ کرنا نمک حرامی ہے۔

حنفیت قرآن وحدیث کا نچوڑھے

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:" نیز رضا خانی ہمیں یہ جواب دیں کہ اگر حنفیت قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے تو کیا شوافع حنابلہ ومالکیہ معاذ اللہ اس قرآن وسنّت کے نچوڑ کے مخالف ہیں جو اس نچوڑ کو نہیں مانتے؟"۔ [۳]

الجواب: موصوف کا یہ اعتراض بھی جہالت پر مبنی ہے اس لئے کہ جس طرح ہم حنفی فقہ کو قرآن وسنّت کے مطابق تسلیم کرتے ہیں اسی طرح دیگر مسالک ومذاہب سے تعلق رکھنے والے اپنے فقہی مسلک ومذہب کو قرآن وسنّت کے موافق سمجھتے ہیں، لیکن چونکہ فقہی مسائل اجتہادِ مجتہد سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے مسالکِ ائمہ سے تعلق رکھنے والے احباب ایک دُوسرے کے حق میں اجتہادی خطا کے قائل ہیں اور ایک دوسرے کو ماجُور سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے باہمی احترام ومحبت کا رشتہ قائم وبرقرار ہے۔ اپنے اپنے زعم کے مطابق مقلدین ائمہ اربعہ (کی اکثریت) نے اپنے فقہی مسالک کی ترجیح کے دلائل تو کتابوں میں رقم کئے

---

[۱] ملفوظات محدث کشمیری ،ص 122۔123 ،ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] الانور ،ص 261، ندوۃ المصنفین، دھلی۔

[۳] دفاع، ج1 ص 200، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ہیں، لیکن غیر مقلدین کی طرح احناف کو مشرک و جہنمی قرار نہیں دیا۔

موصوف اگر" درمختار" کی اس عبارت کو ملاحظہ کر لیتے تو اعتراض کی زحمت ہی نہ کرنا پڑتی، علّامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"مَذْهَبُنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبُ مُخَالِفِنَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ". [1]

"یعنی ہمارا مذہب درست ہے، خطا کا احتمال بہرحال موجود ہے، اسی طرح ہمارے مخالفین کا مذہب خطا لیکن صواب کا احتمال بھی موجود ہے"۔

پس جس طرح موصوف نے ہم سے سوال کیا ہے اسی طرح ہم بھی موصوف سے سوال کر سکتے ہیں کہ وہ تمام فقہاء جنہوں نے اپنے اپنے فقہی مسلک کی ترجیح ثابت کی، کیا اُنہوں نے اپنی عمر یُونہی ضائع کر دی اور اُن کی یہ خدمات تضییع عمر کا باعث ہیں؟ اگر موصوف کا جواب نفی میں ہے تو انور شاہ کشمیری صاحب کے قول کی وکالت کیوں؟

وھابیوں کے متعلق علاّمہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

دیوبندی موصوف نے علاّمہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی عبارت مع ترجمہ نقل کی ہے، ہم اختصار کو مدّ نظر رکھتے ہوئے موصوف کے اُردو ترجمے پر اکتفا کرتے ہوئے اسے بعینہ نقل کرتے ہیں:

"جیسا کہ ہمارے زمانے میں واقع ہوا ہے کہ عبدالوہاب (یہ علاّمہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا تسامح ہے عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ان کے والد تھے ان کا نام "محمد" ہے: ناقل) کے پیرو نجد سے نکلے اور حرمین پر غلبہ کیا اور وہ لوگ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کہتے تھے ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہیں وہ مشرک ہیں اس لیے انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل کو مباح سمجھا"۔ [2]

الجواب: مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے یہ حوالہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

---

[1] در المختار معہ رد المحتار، ج1 ص48۔

[2] دفاع، ج1 ص231، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

(1) امام ابنِ عابدین شامی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کا شدید رد کیا ہے۔

(2) پھر لکھا کہ:" مگر دُوسری طرف دیوبندی قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں لکھتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت وشرک سے روکتا تھا مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی ۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص٢٦٦) دیوبندی مولوی تو علّامہ شامی کے نجدی کے رد کرنے پر سخت برہم ہوئے چنانچہ دیوبندی مولوی فیروز الدین روحی لکھتے ہیں کہ۔۔۔" ابنِ عابدین شامی نے حکومت کے اثر سے ان غریبوں وہابیوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے اپنی دنیا سنبھالی براہو دُنیا پرستی اور سنہرے سکوں کا جس کے عوض شامی نے نجدیوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے شامی نے یہ سب کچھ محمد علی پاشا کے حکم سے اور اس کی دولت کے اثر سے لکھا ہے"۔ (آئینہ صداقت: ص٥٤، طبع لاہور) قارئین کرام اس عبارت میں دیوبندی محرر نے جس قدر علامہ شامی کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا ہے وہ قابل مذمت ہے اور علامہ شامی جو علمائے احناف کے امام ومقتدر فقیہ ہیں ۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص٤٤، ٤٥)"۔ [1]

اس کے جواب میں دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:" رضا خانی بریلوی نے اپنی بھولی بھالی عوام کو محض دھوکا دیا ہے کہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ علمائے احناف کے امام ہیں اور علمائے احناف سے اس کی مراد بریلوی ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے باغی ہیں اس کو امام تو کیا مانیں اسے احمد رضا خان بریلوی کا شاگرد بناتے پھرتے ہیں ملاحظہ ہو حوالہ جات: بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی صاحب فرماتے ہیں:

" ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت ۔۔۔ کی تحقیقات عالیہ ابن عابدین شامی کی تحقیقات

[1] دفاع، ج1 ص229۔230، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

سے عالی وبلند تر ہیں"۔ (معارف رضا: سلور جوبلی سالنامہ نمبر ۲۰۰۵ء: ص۲۶۷)"۔[۱]

الجواب: اس حوالے میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کے باغی ہیں اس میں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تحقیق کی بات کی گئی ہے، اگر دیوبندی موصوف کی نظر میں یہ امام شامی علیہ الرحمۃ سے بغاوت ہے تو پھر وہ ذرا یہ حوالہ بھی مُلاحظہ فرمائیں جس میں گنگوہی کو علّامہ شامی علیہ الرحمۃ پر ترجیح دی گئی ہے

" آپ کی فقہی بصیرت کا اعتراف کرتے ہوئے محدث کبیر علّامہ انور شاہ کشمیریؒ آپ کو فقیہ النفس کہا کرتے تھے اور آپ کو علامہ ابن عابدین شامی پر بھی ترجیح دیا کرتے تھے علامہ کشمیری یہ بھی فرماتے تھے کہ اب سے ایک صدی پہلے تک اس شان کا فقیہ النفس جماعت علماء میں نظر نہیں آتا ہے"۔[۲]

اس کے علاوہ ایک حوالہ سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے جس میں علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کے تفقہ کا انکار کیا گیا ہے، اب خُود موصوف ہی بتائیں کہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کا باغی کون ہے؟

دیکھیں مذکورہ حوالہ اور سابقہ صفحات میں " الانور" سے نقل کردہ حوالہ میں نہ صرف یہ کہ گنگوہی کی علّامہ شامی علیہ الرحمۃ پر ترجیح ثابت کر رہے ہیں بلکہ انور شاہ کشمیری کو امام غزالی علیہ الرحمۃ سے بھی فائق قرار دیا گیا ہے، پس اگر موصوف کے نزدیک حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کا حوالہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ سے بغاوت ہے تو خُود دیوبندی علّامہ شامی علیہ الرحمۃ اور امام غزالی علیہ الرحمۃ کے باغی قرار پائے، نہ صرف دو اماموں کے بلکہ اُس حوالے میں تو قدماء کے ساتھ موازنہ کرنے کا چیلنج بھی کیا گیا ہے، پس دیوبندی موصوف کے اُصول کے مطابق دیوبندی کئی قدماء کے باغی قرار پائے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

---

[۱] دفاع، ج1 ص230، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات ایک مختصر جائزہ، ص213۔214، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند۔

"ایک اور حوالہ پڑھیں:" علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے"۔(المیز ان کا امام احمد رضا نمبر:ص ۱۸۶)"۔[۱]

الجواب: یہ وہی حوالہ ہے جس کا جواب ماقبل میں گذر چکا ہے لیکن چونکہ موصوف نے تکرار کے ساتھ اس حوالے کو لکھا ہے اس لئے ہم چند نئے حوالوں کے ساتھ اس کا جائزہ لیتے ہیں، دیو بندی مذہب کی مشہور و معروف کتاب" ملفوظاتِ محدثِ کشمیری" میں لکھا ہے:

"مولانا محمد ادریس کاندھلوی جو بذات خود دائرۃ المعارف تھے فرماتے ہیں کہ آخر کی پانچ صدیوں کا تمام علم یک جا کر لیا جائے تو انور شاہ کے علم کی زکوۃ بھی نہیں ہوتی"۔[۲]

دیکھئے اس حوالہ میں کس طرح آخر کی پانچ صدیوں کے تمام علماء وفضلاء کی بے قدری کی گئ ہے (اس میں امام ابن الہمام علیہ الرحمۃ بھی آجاتے ہیں) یعنی اُن کے علوم وفنون کو اس قابل بھی نہیں سمجھا گیا کہ وہ انور شاہ کشمیری کے علم کی زکوۃ بھی بن سکیں۔

دیو بندی موصوف کو تو ایک امام ابن الہمام علیہ الرحمۃ کے حوالے سے اعتراض تھا مگر یہاں تو تمام علماء وفضلاء (جن کا تعلق آخری پانچ صدیوں سے ہے) کو انور شاہ کشمیری کے سامنے بے قدر قرار دے دیا گیا ہے۔

حوالہ نمبر (2)

"مولانا انور شاہ اپنے زمانہ کے بُخاری (صاحب صحیح بخاری، ناقل) تھے تو مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے زمانہ کے مسلم (صاحب صحیح مسلم، ناقل) تھے"۔[۳]

حوالہ نمبر (3)

---

[۱] دفاع، ج1ص230، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] ملفوظات محدث کشمیری، ص24، ادارۂ تالیفات شرفیہ، ملتان۔

[۳] الانور، ص584، ندوۃ المصنفین، دھلی۔

" تصویر انور" [1] میں ہے کہ:

چلتا پھرتا وہ کُتب خانہ تھا مثلِ زیلعیؒ

نکتہ دانِ فقہ ومیر اذکیاء و ترمذی

ان حوالوں میں انور شاہ کشمیری صاحب کو اپنے زمانہ کا بخاری، شبیر عثمانی صاحب کو اپنے زمانہ کا مسلم اور پھر انور شاہ کشمیری صاحب کو مثل زیلعی و ترمذی قرار دیا گیا ہے، جب انور شاہ کشمیری صاحب دیوبندیوں کے نزدیک امام بُخاری، ترمذی اور زیلعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہم پلہ ہو سکتے ہیں تو آلِ دیوبند کو سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے متعلق ذکر کردہ ایسی باتوں پر اعتراض کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے کیونکہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علمی لیاقت تو انور شاہ کشمیری اور اُس کے اکابرین سے کروڑھا درجہ زیادہ ہے اور اکابرینِ دیوبند سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے سامنے صفِ نعال میں بیٹھنے کے بھی قابل نہیں پھر اُن پر اعتراض کیوں؟

"جد الممتار" پر اعتراض

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" اگر کاشف اقبال رضا خانی کے پاس احمد رضا خان کی الجد الممتار ہو تو آنکھیں کھول کر اسے پڑھے جس میں جگہ جگہ احمد رضا خان نے علامہ شامی علیہ الرحمۃ پر اعتراض کرتے ہوئے ان سے اختلاف کیا ہے"۔ [2]

الجواب: یہ اعتراض کرنے سے پہلے موصوف کو چاہئے تھا کہ اپنے گھر کی کتابوں اور اپنے مولویوں کے متعلق اپنے لوگوں کی باتوں کو مدّ نظر رکھتے مگر کیا کیا جائے جہالت کا جس نے موصوف کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے، بہر حال مُلاحظہ فرمائیں:

---

[1] الانور ص 1، ندوۃ المصنفین، دھلی۔

[2] دفاع، ج1 ص230، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

"میں نے حاجی امیر شاہ خان صاحب مرحوم سے سُنا کہ حضرت والا نے مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی سے گفتگو فرماتے ہوئے کہا تھا کہ میں ابو حنیفہؒ کا مقلد ہوں، صاحب ہدایہ اور دُرِّ مختار کا مقلد نہیں ہوں اس لئے میرے مقابلہ میں بطورِ معارضہ جو قول بھی آپ پیش کریں وہ ابو حنیفہؒ کا ہونا چاہئے، دوسروں کے اقوال کا میں جواب دہ نہ ہوں گا، اس سے بھی یہی نکتہ نکلتا ہے کہ فقہ حنفی میں اصل بنیادی قول اُن حضرات کے نزدیک خود امام کا ہوتا تھا، اور وہی درحقیقت فقہ حنفی کی اساس ہونے کا حق بھی رکھتا تھا"۔ [1]

دیکھیں قاسم نانوتوی صاحب نے صاحبِ ہدایہ، وصاحبِ درِّ مختار کے اقوال کی ذمہ داری سے لاتعلقی ظاہر کر دی، حالانکہ علّامہ حصکفی علیہ الرحمۃ وصاحبِ ہدایہ کا فقہی مقام علّامہ شامی علیہ الرحمۃ سے کہیں بُلند وبالا ہے، لیکن اس کے باوجود قاسم نانوتوی صاحب نے یہ کہہ دیا کہ دُوسروں کے اقوال کا مَیں جواب دہ نہ ہوں گا، پس قاسم نانوتوی کی صاحبِ ہدایہ وصاحب درّ کے اقوال سے روگردانی واختلاف اُن کے لئے اعتراض کا باعث نہیں تو سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا فقہی جزئیات کی تحقیق میں علّامہ شامی علیہ الرحمۃ سے اختلاف کیوں باعث طعن ہے؟۔

نمبر (2) نور الحسن راشد کاندھلوی دیوبندی لکھتا ہے کہ:

"حضرت مولانا گنگوہی تفقہ اور دقت نظر میں علامہ ابن عابدین شامی اور ان کے ہم عصر علماء سے بہت فائق اور ممتاز ہیں، نیز تفقہ اور فہم مسائل میں حضرت مولانا علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم کی صف کے دیدہ ور فقیہ اور اسی مقام ومرتبہ کے شخص ہیں تو حضرت مولانا کے لکھے ہوئے مسائل کی، شامی اور فقہائے متاخرین کی جزئیات اور اطلاعات سے مطابقت کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے؟

[1] الانور، ص263، ندوۃ المصنفین، دھلی۔

حضرت مولانا نے زبدۃ المناسک کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کے لئے رد المختار (شامی) مقدمہ اور خاتمہ فتح القدیر اور عالمگیری سے استفادہ کیا ہے، لیکن اس کے بعد جو ایک فقرہ تحریر فرمایا ہے، وہ نہایت اہم ہے، فرماتے ہیں: " اگر کہیں مخالف پائیں جلدی سے غلطی پر حمل نہ فرمائیں"۔ اس ایک مختصر سے فقرہ میں حضرت مولانا نے بہت کچھ کہہ دیا، یعنی اگر چہ تمام مراجع میرے سامنے ہیں اور میں نے ان سے اخذ واستفادہ کیا ہے مگر بعض موقعوں پر میری رائے ان سے مختلف ہے اور بلا تحقیق میری اس رائے یا اختلاف کو غلطی پر مبنی نہ سمجھیں۔ اس طرح کے فقرے حضرت کے اور بھی متعدد فتاویٰ میں موجود ہیں، ایک جگہ لکھا ہے: " اگر چہ فقہاء نے اس کا تذکرہ نہیں کیا مگر میں کہتا ہوں، ایک اور جگہ ہے: " اگر چہ فقہاء نے یہ بات کہی ہے مگر غلط ہے، امید ہے کہ صاحب نظر قارئین زیر نظر مجموعہ میں اس قسم کے اور بھی الفاظ وکلمات پڑھیں گے، یہ بات حضرت مولانا کے تمام فتاویٰ پر بھی صادق آتی ہے۔ حضرت مولانا کئی موقعوں پر فقہائے کرام اور معروف فقہی جزئیات سے اختلاف فرماتے ہیں مگر اس کا بہت واضح اظہار نہیں کرتے"۔ [1]

پس مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کو" الجد الممتار" آنکھیں کھول کر پڑھنے کا مشورہ دینے والے دیوبندی موصوف سے گذارش ہے کہ وہ بھی اپنی دونوں آنکھیں کھول کر اس حوالہ کو پڑھیں، اس میں گنگوہی صاحب کے لئے علاّمہ شامی علیہ الرحمۃ پر تفوق کے دعویٰ کے ساتھ دیگر ان کے ہم عصر علماء پر بھی فوقیت دی گئی ہے اور صاف اور واضح انداز میں لکھ دیا گیا کہ " حضرت مولانا کے لکھے ہوئے (ہوئے) مسائل کی شامی اور فقہاء متأخرین کی جزئیات اور اطلاعات سے مطابقت کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے"؟۔ اور نہ صرف اتنا بلکہ انہیں امام ابن ہمام اور ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہما کے ہم پلہ لکھا گیا، اور ساتھ ہی فقہاء کی تغلیط

---

[1] باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص 156۔157، دار الکتاب، ناشران وتاجران کتب، لاہور۔

کے جملے بھی لکھے گئے ہیں اب دیکھتے ہیں دیوبندی موصوف اپنے دیوبندیوں کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟۔

الحمدللہ! "جدالممتار" ہمارے پاس سات (7) جلدوں میں "دار الفقیہ للنشر والتوزیع" کا نسخہ موجود ہے اور ہم نے اللہ عزّوجل کے فضل وکرم سے آنکھیں کھول کر ہی پڑھا ہے، دیوبندی موصوف کی طرح آنکھیں بند کرکے پڑھنے کے عادی ہم نہیں۔ "جدالممتار" میں جہاں بھی سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے علّامہ شامی علیہ الرحمۃ سے اختلاف کیا ہے کسی ایک مقام پر بھی اُن کی توہین وتنقیص نہیں کی سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ حضرات احناف رحمہم اللہ کا بے حد ادب واحترام کرتے ہیں، آپ کے ادب واحترام کی جھلک آپ کے اس فقرے میں بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ جب آپ نے علّامہ شامی علیہ الرحمۃ سے اختلاف کیا تو اُسے اپنا "تطفل" قرار دیا، ملاحظہ کریں[1]

"ردالمحتار" کی عبارت پر بحث

دیوبندی موصوف معترض ہیں کہ:

"کاشف اقبال رضا خانی نے محض جھوٹ بولا ہے کہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کا شدید رد کیا ہے اور پھر احمد رضا خان کی کتابوں سے سیکھے ہوئے تحریف دھوکا وفراڈ کے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے شامی کے ترجمہ میں اپنی طرف سے "محمد بن عبد الوہاب نجدی" کا نام بھی ڈال دیا حالانکہ یہ نام وہاں دکھانے والے کو منہ مانگا انعام۔علامہ شامی کی عبارت کا جو ترجمہ کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے نقل کیا ہے وہ ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو شامی دیکھنے ہی کی توفیق نہیں ہوئی بس کسی رسالے میں غلط ترجمہ دیکھا اور بغیر تحقیق کتاب میں نقل کردیا ہم آپ کے سامنے

[1] فتاویٰ رضویہ، باب المیاہ، ج1 ص381، بار اوّل، وحاشیہ اجلی الاعلام، ص5۔

شامی کی اصل عبارت اوراس کا سلیس ترجمہ کرتے ہیں"۔ [۱]

الجواب: دیوبندی موصوف چونکہ جاہل ہیں اور اپنے ہی اکابرین کی کتب سے بے خبر اس لئے اس طرح کے بچگانہ اعتراض کر رہے ہیں، اگر وہ ایک نظر" مکتوباتِ شیخ الاسلام" کو دیکھ لیتے تو شاید ایسا اعتراض کرنے کی ہمت نہ ہوتی، چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ الحدیث حسین احمد ٹانڈوی صاحب اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

"اب بھی میرا وہی مسلک ہے جو اس کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے اور یہی مسلک میرے اسلاف کرام کا ہے محمد بن عبدالوہاب اور اس کی جماعت کو میں نے نہیں بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب" ردالمحتار (المختار) حاشیہ درالمختار" میں جو کہ فقہ حنفی میں نہایت مستند اور مفتی بہ کتاب ہے جلد ثالث ص 339 میں بھی لکھا ہے"۔ [۲]

پس دیوبندیوں کے شیخ الاسلام نے تسلیم کرلیا کہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کی عبارت محمد بن عبد الوہاب اور اُس کی جماعت کے متعلق ہے، جبکہ دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"علّامہ شامی علیہ الرحمۃ نے کہیں بھی اس فتوے میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کو برا نہیں کہا نہ ان کا رد کیا اور وہ بھی رد شدید"۔ [۳]

موصوف عبارتِ شامی کا ابن عبدالوہاب نجدی کی تردید میں واقع ہونے کا انکار کر رہے ہیں جبکہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام و شیخ الحدیث اُسے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اُس کی جماعت کے متعلق قرار دے رہے ہیں، اس کے علاوہ موصوف مولانا محمد کاشف اقبال مدنی کو اس بنا پر جھوٹا قرار دے رہے ہیں، حالانکہ یہی بات ٹانڈوی صاحب نے بھی بیان کی ہے، پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی موصوف کے بموجب ٹانڈوی صاحب جھوٹے

---

[۱] دفاع، ج1 ص 231، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] مکتوباتِ شیخ الاسلام، ج2 ص 344، مکتبہ دینیہ دیوبند، ضلع سہارنپور۔

[۳] دفاع، ج1 ص 231، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ثابت ہوئے، عربی زُبان کا ایک محاورہ ہے کہ:

"من حفر بئرا لاخیه فقد وقع فیه"۔
"یعنی جو شخص اپنے بھائی کے لئے کنواں کھودتا ہے وہ اُس میں خُود ہی کرتا ہے"۔

موصوف مولانا کاشف صاحب کو جھوٹا ثابت کرنا چاہ رہے تھے مگر موصوف کی یہ چال کامیاب ثابت نہ ہوئی اور موصوف کے بیان کردہ اُصول کے مطابق خُود دیوبندی مذہب کے شیخ الاسلام وشیخ الحدیث ٹانڈوی صاحب جھوٹے قرار پائے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ: "تحریف دھوکا وفراڈ کے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے شامی کے ترجمہ میں اپنی طرف سے "محمد بن عبدالوہاب نجدی" کا نام بھی ڈال دیا حالانکہ یہ نام وہاں دکھانے والے کو منہ مانگا انعام۔ [۱]

الجواب: "فتاویٰ شامی" کی عبارت میں تسامح یا سہواز کتابت واقع ہوا ہے جس کی وجہ سے ابنِ عبدالوہاب کے بجائے صرف عبدالوہاب مرقوم ہے اور یہ بات خُود موصوف کو بھی مسلّم ہے جیسا کہ وہ خُود لکھتے ہیں:

"یہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کا تسامح ہے عبدالوہاب علیہ الرحمۃ ان کے والد تھے ان کا نام "محمد" ہے"۔ [۲]

اسی بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے محمد بن عبد الوہاب نجدی لکھ دیا، اسی طرح دیوبندیوں کے مفتی عزیز الرحمان نے بھی لکھا ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"البتہ صاحب ردالمحتار شامی نے اتباع ابن عبدالوہاب نجدی کا تذکرہ باب البغاۃ میں کیا

---

[۱] دفاع، ج1 ص231، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] دفاع، ج1 ص231، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ہے"۔[1]

حالانکہ" فتاوی شامی" کی عبارت میں عبد الوہاب کے ساتھ" ابن" نہیں لکھا ہوا ،کیا دیوبندی موصوف اپنے مفتی اعظم کو بھی منہ مانگا انعام دینے کا چیلنج کریں گے؟اتنی سی بات تھی جسے موصوف نے افسانہ بنانے کی کوشش کی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" علامہ شامی کی عبارت کا جوترجمہ کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے نقل کیا ہے وہ ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو شامی دیکھنے ہی کی توفیق نہیں ہوئی بس کسی رسالے میں غلط ترجمہ دیکھا اور بغیر تحقیق کتاب میں نقل کر دیا"۔[2]

الجواب: مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا خلاصہ نقل کیا ہے جسے موصوف جہالت سے تعبیر کر رہے ہیں،" فتاویٰ شامی" کی عبارت ایسا ہی خلاصہ وہابیانہ ذہن رکھنے والے لوگوں نے بھی لکھا ہے،چنانچہ مسعود عالم ندوی صاحب" فتاویٰ شامی" کی عربی عبارت کے ساتھ اُردو میں لکھتے ہیں کہ:

" جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبد الوہاب کا حال ہوا لیکن ان کا اعتقاد تھا کہ صرف یہی مسلمان ہیں اور ان کے اعتقاد کے مخالف سب مشرک ہیں اور اسی بنیاد پر انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کا قتل روا رکھا"۔[3]

موصوف مسعود عالم ندوی کو بھی جاہل قرار دیں گے یا اُن کے لئے بھی یہ لب کشائی کریں گے کہ یہ ترجمہ اُن کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے؟ یاد رہے مسعود عالم ندوی کی اس کتاب کے متعلق منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

---

[1] فتاوی دار العلوم دیوبند،ج18ص295،مکتبۃ العلم،اردو بازار،لاہور،پاکستان۔

[2] دفاع،ج1ص231،مکتبہ ختم نبوت،قصہ خوانی بازار،پشاور،طبع اول۔

[3] محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح،ص150۔151،فیصل اکیڈمی،لائلپور۔

"اس کا مطالعہ کرنے والے ہر انصاف پسند کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ مصنف نے مؤرخانہ تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے"۔ [۱]

پس عبارت کے خلاصہ بیان کرنے کی وجہ سے مولانا کاشف اقبال صاحب پر اعتراض کرنا دُرست نہیں ورنہ اس اعتراض کی زد اُن وہابیوں پر بھی پڑے گی جن کی وجہ سے دیوبندیوں کا گورکھ دھندا چل رہا ہے۔

کردم اشارتے ولے مکرر نمی گویم

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

""علّامہ شامی علیہ الرحمۃ نے کہیں بھی اس فتوے میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کو برا نہیں کہا نہ ان کا رد کیا اور وہ بھی رد شدید۔ بلکہ ان کے اتباع یعنی پیروکاروں کی مذمت کی، اور فتاویٰ رشیدیہ میں بھی یہی کچھ لکھا گیا ہے"۔ [۲]

الجواب: موصوف کا یہ اعتراض بھی جہالت پر مبنی ہے اور اسی تلبیس کا تسلسل ہے جس کا وہ مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ ایک حوالہ تو ہم "مکتوباتِ شیخ الاسلام" سے نقل کر چکے ہیں جس میں اُنہوں نے "فتاویٰ شامی" کے حوالے کو ابن عبد الوہاب کے خلاف ہونے کو تسلیم کیا ہے مزید ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں، منظور احمد نعمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اسی طرح جماعت علمائے دیوبند کے اکابر میں شارح سنن ابی داؤد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے ۱۳۲۵ھ میں مدینہ منورہ کے ایک عالم کے سوال کے جواب میں (جنہوں نے شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کی جماعت کے بارے میں وہی باتیں لکھ کر جو اُن کے مخالفین کی طرف سے مشہور کی جاتی تھیں، استفسار کیا تھا، تو اُس کے جواب میں مولانا سہارنپوری نے) شیخ اور اُن کی جماعت کو اہل حق اور اہل سنّت سے خارج قرار دیا اور اس

---

[۱] شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علماء حق، ص 13، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[۲] دفاع، ج1 ص 231، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کے لئے" ردالمحتار" کے مصنف علامہ ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۳ھ) کی عبارت سے بھی استناد کیا جنہوں نے نجد کی اس وہابی جماعت کو خوارج کے قبیل سے لکھا ہے"۔ [۱]

اگر علّامہ شامی علیہ الرحمہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو خارجی اور اہلِ سنّت سے خارج قرار نہیں دیا تو علّامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت سے استناد کیسے کیا؟ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ عبارت ابن عبدالوہاب کے خلاف ہے۔ یہ دو حوالے تو دیوبندیوں کے گھر کے ہیں جن میں ان لوگوں نے تسلیم کیا ہے کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی مذمت موجود ہے۔ ہوسکتا ہے کہ موصوف ان اپنے گھر کے حوالوں کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیں کیوں کہ وہ ضد میں آ کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

"فتاویٰ شامی" کی عبارت اور موصوف کی خُوش فہمی

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"بریلویوں نے اس عبارت کو فتاویٰ رشیدیہ کے خلاف ہر جگہ بڑے زور وشور سے پیش کیا حتیٰ کہ ہمارے بعض علماء کو بھی اس سلسلے میں مغالطہ لگ گیا لیکن الحمدللہ راقم نے جب ان دونوں عبارتوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ محض اہلِ بدعت کا پروپیگنڈا ہے"۔ [۲]

الجواب: معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اپنی اس تحقیق پر بے حد خُوش وخرم ہیں اور خُوش فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اس عبارت کو اُن کے سوا کوئی سمجھ نہیں پایا۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے اپنے مولویوں کو بھی مغالطہ کا شکار قرار دے دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عبارت پر غور کرنے کے باوجود موصوف اس عبارت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے، اس لئے کہ جب آدمی قلبی بصیرت سے محروم ہو جاتا ہے تو اُس کی عقل پر تالے پڑ جاتے ہیں، اور یہی کچھ دیوبندی موصوف کے ساتھ ہوا ہے، الغرض علّامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت میں "الذی خرجوا من

[۱] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علماءِ حق، ص 21، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 232، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

نجد " قابلِ غور ہے اور اس فقرے میں آپ نے ابن عبد الوہاب کی مذمت فرمائی ہے کیونکہ نجد سے نکلنے والے نجدیوں کا پہلا گروہ ابنِ عبد الوہاب نجدی کی معیت میں نکلا تھا ،جیسا کہ احمد رضا بجنوری دیو بندی نے لکھا ہے کہ:

"ایک سو سال قبل خود شیخ محمد بن عبد الوہاب کی سرکردگی میں حرمین شریفین کے مآثر و مشاہد کو مٹایا گیا تھا اور کافی قتل وخونریزی بھی ہوئی تھی" ۔[۱]

علّامہ شامی علیہ الرحمۃ نے کمال دانشمندی سے الفاظ کے اختصار کے ساتھ اس پہلے گروہ سے لے کر اس گروہ تک جنہوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کیا اور پھر اُن لوگوں کو جنہوں نے مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگا کر مسلمانوں کا قتل عام کیا خارجی قرار دیا۔

"الذی خرجوا من نجد " کے الفاظ سے ابنِ عبد الوہاب نجدی کیسے خارج ہوسکتا ہے جبکہ یہ اس گروہ کے سرغنہ کی حیثیت رکھتا تھا اور تابع ومتبوع دونوں کے عقائد وحرکات بھی ایک جیسے ہیں ،لہٰذا موصوف کا یہ کہنا کہ" علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی اس فتوے میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کو برا نہیں کہا" دُرُست نہیں اور موصوف کی نری جہالت ہے اور جن سُنّی علماء نے اس عبارت کو" فتاویٰ رشیدیہ" کے خلاف زور وشور سے پیش کیا اُن کی بات بالکل درست ہے۔

اعتراض: علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی عبارت فتاویٰ رشیدیہ یا ہمارے موقف کے خلاف نہیں بلکہ یہ عبارت تو اس کے حق میں ہے۔۔۔۔شامی کی عبارت تو فتاویٰ رشیدیہ کے لیے ماخذ کا درجہ رکھتی ہے" ۔[۲]

الجواب: اگر دیو بندی موصوف علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کو اپنے خلاف نہیں سمجھتے بلکہ اپنے حق میں سمجھتے ہیں تو ہماری انہیں دعوت ہے کہ وہ اس عبارت کو قبول کرلیں ،لیکن

---

[۱] ملفوظات محدث کشمیری،ص 170 ،ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] دفاع، ج1ص 232 ،مکتبہ ختم نبوت ،قصہ خوانی بازار، پشاور،طبع اول۔

مکمل عبارت کو، موصوف نے بھی آدھی عبارت ہی نقل کی ہے شاید اس لئے کہ عبارت کے اگلے الفاظ سُوئی کی طرح ان کو چبھ رہے تھے اس لئے موصوف نے وہ نقل نہیں کئے، علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کی عبارت کے اگلے الفاظ کچھ یُوں ہیں کہ:

"حَتّٰی کَسَرَ اللہُ تَعَالٰی شَوْ کَتَھُمْ وَخَرَّبَ بِلَادَھُمْ وَظَفِرَ بِھِمْ عَسَا کِرُ الْمُسْلِمِینَ"۔ [1]

یعنی حتیٰ کہ اللہ تعالٰی نے ان کی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر ویران فرمادیئے اور مسلمانوں کے لشکروں کو اُن پر کامیابی عطا فرمائی۔

دیکھئے علّامہ شامی علیہ الرحمۃ تو وہابیوں کی بربادی پر خُوش ہیں اور لوگوں کو اپنے زمانہ میں ان کی رُسوائی کی نوید مسرت سنا رہے ہیں۔ اگر موصوف اس عبارت کو اپنے خلاف نہیں سمجھتے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔

نمبر (2) موصوف کہتے ہیں کہ یہ عبارت تو" فتاویٰ رشیدیہ" کے لئے ماخذ کا درجہ رکھتی ہے مگر موصوف کے ہندوستانی شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اسی طرف کے رہنے والے اور اسی زمانہ کے ہیں، ۱۲۳۳ھ میں جب کہ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت نے حجاز پر قبضہ اور تسلط کیا ہے وہ حج کے لئے مکہ معظّمہ گئے ہیں، جیسا کہ اُنہوں نے جلد اول ص ٤٦٧ میں تصریح کی ہے۔ پس وہ جس قدر محمد بن عبدالوہاب اور اس کی جماعت سے واقف ہیں دور دور کے رہنے والے اور زمانہ ما بعد میں ہونے والے اتنے واقف نہیں ہو سکتے، حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز بہت بعد کے لوگوں میں ہندوستان کے باشندہ ہیں، ان کو اس قدر اس جماعت کے

---

[1] حاشیہ ابن عابدین علی الدر المختار، کتاب الجهاد، باب البغاة، ج4ص 262۔

احوال معلوم نہیں ہیں، چنانچہ" فتاویٰ رشیدیہ" ص ٤٦ میں اس کی تصریح فتویٰ میں موجود ہے اور ص ٨ میں جو عبارت اس کی تحسین میں لکھی گئی ہے وہ محض سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے، حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز اس کتاب شامی پر بہت زیادہ اعتماد فرماتے تھے عموماً ان کے فتاویٰ اسی کتاب سے ماخوذ ہیں"۔ [1]

اگر علاّمہ شامی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت" فتاویٰ رشیدیہ" کے لئے ماخذ کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ دیوبندی موصوف کا خیال ہے تو حسین احمد ٹانڈوی صاحب" فتاویٰ رشیدیہ" کے اس فتوے کے متعلق یہ کیوں فرما رہے ہیں کہ جو عبارت اس (ابن عبد الوہاب نجدی) کی تحسین میں لکھی گئی ہے وہ محض سُنی سنائی باتوں پر مبنی ہے؟ اور یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ جس قدر علاّمہ شامی علیہ الرحمۃ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اُن کی جماعت سے واقف تھے اس قدر گنگوہی صاحب نہیں، کیوں کہ وہ بہت بعد کے لوگوں میں شامل ہیں اور ہندوستان کے باشندے ہیں، گویا ٹانڈوی صاحب کے نزدیک بھی" فتاویٰ رشیدیہ" اور" فتاویٰ شامی" کی عبارات میں جوڑ نظر نہیں آتا، وہ دونوں عبارات کو ایک دوسرے کے مخالف قرار دے رہے ہیں اور گنگوہی نے ابن عبد الوہاب نجدی کی تعریف کی ہے، اُسے سُنی سنائی باتوں پر محمول قرار دے رہے ہیں۔ چونکہ ٹانڈوی صاحب ابن عبد الوہاب نجدی کے مخالف تھے اس لئے وہ" فتاویٰ رشیدیہ" کی اس عبارت کو اپنے نظریہ کے خلاف سمجھتے ہوئے مذکورہ بالا طریقے سے رد کر رہے ہیں اور آخر میں یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ گنگوہی صاحب" فتاویٰ شامی" پر بہت زیادہ اعتماد فرماتے تھے، عموماً ان کے فتاویٰ اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

مگر افسوس کہ گنگوہی صاحب جو کہ" فتاویٰ شامی" پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے (جیسا کہ ٹانڈوی صاحب کا خیال ہے) ابن عبد الوہاب نجدی کی محبت میں اُنہوں نے اس اعتماد کو

---

[1] مکتوبات شیخ الاسلام، ج2 ص 344، مکتبہ دینیہ دیوبند، ضلع سہارنپور۔

قائم نہیں رکھا اور محض سُنی سنائی باتوں کی بنا پر "فتاویٰ شامی" کے خلاف راہ اختیار کر لی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"شامی میں محمد بن عبد الوہاب کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ان کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں"۔ [۱]

الجوب: ہم سابقہ بحث میں ثابت کر چکے ہیں کہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ نے ابن عبد الوہاب نجدی کی مذمت فرمائی ہے، اس سلسلے میں ایک اور حوالہ بھی مُلاحظہ فرمائیں، دیوبندیوں کے آنجہانی مُلّاں مانچسٹروی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ردالمحتار، باب البغاۃ میں شیخ محمد بن عبد الوہاب کی طرف جو عقیدے منسوب کئے گئے ہیں۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے صاحبزادے کی کتابوں میں ان کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا ہے ان کے خلاف پراپیگنڈا بہت سخت تھا یہاں تک کہ علامہ شامی جیسے بزرگوں نے بھی ان خبروں پر اعتماد کر لیا"۔ [۲]

اگر "فتاویٰ شامی" میں ابن عبد الوہاب کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں تو ان کے آنجہانی مُلّاں مانچسٹروی صاحب یہ کیوں لکھ رہے ہیں کہ "ردالمحتار، باب البغاۃ میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی طرف جو عقیدے منسوب کئے گئے ہیں"۔ معلوم ہوا کہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ نے ابن عبد الوہاب نجدی کا پُرزور رد کیا ہے اور یہ دیوبندیوں کے گھر کا تیسرا حوالہ ہے ایک منظور نعمانی صاحب کا دوسرا ٹانڈوی صاحب کا اور تیسرا مُلّاں مانچسٹروی صاحب کا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"فتاویٰ شامی میں محمد بن عبد الوہاب کی نہیں بلکہ ان کے (بعض) پیروکاروں کی مذمت کی گئی کہ وہ حد سے بڑھ گئے اور فتاویٰ رشیدیہ میں بھی یہی کہا گیا کہ ان کے پیروکار جو حد سے

---

[۱] دفاع، ج1ص232، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] مطالعہ بریلویت، ج1ص187، حافظی بک ڈپو، دیوبند، یوپی۔

بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف جھوٹ پہ جھوٹ بولے جا رہے ہیں،" فتاویٰ شامی" میں ابن عبدالوہاب نجدی کی مذمت نہیں، ہم" فتاویٰ شامی" کی عبارت کے ساتھ دیوبندی مذہب کے تین مولویوں کے حوالے بھی پیش کر چکے ہیں جن میں اُنہوں نے ابن عبدالوہاب نجدی کی مذمت کو تسلیم کیا ہے مگر دیوبندی موصوف جھوٹ پہ جھوٹ بولے جا رہے ہیں اور وہ بھی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ۔

" فتاویٰ شامی" میں وہابیوں کے بارے میں تصریح ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہیں وہ مشرک ہیں، اس لئے اُنہوں نے اہلِ سنّت اور اُن کے علماء کے قتل کو مباح سمجھا۔ ایسے لوگوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے دیوبندی موصوف نے" بعض" کی پیوندکاری کی، حالانکہ" فتاویٰ شامی" میں بعض موجود نہیں چونکہ موصوف وہابیانہ حرکات وعقائد پر پردہ ڈالنا چاہتے تھے اور گنگوہی صاحب کے فتویٰ کو درست ثابت کرنا چاہتے تھے اس لئے" بعض" کی پیوندکاری کی تاکہ لوگ دھوکہ میں مبتلا ہو جائیں کہ علّامہ شامی علیہ الرحمہ کا حکم تمام وہابیوں کے لئے نہیں، بلکہ بعض وہابیوں کے لئے ہے، باقی دیگر وہابی عمدہ عقائد کے حامل ہیں، لہٰذا گنگوہی کا نظریہ وہابیوں کے بارے میں درست ہے، حالانکہ ہم ٹانڈوی صاحب کا حوالہ پیش کر چکے ہیں کہ گنگوہی کا فتویٰ سُنی سنائی باتوں پر مبنی ہے، یعنی حقیقتِ واقعہ نہیں، جس کا مطلب ہے کہ انہوں نے سُنی سنائی باتوں پر یقین کرتے ہوئے علّامہ شامی علیہ الرحمہ کے فتوے کو پس پشت ڈالتے ہوئے اُن کے خلاف غلط فتویٰ صادر کیا، حالانکہ علّامہ شامی علیہ الرحمہ وہابیوں کے حالات سے بخوبی واقف تھے، جیسا کہ ٹانڈوی صاحب نے کہا ہے۔

[1] دفاع، ج1 ص232، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

اعتراض: " علّامہ شامی نے وہابی نجدیوں کی نشانی یہ بتائی کہ وہ اپنے سوا سب کو مشرک کہتے ہیں اور مولوی غلام مہر علی بریلوی کے بقول وہابیت خارجیت ہی کی شاخ ہے (ملخصاً: دیوبندی مذہب: ص ۱۳۲) اب ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے سوا سب کو کافر سمجھنے کا یہی خارجیوں والا عقیدہ بریلویوں کا بھی ہے چنانچہ نعیم الدین مراد آبادی سے سوال ہوا: " مخالفین اور وہابیہ دیوبندیہ نے جو یہ شورش اٹھائی ہے کہ اعلیٰ حضرت حکیم الامت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی ۔۔۔ کثرت سے علمائے امت کو کافر کہتے ہیں اس لیے اعلیٰ حضرت کو مکفر المسلمین کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو آیا یہ کہنا ان کا حق ہے یا باطل ہدایت ہے یا ضلالت؟ " اس کا جواب دیتے ہیں: " رہی یہ بات کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے " ۔ (التحقیقات: ص ۵، طبع جدید: ص ۱۳۸) " ۔ [۱]

الجواب: نمبر (1): علّامہ شامی علیہ الرحمۃ نے جو نشانی بیان کی ہے یعنی اپنے سوا سب کو مشرک قرار دینا سو دیوبندیوں کی مسلّمہ کتب میں سے یہ نشانی دریافت کرتے ہیں اس کے بعد موصوف کے حوالوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

مولوی اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

" اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کا کرتے ہو سو یہ دونوں راہیں کیوں ملائے دیتے ہو؟ اس کو جواب دیتے ہیں کہ: " ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء اور اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں " ۔ [۲]

اس حوالے میں اہلِ ایمان کو مشرک قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار حوالے

---

[۱] دفاع، ج 1 ص 232۔233، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] تقویۃ الایمان، ص 8، فخر العبید اعظمی، مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار مئوناتھ بھنجن، یوپی۔

"تفویۃ الایمان" میں موجود ہیں جن کا لکھنا طوالت سے خالی نہیں، اور پھر "تفویۃ الایمان" میں اتنی مرتبہ شرک اور مشرک کے فتوے لگائے گئے ہیں کہ جن کی وجہ سے اکثریت اُمت مسلمہ شرک کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے، لہٰذا علاّمہ شامی علیہ الرحمۃ نے نجد کے وہابیوں کی جو نشانی بیان کی وہ نشانی برصغیر پاک وہند کے وہابیوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ پس جس طرح علاّمہ شامی علیہ الرحمۃ کے فتوے کے مطابق نجد کے وہابی خارجی ثابت ہوتے ہیں اسی طرح برصغیر پاک وہند کے وہابی دیوبندی بھی خارجی قرار پاتے ہیں، اور خارجیوں کے سرغنہ محمد بن عبد الوہاب کے مداح و معترف بھی پاک وہند کے دیوبندی وہابی ہیں۔ ہمارے علماء نے تو ابن عبد الوہاب نجدی کے مذموم عقائد کی تردید اور مذمت کی تھی، اُس کے عقائد ونظریات کے ساتھ دیوبندیوں کا اتحاد و اتفاق ہے، مزید جلد ثانی میں اس کی تفصیلی بحث گذر چکی ہے۔

نمبر (2) دیوبندی موصوف نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ الرحمۃ کی کتاب کا مکمل حوالہ نقل نہیں کیا، اگر موصوف مکمل حوالہ نقل کرتا تو اس کا دجل وفریب کھل کر لوگوں کے سامنے آ جاتا۔ یہاں پر ہم مکمل حوالہ نقل کرتے ہیں، حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

"وہابیہ کا اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذبِ محض اور افتراء خالص ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان مفسدین کو کافر فرمایا جو ضروریاتِ دین کے منکر ہوئے، ایسوں کو قرآن وحدیث اور تمام اُمت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہ دیا بلکہ نصوص نقل فرمائے جن کا آج تک کسی وہابی نے کوئی معقول جواب نہ دیا اور نہ کبھی وہ جواب دے سکتے ہیں۔ ان اُمور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کافر ہونا خُود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب "بسط البنان" میں لکھتے ہیں کہ:

"جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از

اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی، اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ دو عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی"۔ [1] اور رہی یہ بات کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اُس کو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمانیات اور ضروریاتِ دین سے جو اس کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے جو توحید مانے رسالت میں ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر توحید ورسالت دونوں کو مانے قرآن کا منکر ہو تو کافر ہے غرض کسی ایک امر ضروری سے اگر انکار کرے تو کافر ہے"۔ [2]

دیکھیں اس حوالہ میں صاف تصریح ہے کہ ایمانیات اور ضروریاتِ دین میں جو سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ہم عقیدہ نہیں وہ کافر ہے اور یہ صرف سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا عقیدہ نہیں بلکہ تمام مسلمانانِ عالم کا عقیدہ ہے۔

یہ الزام ہے کہ ہم اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں مانتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ جو ضروریاتِ دین میں ہمارا ہم عقیدہ ہے وہ مسلمان ہے چاہے دُنیا کے کسی خطے میں رہتا ہو اور یہی بات "التحقیقات" اسی صفحہ پر بھی موجود ہے کہ:

"مسلمان وہی ہے جو تمام ضروریاتِ دین میں ہمارا ہم عقیدہ ہو"۔ [3]

پھر اسی طرح کی بات خُود دیوبندیوں کے شیخ الحدیث اور چلتے پھرتے کتب خانہ یعنی انور شاہ کشمیری صاحب نے بھی کہی جس کو اُن کے صاحبزادے محمد انظر شاہ مسعودی صاحب

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 10، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

[2] التحقیقات لدفع تلبیسات، ص 137، عربی، اردو، تنظیم افکار صدر الافاضل ممبئ، وص 4۔5 انجمن فروغ ملت ضلع مراد آباد، یوپی۔

[3] التحقیقات لدفع تلبیسات، ص 137، عربی، اردو، تنظیم افکار صدر الافاضل ممبئ، وص 5 انجمن فروغ ملت ضلع مراد آباد، یوپی۔

"نقش دوام، حیاتِ محدثِ کشمیری" میں لکھتے ہیں کہ:

"ضروریاتِ دین وہ ہیں جن کو خاص وعام سب پہچانیں کہ ان چیزوں کا تعلق دین سے ہے جیسے توحید ورسالت، نماز وروزہ، زکوۃ، حج وغیرہ۔ پس اگر ان ضروریاتِ دین میں سے کوئی کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو محض اس بنا پر کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا عادی ہے اس کی تکفیر میں تذبذب برتا جائے یہ دین سے کھلی لاعلمی کی علامت ہے۔ کبھی یہ شبہ بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ نماز روزہ، وحج زکوۃ اور تمام اسلامی ارکان کے پابند ہونے کے ساتھ اسلامی تبلیغ میں بھی حصہ لیتے رہتے ہیں۔ پھر ان کو کافر کہنے کے لئے معقول بنیاد کیا ہوسکتی ہے، اس الجھن کا جواب دیتے ہوئے عدالت کو بتایا کہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ:

" خوارج اپنی نیک پسندی اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے باوجود دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسا کہ تیر کمان سے نکل جاتا ہے"۔

اور ان کی نیک روی یا اعمالِ اسلامی میں انہماک کفر کے اس داغ سے ان کو محفوظ نہیں رکھ سکے گا جو کفریہ قول وعمل سے ان کے دامن ایمان پر لگ چکا۔ مرحوم نے اپنے اس عالمانہ بیان میں جہاں اور بہت سے حقائق واشگاف کئے اور قادیانیوں کی تکفیر میں عامیانہ سطح پر جو واھی شبہات درپیش تھے ان کے جوابات دیتے ہوئے اس شبہ کو بھی اٹھایا کہ اگر کلمہ کفر کسی تاویل کے ساتھ کہا جائے تو قاتل (قائل) پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

غلام احمد قادیانی ممکن ہے کہ ان کلماتِ کفریہ کو کسی تاویل سے پیش کر رہا ہو، لہٰذا اصولی طور پر وہ کفر سے محفوظ رہے گا، علامہ نے اس پر بھی توجہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

" جو لوگ ضروریاتِ دین کے منکر ہوتے ہیں وہ عموماً اپنے کفر کو چھپانے کے لئے تاویلیں کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم اہلِ قبلہ ہیں اور اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں، اور کبھی کہتے ہیں کہ ہم اکان (ارکانِ) اسلام ادا کرتے ہیں، اور تبلیغ اسلام میں سرگرم حصہ لیتے ہیں اس لئے ہمیں خارج از اسلام کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ فقہاء نے وضاحت کی

ہے کہ اگر کسی کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی تو مفتی کو چاہئے کہ اسی ایک وجہ کو اختیار کر کے اسے مسلمان کہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ فقہاء قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص کلمہ کفر تاویل سے کہے تو قائل کے کفر کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا"۔

ان رکیک تاویلات کو ذکر کرنے کے بعد جن سے بالعموم قادیانی کام لیتے رہے، علامہ نے ہر شبہ کا شافی جواب عنایت فرمایا"۔ [۱]

اس حوالے میں خُود دیوبندیوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ضروریاتِ دین کا انکار کرنے کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا اگرچہ وہ بظاہر نماز، روزہ، حج زکاۃ وغیرہ سے بھی وابستہ ہو۔ پس جس عبارت کی وجہ سے دیوبندی موصوف خوارج کی نشانی اہلِ سنّت پر فٹ کر رہے تھے اسی طرح کی عبارت تو دیوبندی کتاب میں بھی موجود ہے۔ پس موصوف اپنے اُصول کے مطابق خُود خارجی قرار پائے۔

اھل ایمان کی پھچان

اعتراض: دیوبندی موصوف معترض ہیں کہ:" وجاہت رسول قادری لکھتا ہے:" ان سے محبت اہل ایمان کی پہچان اور ان سے عداوت گستاخان خدا اور رسول اور اہل بدعت کی نشانی ٹھہری"۔ (معارف رضا: ص ۹، ۵، ۲۰۰۰ء) بدرالدین احمد قادری بریلوی لکھتا ہے:

" علمائے حق کے نزدیک آپ سے محبت رکھنا سنیت کی علامت ہے اور آپ سے جلنا اور بغض رکھنا بددین ہونے کی پہچان ہے"۔ (سوانح امام احمد رضا: ص ۱۲٦)"۔ [۲]

الجواب: یہ بھی موصوف کی جہالت اور حماقت ہے کہ وہ مذکُورہ بالا عبارتوں کو نظریاتِ وہابیہ پر قیاس کر رہا ہے، حالانکہ ان عبارتوں میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جس کی وجہ سے موصوف کا قیاس دُرست ہو۔ ایسے بے شُمار اقوال کتبِ تاریخ و رجال میں علمائے اُمت

---

[۱] نقش دوام (حیات محدث کشمیری)، ص 209۔210، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان، پاکستان۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 233، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

وصلحائے ملت کے لئے بکثرت موجود ہیں، پھر اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے، یقیناً اہلِ دین ومتدین حضرات کی محبت ایمان کی نشانی ہوتی ہے اور اُن سے بغض وعناد (اُن کے دیندار ومتبع سنّت ہونے کی وجہ سے) بد دین ہونے کی پہچان ہے، حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گروہ انصار کے لئے اِرشاد فرمایا:

"آيَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأَنْصَارِ"۔ [1]

یعنی انصار سے محبت ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے بغض نفاق کی علامت ہے"۔

نمبر (2):"الأَنْصَارُ لاَ يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلاَ يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ"۔ [2]

یعنی انصار سے محبت نہیں رکھتا مگر مومن، اور ان سے بغض نہیں رکھتا مگر منافق، پس جو انصار سے محبت کرے گا اللہ تعالی بھی اس سے محبت فرمائے گا۔اور جو انصار سے بغض رکھے گا حق تعالی بھی اسے مبغوض رکھے گا"۔

ان دونوں احادیثِ مبارکہ میں انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت کو ایمان کا جز قرار دیا

---

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، بَاب: عَلاَمَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ، ج1ص12(17)، و بَاب حُبِّ الأَنْصَارِ، ج5ص32(3784) ومسلم في الصحيح، بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ حُبَّ الْأَنْصَارِ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ مِنَ الْإِيمَانِ وَعَلَامَاتِهِ، وَبُغْضِهِمْ مِنْ عَلَامَاتِ النِّفَاقِ(128)، والنسائي في السنن، عَلاَمَةُ الإِيمَانِ، (5019)، وأحمد في مسنده (12316)، و (12369)، و(13607)، والطيالسي في مسنده، ج3ص572(2215)، أبو يعلى في مسنده، ج7ص285(4308)، والآخرون۔

[2] أخرجه البخاري في الصحيح، بَاب حُبِّ الأَنْصَارِ، ج5ص32(3783)، ومسلم في الصحيح(129)، و الترمذي في السنن، بَاب فِي فَضْلِ الأَنْصَارِ وَقُرَيْشٍ، (3900)، والآخرون۔وقال الترمذي: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ۔

گیا ہے اور ان سے محبت نہ کرنے والے کو منافق۔

امامِ اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے اہلِ سنّت و جماعت کے مذہب کے بارے میں پُوچھا گیا تو آپ نے اِرشاد فرمایا:

"أَنْ تُفَضِّلَ الشَّيْخَيْنِ وَتُحِبَّ الْخَتَنَيْنِ"۔ [1]

"مطلب شیخین کی افضلیت کو تسلیم کرنا، اور حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا"۔

امام محمد بن ادریس شافعی علیہ الرحمۃ کا قول جس کو "طبقاتِ حنابلہ" میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"وَقَالَ الرّبيع بن سُلَيْمَان قَالَ الشَّافِعِي من أبْغض أَحْمد فَهُوَ كَافِر۔ فَقلت تطلق عَلَيْهِ اسْم الْكفْر فَقَالَ نعم من أبْغض أَحْمد بن حَنْبَل فقد عاند السّنة وَمن عاند السّنة قصد الصَّحَابَة وَمن قصد الصَّحَابَة أبْغض النبي وَمن أبْغض النَّبِي كفر بِاللهِ الْعَظِيم"۔ [2]

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا جو امام احمد بن حنبل سے بغض رکھے پس وہ کافر ہے۔

میں نے کہا: آپ اس کے اُوپر کفر کا اطلاق کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! جس نے امام احمد بن حنبل سے بغض رکھا پس بے شک اُس نے سنّت سے دُشمنی اختیار کی اور جس نے سنّت سے دُشمنی اختیار کی اس نے صحابہ کو ٹارگٹ بنایا، اور جو صحابہ کو ٹارگٹ کرنے کی کوشش کرے اس نے گویا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض کا اظہار کیا اور جو آپ علیہ السلام سے بغض رکھے اس نے اللہ عزوجل کے ساتھ کفر کیا"۔

امام خطیب بغدادی، امام سفیان بن وکیع (رحمۃ اللہ علیہما) سے روایت کرتے ہیں کہ:

---

[1] البحر الرائق، ج1 ص174، وبدائع الصنائع، ج1 ص7، وتحفۃ الفقھاء، ج3 ص328،

[2] طبقات الحنابلۃ، ج1 ص13، و15، والمقصد الارشد، ج1 ص69۔

"يقول: أَحْمَد عندنا محنة. من عاب أَحْمَد فهو عندنا فاسق". [1]

یعنی وہ فرماتے تھے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ہمارے نزدیک کسوٹی ہیں پس جو شخص امام احمد بن حنبل کی عیب جوئی کرتا ہے وہ ہمارے نزدیک فاسق ہے"۔

امام ابُوالحسین ابن ابی یعلی، امام قتیبہ بن سعید (رحمۃ اللہ علیہما) سے بیان کرتے ہیں کہ:

"أحمد بن حنبل إمامنا من لم يرض به فهو مبتدع". [2]

"یعنی امام احمد بن حنبل ہمارے امام ہیں جو کوئی ان سے خُوش نہیں پس وہ بدعتی ہے"۔

امام ابن جوزی، امام قتیبہ بن سعید (رحمۃ اللہ علیہما) سے روایت کرتے ہیں کہ:

"يقول: إذا رأيتَ الرجلَ يُحب أَحمد بن حَنبل. فاعلم أنه صاحبُ سُنَّة". [3]

"وہ فرماتے تھے جب تم کسی شخص کو دیکھو جو امام احمد بن حنبل سے محبت رکھتا ہے تو جان لو کہ وہ صاحب سنّت ہے"۔

ایک دُوسری روایت ہے کہ:

"إذا رأيتَ الرجل يحب أحمد بن حنبل. فاعلم أنه صاحب سُنة وجماعة" [4]

مزید ایک روایت میں فرمایا ہے کہ:

اور جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو امام احمد بن حنبل سے محبت کرتا ہے تو جان لو وہ صاحب سنّت وجماعت ہے"۔

---

[1] تاریخ بغداد، ج5ص 186، وتاریخ دمشق، ج5ص 322، وطبقات الشافعیۃ الکبری، ج2ص 33، ومناقب الامام احمد، ص 658۔

[2] طبقات الحنابلۃ، ج1ص 15۔

[3] مناقب الامام احمد، ص 103۔

[4] مناقب الامام احمد، ص 103۔

"إذا رأيتَ الرجل يحب أحمدَ بن حنبل، فاعلم أنه على الطريق"۔ [1]
" جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو محبِ احمد بن حنبل ہے تو جان لو کہ وہ سیدھے راستے پر ہے"۔
امام خطیب بغدادی، امام احمد بن ابراہیم دورقی (رحمۃ اللہ علیہما) سے روایت کرتے ہیں کہ:

"من سمعتموه يذكر أحمَدَ بْن حَنْبَل بسوء فاتهموه عَلَى الإِسلام"۔ [2]
"یعنی کسی شخص کو تم امام احمد بن حنبل کی بُرائی کرتے سنو تو اسے اسلام میں متہم سمجھو"۔
امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

"وكان شعار أهل السنة ان حب الامام أحمد علامة السنة و بغضه علامة البدعة"۔ [3]
یعنی اہلِ سنت کا شعار یہ ہے کہ وہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی محبت کو سنی ہونے کی علامت سمجھتے ہیں اور اُن کے بغض کو بدعتی کی نشانی سمجھتے ہیں۔
احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر علماء وصلحاء سابقین رحمۃ اللہ علیہم سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض ونفاق رکھنا بے دین ہونے کی علامت ہے۔
سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ عالم اسلام کے جلیل القدر عالم تھے آپ نے پُوری زندگی دینِ متین کی خدمت کی، لہٰذا آپ کی محبت یقیناً اہل ایمان ہونے کی علامت ونشانی ہے۔
اعتراض: دیوبندی موصوف معترض ہیں کہ:
اعلیٰ حضرت۔۔کی کسی بھی تحریر پر تنقید یا تنقید کرنے والے کی صحبت اختیار کی بلکہ اس سے

[1] مناقب الامام احمد، ص 103۔

[2] تاریخ بغداد، ج 5ص 186، وتاریخ دمشق، ج 5ص 321، ومناقب الامام احمد، ص 657، وطبقات الحنابلة، ج1ص 18۔

[3] حاشیة الثبان علی شرح الامام شمس الدین محمد الحنفی للرسالة العضدیة، ص 151

محبت بھی کی تو خبردار کہیں ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں"۔(تمہید ایمان مع حسام الحرمین)
حیرت ہے کہ احمد رضا خان خود ساری ملت سے اختلاف کرے اس کے ایمان پر کوئی فرق نہیں پڑتا یہ اس کے مجتہد ہونے کی دلیل بن جائے شجاعت قادری صاحب لکھتے ہیں:
"مولانا۔۔۔کا بہت اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ متقدمین ومتاخرین فقہاء واصولیین پر نہایت فراخدلی سے تنقید فرماتے ہیں"۔(مقدمہ فتاویٰ رضویہ قدیم: ج ۵ ص ۲۴)"۔[1]

الجواب: نمبر (1) وہ علماء، صلحاء جو اہلِ سنّت کی پہچان ہیں ان کو ہر دَور میں حق وباطل کے درمیان کسوٹی تسلیم کیا گیا ہے، اُن کے خلاف ہرزہ سرائی وبدگوئی کو اہلِ سنّت پر طعن سمجھتے ہوئے بددینی پر محمول کیا گیا ہے، جیسا کہ امام ابوزرعہ علیہ الرحمۃ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ:

"إذا رأيت الكوفي يطعن عَلَى سفيان الثوري وزائدة: فلا تشك أنه رافضي، وإذا رأيت الشامي يطعن عَلَى مكحول والأوزاعي فلا تشك أنه ناصبي، وإذا رأيت الخراساني يطعن عَلَى عبد الله بْن المبارك فلا تشك أنه مرجئ ".[2]

"یعنی جب تم کسی کوفی کو دیکھو کہ وہ امام سفیان ثوری اور امام زائدہ پر طعن کر رہا ہے تو اُس کے رافضی ہونے میں شک نہ کرو، اور جب تم دیکھو کوئی شامی امام مکحول اور اوزاعی پر طعن کر رہا ہے تو اُس کے ناصبی ہونے میں شک نہ کرو، اور جب تم کسی خراسانی کو دیکھو کہ وہ عبد اللہ بن مبارک پر طعن کر رہا ہے تو اُس کے مرجئ ہونے میں شک نہ کرو"۔

امام ابُو طاہر السّلفی نے انتخاب "الطیوریات" میں مندرجہ ذیل الفاظ سے روایت کیا ہے:

" إِذَا رَأَيتَ الْكُوفِيَّ يَطْعَنُ عَلَى سُفيانَ الثَّوْرِيِّ وَزَائِدَة. فَلاَ تَشُكَّ أَنَّهُ رَافِضِيٌّ،

[1] دفاع، ج1 ص233، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] طبقات الحنابلة ، اختصار :محمد بن عبد القادر النابلسي من أصحاب ابن قيم ، ص 144، من مطبوعات: عبد العزيز بن عبد الرحمن آل سعود۔

وإذا رأيتَ الشَّامِيَّ يَطعَنُ عَلَى مَكْحُولٍ وَالأَوْزَاعِيّ. فَلا تَشُكَّ أَنَّهُ نَاصِبِيٌّ، وإذا رأَيتَ البَصْرِيَّ يَطعَنُ على أَيُّوبِ السِّخْتِيَانِيِّ وابنِ عَوْنٍ. فَلاَ تَشُكَّ أَنَّهُ قَدَرِيٌّ، وإِذَا رَأَيتَ الخُرَاسَانِيَّ يَطعَنُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بنِ المبارك. فَلاَ تَشُكَّ أَنَّهُ مُرْجِئِي، وَاعْلَمْ أَنَّ هَذِهِ الطَّوَائِفَ كُلَّهَا مُجْمِعَةٌ عَلَى بُغْضِ أَحْمد بن حنبل، لأَنَّ مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلاَّ وَفِي قَلْبِهِ سَهْمٌ، لاَ بُرْءَ لَهُ مِنْهُ"۔ [1]

"یعنی جب تم کسی کوفی کو دیکھو کہ وہ امام سفیان ثوری علیہ الرحمۃ اور امام زائدہ علیہ الرحمۃ پر طعن کر رہا ہے تو اُس کے رافضی ہونے میں شک نہ کرو، اور جب تم دیکھو کہ کوئی بصری ایوب سختیانی علیہ الرحمۃ اور ابنِ عون علیہ الرحمۃ پر طعن کر رہا ہے تو اُس کے قدری ہونے میں شک نہ کرو۔ اور جب دیکھو کہ خراسانی عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ پر طعن کر رہا ہے تو اُس کے مرجی ہونے میں کوئی شک نہ کرو۔ اور جان لو کہ بیشک یہ تمام فرقے بغض احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ پر جمع ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے دل میں (ان بُرے عقائد کا) کا جزو موجود نہ ہو یہ ایسی بیماری ہے جس سے چھٹکارا نہیں"۔

ان اقوال کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ وہ علماء صلحاء جو اہلِ سنّت کی پہچان ہیں اُن کے حق میں بدگوئی بددینی کی علامت ہے، اسی طرح سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو برصغیر پاک وہند میں اہلِ سنّت کے ترجمان ہونے کی حیثیت حاصل ہے اور آپ کی ذات سُنّی وبدعتی کے درمیان کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہے، پس کوئی شخص بوجہ عقائد آپ کے خلاف ہرزہ سرائی وبکواس کرتا ہے تو یقیناً وہ بددین ہے۔ آپ نے اپنی کتب وتحریر میں اہلِ سنّت کے عقائد کو آشکار کیا، منہجِ اعتدال کو لوگوں پر واضح کیا، شاہراہ عدل پر چلنے کی تلقین کی، کوئی شخص ایسی صورت میں آپ کی تحریر وتصنیف جن میں آپ نے اہلِ سنّت کے عقائد کو بیان کیا ہے پر

---

[1] الطیوریات، الجزء الثالث عشر، ج3ص1108۔1109(1027)

تنقید کرتا ہے تو لامحالا متہم ہی ہوگا اور اس کی صحبت زہرِ قاتل ہی ہوگی۔

نمبر (2) حضرت مولانا شجاعت رسول قادری صاحب علیہ الرحمۃ کی تحریر کا تعلق فقہی جزئیات سے ہے، اس سلسلے میں آپ نے احناف کے فقہی قواعد کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے فقہی مسائل کی تحقیق میں کچھ فقہاء سے اختلاف فرمایا ہے، اور یہ اختلاف کسی طرح بھی ہمارے لئے مضر نہیں اور نہ ہی اعتراض کا باعث ہوسکتا ہے کیوں کہ خُود کتبِ فقیہ میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں جس میں حنفی علماء نے دیگر حنفی علماء سے اختلاف کیا ہے۔اور نہ ہی ہم نے ایسے اختلاف کی وجہ سے کسی کو بدین و بدمذھب قرار دیا ہے، لہٰذا موصوف کا ایسے حوالوں کا پیش کرنا بے بسی و عاجزی کی دلیل ہے۔موصوف جب اس طرح کی بے تکی باتیں کرتے ہیں تو ہمیں دیوبندی مذہب کی لاچارگی پر ہنسی آنے لگتی ہے کہ ایسے جہلاء کو وہ آگے کردیتے ہیں جن پر ابھی تک دیوبندی بریلوی نزاع کی وجہ بھی آشکار نہیں ہوسکی۔

نوٹ: "تمہید ایمان مع حسام الحرمین" کے متعدد نسخے دیکھنے کے باوجود ہمیں امیر دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس قادری دام ظلہ کی عبارت نہیں مل سکی جس کا موصوف نے حوالہ دیا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ:

"خُود احمد رضا خان کہتا ہے:" بخاری و مسلم بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ڈھائی سو (۲۵۰) برس بعد تصنیف ہوئیں مسلمانوں کے بہت سے فرقے انہیں مانتے ہی نہیں اور اس کے سبب وہ اسلام سے خارج نہ ہوئے"۔(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۶ء:ص ۵۸) ظاہر ہے کہ جو بخاری و مسلم کو نہیں مانے گا وہ کسی اعتراض کی وجہ سے نہیں مانے گا حیرت ہے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا کوئی انکار کردے اس پر تنقید کرے خود احمد رضا خان چودہ سو سال کے علماء فقہاء پر کھل کر تنقید کریں اس کے ایمان پر تو کوئی فرق نہیں پڑتا یہ پھر بھی ہٹا کٹا مسلمان مگر اس بے ایمان بددین بدعتی کی کتابوں پر کوئی تنقید کردے یا تنقید کرنے والوں کی صحبت میں

بیٹھ جائے یا ان سے محبت ہی کرنے کا جرم کرے تو وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یہ خارجیت نہیں تو اور کیا ہے"۔ [۱]

الجواب: موصوف نے جس طرح اعتراض کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اپنی کتب سے بے خبر ہیں ورنہ موصوف ایسا احمقانہ اعتراض نہ کرتے۔ دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب اپنے مسلک کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"مولانا حسین احمد کی مخالفت کرنے والوں کا سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے"۔ [۲]

ٹانڈوی صاحب کی مخالفت کرنے کی وجہ سے آدمی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، پھر دیوبندی موصوف کے الفاظ کے مطابق یہ خارجیت نہیں تو اور کیا ہے؟، مطلب دیوبندی موصوف کے فتوے کے مطابق دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب خارجی قرار پائے۔

خیال سے قدم رکھنا میکدے میں شیخ جی
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے مے خانہ کہتے ہیں

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فقہی جزئیات کی تحقیق میں کچھ فقہاء سے اختلاف کیا ہے، ایسا اختلاف ہر فقہی کتاب میں تقریباً موجود ہے، مفسرین کا بھی ایک دوسرے سے اختلاف موجود ہے، دیوبندی فتاویٰ کی کتابوں میں بھی یہ چیز بکثرت موجود ہے، اس اختلاف وتنقید کی وجہ سے ہم نے کسی پر خروج عن اہل السنہ کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ دیوبندیوں کے ان مسائل کی وجہ سے جن میں اُنہوں نے اعتقادیات میں اہلِ سنّت سے بغاوت اختیار کی ہے، اس کی وجہ سے ہم انہیں وہابی اور اہلِ سنّت سے خارج قرار دیتے ہیں۔

---

[۱] دفاع، ج1 ص233۔234، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] جمعیت کا شیخ الاسلام نمبر، ص60، باہتمام ہفت روزہ الجمعیۃ، دہلی۔

نمبر (2) انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب نے ائمہ وفقہاء ومحدثین پر کھل کر تنقید کی ہے، جس کے حوالے ہم سابقہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں، اس کے باوجود وہ دیوبندیوں کے نزدیک "علّامۃ الدھر اور بیھقیِٔ وقت" وغیرہ جیسے القابات کے مستحق قرار پاتے ہیں، مگر جو ٹانڈوی صاحب کی مخالفت کرے تو اُس کو ایمان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ اب موصوف ہی فیصلہ کریں اگر ان میں انصاف کی رَتی باقی ہے تو بتائیں کہ خارجی کون ہے کیونکہ اس پیرایہ میں موصوف نے ہی اعتراض کیا ہے، ان کا اعتراض ہم اُن کی جانب لوٹاتے ہیں۔

نمبر (3) "ہدایہ علماء کی عدالت میں" اس کتاب میں حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی صاحب نے اصح الکتب بعد کتاب اللہ پر بھی کھل کر تنقید کی ہے مگر اس کے باوجود وہ دیوبندی موصوف کے نزدیک مسلمان شُمار ہوتے ہیں لیکن ٹانڈوی صاحب کی مخالفت کرنے والا بے ایمان قرار پاتا ہے۔ دیوبندی موصوف ہی اپنے اُصول کو مدّنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کریں کہ یہ خارجیت تو نہیں؟

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"نیز ہمیں یہ بھی جواب دیں کہ وہ کون سے اسلامی فرقے ہیں جو صحیح مسلم و بخاری کو نہیں مانتا مگر پھر بھی احمد رضا خان کے نزدیک وہ مسلمان ہیں"۔ [1]

الجواب: موصوف کی اُردو عبارات بھی کچھ ایسی ہیں کہ بعض مقامات پر تو اس عجوبہ کو پڑھ کر ہنسی آنے لگتی ہے، بہرکیف قطع نظر ان باتوں کے، موصوف کو سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی اس بات پر کوئی اعتراض تھا تو وہ اپنا اعتراض نقل کرتے، مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے سے خوفزدہ تھے کہ کہیں اُن کی جہالت کا راز مزید طشت ازبام نہ ہو جائے اِس لئے محض سوال پر ہی اکتفا کیا۔

---

[1] دفاع، ج 1 ص 234، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے قول کا مطلب اہلِ بدعت کے وہ فرقے ہیں جن کے عقائد حدّ کفر تک نہیں پہنچے اور وہ بخاری و مسلم کا انکار کرتے ہیں۔ بدعتیوں کے ایسے فرقے ماضی میں موجود رہے ہیں، گو اس وقت نہیں۔ پھر جس طرح سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ایسے بدعتی فرقوں کو اسلامی فرقوں میں شُمار کیا ہے اسی طرح بدعتی فرقوں کو مُلّا علی قاری علیہ الرحمہ نے بھی اسلامی فرقوں میں شُمار کیا ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

"والحاصل أن طوائف الاسلام من العلماء والحكماء وغيرهم من أهل السنة والجماعة والمعتزلة وسائر أرباب البدعة ..."۔ [۱]

اسی طرح ابن الوزیر ابُوعبداللہ [م ٨٤٠ھ] نے لکھا ہے کہ:

"فقد بيّنا أنّ قبولهم مشهور منسوب إلى طوائف الإسلام من الزيدية والمعتزلة والشافعية والحنفية، وسائر الفرق"۔ [۲]

پس ان عبارات سے اُن فرقوں کی بدعقیدگی مرتفع نہیں ہوتی، سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحریر میں اہلِ بدعت فرقوں کی جانب اشارہ ہے۔

شیعہ اسلامی فرقہ ہے مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی کا فتویٰ

دیوبندیوں کے مفتی اعظم کفایت اللہ دہلوی نے تو شیعوں کو اسلامی فرقوں میں شُمار کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "شیعہ اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے"۔ [۳]

---

[۱] مجموعة رسائل الملا علی القاری، الرد علی القائلین بوحدة الوجود، ج2ص 71، دار الکتب، پشاور، پاکستان۔

یُونہی شرح فقہ اکبر ص 114 پر بھی معتزلہ، خوارج اور تمام اہل بدعت کو طوائف اسلامیہ میں شُمار کیا۔

[۲] العواصم والقواصم في الذب عن سنة أبي القاسم، ج1ص 403۔

[۳] کفایت المفتی، ج1ص 294، دار الاشاعت کراچی۔

دیوبندی موصوف اس حوالے کے متعلق کیا ارشاد فرمائیں گے؟

کیا وہ شیعوں کو مسلمان سمجھتے ہیں؟

پس دیوبندی موصوف کو چاہیے تھا کہ وہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے اکابرین پر اعتراض کرتے، سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے روافض کو کافر و مُرتد قرار دیا ہے جس پر اُن کا رسالہ "ردالرفضہ" بطور شاہد موجود ہے، الغرض دیوبندی موصوف کا سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت پر اعتراض دُرست نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف معترض ہیں کہ:

"ہندوستان میں جس قدر مسلمان کہلانے والے۔۔۔سنی (ظاہر ہے کہ یہاں سنی سے مراد بریلوی ہیں: ناقل) مسلمانوں کے علاوہ یہ تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطہرہ کفارو مرتدین لئام ہیں"۔ (تجانب اہل سنت: ص ۱۱۲)"۔ [۱]

الجواب: موصوف اگر مکمل عبارت نقل کرنے کی زحمت کر لیتے تو اعتراض کی گنجائش نہ رہتی، چونکہ موصوف کو مغالطہ دینا تھا اس لئے معنی خیز جملوں کو حذف کر دیا ہے، پُوری عبارت مُلاحظہ فرمائیں:

"ہندوستان میں جس قدر مسلمان اور مسلمان کہلانے والے ہیں جیسے مسلمانانِ اہلِ سنّت ،وہابیہ، دیوبندیہ وغیر مقلدین وروافض وخوارج وقادیانیہ وہابیہ وبہائیہ وچکڑالویہ ونیچریہ وگاندھویہ وخاکساریہ کہ سنی مسلمانوں کے سوا یہ تمام مدعیانِ اسلام بحکمِ شریعت مطہرہ کفار ومرتدین لئام ہیں"۔ [۲]

اس عبارت میں جن فرقوں کی تکفیر کا حکم ذکر کیا گیا ہے اگر موصوف اس کے ساتھ متفق نہیں تو اس کا علان کر دیں سوائے اپنے، وہ یہ واضح کریں کہ قادیانیوں، بہائیوں، چکڑالویوں،

---

[۱] دفاع، ج1 ص 234، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] تجانب اہل سنت: ص 112

نیچریوں، گاندھویوں، خاکساریوں، رافضیوں اور خارجیوں کو کیسا سمجھتے ہیں۔ اگر موصوف ان کو کافر سمجھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ بھی اس معاملے میں " تجانبِ اہل سنّت" کے ساتھ ہیں، اور اگر وہ ان لوگوں کو کافر نہیں سمجھتے تو اس کا واضح اعلان کر دیں۔

باقی دو فرقے رہ جاتے ہیں ان میں سے ایک وہابیہ دیوبندیہ ہیں اس فرقے کے ساتھ تو موصوف خُود تعلق رکھتے ہیں، اور دوسرے غیر مقلدین اور پھر غیر مقلدین کے بھی عقائد ایک جیسے نہیں، بعض اوقات کفریہ عبارات کی تائید کر دیتے ہیں، جیسے اسماعیل سلفی نے تائید کی ہے اور بعض اوقات عبارات کو کفریہ قرار دیتے ہیں جیسے طالب الرحمن شاہ غیر مقلد نے "صراط مستقیم" کی عبارت کو کفریہ قرار دیا ہے۔ یُونہی زبیر علی زئی کا معاملہ، جس سے موصوف آگاہ تو ہوں گے۔ اگر تفصیل کے طالب ہوں تو ہم تفصیل بھی پیش کر دیں گے۔

بہر حال دیوبندی ہوں یا غیر مقلد وہابی ان دونوں کا جائے مخرج ایک ہی ہے۔ اگر اس کو جائے مخرج کے اعتبار سے ایک فرقہ شُمار کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ گویا اس وہابی دیوبندی فرقے کے علاوہ دیگر فرقوں کی تکفیر پر شاید عوام الناس کے دکھاوے کے لئے دیوبندی موصوف بھی متفق ہو جائیں گے۔ ان فرقوں کے علاوہ تمام سُنّی مسلمانوں کو مسلمان ہی قرار دیا گیا ہے اور کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔

دیوبندی موصوف نے عام لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابُو الطیب دانا پُوری علیہ الرحمۃ صرف اُن لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں جو سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے تعلق ارادت وعقیدت رکھتے ہیں ایسا نہیں ہے۔ ہم ان تمام لوگوں کو جو عقائد اہلِ سنّت رکھتے ہیں، اعتقادیات وایمانیات میں اہلِ سنّت کے ساتھ متفق ہیں، اگرچہ اُنہوں نے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا نام بھی نہ سُنا ہو، مسلمان سمجھتے ہیں، اس لئے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے بھی وہی عقائد ونظریات ہیں جو دیگر مسلم علمائے اہلِ سنّت کے ہیں۔

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی بھی عقیدہ اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف نہیں، پس جو بھی

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ عقائد میں متفق ہے وہ مسلمان ہے، چاہے وہ دیوبند کا مکین ہو یا دُنیا کے کسی بھی گوشہ میں رہتا ہو۔

اعتراض: دیوبندی موصوف معترض ہیں کہ:

"یہ بدنام زمانہ کتاب کفر کے فتووں کا دائرۃ المعارف ہے اسلام کی چودہ صدیوں میں مخالفین پر کفرسب وشتم کی ایسی گندی دستاویز آپ کو نہیں ملے گی"۔ [1]

الجواب: دیوبندیوں کی یہ عادتِ بد رہی ہے کہ وہ ہمیشہ جھوٹے پروپیگنڈے سے کام لیتے ہیں، اُصولی طَور پر بحث کرنے سے ہمیشہ راہِ فرار اختیار کرتے ہیں۔ کبھی لوگوں کو یُوں بہکاتے ہیں کہ یہ لوگ ائمہ حرمین کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرتے، مگر فقہی کتب کے فتوؤں سے پہلو تہی اور اعراض کرتے ہیں کہ احناف کی کتبِ فقہ کے میں ایسا امام جو دوسرے مذہب والے کی رعایت نہ کرتا ہو اُس کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح موصوف کو جن فتوؤں پر اعتراض تھا اُن کے متعلق اُصولی گفتگو کرتا، اُس کے متعلق اپنے مذہب کے اکابرین کا مسلک ومذہب بیان کرتا، مگر موصوف میں ایسی ہمت کہاں!

موصوف کو صرف پروپیگنڈا کرنا آتا ہے، موصوف اگر "الملل والنحل" کا مطالعہ کریں تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ بے شُمار ایسے فرقے ہیں جن کے عقائد ونظریات کفریہ ہیں اور وہ اپنے عقائد ونظریات کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں۔ اگر اُن فرقوں پر نام بنام فتاویٰ دیوبندیوں سے طلب کیا جائے تو بھی تجانب سے کئی گنا ضخیم کئی جلدوں پر کتاب بن سکتی ہے لیکن چونکہ دیوبندیوں کو ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں، ان کا مشن صرف اہلِ سنّت کو بدنام کرنا ہے اور وہابیت کو فروغ دینا ہے اس لئے اس طرح کے اعتراضات کر کے عوامی ہمدردی حاصل کرنا چاہتے ہیں، بہر حال دیوبندیوں کو آئینہ دکھانے کے لئے اُن کے

---

[1] دفاع، ج1 ص235، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

چند فتوے نقل کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

خاکساریوں پر فتویٰ کفر

مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب خاکسار تحریک کے متعلق لکھتے ہیں:

(1) "جو شخص ان عقائد کا حامل ہو وہ اسلام کا مبلغ نہیں بلکہ اسلام کا دشمن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(2) اور جو شخص کہ ایسے شخص کو اچھا سمجھے اور اُس کی جماعت میں شامل ہو اور در پردہ اُن کی حمایت کرے اُس کا بھی یہی حکم ہے۔ مشرقی اور اُس کی جماعت سے میل جول رکھنا خطرناک ہے۔

(3) جو شخص کہ مرتد ہو جائے اُس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

(4) اور اُس پر اسلام لانے کے بعد تجدید نکاح لازم ہوتی ہے۔ اور پہلا مہر بھی واجب الادا ہوتا ہے"۔ [۱]

اور یہی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ان وجوہات سے مشرقی اور اُن کے تمام معتقد جو اُن کے عقائد کو حق سمجھتے ہیں سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔ [۲]

قادیانی دیوبندیوں کے نزدیک اہل کتاب ہیں

عجیب بات یہ ہے کہ کفایت اللہ دہلوی نے خاکساریوں کو تو کافر و مُرتد قرار دیا اور خبیث ترین کافر و مُرتد قادیانیوں کو اہلِ کتاب کے حکم میں رکھا، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"نسلی مرزائی اسی طرح اہلِ کتاب کے حکم میں ہیں جس طرح یہود و نصاریٰ"۔ [۳]

---

[۱] کفایت المفتی، ج1 ص303۔304، دار الاشاعت کراچی۔

[۲] کفایت المفتی، ج1 ص315، دار الاشاعت کراچی۔

[۳] کفایت المفتی، ج1 ص325، دار الاشاعت کراچی۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک ان نسلی (بدنسل) خبیث قادیانیوں کے ساتھ دیوبندیوں کی تزویج ومناکحت جائز ہے، اور اُن کا ذبیحہ حلال، کیونکہ دیوبندیوں نے فتویٰ دیا ہے کہ اہلِ کتاب سے تزویج ومناکحت جائز اور اُن کا ذبیحہ حلال ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں، مفتی شبیر قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"یہودیوں میں جو برائیاں آج ہیں وہی بُرائیاں دورِ نبوت اور نزولِ قرآن کے زمانے میں بھی موجود تھیں اور یہودیوں کا جو آج عقیدہ ہے وہی عقیدہ دورِ نبوت میں بھی تھا اسی وجہ سے اللہ نے ان کے کفر وشرک کے متعلق قرآن میں بہت سی آیات نازل کیں،

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ﴾ [سورۃ التوبۃ: آیت ۳۰]

اور اس کے باوجود ان کے ذبیحہ کی حلت اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت قرآنی آیتوں کے ذریعہ سے دی گئی ہے اور نصاریٰ سے عیسائی مراد ہیں اور عیسائیوں کا حال جو دورِ نبوت میں تھا اسی طرح کا حال آج بھی ان عیسائیوں میں موجود ہے جو دُنیا کے اندر عیسائیت پھیلا رہے ہیں اور ان ہی عیسائیوں کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا کہ ان کی عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے"۔ [1]

دیوبندی موصوف کی ناکام وکالت اور قادیانیوں کو تحفظ دینے کی کوشش

دیوبندی موصوف نے "کفایت المفتی" کے اس حوالے "نسلی قادیانی اہل کتاب ہیں" کی ناکام وکالت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ارادہ تو یہ تھا کہ موصوف نے جس مقام پر یہ وکالت کی ہے اُس کا اُسی مقام پر رَد کیا جائے لیکن چونکہ ضمناً بات نکل ہی آئی ہے تو ہم چاہتے ہیں

---

[1] فتاوی قاسمیہ، ج2 ص336، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔

کہ لگے ہاتھوں اُس کا بھی رَد کردیں، دیو بندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ کی اصل تحقیق یہ ہے کہ "نسلی مرزائی" کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام اس میں دو قول ہے(۱) مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: " اگر یہ شخص خُود مرزائی عقیدہ اختیار کرنے والا ہے یعنی اس کے ماں باپ مرزائی نہ تھے تو یہ مُرتد ہے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ دُرست نہیں، لیکن اگر اُس کے ماں باپ یا اُن میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اُس کے ہاتھ کا ذبیحہ دُرست ہے ان کا استدلال" الدرالمختار" کے اس جز سے ہے "لا تحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی وجبری لو ابوہ سنیا ولو ابوہ جبریا حلت اشیائہ (اشباہ) لانہ صار کمرتد قنیہ۔

قال ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ: عن ابی علی انہ تحل ذبیحۃ المجبرۃ ان کان اباءھم مجبرۃ فانھم کاھل الذمۃ وان کان اباءھم من اھل العدل لم تحل لانھم بمنزلۃ المرتدین (شامی ج٦ص٢٩٨)

ان عبارات کا مطلب بعینہ وہی ہے جو مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتوے میں بیان کیا فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں فرقہ مرزائیہ کا نام تھا اور ان عبارات میں فرقہ" جبریہ" کا نام ہے (یہ ایک گمراہ تھا) اب بتایئے ان علماء کے بارے میں کیا فتوی ہے بریلوی دارالافتاء کا بینوا وتوجروا۔[1]

الجواب: موصوف نے جہالت کا اِرتکاب کیا ہے، اور علاّمہ شامی علیہ الرحمۃ کے نام پر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے، اگر وہ علاّمہ شامی علیہ الرحمۃ کی پُوری عبارت نقل کرتے تو دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی ہوجاتا، اور انہیں قادیانیوں کی وکالت کرنے کی ہمت نہ ہوتی، علاّمہ شامی

---

[1] دفاع ج2ص305۔306، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ﷺ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"وَعَنْ أَبِي عَلِيٍّ أَنَّهُ تَحِلُّ ذَبِيحَةُ الْمُجْبِرَةِ إِنْ كَانَ آبَاؤُهُمْ مُجْبِرَةً فَإِنَّهُمْ كَأَهْلِ الذِّمَّةِ، وَإِنْ كَانَ آبَاؤُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْعَدْلِ لَمْ تَحِلَّ لِأَنَّهُمْ بِمَنْزِلَةِ الْمُرْتَدِّينَ اهـ وَمُرَادُهُ بِأَبِي عَلِيٍّ الْجُبَّائِيُّ رَئِيسُ أَهْلِ الِاعْتِزَالِ، وَبِالْمُجْبِرَةِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَإِنَّهُمْ يُسَمُّونَ أَهْلَ السُّنَّةِ بِذَلِكَ كَمَا يُفْصِحُ عَنْهُ كَلَامُ الْبَيْهَقِيِّ الْجُشَمِيِّ مِنْهُمْ فِي تَفْسِيرِهِ، وَالْمُرَادُ بِأَهْلِ الْعَدْلِ أَنْفُسُهُمْ كَمَا عُلِمَ ذَلِكَ فِي عِلْمِ الْكَلَامِ. فَقَدْ غَيَّرَ صَاحِبُ الْأَشْبَاهِ الْمُجْبِرَةَ بِالْجَبْرِيَّةِ اهـ مِنَحٌ.

أَقُولُ: وَأَيْضًا غَيَّرَ أَهْلَ الْعَدْلِ بِالسُّنِّيِّ، فَإِنَّ الْمُعْتَزِلَةَ لَمْ يَتَسَمَّوْا بِأَهْلِ السُّنَّةِ بَلْ بِأَهْلِ الْعَدْلِ لِقَوْلِهِمْ بِوُجُوبِ الصَّلَاحِ وَالْأَصْلَحِ عَلَى اللهِ تَعَالَى، وَأَنَّهُ تَعَالَى لَا يَخْلُقُ الشَّرَّ لِزَعْمِهِمُ الْفَاسِدِ أَنَّ خِلَافَ ذَلِكَ ظُلْمٌ. تَعَالَى اللهُ عَمَّا لَا يَلِيقُ بِهِ عُلُوًّا كَبِيرًا. لَكِنْ تَغْيِيرُهُ الْمُجْبِرَةَ بِالْجَبْرِيَّةِ لَا ضَرُورَةَ فِيهِ. لِمَا فِي تَعْرِيفَاتِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ: الْجَبْرُ إِسْنَادُ فِعْلِ الْعَبْدِ إِلَى اللهِ تَعَالَى. وَالْجَبْرِيَّةُ اثْنَتَانِ: مُتَوَسِّطَةٌ تُثْبِتُ لِلْعَبْدِ كَسْبًا فِي الْفِعْلِ كَالْأَشْعَرِيَّةِ، وَخَالِصَةٌ لَا تُثْبِتُهُ كَالْجَهْمِيَّةِ اهـ.

فَالْجَبْرِيَّةُ يُطْلَقُ عَلَيْهِمَا لَكِنَّ الْجَبْرِيَّةَ الْخَالِصَةَ يَقُولُونَ إِنَّ الْعَبْدَ بِمَنْزِلَةِ الْجَمَادَاتِ، وَأَنَّ اللهَ تَعَالَى لَا يَعْلَمُ الشَّيْءَ قَبْلَ وُقُوعِهِ، وَإِنَّ عِلْمَهُ حَادِثٌ لَا فِي مَحَلٍّ، وَأَنَّهُ سُبْحَانَهُ لَا يَتَّصِفُ بِمَا يُوصَفُ بِهِ غَيْرُهُ كَالْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ، وَأَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ يَفْنَيَانِ. وَوَافَقُوا الْمُعْتَزِلَةَ فِي نَفْيِ الرُّؤْيَةِ وَخَلْقِ الْكَلَامِ كَمَا فِي الْمَوَاقِفِ.

وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ إِنْ أُرِيدَ بِالْجَبْرِيِّ مَنْ هُوَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَأَنَّ ذَبِيحَتَهُ لَا تَحِلُّ لَوْ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ الْعَدْلِ كَمَا فِي الْقُنْيَةِ، فَهَذَا الْفَرْعُ مُخَرَّجٌ عَلَى عَقَائِدِ

الْمُعْتَزِلَةِ الْفَاسِدَةِ، وَعَلَى تَكْفِيرِهِمْ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لِقَوْلِهِمْ بِإِثْبَاتِ صِفَاتٍ قَدِيمَةٍ لَهُ تَعَالَى، فَإِنَّ الْمُعْتَزِلَةَ قَالُوا: إِنَّ النَّصَارَى كَفَرَتْ بِإِثْبَاتِ قَدِيمَيْنِ فَكَيْفَ بِإِثْبَاتِ قُدَمَاءَ كَثِيرَةٍ؟ وَرَدُّ ذَلِكَ مُوَضَّحٌ فِي عِلْمِ الْكَلَامِ وَإِنْ كَانَ الْمُرَادُ بِهِ الْجَهْمِيَّةَ، وَأَنَّ ذَبِيحَةَ الْجَهْمِيِّ لَا تَحِلُّ لَوْ أَبُوهُ سُنِّيًّا لِأَنَّهُ مُرْتَدٌّ فَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلَى الْقَوْلِ بِتَكْفِيرِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ. وَالرَّاجِحُ عِنْدَ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ خِلَافُهُ، وَأَنَّهُمْ فُسَّاقٌ عُصَاةٌ ضُلَّالٌ وَيُصَلَّى خَلْفَهُمْ وَعَلَيْهِمْ وَيُحْكَمُ بِتَوَارُثِهِمْ مَعَ الْمُسْلِمِينَ مِنَّا. قَالَ الْمُحَقِّقُ ابْنُ الْهُمَامِ فِي شَرْحِ الْهِدَايَةِ: نَعَمْ يَقَعُ فِي كَلَامِ أَهْلِ الْمَذَاهِبِ تَكْفِيرُ كَثِيرٍ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ الْفُقَهَاءِ الَّذِينَ هُمُ الْمُجْتَهِدُونَ بَلْ مِنْ غَيْرِهِمْ. وَلَا عِبْرَةَ بِغَيْرِ الْفُقَهَاءِ، وَالْمَنْقُولُ عَنِ الْمُجْتَهِدِينَ عَدَمُ تَكْفِيرِهِمْ اهـ.

فَإِذَا عَلِمْت ذَلِكَ ظَهَرَ لَكَ أَنَّ هَذَا الْفَرْعَ إِنْ كَانَ مَبْنِيًّا عَلَى عَقَائِدِ الْمُعْتَزِلَةِ فَهُوَ بَاطِلٌ بِلَا شُبْهَةٍ وَإِنْ كَانَ مَبْنِيًّا عَلَى عَقَائِدِنَا. وَصَاحِبُ الْأَشْبَاهِ قَاسَهُ عَلَى تَفْرِيعِ الْمُعْتَزِلَةِ فَإِنَّهُمْ فَرَضُوهُ فِينَا وَهُوَ فَرَضَهُ فِي أَمْثَالِهِمْ بِقَرِينَةِ قَوْلِهِ لَوْ سُنِّيًّا فَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلَى خِلَافِ الرَّاجِحِ. وَمَا كَانَ يَنْبَغِي ذِكْرُهُ وَلَا التَّعْوِيلُ عَلَيْهِ. وَكَيْفَ يَنْبَغِي الْقَوْلُ بِعَدَمِ حِلِّ ذَبِيحَتِهِ مَعَ قَوْلِنَا بِحِلِّ ذَبِيحَةِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى الْقَائِلِينَ بِالتَّثْلِيثِ. وَانْتِقَالُهُ عَنْ مَذْهَبِ أَبِيهِ السُّنِّيِّ إِلَى مَذْهَبِ الْجَبْرِيَّةِ لَمْ يُخْرِجْهُ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ لِأَنَّهُ مُصَدِّقٌ بِنَبِيٍّ مُرْسَلٍ وَبِكِتَابٍ مُنَزَّلٍ وَلَمْ يَنْتَقِلْ إِلَّا بِدَلِيلٍ مِنَ الْكِتَابِ الْعَزِيزِ وَإِنْ كَانَ مُخْطِئًا فِيهِ. فَكَيْفَ يَكُونُ أَدْنَى حَالًا مِنَ النَّصْرَانِيِّ الْمُثَلِّثِ بِلَا شُبْهَةٍ دَلِيلٍ أَصْلًا بَلْ هُوَ مُخَالِفٌ فِي ذَلِكَ لِرَسُولِهِ وَكِتَابِهِ- {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلا أَنَا} [الأنبياء: 25]- {وَمَا أُمِرُوا إِلا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ}

[البینۃ: 5]۔ وَغَيْرُ ذَلِكَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى التَّوْفِيقِ۔

"یعنی ابُوعلی سے منقول ہے کہ مجبرہ کا ذبیحہ حلال ہے، اگران کے آباء بھی مجبرہ ہوں۔ پس وہ ذمیوں کی طرح ہیں، اگراُن کے آباء اہلِ عدل (معتزلہ) سے ہوں تو حلال نہیں، کیونکہ یہ بمنزلہ مرتدین ہیں۔ یہاں پر ابُوعلی سے مُراد معتزلیوں کا سردار ابُوعلی جبائی ہے، اور مجبرہ سے مُراد اہلِ سنّت وجماعت ہے، کیونکہ معتزلی اہلِ سنّت کو اسی نام سے پکارتے ہیں، جیسا کہ بیہقی جشمی کی تفسیر میں اُس کے کلام سے واضح ہے، اوران کی اہلِ عدل سے مراد خُود اپنی ذات یعنی معتزلہ ہے، جیسا کہ علمِ کلام میں جانا گیا ہے۔ پس بے شک صاحب "اشباہ" نے مجبرہ کو جبریہ سے تبدیل کردیا ہے، منح۔

مَیں (علّامہ شامی) کہتا ہوں اور مزید یہ کہ اہلِ عدل (معتزلہ) کو سُنّی سے تبدیل کیا۔ بیشک معتزلہ اہلِ سنّت کو اہل عدل نہیں کہتے بلکہ وہ اپنے آپ کو اہلِ عدل کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر صلاح واصلح کے وجوب کے قول، اوراس قول کی بنا پر کہ اللہ تعالیٰ شر کا خالق نہیں، ان کے فاسد گمان کے مطابق اس کا خلاف ظلم ہے، بلند ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو اس کے لائق نہیں بہت ہی بلند و بالا ہے۔

لیکن مجبرہ کو جبریہ سے تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ سیّد شریف کی تعریفات میں ہے کہ جبر فعل عبد کو اللہ تعالیٰ کی جانب اسناد کا نام ہے، اور جبریہ دو طرح کے ہیں، ایک متوسطہ بندے کے لئے ثابت کرتے ہیں فعل میں کسب اشعریہ کی طرح۔ دوسرے خالصہ اور وہ اس کسب کو ثابت نہیں کرتے جہمیہ کی طرح۔

پس جبریہ کا اطلاق ان دونوں پر ہوتا ہے لیکن جبریہ خالصہ کہتے ہیں کہ عبد بمنزلہ جمادات ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو اس کے وقوع سے پہلے نہیں جانتا، اور بے شک اس کا علم حادث ہے، محل میں نہیں، اور بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان صفات سے موصوف نہیں، جس سے دوسرا موصوف ہو جیسے علم وقدرت، اور بے شک جنت وجہنم فنا ہوں گے، معتزلہ نے ان

کی موافقت کی ہے نفی رؤیت اور خلق کلام میں، جیسا کہ مواقف میں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ انہوں نے اگر ارادہ کیا ہے جبری سے اہلِ سنّت و جماعت کا، اور اس کا ذبیحہ حلال نہیں اگر اُس کا باپ معتزلی ہو جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ پس یہ فرع معتزلہ کے عقائد فاسدہ پر نکلی ہوئی ہے، اور اس بات پر بھی نکلی ہوئی ہے کہ وہ اہلِ سنّت و جماعت کی تکفیر کرتے ہیں، بسبب قول اثبات صفات قدیمہ اللہ تعالیٰ کے لئے۔ پس بے شک معتزلہ نے کہا کہ نصاری دو قدیم ثابت کرنے کی وجہ سے کافر ہوئے۔ پس ان کا کیا حال ہوگا جو قدماء کثیرہ کے قائل ہیں اس کا تفصیلی رد علم کلام میں موجود ہے،۔ اگر ان کی مُراد اس سے جہمیہ ہو اور جہمی کا ذبیحہ حلال نہیں اگر اس کا باپ سنی ہو کیونکہ یہ مرتد ہے، پس یہ قول اہل ہواء کی تکفیر پر مبنی ہے اکثر فقہاء اور متکلمین کے نزدیک اس کا خلاف راجح ہے، یہ فاسق و گناہگار و گمراہ ہیں، ان کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے گی، مسلمانوں کے ساتھ ان کو میراث دینے کا حکم لگایا جائے گا۔

محقق ابن ہمام شرح ہدایہ میں کہتے ہیں: جی ہاں! کلام اہلِ مذاہب ان میں سے اکثر کی تکفیر پر واقع ہوا ہے، لیکن یہ اُن فقہاء کا کلام نہیں جو مجتہد ہیں، بلکہ دوسروں کا کلام ہے، غیر فقہاء کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں۔ مجتہدین سے ان کی عدمِ تکفیر منقول ہے۔

پس جب تم نے اس بات کو جان لیا تو تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ فرع اگر عقائد معتزلہ پر مبنی ہے، پس بلاشبہ باطل ہے۔ اگر یہ ہمارے عقائد پر مبنی ہو اور صاحب اشباہ نے تفریع معتزلہ پر قیاس کیا ہو کیونکہ انہوں نے اس کو ہمارے بارے میں فرض کیا، اور اس نے ان جیسوں کے بارے میں فرض کیا۔ **"لو سنیًا" کا قول اس بات پر قرینہ ہے، پس یہ خلاف راجح پر مبنی قول ہے، نہ تو اس کا ذکر مناسب ہے اور نہ ہی اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔**

اور عدم حل ذبیحہ کا قول کیسے مناسب ہے، باوجود اس کے کہ یہود اور تثلیث کے قائلین نصاری کے ذبیحہ کی حلت کے بارے میں ہمارا قول موجود ہے۔ اور اس کا اپنے سُنّی باپ

کے مذہب سے انتقال جبری مذہب کی جانب دین اسلام سے خارج نہیں کرتا کیونکہ یہ نبی مرسل اور کتاب منزل کی تصدیق کرنے والا ہے، اور مذہب کو اس نے نہیں چھوڑا اگر کتاب عزیز سے استدلال کرتے ہوئے اگرچہ اس میں اس نے خطاء کی۔ پس یہ تثلیث کے قائل نصرانی سے جس کے پاس بالکل بھی دلیل کا شبہ موجود نہیں، اس نصرانی سے حال میں بدتر کیسے ہوسکتا ہے۔ نصرانی تو اس میں اللہ عزوجل کے رسول اور اس کی کتاب کی مندرجہ ذیل آیات اور دیگر آیات کا مخالف ہے: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلا أَنَا} [الأنبياء: 25]- {وَمَا أُمِرُوا إِلا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ} [البينة: 5] وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى التَّوْفِيقِ۔

علّامہ شامی علیہ الرحمۃ نے بڑی شدت کے ساتھ اس جزئیہ کا رد کیا ہے، مگر موصوف نے کفایت اللہ دہلوی کی حمایت میں اور قادیانیوں کی وکالت میں علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کو بدنام کرنے کی کوشش کی، اور لکھا کہ ان عبارات کا مطلب بعینہ وہی ہے جو مفتی کفایت اللہ نے اپنے فتوے میں بیان کیا ہے، جبکہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ تو پُرزور طریقہ سے رد کر رہے ہیں، اور آپ فرما رہے ہیں: "وَمَا كَانَ يَنْبَغِي ذِكْرُهُ وَلَا التَّعْوِيلُ عَلَيْهِ" نہ تو اس کا ذکر مناسب ہے اور نہ ہی اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، مگر موصوف کی جہالت دیکھئے کہ کس طرح وہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ پر بہتان باندھ رہا ہے۔

بلکہ موصوف نے یہ بھی لکھا کہ: "بریلوی میاں کا اس مسئلہ پر اعتراض کرنا ان کی جہالت کا ثبوت ہے اور کیوں نہ ہو جن کے اعلیٰ حضرت کو غسل اور تیمم کے مسائل کا پتہ نہ تھا افسوس کہ جس دار الافتاء کی کل میراث ہی "فتاویٰ رضویہ" ہو تو ان کی ذریت ناپاک سے اسی قسم کے جاہلانہ اعتراض کی توقع کی جا سکتی ہے"۔ [1]

[1] دفاع، ج2 ص305۔

موصوف اپنے اسی اُصول کے مطابق خُود جاہل بھی قرار پائے اور ذریتِ ناپاک بھی قرار پائے کیونکہ "فتاویٰ شامی" کو سمجھنے میں دیوبندی موصوف نے جہالت کا ارتکاب کیا ہے، خیر موصوف کی کیا بات کرنا موصوف کے کفایت اللہ دہلوی نے بھی یہی گل کھلائے ہیں اور "فتاویٰ شامی" کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ "فتاویٰ شامی" میں تو لکھا ہوا ہے کہ "یہ قول رئیس المعتزلہ ابُوعلی جبائی کا ہے"، مگر اس کے باوجود بھی قادیانیوں کے لئے نرم گوشہ رکھنے والے اور ان کو اہلِ کتاب سے ملانے والے کفایت اللہ دہلوی نے قادیانیوں کو تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ حق و دیانت کا خُون کرتے ہوئے یہ لکھا کہ: "نسلی مرزائی اس طرح اہل کتاب کے حکم میں ہیں جس طرح یہود و نصاریٰ، شامی میں اس مسئلہ کی بحث ہے اور یہی راجح ہے" [1]

دیوبندی موصوف کی دوسری جہالت

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ: "وہاں فرقہ مرزائیہ کا نام تھا اور ان عبارات میں فرقہ جبریہ کا نام ہے، (یہ ایک گمراہ تھا)"۔ [2]

الجواب: یہ بھی دیوبندی موصوف کی جہالت ہے، کیونکہ علّامہ طحطاوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وَبِالْمُجْبِرَةِ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةُ فَإِنَّهُمْ يُسَمُّونَ أَهْلَ السُّنَّةِ بِذَلِكَ كَمَا يُفْصِحُ عَنْهُ كَلَامُ الْبَيْهَقِيِّ الْجُشَمِيِّ مِنْهُمْ فِي تَفْسِيرِهِ." [3]

"(چونکہ یہ رئیس المعتزلہ ابُوعلی جبائی کا قول ہے اس کے قول کے مطابق اس عبارت میں) مجبرہ سے مُراد اہلِ سنت و جماعت ہے کیونکہ معتزلہ اہل سنّت و جماعت کو اسی نام سے

[1] کفایت المفتی، ج1 ص325، دارالاشاعت کراچی۔

[2] دفاع ج2 ص306۔

[3] طحطاوی علی الدر، ج4، ص152۔

موسوم کرتے ہیں جیسا کہ بیہقی جشمی کی تفسیر میں ان کے کلام سے واضح ہے"۔

یعنی اس عبارت میں جبریہ سے مُراد گمراہ فرقہ نہیں، بلکہ اہلِ سنّت و جماعت ہے مگر دیو بندی موصوف نے اس بات کو نہ سمجھتے ہوئے نعوذ باللہ مرزائی کفار و مرتدین کو اہلِ سنّت کے ساتھ ملا دیا، اور لکھ مارا کہ: "فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں فرقہ مرزائیہ کا نام تھا اور ان عبارات میں فرقہ جبریہ کا نام ہے (یہ ایک گمراہ تھا)"۔ زمین و آسمان سے بھی بڑا فرق مسلمان اور مرتد (قادیانی) کا دیو بندی موصوف کو صرف اتنا سا لگ رہا ہے، ثابت ہو رہا ہے کہ دیو بندیوں کے دلوں میں ابھی بھی قادیانیوں کے لئے ہمدردی باقی ہے۔

دیو بندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

"مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی بالکل بِلا دلیل نہیں جیسا کہ واضح ہو چکا ہے"۔ [1]

الجواب: دیو بندیوں نے جس قول سے استدلال کرنے کی کوشش کی، وہ قول ابُو علی الجبائی کا تھا جس کی وضاحت علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمائی، مزید ایک اور حوالہ مُلاحظہ کریں:

علّامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"وَمُرَادُهُ بِأَبِي عَلِيٍّ الْجُبَّائِيُّ رَئِيسُ أَهْلِ الِاعْتِزَالِ"۔

"اور ابُو علی سے مراد رئیس المعتزلہ ابو علی الجبائی ہے"۔

دیو بندی اسی کے قول سے استدلال کر رہے ہیں، اور پھر لکھ رہے ہیں کہ کفایت اللہ کا قول بھی بِلا دلیل نہیں، آج دیو بندیوں نے معتزلہ کی گود میں پناہ لی ہے کل وہ روافض و خوارج کے اقوال کی بھی پناہ لے سکتے ہیں۔

دیو بندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

"یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس اختلاف کی بنیاد اہل کتاب کی تعریف کی اختلاف پر ہے جن

---

[1] دفاع ج2 ص307۔

حضرات نے اہل کتاب کی تعریف یہ کی ہے :" کُل مَنْ یُؤْمِنُ بِنَبِیٍّ وَیُقِرُّ بِکِتَابٍ" (موسوعة الفقیھة ،ج۷ص۱۴۰) اس تعریف کی بناء پر نسلی مرزائی اہلِ کتاب میں شامل ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مانتے ہیں (البتہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں مانتے)اور قرآنِ مجید کو بھی مانتے ہیں اس تعریف کی وجہ سے نسل قادیانی اہلِ کتاب کے حکم میں آجانے کی وجہ سے ان کے ذبیحہ کو حضرت مفتی صاحب نے حلال فرمایا"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف کی یہ بھی جہالت ہے اس لئے کہ "یقر بکتاب" میں کتاب سے مُراد کتبِ سابقہ میں سے کوئی ایک کتاب مُراد ہے۔ نہ کہ قرآن مجید۔ موصوف اگر موسوعۃ الفقہیۃ کی پُوری عبارت نقل کرتے تو مُراد واضح ہوجاتی کہ اس میں بھی کتبِ سابقہ مُراد ہیں، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ هُمْ: كُل مَنْ يُؤْمِنُ بِنَبِيٍّ وَيُقِرُّ بِكِتَابٍ، وَيَشْمَل الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، وَمَنْ آمَنَ بِزَبُورِ دَاوُدَ، وَصُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَشِيثٍ. وَذَلِكَ لأَِنَّهُمْ يَعْتَقِدُونَ دِينًا سَمَاوِيًّا مُنَزَّلاً بِكِتَابٍ".[2]

" بیشک اہلِ کتاب وہ ہیں جو کسی نبی پر ایمان لائیں، اور کسی کتاب کا اقرار کریں۔ یہ بات بات یہود و نصاریٰ کو اور اُن لوگوں کو جو زبورِ داؤد، ابراہیم و شیث کی صحیفوں پر ایمان لاتے ہیں شامل ہے، کیونکہ یہ دینِ سماوی اور کتابِ منزل پر ایمان رکھتے ہیں"۔

اس سے ظاہر ہوگیا کہ موسوعۃ الفقہیۃ میں بھی "یقر بکتاب" سے مُراد کتبِ سابقہ ہیں۔ یہ موصوف کی دھوکہ دھی ہے کہ وہ ملحد قادیانیوں کو اس تعریف میں داخل کرتے ہیں جبکہ اس تعریف کا تعلق کتبِ سابقہ کے ساتھ ہے۔

---

[1] دفاع ج2 ص306۔

[2] موسوعة الفقهية الكويتية، ج7 ص 140۔

اہلِ کتاب کی تعریف میں کوئی ایسا اختلاف موجود نہیں کہ قرآنِ حکیم کے ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود الحاد وزندیقیت اور کفر و بے دینی کے عقائد کا حامل ہو اور اسے اہل کتاب میں شُمار کیا جاتا ہو۔ موصوف نے قادیانیوں سے دیرینہ تعلقات کی پاسداری کی خاطر اہلِ کتاب کی تعریف میں نسلی قادیانیوں کو ملاتے ہوئے تحریف کی راہ ہموار کی ہے۔

خالد محمود مانچسٹری لکھتا ہے کہ:

"آپ نے جن منکرین ختم نبوت کے متعلق پوچھا ہے وہ کتابی کے ذیل میں بھی نہیں آسکتے کیونکہ کتابی وہ ہے جو قرآن پاک سے پہلے کی کسی کتاب پر ایمان رکھتا ہو۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اوتو االکتاب کے ساتھ من قبلکم موجود ہے جو شخص قرآن پاک پر ایمان کا اظہار کرتا ہے تو اگر اس کا ایمان صحیح معنوں میں نہیں تو کافر ہے کتابی نہیں ہوسکتا، کتابی یہود اور نصاریٰ ہی ہیں"۔ [1]

دیوبندی موصوف کا "من قبلکم "سے فرار اختیار کر کے "موسوعۃ الفقہیۃ" کے نام پر دھوکہ دینا قادیانیوں کے ساتھ ہمدردی کا غماز ہے، موصوف کی اس گھناؤنی حرکت پر موصوف اور اُس کے مفتی کفایت اللہ کو ملتِ اسلامیہ کبھی بھی معاف نہیں کرے گی، بلکہ ختم نبوت کے غداروں میں سرفہرست ان کا نام لکھا جائے گا۔

فرقہ مهدویہ کافر ہے مفتی کفایت اللہ دھلوی فتوی

دیوبندیوں کے مفتیٔ اعظم کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ:

"فرقہ مہدویہ جو اطراف دکن میں پایا جاتا ہے کافر ہے اُس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں"۔ [2]

دیوبندیوں کے مفتی شبیر قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"فرقہ مہدویہ سیّد محمد جونپوری کو مہدی موعود نبی اور رسول سے بھی افضل مانتا ہے

---

[1] عبقات، ج1 ص306، محمود پبلی کیشنز، لاہور۔

[2] کفایت المفتی، ج1 ص329، دارالاشاعت کراچی۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر تسلیم کرتا ہے اُن عقائد باطلہ کی وجہ سے فرقہ مہدویہ کو اسلام سے خارج تسلیم کیا گیا ہے"۔ [1]

محمد زمان لواری شریف والے کے مُریدین پر فتویٰ

دیوبندیوں کے مفتیٔ اعظم کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ:

"یہ پیر اور اُس کے مرید جو ان عقائدِ شنیعہ کے معتقد ہوں ملحد اور زندیق ہیں، ان زنادقہ سے علیٰحدہ رہنا واجب ہے، اور ایسے فاسد العقیدہ لوگوں سے رشتہ ناطہ کرنا ناجائز ہے"۔ [2]

دیندار انجمن پر فتویٰ کفر از یوسف لدھیانوی

دیوبندیوں مفتی یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" دیندار انجمن کے پیروکار مُرتد ہیں اُن کا مُردہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے"۔ [3]

ذکری فرقہ غیر مسلم ہے یوسف لدھیانوی کا فتویٰ

یہی یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:" ذکری فرقہ کے لٹریچر کا میں نے مطالعہ کیا ہے وہ اپنے اصول وفروع کے اعتبار سے مسلمان نہیں ہیں، بلکہ اُن کا حکم قادیانیوں، بہائیوں اور مہدویوں کی طرح غیر مسلم اقلیت کا ہے"۔ [4]

بھائی مذہب خارج از اسلام ہے یوسف لدھیانوی کا فتویٰ

یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

---

[1] فتاوی قاسمیہ، ج2 ص293، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔

[2] کفایت المفتی، ج1 ص330، دارالاشاعت کراچی۔

[3] آپ کے مسائل اور اُن کا حل، ج1 ص284، مکتبہ لدھیانوی، کراچی۔

[4] آپ کے مسائل اور اُن کا حل، ج1 ص223، مکتبہ لدھیانوی، کراچی۔

"بہائی مذہب کے جو عقائد سوال میں درج کئے گئے ہیں اُن کے الحاد و باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں اس لئے کسی مسلمان کو اُن کا مذہب اختیار کرنا جائز نہیں، کیونکہ بہائی مذہب اختیار کرنے کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا"۔ [۱]

اداکارہ نرگس مُرتد ھے یوسف لدھیانوی کا فتویٰ

" آپ کے مسائل اور اُن کا حل" کے اندر لکھا ہوا ہے کہ:

" نرگس اداکارہ کے مُرتد ہونے سے اُس کی نماز جنازہ جائز نہیں تھی"۔

اور مزید لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" غیر مسلم کا جنازہ جائز نہیں اور مُرتد تو شرعاً واجب القتل ہے اُس کا جنازہ کیسے جائز ہو گا آپ نے صحیح لکھا ہے کہ جن لوگوں نے نرگس مُرتدہ کا جنازہ پڑھا اُنہوں نے اسلام کا مذاق اُڑایا ہے، استغفر اللہ"۔ [۲]

"روحی ماں" پر کفر کا فتویٰ از سلمان منصور پوری

دیوبندیوں کے نائب مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مُراد آباد لکھتے ہیں کہ:

" بہر حال درج بالا اسلام مخالف عقائد خبیثہ کی بنیاد پر مذکورہ عورت اور اُس کے عقائد کو قبول کرنے والے افراد اسلام سے خارج اور مُرتد ہیں، ایسے لوگوں کو مسلمان کہنا اور ماننا، اور اُن سے ازدواجی تعلق رکھنا سب حرام ہے۔

اسلامی طریقے پر اُن کی تجہیز و تکفین اور مسلمانوں کے قبرستانوں میں اُن کی تدفین بھی جائز نہیں ہے"۔ [۳]

پرویزیوں پر کفر کا فتویٰ

---

[۱] آپ کے مسائل اور اُن کا حل، ج 1 ص 223، مکتبہ لدھیانوی، کراچی۔

[۲] آپ کے مسائل اور اُن کا حل، ج 1 ص 84۔85، مکتبہ لدھیانوی، کراچی۔

[۳] کتاب النوازل، ج 2 ص 209، دارالاشاعت کراچی۔

"غلام احمد پرویز اور اس قماش کے دوسرے منکرینِ حدیث کو علماء نے خارج از اسلام قرار دیا ہے، اور ان کے تعاقب میں بھرپور محنت کی ہے"۔ [۱]

اھل قرآن خارج از اسلام ھیں

یہی سلمان منصور پوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

"نام نہاد اہلِ قرآن جو پنج وقتہ نمازوں کے منکر ہیں، اور احادیثِ صحیحہ کی تضحیک کرتے ہیں اور علماء کا خود ساختہ قول قرار دیتے ہیں وہ خلافِ شریعت عقائد کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں"۔ [۲]

محترم قارئین کرام! کتبِ دیوبند میں بھی تکفیر کے فتوے موجود ہیں، اگر علماءِ اہلِ سنّت نے کفریہ عقائد کے حاملین پر کفر کا فتویٰ لگا دیا تو دیوبندی موصوف اُسے کفری دستاویز قرار دے رہے ہیں، اب وہ اپنی کتابوں کے متعلق کیا اِرشاد فرمائیں گے؟

ہم یہ نہیں کہتے کہ پرویزی و چکڑالوی و خاکساری و بہائی و دیگر منکرین قطعیات وضروریات دین کافر و مرتد نہیں، یقیناً وہ اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر و مُرتد ہیں، دیوبندیوں کا ان کے بارے میں کفر کا فتویٰ "تجانب اہلِ سنّت" کا ہی اثر ہے یہ لوگ گاہے بگاہے "تجانب" کے مندرجات کو قبول کر رہے ہیں، اور اُمید ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ "تجانب" میں جن منکرینِ ضروریاتِ دین وقطعیاتِ ملت متین فرقوں کو کافر و مُرتد قرار دیا گیا تھا یہ لوگ بھی اُن کو کافر قرار دیں گے۔

دیوبندی موصوف یُوسف بنوری دیوبندی کے فتوے سے جاھل و بے دین ثابت

باقی موصوف کا "تجانب" کو کفر وسب وشتم کی دستاویز قرار دینا تو وہ موصوف کی اپنی

---

[۱] کتاب النوازل، ج2 ص68، دارالاشاعت کراچی۔

[۲] کتاب النوازل، ج2 ص73، دارالاشاعت کراچی۔

کتابوں سے جہالت و لاعلمی ہے، اور ہم اُس کے جواب میں "اکفار الملحدین" سے یُوسف بنوری دیوبندی صاحب کا یہ اقتباس پیش کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

"بہر حال کافر، فاسق، ملحد، مُرتد وغیرہ شرعی احکام و اوصاف ہیں، اور فرد یا جماعت کے عقائد یا اقوال و اعمال پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ ان کی شخصیتوں اور ذاتوں پر اس کے برعکس گالیاں جن کو دی جاتی ہیں ان کی شخصیتوں اور ذاتوں کو دی جاتی ہیں، لہٰذا اگر یہ الفاظ صحیح محل میں استعمال ہوتے ہیں تو یہ شرعی احکام ہیں ان کو سب وشتم اور ان احکام کے لگانے کو دشنام طرازی کہنا جہالت ہے یا بے دینی، نیز علماءِ حق جب جب کسی فرد یا جماعت کی تکفیر کرتے ہیں تو وہ اس کو کافر نہیں بناتے، کافر تو وہ خُود اپنے اختیار سے عقائد یا اقوال و افعال اختیار کرنے سے بنتا ہے وہ تو صرف اُس کے کفر کو ظاہر کرتے ہیں، کسوٹی سونے کو کھوٹا نہیں بناتی وہ تو اس کے کھوٹا ہونے کو ظاہر کر دیتی ہے، کھوٹا تو وہ خُود ہوتا ہے، اس حقیقت کے باوجود یہ کہنا کہ مولویوں کو کافر بنانے کے سوا کیا آتا ہے شرم ناک جہالت ہے"۔ [1]

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ دیوبندی موصوف نے "تجانب" کو کفر وسب وشتم کی دستاویز قرار دے کر جہالت اور بے دینی کا ارتکاب کیا ہے، اور وہ یُوسف بنوری صاحب کے فتوے کے مطابق جاہل اور بے دین ثابت ہوئے۔

اس کے علاوہ موصوف نے کتاب کے معتبر اور غیر معتبر اور علاّمہ اقبال و محمد علی جناح کے متعلق جو اعتراض کیا ہے اُس کا جواب ان شاء اللہ العزیز آگے چل کر اپنے مقام پر تفصیل سے دیا جائے گا۔

اس وقت فی الحال مشتے نمونے از خروارے کے طور پر کتبِ دیوبندیت سے ایک حوالہ بانی پاکستان محمد علی جناح کے متعلق نقل کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

---

[1] تقریظ بر "اکفار الملحدین" مترجم از ادریس میرٹھی، ص 40، مکتبہ عشرہ مبشرہ، لاہور۔

دیوبندیوں کے مولانا محمد طیب ظفر مند صاحب لکھتے ہیں کہ:

"بریلوی محمد علی جناح کو پاکستان بنانے کے جُرم میں کافر کہتے ہیں اگر اثنا عشری شیعہ ہونے کی وجہ سے کہتے تو زیادہ موزوں ہوتا"۔ [۱]

علّامہ شامی علیہ الرحمہ کے خلوص پر شک

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"رہ گئی بات پروفیسر فیروز الدین روحی صاحب کی کتاب" آئینہ صداقت" تو وہ ہماری معتبر کتاب نہیں کاشف اقبال نے کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے" مستند کتب دیوبندیہ کے حوالہ جات سے مزین" تو ثابت کرے کہ کسی کالج کے یہ پروفیسر موصوف ہمارے اکابر میں سے ہیں، اور ان کی یہ کتاب ہمارے لیے استناد کا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ مجھے تو یہ موصوف کوئی غیر مقلد معلوم ہوتے ہیں ان کی کتاب بھی اہلحدیث کے مکتبہ" اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور" نے شائع کی اور کتاب کے بیک ٹائٹل پر معروف غیر مقلد عالم وحید الزماں کا مترجم ابوداؤد کا اشتہار بھی لگا ہوا ہے۔ بہر حال جہاں تک علامہ شامی علیہ الرحمہ کے متعلق ان کی رائے ہے تو ہم اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں علامہ شامی سے اختلاف کا حق اپنی جگہ مگر ان کے خلوص پر شبہ کرنا یا اس پر حملہ کرنا وہ بھی اس انداز میں بغیر ثبوت اور اکابر علماء کے بارے میں اس قسم کی بدگمانی کرنا قابل افسوس اور لائق مذمت ہے اگر پروفیسر صاحب حیات ہوتے تو ضرور ہم انہیں اس پر تنبیہ کرتے"۔ [۲]

الجواب: یاد رہے! جس ادارہ" اسلامی اکادمی اُردو بازار لاہور" کو موصوف غیر مقلدین کا ادارہ کہہ کر اُس سے شائع ہونے والی کتاب کو اُن کے کھاتہ میں ڈالنے کے دَرپے ہیں اُسی ادارہ نے مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی" تقویۃ الایمان" بھی شائع کی ہے جس کے دفاع

---

[۱] حاشیہ" رضا خانیوں کی کفر سازیاں" ص 25، تحفظ نظریات دیوبند اکادمی کراچی۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 235، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

میں موصوف ہاتھ پاؤں مار مار کر بے بس ہو چکے ہیں۔

بہر حال پروفیسر فیروز الدین روحی کا انکار کر کے دیوبندی موصوف اپنی گلو خلاصی نہیں کر سکتے اس لئے کہ جو کچھ فیروز الدین روحی نے علاّمہ شامی علیہ الرحمۃ کے متعلق لکھا ہے اس کا چربہ دیگر دیوبندی مُلاّؤں نے بھی اپنی کتب میں نقل کیا ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

دیوبندیوں کے شیخ الحدیث مُلاّں مانچسٹروی لکھتے ہیں کہ:

"شریف مکہ بغاوت سے پہلے ترکوں کی طرف سے مکہ کے شریف تھے۔آل سعود حجاز کی طرف رخ کرتے تو شریف کی طرف سے مزاحمت ہوتی تھی۔شریف نے سعودیوں کے مقابلہ کے لیے محمد علی پاشا جذیو مصر سے بھی مدد لی تھی اور سعودیوں کو بہت تنگ کیا تھا۔حج تک کی پابندیاں ان پر عائد کر رکھی تھیں۔بظاہر اس سختی کے موجب ترک تھے لیکن حقیقت میں یہ نقشہ عمل شریف کا ہوتا تھا اور شریف کے پس پشت ترک نہیں برطانوی استعمار کی سازش تھی انگریز شریف کو بیک وقت سعودیوں اور ترکوں سے لڑانا چاہتے تھے۔

آل سعود کے خلاف زبردست پراپیگنڈا کیا گیا کہ وہ عقیدۃً اہل سنت نہیں خوارج ہیں، ادنیٰ گناہوں پر مسلمانوں کا خون بہانا جائز سمجھتے ہیں۔آل سعود پہلے بھی کچھ عرصہ حجاز پر قابض رہ چکے تھے۔اس دور کے بعض وقائع اس انداز میں ترتیب دیئے گئے کہ آل سعود کو واقعی خوارج ثابت کیا جا سکے۔انگریزوں کی شاطرانہ سیاست مسلمانوں کو تقسیم کرنے پر تلی ہوئی تھی۔حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ بلند پایہ فقیہہ اور محدث تھے لیکن مؤرخ اور سیاستدان نہ تھے۔ان کی اطلاعات زیادہ تر محمد علی پاشا کے حلقہ اثر سے آتی تھیں۔آپ نے بھی ان اطلاعات کی بناء پر سعودیوں کو خوارج کے ہم مسلک سمجھ لیا اور وقت کے سیاسی پراپیگنڈے کے مدوجزر کا پوری طرح جائزہ نہ لے سکے۔ردالمحتار باب البغاۃ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف جو عقیدے منسوب کیے گئے ہیں۔شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے صاحبزادے کی کتابوں میں ان کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔معلوم ہوتا ہے ان کے خلاف

پراپیگنڈا بہت سخت تھا۔ یہاں تک کہ علامہ شامی جیسے بزرگوں نے بھی ان خبروں پر اعتماد کر لیا اور پھر اسی لائن پر اور بہت سے علماء چلے گئے"۔ [۱]

اس اقتباس کے لئے فہرست ج۱ ص۹ پر عنوان لگایا گیا ہے کہ "علامہ شامی محمد علی پاشا کے زیر اثر لکھ گئے"۔ اس حوالے میں بھی تقریباً وہی باتیں کی گئی ہیں جو پروفیسر فیروز الدین رُوحی صاحب نے لکھی ہیں، علّامہ شامی علیہ الرحمہ کے خلوص و نیک نیتی پر حملہ کرتے ہوئے یہ تأثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ آپ نے اپنی بلند پایہ کتاب میں محمد علی پاشا کے زیرِ اثر افواہوں پر مبنی باتیں لکھ دیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے صاف لکھا ہے کہ:

"علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اسی طرف کے رہنے والے اور اسی زمانہ کے ہیں، ۱۲۳۳ھ میں جب کہ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت نے حجاز پر قبضہ اور تسلط کیا ہے وہ حج کے لئے مکہ معظّمہ گئے ہیں، جیسا کہ اُنہوں نے جلد اول ص ۶۷۴ میں تصریح کیا ہے پس وہ جس قدر محمد بن عبدالوہاب اور اس کی جماعت سے واقف ہیں دور دور کے رہنے والے اور زمانہ مابعد میں ہونے والے اتنے واقف نہیں"۔ [۲]

یعنی علّامہ شامی علیہ الرحمہ کا یہ حوالہ کسی پروپیگنڈے یا والی مصر محمد علی پاشا کی وجہ سے نہیں بلکہ علّامہ شامی علیہ الرحمہ کا آنکھوں دیکھا مشاہدہ ہے آپ نے جو حالات دیکھے اس کے مطابق وہابیوں پر فتویٰ لگایا۔

اور یہی حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کی اس جماعت نے چونکہ اہل مدینہ اور اہل مکہ و حجاز کے عام باشندوں کو اس مدت اقامت حجاز میں بہت زیادہ ستایا تھا۔ لوگوں کو قتل کرنا، مار پیٹ، لوٹنا، ذلیل

---

[۱] مطالعہ بریلویت، ج1 ص186۔187، حافظی بک ڈپو، دیوبند، یوپی۔

[۲] مکتوبات شیخ الاسلام، ج2 ص344، مکتبہ دینیہ دیوبند، ضلع سہارنپور۔

کرنا وغیرہ وغیرہ عمل میں لاتے رہتے تھے جیسا کہ وہاں پر مشہور ومعروف ہے اور صاحب ردالمحتار لکھتا ہے کہ یہ لوگ صرف اپنی جماعت کو مسلمان سمجھتے تھے اور دوسری جماعتوں کو مشرک اور غیر مسلم کہتے تھے اور اُن کے اموال اور جانوں کو لوٹنا اور ضائع کرنا حلال جانتے تھے اس لیے اہلِ حرمین کو وہابیوں سے انتہائی عداوت اور نفرت تھی۔ اس لئے اہل حجاز (مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ) کسی طرح اس کے روادار نہ تھے کہ کوئی نجدی جس کا تعلق اس فرقہ سے کچھ بھی ہو یہاں حجاز میں رہ جائے"۔[1]

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کا نجدیوں کے متعلق خوارج ہونے کا فتویٰ دینا کسی کے اثر یا پروپیگنڈے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ بقول ٹانڈوی صاحب آپ کا عینی مشاہدہ تھا، لہٰذا علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کے متعلق اس طرح کی باتیں جس طرح مُلّاں مانچسٹروی نے لکھی ہیں وہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کی شان وعظمت کے لائق نہیں۔ اور اس سلسلے میں جو بد گمانی مُلّاں مانچسٹروی نے کی ہے وہ لائق صد افسوس ومذمت ہے۔

دیوبندی موصوف فیروز الدین روحی کو تو تنبیہ نہ کر سکے کم از کم مُلّاں مانچسٹروی جو کہ چند روز پہلے آنجہانی ہوا ہے کو ہی تنبیہ کر دیتے کہ اکابر علماء کے حق میں اس طرح کی بدگمانی اچھا عمل نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"یاد رہے کہ کاشف اقبال رضا خانی نے سابقہ روایات کے بموجب یہ حوالہ جات بھی دیوبندی مذہب صفحہ ۱۳۷ سے سرقہ کئے حتی کہ اس نے جو محاورہ نقل کیا الاناء یترشح بما فیہ وہ بھی اس نے سرقہ کیا"۔[2]

الجواب: دیوبندی موصوف نے خُود بھی سرقہ ہی سے کام لیا ہے جس کی چند مثالوں کا ذکر

[1] نقش حیات، ص 431۔432، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔

[2] دفاع، ج1 ص 235، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

سابقہ جلدوں میں ہو چکا ہے اور یہاں پر مزید ایک حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

دیوبندی موصوف نے دفاع، جلد۱ صفحہ ۲۳۸ پر ایک مضمون مولوی عامر عثمانی اور دیوبند پر اشعار کے نام سے لکھا ہے جو کہ پانچ صفحات پر مشتمل ہے، موصوف کے اس مضمون کا اکثر و بیشتر حصہ "الشریعہ" کے افادات امام اہل سنت ص ۴۰۲ سے لے کر صفحہ ۴۰۶ تک سرقہ شُدہ ہیں۔

خاص طور پر" ماہنامہ تجلی بابت فروری و مارچ سے لے کر جوابی اشعار مذکور ہیں تک اسی افادات سے سرقہ شُدہ ہے، باقی مضمون کو بھی شائقِ تحقیق خُود مقابلہ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔ البتہ موصوف نے اپنے امام اہل سنّت کے یہ الفاظ شیر مادر کی طرح ہضم کر ڈالے جس میں لکھا ہوا تھا کہ مولانا عامر عثمانی نسلاً بعد نسل دیوبندی مسلک پر کاربند تھے [1]۔

دیوبندیوں کی کھلی منافقت اور ٹانڈوی کے رجوع کا افسانہ

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اس کے بعد ان سب نے اس سے رجوع کا اعلان بھی کر دیا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولوی منظور نعمانی مشہور دیوبندی مناظر نے نجدی مذکور کی حمایت میں ایک کتاب شائع کی ہے اور نجدی مذکور پر لگائے گئے الزامات کی صفائی دینے کی سعی مذموم کی ہے اور ساتھ ہی اپنے دیوبندی اکابر کا نجدی مذکور کے رد کرنے سے رجوع بھی بیان کر دیا ہے یہ کتاب قدیمی کتب خانہ کراچی سے شائع ہوئی ہے"۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۶)

جب مانتے ہو کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے رد میں علماء اہل السنت والجماعت دیوبند نے جو کچھ لکھا اس سے بعد میں رجوع بھی کیا تو اب ان مرجوع اقوال کو ہر جگہ پیش کرنا خصوصاً

---

[1] الشریعہ، شمارہ دسمبر ۲۰۱۴ء، جلد 25 شمارہ 12، خصوصی اشاعت، افاضات امام اہل سنت، ص 402، الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ۔

الشہاب الثاقب کو کیا کھلی منافقت اور دھوکا دہی نہیں؟"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اپنے آپ کو عقل مند اور چالاک رام سمجھتے ہیں اور پوری دُنیا کو انہوں نے پاگل سمجھا ہوا ہے اس لئے اس طرح چالاکی پر مبنی باتیں کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عقل موصوف کے نزدیک سے بھی نہیں گذری۔ حضرت مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے تو دیوبندی وہابیوں کی منافقت کو آشکار کیا ہے کہ ایک طرف تو کتبِ دیوبند میں ابن عبدالوہاب نجدی اور اُن کے متبعین کی سخت مذمت کی گئی دُوسری جانب بدلتے حالات کا رُخ دیکھتے ہوئے جھوٹے اور فرضی رجوع کا ڈھنڈورا بھی پیٹا گیا، یہ منافقت نہیں تو اور کیا ہے؟۔

مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے رجوع کو کب اور کہاں تسلیم کیا ہے، اُن کی تحریر میں سعی مذموم کے الفاظ صاف وضاحت کررہے ہیں کہ وہ دیوبندیوں کی منافقت کو واضح اور ظاہر کررہے ہیں۔

دیوبندی موصوف اور اس کے اکابرین نے ٹانڈوی کے رجوع کے متعلق جو افسانہ گھڑا ہے اُس کا جائزہ یہاں ہم پیش کردیتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ حجاز مقدس اور ہندوستان میں ابن عبدالوہاب نجدی اور اُن کے متبعین کو غیظ وغضب کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، دیوبندی نظریاتی طَور پر ابنِ عبدالوہاب نجدی کے حامی تھے، مگر حالات اور ماحول کی وجہ سے کھلے بندوں اس کا اعتراف کرنا دیوبندیوں کے لئے مشکلات کا باعث تھا، اور خاص طَور پر حرمین شریفین میں نجدی کی حمایت دیوبندیوں کے لئے مہلک ثابت ہوتی اس لئے سارے دیوبندیوں نے اپنے عقائد کی کتاب "المہند" میں ابنِ عبدالوہاب اور وہابیوں کی مذمت کی، اور علّامہ شامی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ نقل کرکے وہابیوں کو خارجی قرار دیا۔

[1] دفاع، ج1ص 235۔236، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

دیوبندیوں کی یہ شاطرانہ چال تھی جس سے وہ وقتی طور اپنے آپ سے وہابیت کی چھاپ کو ہٹانا چاہتے تھے، مگر آگے چل کر ایسا ہوا کہ حجازِ مقدس پر وہابیوں کا قبضہ ہوگیا، اور وہاں ان کی حکومت قائم ہوگئی ۔ دیوبندیوں کے مراسم ان کے ساتھ قائم ہو گئے ،غیر مقلدین ہندوستان نے نجدیوں کے سامنے دیوبندیوں کے خلاف شور مچانا شروع کر دیا کہ آپ جس فکر کے داعی ہیں اس فکری امام کے دیوبندی مخالف ہیں۔دیوبندیوں نے ان مسائل سے جان چھڑانے کے لئے مصنوعی اور فرضی رُجوع کی کہانیاں وضع کیں،لیکن دیوبندیوں کی یہ باتیں گوزشتر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔

منظور نعمانی صاحب کے نجدیوں کے ساتھ مراسم تھے،وہ خُود لکھتے ہیں کہ:

" جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ" کے" کلیۃ الدعوۃ واصول الدین" کے ایک متعلم نے راقم سطور سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی اُن تحریروں کے بارے میں استفسار کیا تھا جن میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور اُن کی جماعت کے بارے میں وہ باتیں لکھی گئی ہیں جو بالکل خلاف واقعہ ہیں اور ان ہی کی بنیاد پر اُن کے خلاف بہت بُری رائے ظاہر کی گئی ہے۔اس عاجز نے اُس کا جواب بسط وتفصیل سے لکھنا مناسب سمجھا، اس میں اُن تحریروں کی اُس بنیاد اور پس منظر کا بھی ذکر کیا ہے جو ناظرین کو سطور بالا سے معلوم ہو چکا ہوگا اور اس کے ساتھ یہ بھی بتلایا ہے کہ ان دونوں بزرگوں (حضرت مولانا خلیل احمدؒ اور حضرت مولانا حسین احمدؒ) پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہوا کہ اپنی حیات ہی میں ان کو یہ معلوم ہوگیا کہ اس نجدی جماعت کے بارے میں جو باتیں عام طور سے مشہور تھیں اور جو اُن کے مخالف علماء نے اپنی کتابوں میں لکھی تھیں (جن کی بنیاد پر ہم نے اُن کے خلاف رائے ظاہر کی تھی) وہ صحیح نہیں تھیں ۔یہ معلوم ہوجانے کے بعد ان دونوں حضرات نے اپنی تحریرات اور بیانات کے ذریعہ اس کا اعلان واظہار بھی کر دیا اور اس طرح گویا اپنی سابقہ

تحریروں سے رجوع کرلیا تھا"۔ [۱]

اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ حرمین شریفین میں دیوبندیوں سے اُن کے اکابرین کے اقوال کے متعلق سوالات شروع ہو گئے تھے، خُود منظور نعمانی صاحب کو بھی اُن سوالات کا سامنا کرنا پڑا، اس صورتِ حال کے پیشِ نظر دیوبندیوں کی مجبوری بن گئی کہ وہ اپنے اکابرین کا فرضی رجوع میدان میں لائیں، ورنہ نجدیوں سے مراسم خراب ہونے کا اندیشہ تھا، اور وہ دُنیوی منفعتیں جن کی جانب احمد رضا بجنوری نے اشارہ کیا ہے (جس کا حوالہ ہم سابقہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں) بند ہو جانے کا اندیشہ تھا اِس لئے منظور نعمانی صاحب نے ابن عبدالوہاب نجدی کی حمایت میں کتاب تصنیف کر کے نجدیوں کے ساتھ مراسم کو خراب نہ ہونے دیا۔

محمد منظور نعمانی دیوبندی صاحب حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی صاحب کے رُجوع کے متعلق لکھتے ہیں کہ: "مولانا نے "الشہاب الثاقب" ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں لکھی تھی، اس کے قریباً ۱۴۔۱۵ سال بعد یہ عظیم واقعہ رونما ہوا کہ اُس وقت کی "وہابی نجدی" حکومت کے سربراہِ ملک عبدالعزیز ابن سعود نے ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۴ء) میں اپنی فوجی طاقت سے حجاز مقدس کے اس وقت کے حکمراں شریف حسین کو بے دخل کر کے حرمین شریفین کو بھی اپنے اقتدار و انتظام میں لے لیا"۔ [۲]

یہی نعمانی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

"اسی زمانہ میں ابن سعود کی حکومت اور "وہابیوں" کے خلاف جنگ کرنے والے اس "متحدہ محاذ" کی طرف سے زور شور کے ساتھ ملک گیر پیمانے پر یہ تحریک شروع ہوئی کہ چونکہ مکہ شریف اور مدینہ شریف پر نجدی وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے اور وہ دُنیا بھر کے کافروں

---

[۱] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 23۔24، قدیمی کتب خانہ، کراچی

[۲] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 87، قدیمی کتب خانہ، کراچی

سے بدتر قسم کے کافر ہیں اور (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اور اولیاء کرام کے دشمن ہیں۔ اس لئے جب تک ان کا قبضہ ہے کوئی مسلمان حج کو نہ جائے اس سلسلہ میں "نجدیوں وہابیوں" کے خلاف "الشہاب الثاقب" کی وہ عبارتیں بھی پیش کی جاتی تھیں جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کو حج سے روکنے کے لئے حضرت مولانا حسین احمد کی عبارتیں اور اُن کا نام بھی استعمال ہو رہا تھا۔ اس وقت لوگوں نے اس بارے میں مولانا سے سوالات کئے تو آپ نے اس مسئلہ پر از سرنو غور کرنے کی ضرورت محسوس کی اور اس کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل اخباری بیان دیا۔ یہ بیان روزنامہ "زمیندار لاہور" کی ۱۷ مئی ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا"۔ [1]

مولوی منظور نعمانی دیوبندی صاحب کے اس حوالے کے مطابق حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی صاحب نے ۱۹۱۰ء میں "الشہاب الثاقب" لکھی، ۱۹۲۴ء میں نجدیوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کر کے سعودی حکومت کی بنیاد ڈالی، اس کے کم وبیش ایک سال بعد یعنی ۱۹۲۵ء میں حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے رُجوع کر لیا۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے اس لئے کہ حسین احمد ٹانڈوی نے ۱۳۷۰ھ کے اپنے ایک مکتوب میں "الشہاب الثاقب" پر قائم رہنے کی بات کی ہے، اور ابنِ عبدالوہاب نجدی کی مذمت لکھی ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں، حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی صاحب سے سوال ہوا کہ:

"(1) کیا کتاب "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" وہابیوں اور بریلویوں کے خلاف آپ کی ہی تصنیف ہے؟

(2) اب بھی آپ وہی مسلک رکھتے ہیں یا اس سے رُجوع فرمایا ہے، جس مسلک کا آپ نے اپنی اس کتاب میں اظہار کیا ہے اور محمد بن عبدالوہاب مرحوم کو آپ خارجی ہی تصور

---

[1] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 91۔92، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

کرتے ہیں یا متبع سنت عالم، جیسا کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے "فتاویٰ رشیدیہ" میں تحریر فرمایا ہے"۔ [۱]

ان سوالوں کے جواب میں حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"(1) بیشک کتاب "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" میری ہی پہلی تصنیف ہے جو کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی کے (حسام الحرمین کے) خلاف میں لکھی گئی تھی، وہابیوں کا تذکرہ اس میں ضمناً آیا ہے، جس سے مقصود یہ ہے کہ ہمارے اسلاف افراط وتفریط دونوں سے علیٰحدہ ہیں، ان کا مسلک معتدل اور بین بین ہے اور اہلِ سنت والجماعت اسلاف کرام کے سچے متبع ہیں۔

(2) اب بھی میرا وہی مسلک ہے جو اس کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے اور یہی مسلک میرے اسلاف کرام کا ہے، محمد بن عبد الوہاب اور اس کی جماعت کو میں نے نہیں بلکہ علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "ردالمختار (المحتار) حاشیہ درمختار" میں جو کہ فقہ حنفی میں نہایت مستند اور مفتیٰ بہ کتاب ہے، جلد ثالث ص ۳۳۹ میں بھی لکھا ہے"۔ [۲]

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا یہ مکتوب ٤ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ کا ہے اور منظور نعمانی دیوبندی صاحب ۱۹۲۵ء یعنی ۱۳۴۳ھ میں رُجوع کی بات کررہے ہیں اس کا مطلب ہے کہ وہابیوں نے اپنی ساکھ کو بچانے کے لئے رُجوع کا افسانہ گھڑا ہے، ٹانڈوی صاحب تو خُود تصریح کررہے ہیں کہ اب بھی میرا وہی مسلک ہے، مگر دیوبندی نجدیوں سے مراسم بحال رکھنے کے چکر میں مصنوعی اور فرضی رُجوع کا ڈھنڈورا پیٹنے میں مصروف ومشغول ہیں۔

غالباً ۱۳۷۷ھ میں حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی آنجہانی ہوئے، اس حساب سے ٹانڈوی

[۱] مکتوبات شیخ الاسلام، ج2 ص343، مکتبہ دینیہ دیوبند، ضلع سہارنپور۔

[۲] مکتوبات شیخ الاسلام، ج2 ص343۔344، مکتبہ دینیہ دیوبند، ضلع سہارنپور۔

صاحب اپنے آنجہانی ہونے سے (7) سات سال قبل تک بھی "الشہاب الثاقب" کے مندرجات پر قائم تھے، اگر اُس نے کوئی رُجوع کیا ہوتا تو پھر وہ رُجوع والے سوال کے جواب میں یہ کیوں لکھتا کہ" اب بھی میرا وہی مسلک ہے"۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رُجوع والی بات جھوٹ، صرف افسانوی اور سعودیوں کو خُوش کرنے کا بہانہ ہے۔

صفی الرحمان مبارکپوری نے لکھا ہے کہ:

" منظور نعمانی کے اس مضمون کو عربی میں چھاپ کر سعودی عرب میں بہت بڑے پیمانے پر پھیلایا گیا تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

" مولانا محمد منظور نعمانی کا ایک مضمون منظرِ عام پر آیا، جسے بعد میں کتابی شکل میں اُردو اور عربی میں چھاپ کر ہندوستان اور سعودی عرب میں بہت بڑے پیمانہ پر پھیلایا گیا"۔ [1]

عربی میں شائع کرنے اور سعودیہ میں بڑے پیمانے پر پھیلانے کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ سعودیوں کی ہمدردیاں حاصل کی جائیں۔

حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی صاحب نے "نقش حیات" کے نام سے ایک خُودنوشت سوانح عمری ترتیب دی ہے، اُس میں بھی ٹانڈوی صاحب اپنے سابقہ مؤقف یعنی مذمت وہابیہ پر برقرار ہیں ("نقش حیات" کا حوالہ قریب ہی گذر چکا ہے)

یہ "نقش حیات" نامی کتاب رُجوع والے اخباری بیان کے تقریباً (28) اٹھائیس سال بعد شائع ہوئی، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے اپنے مؤقف سے کوئی رُجوع نہیں کیا تھا۔ صرف نجدیوں سے مراسم بحال رکھنے کے لئے یہ ڈرامہ بازی شروع کی گئی۔

منظور نعمانی صاحب نے اپنی کتاب کے اُردو ایڈیشن میں لکھا ہے کہ:

---

[1] شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریے، ص 9، تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ، راولپنڈی۔

"اس سلسلہ میں یہاں اس کا اظہار بھی مناسب ہوگا کہ اتنی بات خُود راقم سطور کے علم میں بھی ہے کہ استاذنا حضرت مولانا محمد انور شاہؒ، شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اُس درجہ کا بڑا عالم اور امامِ وقت نہیں سمجھتے تھے جس درجہ میں ان کے حلقہ میں اُن کو سمجھا جاتا ہے۔ ایک موقعہ پر اس عاجز نے اس بارے میں حضرت کا نقطہ نظر خُود حضرت سے سنا تھا"۔ [1]

لیکن نجدیوں کو خُوش کرنے اور اُن کے ساتھ مراسم بحال رکھنے کے لئے منظور نعمانی صاحب نے اس کتاب کے عربی ترجمہ "دعايات مكثفة" میں ان عبارات کو ذکر ہی نہیں کیا۔

راقم کہتا ہے کہ مَیں نے خُود "دعایات مکثفۃ" کے عربی ایڈیشن کو دیکھا اس میں انور شاہ کے تقابل والا مضمون موجود نہیں ہے اور اسی حقیقت کی پردہ کشائی کرتے ہوئے محفوظ الرحمان فیضی لکھتے ہیں کہ:

" خلاصہ بحث یہ ہے کہ مولانا مدنی نے " شہاب ثاقب " کے نام سے شیخ محمد بن عبدالوہاب اوران کی تحریک کے خلاف جن الزامات وافتراٗت کا دفتر تیار کیا تھا اوران کے بارے میں جو نہایت سخت اور بری رائے ظاہر کی تھی اس سے انہوں نے کبھی رجوع نہیں کیا، بلکہ اخیر تک اسی پر قائم رہے، اوراب حالات کا رُخ پلٹنے کے بعد غالباً نوع بہ نوع مصلحتوں کے پیشِ نظر مولانا نعمانی نے وکیل بن کر مولانا مدنی کی صفائی میں جو کتاب تالیف فرمائی ہے وہ مغالطات سے پُر ہے"۔ [2]

اوراسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ:

"شاید یہی مصلحتیں اس امر کی محرک ہوئیں کہ مولانا نعمانی کی کتاب کا بہت جلد عربی ایڈیشن بھی شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا اوراس میں اس بات کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئ کہ یہ مصالح مجروح نہ ہونے پائیں۔

---

[1] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 122، قدیمی کتب خانہ، کراچی

[2] شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریے، ص 82، تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ۔

چنانچہ اسی لیے عربی ایڈیشن میں اصل کتاب کے صفحات (١٢٤ تا ١٣٠) کا ترجمہ پیش کرنے سے پرہیز کیا گیا ہے کیونکہ ان صفحات میں مولانا محترم نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کی صفائی دیتے ہوئے ان کی علمی جلالتِ شان اور ان کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں، شیخ محمد بن عبدالوہاب سے یک گونہ ان کا تقابل وموازنہ کیا ہے اور مولانا کشمیری کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے ان کی برتری ثابت کی ہے"۔[1]

دیوبندی موصوف کو دعوت ہے کہ وہ منظور نعمانی صاحب کی مذکورہ کتاب کا عربی اُردو ایڈیشن اُٹھا کر خُود موازنہ کرلیں اگر عربی کتاب میں اُردو کتاب کے وہ مندرجات جن سے ابن عبدالوہاب نجدی پر انور شاہ کشمیری صاحب کی برتری ثابت ہو رہی ہے موجود نہ ہوں تو محفوظ الرحمان فیضی کی تصدیق کریں اگر مندرجات موجود ہوں تو محفوظ الرحمان فیضی کو جھٹلائیں۔

الغرض حضرت مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے بالکل بجا تجزیہ فرمایا کہ اس معاملے میں دیوبندی منافقانہ رَوِش اور دوغلی پالیسی کے شکار ہیں۔ان کے دو منہ دو زبانیں اور دو چہرے ہیں، ہاتھی کے دانتوں کی طرح کھانے کے اور دِکھانے کے اور ہیں۔ جب تک حرمین شریفین پر وہابی قابض نہ ہوئے تھے تو کچھ اکابرینِ دیوبند وہاں کے علماء کی گرفت سے بچنے کے لئے نجدیوں کو بُرا بھلا کہتے تھے،مگر جب نجدی قابض ہو گئے تو اب اُن کے تلوے چاٹنے میں مصروف ہیں اور سابقہ اقوال سے جان چھڑانے کے چکر میں ہیں۔

چونکہ حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا رُجوع ثابت نہیں اور وہ اپنی موت سے چند سال قبل تک بھی اپنے نظریے پر قائم رہے،لہٰذا علمائے اہلِ سنّت کی جانب سے دیوبندیوں کے خلاف "شہاب ثاقب" کو پیش کرنا بالکل دُرست ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں۔

---

[1] شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریے، حاشیہ، ص 82، تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ راولپنڈی۔

دیوبندیوں کا" شہاب ثاقب" سے گریز واجتناب ان کی کھلی شکست کی دلیل ہے۔
دیوبندی موصوف نے" فتاویٰ رضویہ شریف" کا حوالہ بھی نقل کیا ہے مگر اس حوالہ سے استدلال اس وقت دُرست ہوتا جب حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا رُجوع ثابت ہوتا، مگر جب ٹانڈوی صاحب کا رجوع ہی ثابت نہیں تو دیوبندی موصوف کا" فتاویٰ رضویہ شریف" کا حوالہ پیش کرنا دیوبندی موصوف کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے!
موصوف کی اس طرح کی حرکتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ موصوف جاہل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی کتب سے بھی آشنا نہیں۔ ہمیں حیرت ہے ان لوگوں پر جنہوں نے دیوبندیت کا دفاع کرنے کے لئے ایسے جاہل کو آگے کر دیا ہے جو اپنی کتب سے بھی بے خبر ہے۔

دیوبند نام کی کھانی اور دیوبندیوں کی پریشانی

اعتراض: دیوبندی موصوف معترض ہیں کہ:
" اس کے بعد رضا خانی معترض صاحب لکھتے ہیں: قارئین کرام! دیوبند تاریخی اعتبار سے شیطانوں اور دیواؤں کا ٹھکانہ تھا جس کا قدیم دیہی بن تھا جو بعد میں دیوبند ہو گیا جس کو دیوبندی علماء نے بسر چشم قبول کر لیا۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۷)
جواب: اب کوئی اس جاہل سے پوچھے کے اس میں کون سے کفر و شرک کی بات ہے؟ رضا خانیوں کا مرکز بریلی آج جس ملک میں ہے اس کا نام" ہندوستان" ہے وہاں رہنے والا ہر بریلوی اپنی نسبت" ہندوستانی" کرتا ہے یعنی ہندوؤں، گائے کے پجاریوں، بتوں کے پوجنے والوں کے رہنے کی جگہ دیوی دیوتاؤں کے ماننے والوں کی سرزمین اس نام کو تبدیل کرنے کا تو انہیں کبھی خیال نہیں آیا اسے تو انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کیا ہوا ہے اور دیوبند کے نام پر اعتراض کرتے ہوئے انہیں ذرا شرم نہیں آتی"۔[1]

---

[1] دفاع، ج1 ص236۔ 237، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب نمبر(1): دیوبندی موصوف کو" دیو بند" کو شیطانوں کی جگہ قرار دینے پر اتنا غصہ آیا کہ وہ جوش میں ہوش بھی کھو بیٹھے اور مبنی بر جہالت اعتراض کرنا شروع کر دیا اور اعتراض کے پس منظر کو سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی ایک طرف دیوبندیوں کا فتویٰ ہے کہ:

" سوال: نبی بخش۔ پیر بخش۔ سالا بخش۔ مدار بخش ایسے ناموں کا رکھنا کیسا ہے۔

جواب: ایسے نام موہم شرک ہے منع ہیں ان کو بدلنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

نبی بخش اور پیر بخش ناموں کو موہمِ شرک قرار دیا گیا اور اُن کو بدلنے کی ترغیب بھی دی گئ لیکن خالص وہ نام جس میں ہندو دیوی دیوتاؤں کی آمیزش موجود ہے اور جسے شیطانوں کا ٹھکانہ قرار دیا گیا ہے، نہ اُس نام کو شرکیہ قرار دیا گیا اور نہ ہی اُس کے بدلنے کی ترغیب دی گئ، بلکہ اس نام کی نسبت سے بطورِ فخر اپنے آپ کو دیوبندی کہلوایا گیا، کیا یہ دیوبندیوں کی دورنگی نہیں؟ یا اُن کے نزدیک محض وہ کام شرکیہ قرار پاتے ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی یا کسی مقرب بارگاہِ خُداوندی کا نام موجود ہو۔

الغرض دیوبندیوں کو" دیوبند" نام کو شرکیہ قرار دینا چاہئے تھا اور نام کے بدلنے کی ترغیب دینی چاہئے تھی، بلکہ انہیں پُوری تحریک چلانی چاہئے تھی، مگر افسوس نبی بخش جیسے پیارے نام کو ناپسند کرنے والے" دیوبند" جیسے شیطانی نام پر راضی ہو گئے اور ایک حرف بھی اس کے خلاف نہیں لکھا اور نہ ہی اپنی نسبتِ دیوبندی کو مشرکانہ قرار دیا۔

نمبر(2) موصوف نے" یعنی" کے ساتھ ہندوستان کا مطلب گائے کے پجاریوں اور بتوں کے پوجنے والوں کی جگہ قرار دیا ہے، مگر دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے بحیثیت مذہب ابتداء سے مسلمانوں کا وطن قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

" خلاصہ یہ کہ قدیم زمانہ سے یہ ملک بھی مذہب اسلام کا گہوارہ رہا ہے، لہٰذا صحیح اور یقیناً صحیح

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ، ص 211، عالمی مجلس تحفظ اسلام، کراچی۔

ہے کہ بحیثیت مذہب ابتداء سے ہی یہ ملک اسلام کا وطن ہے"۔ [۱]

یہی حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"ہندوستان کی بسنے والی قوموں میں صرف مسلمان ایسی اقوامِ قدیمہ میں سے ہے جن کا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور انسانی نشوونما فقط حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا ہے، یہی قرآن کی تعلیم ہے، باقی اقوامِ ہندیہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ اسلامی کتابیں یہ بتاتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان ہی میں اُتارے گئے اور یہاں ہی انہوں نے سکونت کی اور یہاں ہی سے اُن کی نسل دنیا میں پھیلی"۔ [۲]

اور اس سے اگلے صفحہ پر لکھا ہے کہ:

"بنا بریں اسلامی روایات اور تعلیمات کے مطابق آبائی وطن عہدِ قدیم سے ہندوستان مسلمانوں ہی کا ہوگا۔ جو لوگ انسانی اور اپنی نسل کو ایسا نہیں مانتے وہ اس دعوے کے مستحق نہیں ہیں اور مسلمانوں کے لئے اس کو اپنا وطن قدیم سمجھنا ضروری ہے۔ حسب تعلیمات اسلامیہ اور تصریحاتِ قرآنیہ جتنے پیغمبر اور ان کے جانشین دنیا میں ہوئے ہیں سب کا مذہب اسلام ہی تھا حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد بھی اسلام کے پیرو تھے"۔ [۳]

محمد میاں ناظم جمعیۃ علماء ہند لکھتے ہیں کہ:

"نمبر (1) خلیفۃ اللہ کا سب سے پہلا مہبط ہونے کی وجہ سے انسانیت کا سب سے پہلا دار الخلافہ ہندوستان ہے۔

نمبر (2) چونکہ یہ خلیفہ نبی تھا جس کے پاس روح القدس تشریف لایا کرتے تھے، لہٰذا سر زمین ہند سب سے پہلے آفتاب نبوت کا مشرق بنا۔

---

[۱] ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل، ص 5، جمعیۃ علماء ہند گلی قاسم جان، دھلی۔

[۲] ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل، ص 3، جمعیۃ علماء ہند گلی قاسم جان، دھلی۔

[۳] ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل، ص 4، جمعیۃ علماء ہند گلی قاسم جان، دھلی۔

نمبر(3)اسی بقعہ مبارکہ پر روح القدس کا سب سے پہلے نزول ہوا اور یہی ارض مقدس وحی الٰہی کا سب سے پہلا مہبط ہے"۔[1]

دیوبندیوں کے ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء سے ہندوستان مسلمانوں کا وطن ہے ،لہٰذا مسلمان ایسا نام کیونکر تجویز کر سکتے ہیں جس میں گائے کے پجاریوں کے معنیٰ موجود ہوں ، لامحالہ ماننا پڑے گا کہ دیوبندی موصوف نے اس تشریح میں اکابرینِ دیوبند سے بغاوت اختیار کی ہے۔ جب باصول دیوبندی موصوف نے لفظ" ہندوستان" کی غلط تشریح کی ہے تو سرے سے ہمارے اُوپر اعتراض ہی وارد نہیں ہوتا اور نہ اس کا جواب ہمارے ذمہ لازم آتا ہے ،لہٰذا معلوم ہوا کہ موصوف کا یہ اعتراض قائم کرنا درحقیقت نہ صرف کتبِ اسلامیہ (حدیث وتاریخ) سے لاعلمی کی دلیل ہے بلکہ اپنی مولویوں کی کتب سے بھی جاہل ہونے کا بھی پتہ دیتا ہے۔ ویسے موصوف کے اُصول وقوانین کے مطابق موصوف کو ایسا اعتراض کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے تھی جس کی وجہ سے وہ اکابرینِ دیوبند کے بھی باغی قرار پاتے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"ہر عقل مند جانتا ہے کہ شہر یا ملک کا نام محض اپنی قومی شناخت کے لیے ہوتا ہے بس۔اگر اس رضاخانی نے کبھی توضیح تلویح پڑھی ہوتی تو اس میں پڑھتا کہ اسماء مسمّٰی پر دلالت کرنے کے لیے ہوتے ہیں اس سے ان کا لغوی معنیٰ مراد نہیں ہوتا۔مگر رضاخانیوں کی عقل ہی الٹی ہے۔ان کے اصول ہی نرالے ہیں"۔[2]

الجواب : موصوف کے اس اعتراض پر آلِ دیوبند جتنا بھی ماتم کرے کم ہے، ایسا جاہل شاید ڈھونڈے سے بھی نہ ملے، مگر آلِ دیوبند کے چند" نمونوں" نے اسے مناظر ومحقق نہ

---

[1] "ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل"، و" دربار مدینہ اور حب وطن" ص15 ،جمعیۃ علماء ہند، دھلی۔

[2] دفاع، ج1ص 237، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

جانے کیا کچھ بنا رکھا ہے۔انسانوں کے نام بھی تو شناخت کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر ان ناموں کو دیوبندی تبدیل کرنے کی ترغیب کیوں دیتے ہیں؟ یا وہ نام دیوبندی موصوف کے نزدیک شناخت کے لئے نہیں ہوتے ؟اور مزید حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک بھی موجود ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے یثرب کو تبدیل کر کے" طابہ" ،" طیبہ" مدینہ نام تجویز فرمایا۔ یہ بھی تو شہر کا نام تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کیوں تبدیل فرمایا۔

محمد میاں صاحب لکھتے ہیں کہ:

" آج تک اس سرزمین کا نام" یثرب" تھا مگر اب سرکار مدینہ کو یہ نام ناپسند ہے کیونکہ لفظ "یثرب" لغوی اعتبار سے قباحت اور بربادی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔اب اس کا نام" طابۃ" تجویز ہوتا ہے، بمعنی طیبہ، پاکیزہ اور صاف ستھرا

"ان اللہ سمی المدینۃ طابۃ "۔ (مسلم جمع الفوائد ج۱ص ۲۱)

اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام" طابہ" رکھا ہے۔

"من سمی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ ھی طابۃ "(جمع الفوائد، ص ۲۱) جو شخص مدینہ کو یثرب کہہ دے اس کو استغفار کرنا چاہئے۔ یہ طابہ ہے، یہ طابہ ہے۔ وہی ارض وبا، وہی ملیریا والی زمین، اب ارض شفا ہو جاتی ہے۔" [1]

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ وہ نام جو کسی ناپسندیدہ معنی کو متضمن ہوں انہیں تبدیل کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔

نمبر (2) دیوبندی موصوف بوجہ جہالت کلیہ کو سمجھ نہ پائے ہیں ویسے بھی علمی کتابوں کو سمجھنا ان کے بس کی بات نہیں اگر اسماء میں معنی ملحوظ نہیں رکھا جاتا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بے شُمار اسماء کو تبدیل کیوں فرمایا؟

---

[1] " ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل" و" دربار مدینہ اور حب وطن" ص 28۔29، دھلی۔

ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسم میں معنیٰ کا لحاظ رکھا، مثال کے طور پر کئی کتبِ احادیث مثلِ صحیح بخاری، صحیح مسلم سے ایسی روایات ذکر کی جاسکتی ہیں مگر ہم ایک ایسی روایت ذکر کرتے ہیں جس میں تین ناموں کے تبدیل کرنے کا یکجا ذکر موجود ہے، جسے امام ابُو عوانہ علیہ الرحمۃ اپنی سند کے ساتھ "المسند الصحیح المخرج علی صحیح مسلم" میں روایت کرتے ہیں کہ:

"عن نافع، عن ابن عمر: أن كثير بن الصلت كان اسمه قليلًا، فسماه رسول الله صلى الله عليه وسلم: كثيرًا، وأن مطيع بن الأسود كان اسمه: العاص، فسماه رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: مطيعًا، وأن أم عاصم بن عمر كان اسمها: عاصية، فسماها رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: جميلة..."۔

"یعنی حضرت نافع سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک کثیر بن صلت کا نام "قلیل" (تھوڑا) تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا نام "کثیر" رکھا۔ اور بیشک مطیع بن اسود کا نام "عاص" تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا نام "مطیع" رکھا۔ اور بیشک ام عاصم بن عمر کا نام "عاصیہ" تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا نام "جمیلہ" رکھا"۔ [1]

"صحیح بخاری شریف" کی ایک روایت میں ہے کہ:

"عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ أَبَاهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا اسْمُكَ. قَالَ: حَزْنٌ، قَالَ: أَنْتَ سَهْلٌ. قَالَ: لاَ أُغَيِّرُ اسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي

[1] المسند الصَحيح المُخرَج علی صَحِيح مُسلم، ج17 ص 167۔169 (9375) وانظر: صحیح مسلم، بَابُ لَا يُقْتَلُ قُرَشِيٌّ صَبْرًا بَعْدَ الْفَتْحِ (1782)، ادب المفرد للبخاری (826)، ومسند الحمیدی، ج1 ص 484 (578)، ومسند احمد (15409)، و (17867)، وصحیح ابن حبان، ج9 ص 33 (3718)، وغیرہ۔

قَالَ ابْنُ الْمُسَيِّبِ: فَمَا زَالَتِ الْحُزُونَةُ فِينَا بَعْدُ"۔ [1]

"یعنی حضرت ابن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ: بیشک اُن کے والد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ کہا کہ حزن (یعنی دُکھ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سہل (آسان) ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ جو میرے والد نے نام رکھا ہے میں اُسے تبدیل نہیں کروں گا۔ ابن مسیب کہتے ہیں کہ: اس کے بعد ہمیشہ ہمارے ہاں دُکھوں کی آمد رہی"۔

اگر دیوبندی موصوف نے کبھی حدیث پڑھی ہوتی تو "صحیح بخاری" بھی پڑھتے، اس میں اسے یہ باب ضرور نظر آتا "بَابُ تَحْوِيلِ الِاسْمِ إِلَى اسْمٍ أَحْسَنَ مِنْهُ"۔

مگر دیوبندیوں کی عقل ہی اُلٹی ہے اور ان کے اُصول بھی نرالے ہیں۔ یہ لوگ نہ تو کوئی اُصولی بحث کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی علمی دلیل دے سکتے ہیں، ان کا مطلب ومقصد محض تفرقہ پھیلانا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے "زاد المعاد فی هدی خیر العباد" کی "فَصْلٌ فِي هَدْيِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَسْمَاءِ وَالْكُنَى" ملاحظہ فرمائیں۔

بریلی شریف پر اعتراض اور اُس کا جواب

اعتراض: دیوبندی موصوف نے "ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف" مارچ ۲۰۱۵ء ص52 کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"سب سے پہلے کٹھیر یا ٹھاکر جگت سنگھ نے موجودہ بریلی سے پورب کی سمت ۱۵۰۰ء میں موضع جگت پور آباد کیا جو آج بھی بریلی کا معروف محلہ ہے پھر اس کے ستائیس (27) سال بعد ٹھاکر جگت سنگھ کے دو بیٹوں بانس دیو، برل دیو نے ۱۵۲۷ء میں موجودہ بریلی کی بنیاد ڈالی ان دونوں بھائیوں کی نسبت سے اس شہر کا نام بانس بریلی مشہور ہوا" (ماہنامہ اعلیٰ

---

[1] صحیح البخاری، بَابُ اسْمِ الْحَزْنِ، ج8ص43(6190)،و(6193) رواہ الجماعۃ۔

حضرت بریلی شریف" مارچ ۲۰۱۵ء: ص ۵۲)

رضا خانیو! اپنے مرکز کا نام تم نے سکھوں کے نام پر رکھا ہوا ہے اور اسے "شریف" بھی کر دیا اس نام پر راضی ہو، اسے بدلنے کا تمہیں کبھی خیال نہیں آیا، سکھوں کے نام پر اس کے کئی مشہور محلے آج بھی ہیں اس پر تمہیں کبھی اعتراض نہ ہوا تو دیوبند کے لفظ پر فضول اعتراضات کرتے ہوئے تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟۔" [1]

الجواب نمبر (1): بریلی شریف میں "دیو" کا لاحقہ موجود نہیں جبکہ دیوبند میں "دیو" کا جز موجود ہے۔ ہندوستانی مشرکوں کے ناموں میں دیوی دیوتاؤں کا لاحقہ بطورِ تقرب وعبودیت ہوتا ہے جس کی وجہ سے شرکیہ مفہوم پیدا ہوتا ہے لیکن اگر وہ لاحقہ مٹا دیا جائے تو اس وقت تک شرکیہ مفہوم پیدا نہیں ہوتا، جب تک کہ اس انفرادی جز میں شرکیہ معنیٰ موجود نہ ہو، جس طرح لعل دیو وغیرہ اگر دیو کو ہٹا دیا جائے تو لعل میں کوئی بُرا معنیٰ موجود نہیں، اسی طرح بریلی شریف کی بنیاد ڈالنے والے اگر بانس دیو اور برل دیو ہوں تو بھی شہر کے نام میں دیو کا جز موجود نہیں، لہٰذا کوئی وجہ اعتراض نہیں، جبکہ دیوبند میں دیوی دیوتاؤں کی نسبت سے "دیو" کا جز بطورِ تقرب وعبودیت موجود ہے۔

دیوبندیوں کو چاہئے تھا کہ اس نام کو تبدیل کرتے یا اس سلسلے میں کوشش کرتے یا کم از کم اس شہر کی جانب نسبت کر کے اپنے الگ فرقے کی بنیاد تو نہ ڈالتے کیونکہ نام میں ہی شرکیہ مفہوم موجود ہے۔ دیوبندیوں نے یہ سب کچھ گوارا کر لیا اور اس شہر کی جانب نسبت کر کے اپنے الگ دھرم کی بنیاد بھی رکھی مگر نام تبدیل کرنے کے متعلق ان کے کانوں پر جُوں تک نہ رینگی۔

نکتہ: اگر بالفرض اس شہر کا نام رسول آباد یا مصطفیٰ آباد ہوتا تو دیوبندی اس کے تبدیل

[1] دفاع، ج 1 ص 237، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کرنے کے لئے ہزار جتن کرتے کیوں کہ ان لوگوں کو صرف انہی ناموں میں شرک نظر آتا ہے جن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بطورِ غلامی نسبت موجود ہو (فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ گذر چکا)

نمبر (2) موصوف دیوبند پر اعتراض کو فضول قرار دیتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ دیوبندی موصوف اس شرکیہ نام پر دل وجان سے راضی ہیں اور انہیں کوئی انکار نہیں۔ موصوف کا یہ انداز بتا رہا ہے کہ ان کے توحید کے دعوے جھوٹے ہیں، ان کے شرک کی مشین گن کا رُخ صرف اہلِ سنّت وجماعت کی جانب ہے، باقی حقیقت میں انہیں شرکیہ ناموں پر اعتراض بھی فضول ہی نظر آتا ہے۔

عامر عثمانی کو دیوبندی ماننے سے انکار

مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے عامر عثمانی دیوبندی کے رسالہ "ماہنامہ تجلی" سے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے

دغا کی دال ہے یاجوج کی ہے ی اس میں
وطن فروشی کی واؤ بدی کی ب اس میں
جو اس کے نون میں نار جحیم غلطاں ہے
تو اس کے دال سے دہقانیت نمایاں ہے
ملے یہ حروف تو بیچارہ دیوبند بنا
برے خمیر سے یہ شہر ناپسند بنا

دیوبندی موصوف اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

" کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے قارئین کو کتاب خریدنے کے لیے دھوکا تو یہ دیا کہ مستند کتب دیوبندیہ سے حوالہ جات مگر جگہ جگہ اس آدمی نے رطب ویابس کو نقل کیا ہے۔ مولوی عامر عثمانی دیوبندی نہیں" مودودیت" کا آلہ کار تھا۔ اس کا یہ رسالہ" تجلی" علمائے دیوبند پر

سب وشتم کے لیے وقف تھا"۔ [1]

الجواب: "دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف" نے دیو بندی موصوف کو ششدر و عاجز کر دیا ہے اس لئے موصوف اپنی مسلّم شخصیات کا بھی انکار کرتے ہوئے ان کی کتب کے بھی منکر بن رہے ہیں، اور دیو بندی مذہب کی معتبر و مستند کتابیں بھی دیو بندی موصوف کو رطب و یابس نظر آ رہی ہیں۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ مولوی عامر عثمانی دیو بندی تھا، غالباً اب پہلی بار دیو بندی موصوف نے اس کے دیو بندی ہونے کی نفی کی ہے، علمائے اہلِ سنّت کی اسی طرح گرفت برقرار رہی تو دیو بندی موصوف تمام دیو بندی علماء کے دیو بندی ہونے کا انکار کر دیں گے، بلکہ ان کی کتب کو بھی رطب و یابس کا مجموعہ قرار دے دیں گے۔

عامر عثمانی دیو بندی کے متعلق خُورشید حسن قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" آپ کی ذات گرامی علمی وادبی دُنیا میں محتاج تعارف نہیں، آپ دیو بند کے معروف علمی وادبی خانوادۂ خاندانِ عثمانی سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے والد ماجد جناب مولانا مطلوب الرحمن عثمانی صاحب دیو بند کے ممتاز عالمِ دین اور اپنے دور کے اولیاء اللہ میں سے تھے، مولانا عامر عثمانی دار العلوم دیو بند کے مایہ ناز فضلاء میں سے ہیں ۔ مرحوم موصوف نے فراغت کے بعد اپنی توجہات اور دلچسپیوں کا موضوع ادب اور صحافت بنایا اور منفرد طرز کی تحریرات ونگارشات سے دُنیا کی خدمت میں مشغول رہے۔ اگرچہ مرحوم موصوف کے بعض نظریات وخیالات اور تحریرات سے علمی اعتبار سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن مرحوم کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ ملت کے بعض مسائل میں وہ دوسروں سے بہت زیادہ سبقت لے گئے ہیں تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا، مثال کے طور پر رَدِ بدعت اور رَدِ قادیانیت کے سلسلہ میں ادبی صحافتی علمی اپنے دَور کے کثیر الاشاعت ماہنامہ تجلی میں رد بدعت کے سلسلہ

[1] دفاع، ج1 ص238، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

میں مستقل طور پر نذرات اور گراں قدر مقالات اور مضامین عالیہ سے جس طرح سنت کا دفاع کیا وہ تاریخ کا ایک بے مثال کارنامہ ہے، چنانچہ مذکورہ ماہنامہ میں قسط وار شائع ہونے والے مضمون "مسجد سے مے خانہ تک" میں بس مرحوم موصوف نے جس طریقہ سے بدعت اور اہلِ بدعت کی قلعی کھولی ہے وہ ایک عظیم کارنامہ ہے، اسی وجہ سے مسلسل علمی حلقوں کی جانب سے اصرار کے بعد مرحوم نے مذکورہ مضامین کو "مسجد سے مے خانہ تک" کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا اور رد بدعات پر تحقیقی کتاب "بدعت کیا ہے؟" شائع کرائیں اور ساتھ ہی ساتھ رد قادیانیت کے سلسلہ میں قادیانیت کے جیب و گریبان تصنیف فرمائیں۔

افسوس تجلی کی قیمتی فائل کی طرح مذکورہ تصانیف بھی نایاب ہوگئیں اور ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے دیوبند کا مشہور مکتبہ تجلی اور برصغیر کا عظیم ماہنامہ تجلی صرف تذکرہ کی حد تک ہی باقی رہ گیا۔ مولانا عامر عثمانی صاحب مرحوم منفرد انداز تحریر کے مالک تھے اور تصنیف و تحریر میں مرحوم کا جُداگانہ طرز تھا۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کسی شخص میں نثر و نظم اور خطاب و خطبات کی صلاحیت اور مہارت بیک وقت جمع ہو جائیں، مرحوم موصوف میں یہ تینوں صفات حیرت انگیز طور پر جمع تھیں۔ مرحوم موصوف صاحب طرز ادیب، شاعر، عظیم مصنف اور مفکر تھے۔ مرحوم اگرچہ جسمانی اعتبار سے کمزور لیکن عزم و ارادہ کے اعتبار سے مضبوط شخص تھے۔ کسی رائے کو درست سمجھنے کے بعد سخت سے سخت مخالفت کے باوجود اس میں کسی قسم کی لچک ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ بہرحال زندگی کے آخری ایام میں مرحوم قلب کے مریض ہو گئے تھے"۔ [1]

قارئین کرام! دیکھیں اس پورے اقتباس میں خورشید حسن قاسمی صاحب نے کس طرح

---

[1] دار العلوم دیوبند کی تاریخی شخصیات، ص 124۔125، مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند۔

عامر عثمانی کو داد و تحسین پیش کی ہے اور اُن کے تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔اس اقتباس سے دیوبندی موصوف کے مندرجہ جملہ اعتراضات کا قلع قمع ہو جاتا ہے

(1)" عامر عثمانی دیوبندی نہیں"۔اقتباس سے ثابت ہوا کہ عامر عثمانی خاندانی دیوبندی اور مدرسہ دیوبند کا فارغ التحصیل تھا۔

(2)" رسالہ " تجلی" دیوبندی علماء کے سب وشتم کے لئے وقف تھا"۔مگر اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسالہ دیوبندیوں کے نزدیک برصغیر کا عظیم ماہنامہ شُمار ہوتا ہے۔اور ظاہر ہے کہ جو رسالہ دیوبندی علماء کے سب وشتم کے لئے وقف ہو اُسے دیوبندی برصغیر کا عظیم ماہنامہ کیسے شُمار کر سکتے ہیں، مطلب کہ دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض بھی غلط اور اپنے اکابرین سے بغاوت ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" مولوی عامر عثمانی نے فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند میں تدریس کے لیے درخواست دی لیکن دار العلوم دیوبند کو اس شخص کی قابلیت کا بخوبی اندازہ تھا اس لیے بار بار مراجعت کے باوجود ان کی درخواست رد کر دی جاتی"۔[1]

الجواب: خُورشید حسن قاسمی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

" مولانا عامر عثمانی دار العلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء میں سے ہیں"۔[2]

اگر دیوبندی موصوف کی بات دُرست تسلیم کر لی جائے تو اس کا مطلب ہو گا کہ نا اہل لوگوں کو دیوبندی علماء مایہ ناز فضلاء میں سے سمجھتے ہیں۔اگر خُورشید حسن قاسمی کی بات دُرست ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دیوبندی موصوف نے جو کہانی گھڑی ہے وہ درست نہیں۔علاوہ ازیں خُورشید حسن قاسمی صاحب نے عامر عثمانی صاحب کو دیوبند مدرسہ کی تاریخی شخصیات

---

[1] دفاع، ج 1 ص 238، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] دار العلوم دیوبند کی تاریخی شخصیات، ص 124، مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند۔

میں شُمار کیا ہے۔ اگر وہ دیوبندیوں کے نزدیک نا اہل تھا پھر اُسے تاریخی شخصیات میں اور مایہ ناز فضلاء میں کیوں شُمار کیا گیا؟

حقیقت یہ ہے کہ عامر عثمانی صاحب نے جب اکابرینِ دیوبند کی غلطیوں پر گرفت کرنا شروع کی تو اُن کے خلاف اس طرح کی باتیں بنائی گئیں ورنہ خُود دیوبندی اُن کے مداح ومعترف تھے۔ دیوبندی موصوف عامر عثمانی کے خاندانی پس منظر سے ناواقف ہیں اس لئے وہ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔

مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب عامر عثمانی صاحب کے چچا اور مفتی عزیز الرحمان صاحب (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)، ومفتی حبیب الرحمان صاحب تایا تھے۔ مطلوب الرحمان عثمانی صاحب اُن کے والد اور فضل الرحمان (اُن کا شُمار مدرسہ دیوبند کے بانیوں میں ہوتا ہے) دادا تھے ایسے شخص کے لئے مدرسہ دیوبند میں تدریس کیلئے ملازمت حاصل کرنا کوئی مشکل نہ تھا، مگر ان کی وہ طبیعت جس کے باعث وہ اکابرینِ دیوبند پر بھی کھل کر تنقید کیا کرتے تھے درمیان میں حائل تھی۔

اعتراض: اس پر ان کو کافی صدمہ ہوا اور ردعمل میں دیوبند شہر سے ایک رسالہ" تجلی" کا اجراء کر دیا اس دور میں حضرت مدنی علیہ الرحمۃ اپنے عروج پر تھے اور انہوں ہے اور مولانا اعزاز علی دیوبندی علیہ الرحمۃ نے ابوالاعلی مودودی کی بعض صریح دینی غلط فہمیوں کی وجہ سے انہیں ضال مضل کہا تھا تو جماعت اسلامی نے درپردہ اس رسالے کا سہارا لیا اور تجلی کے ذریعہ اکابر علماء دیوبند پر خصوصاً مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ (جو مودودی کی تکفیر کر چکے تھے) کے خلاف خوب خوب زہر اگلا گیا۔ اس لیے اس مودودی تجلی کا کوئی حوالہ نہ ہم پر حجت ہے نہ ہم اس کے ذمہ دار"۔ [1]

[1] دفاع، ج1ص238، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب: عامر عثمانی دیوبندی تھے ہمارا اُن سے کوئی تعلق نہیں مگر دیوبندی موصوف نے ان کو دیوبندیوں کے نزدیک غیر معتبر قرار دینے کی کوشش کی ہے وہ دُرست نہیں، دیوبندی عامر عثمانی صاحب کے مداح و معترف ہیں۔ یہ بھی دُرست نہیں کہ "تجلی" کا اجراء مدرسہ دیوبند میں نوکری نہ ملنے کے ردعمل میں ہوا بلکہ ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ مولانا عامر عثمانی دیوبند کے فیض یافتہ تھے، دیوبند کے کتب خانہ سے انہوں نے بہت استفادہ کیا اپنے دور کے شعراء میں انہوں نے اپنی مخصوص شناخت بنائی۔ ۱۹۲۰ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے، والد کا نام مطلوب الرحمن جو انجینئر تھے دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پتنگیں بنا کر بیچنے لگے ایک عرصہ تک اس کام سے جڑے رہے لیکن اس سے ضروریات پوری نہیں ہوتی تھیں"۔ [1]

اسی میں "تجلی" کے جاری کرنے کے حوالے سے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ: "ذریعہ معاش کے طور پر" تجلی" کا اجزاء کیا"۔

عامر عثمانی کے سوانح نگاروں کے بقول ذریعہ معاش کے طور پر "تجلی" کا اجراء ہوا تھا، موصوف نے بڑی معصومیت بھرے انداز میں یہ کہہ دیا ہے کہ: "اس مودودی تجلی کا کوئی حوالہ نہ ہم پر حجت ہے نہ ہم اس کے ذمہ دار"، مگر وہ بھول گئے کہ "تجلی" رسالہ کو قاری طیب جیسے لوگوں کی حمایت حاصل تھی، اور "تجلی" کا طلاق نمبر قاری طیب صاحب کے ایماء پر ہی نکلا تھا۔

الغرض دیوبندی موصوف کا آلِ دیوبند میں عامر عثمانی صاحب کو غیر مستند قرار دینا، دیوبندی مسلّمات سے بغاوت ہے، اگر دیوبندی کتب کو بغور دیکھا جائے تو ان میں عامر عثمانی صاحب کے لئے ان کے نزدیک بے حد ادب واحترام پایا جاتا ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف

---

[1] دس عالم شعراء، ص 33، ماہر القادری اکیڈمی، کڈپہ

عامر عثمانی سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

نمبر (2) شاید موصوف نے "تجلی" کی کچھ فائلیں دیکھی ہی نہیں اگر دیکھی ہوتیں تو "آئینہ صداقت" فیروز الدین روحی کے متعلق لکھے گئے اپنے اُصول کے پیش نظر اس کو قبول کر لیتے، کیونکہ موصوف لکھتے ہیں کہ: "ان کی کتاب بھی اہل حدیث کے مکتبہ" اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور" نے شائع کی، اور کتاب کے بیک ٹائٹل پر معروف غیر مقلد عالم وحید الزماں کا مترجم ابوداؤد کا اشتہار بھی لگا ہوا ہے"۔ [1]

اگر غیر مقلدین کے مکتبہ سے شائع ہونے اور غیر مقلد عالم کی کتاب کے اشتہار کی بنیاد پر جناب ایک کتاب کو" مستند کتبِ دیو بند" سے خارج قرار دے کر اپنی برأت ثابت کرنے میں معاون بنا سکتے ہیں، تو ذرا ایک نظر ادھر بھی ہو:

" ماہنامہ تجلی" اپریل 1954ء کے شمارے کے سرورق پر مرتب: عامر عثمانی اور زبیر افضل عثمانی، فاضلین دیو بند لکھا ہوا ہے، اور صفحہ (۹) " البیان فی علوم القرآن" از عبد الحق حقانی کا اشتہار انور شاہ کشمیری کے کلماتِ تحسین کے ساتھ پورے صفحہ کے زینت بنایا گیا ہے، جبکہ صفحہ (۱٦) سولہ پر" بہشتی زیور" اور" تفسیر عثمانی" کے متعلق یوں تحریر کیا گیا ہے کہ: " اپنی بہو بیٹیوں کو آپ ہزاروں روپے کا جہیز دیتے ہیں لیکن سب سے ضروری دو (۲) چیزیں بھول جاتے (۱) " بہشتی زیور "مکمل و مدلل اور (۲) قرآن مترجمہ شیخ الہندؒ (مع تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)۔ جبکہ صفحہ چونتیس (۳٤) پر دیو بندی حکیم الامت اشرفعلی تھانوی کی" بیان القرآن" کا اشتہار اس طرح دیا گیا ہے کہ" حکیم الامت مولانا اشرفعلی کی شہرہ آفاق تصنیف بیان القرآن مکمل"۔

پھر صفحہ (٥۹) پر تفسیر عثمانی اور ترجمہ تھانوی دونوں کا اشتہار، صفحہ (٦٠) پر مکمل و مدلل بہشتی،

---

[1] دفاع، ج1 ص235، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

قصص القرآن، صفحہ (٦٢) پر تھانوی صاحب کی "المصالح العقلیہ" (جو مرزائیوں سے سرقہ کر کے تیار کی گئی، از ناقل)، حیات المسلمین"، اصلاح الرسوم" تعلیم الدین" اور تفسیر فیض الرحمن حصہ اول از یعقوب الرحمن عثمانی وغیرہ کے اشتہارات موجود ہیں۔

بلکہ شاید ہی" تجلی" کا کوئی شُمارہ ایسا ہو جس میں دیو بندی اکابرین کی کتب کے اشتہارات نہ ہوں۔ جنوری ٦ ١٩٥ء کے شُمارہ میں" تفویۃ الایمان"، صراط مستقیم" جیسی کتابوں کی اشتہارات اور" فتاوی دار العلوم دیو بند" کا اشتہار بھی مارچ اپریل ١٩٦٣ء کے شُمارہ میں موجود ہیں۔

موصوف کے وضع کردہ محولہ اُصول کے مطابق یہاں تو کثرت سے شہادتیں جناب کے خلاف ہیں۔ پس اس" تجلی" سے آپ کی برأت آپ کے وضع کردہ اُصول کے مطابق ناممکن ہے۔

اس کے علاوہ موصوف نے تقریباً دو صفحات تک یہ بحث کی ہے کہ دُوسرے اشعار نقل نہیں کئے گئے جن میں لفظ بریلی کی مذمت ہے وغیرہ وغیرہ، اور اس سلسلے میں اپنی جدّی پُشتی تہذیب کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب وشتم، طعن وتشنیع سے بھی کام لیا ہے، مگر موصوف کی یہ طویل بحث لایعنی اور فضول ہے، محض کتاب کی ضخامت بڑھانے کے علاوہ کسی اور مقصد کی حامل نہیں، جب موصوف یہ خُود مانتے ہیں کہ فرضی ناموں سے فرضی مکالمہ ترتیب دیا گیا ہے، اور اس مکالمے کا اختراع کرنے والے عامر عثمانی دیو بندی صاحب ہیں، پھر وہ اپنے فرضی کرداروں کے ذریعہ اہلِ سنّت کو ہزار گالیاں بھی دیں تو وہ ہمارے لئے حجت نہیں بن سکتے۔ پس موصوف کا ان صفحات کو سیاہ کرنا بے معنیٰ اور فضول ہے، باقی اشعار لفظ" دیو بند" کے متعلق مرقوم ہیں وہ بھی عامر عثمانی کی شاعری کا نتیجہ ہیں جن کو انہوں نے اپنے فرضی کردار کے ذریعے پیش کر کے" دیو بند" کے متعلق ان کا جو مافی الضمیر تھا عوام الناس کو اس سے آگاہ کر دیا۔

تھانوی صاحب کے "ملفوظات"

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب علیہ الرحمۃ کے ملفوظات علوم ومعارف کا گنجینہ ہیں"۔[۱]

الجواب: اُن علوم ومعارف کا ایک نمونہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں، مُلاحظہ کریں:

"فرمایا! ایک صاحب نے مجھ سے کہنے لگے کہ ذکر میں مزا نہیں آتا۔

میں نے کہا کہ مزا تو مذی میں ہے یہاں کہاں مزا ڈھونڈتے پھرتے ہو"۔[۲]

یہ تھانوی صاحب کے وہ علوم ومعارف ہیں" ملفوظات" تھانوی جن کو گنجینہ قرار دیا گیا ہے، اور جن کو پڑھنے کے بعد دیوبندیوں کے چودہ طبق رُوشن ہوجاتے ہیں، اور شاید الیاس گھمن صاحب نے تھانوی صاحب کے اسی ملفوظ پر عمل کرنے کا سوچا، اور اس کے بعد انہوں نے وہ حرکت کی جس کے متعلق ہم جلد اوّل میں ذکر کرچکے ہیں۔

مفتی تقی عثمانی صاحب کے ذوق کا اندازہ

دیوبندی موصوف نے مفتی تقی عثمانی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ

" دورہ حدیث کے فارغ التحصیل علماء کو خاص طور پر جن کتابوں کے مطالعہ کی تلقین کرتے ہیں ان میں سرفہرست ملفوظات حکیم الامت ہے اس سے آپ ان ملفوظات کی وقعت کا اندازہ لگاسکتے ہیں"۔[۳]

الجواب: "ملفوظات تھانوی" کے علوم ومعارف کا ایک نمونہ تو آپ مُلاحظہ کرہی چکے ہیں تقی عثمانی صاحب کا خاص طور پر اس کتاب کی تلقین کرنا ان کے ذوق کی بھی ترجمانی کرتا

---

[۱] دفاع، ج1 ص242، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] ملفوظات حکیم الامت (الافاضات الیومیہ)، ج1 ص79 ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۳] دفاع، ج1 ص242۔243، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ہے، اس لئے دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے طلباء کو وہ خاص طور پر اس کتاب کی تلقین کرتے ہیں، تھانوی صاحب کے ذوق کے ساتھ ساتھ مفتی تقی عثمانی صاحب کا ذوق بھی واضح وعیاں ہوجاتا ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

تھانوی صاحب کے ماموں کا واقعہ

"ایک واقعہ ان ہی ماموں صاحب کا اور یاد آیا حیدر آباد سے اول بار کانپور تشریف لائے تو چونکہ جلے بھنے بہت تھے ان کی باتوں سے لوگ بہت متاثر ہوئے عبد الرحمن صاحب مالک مطبع نظامی بھی ان سے ملنے آئے اور ان کے حقائق ومعارف سن کر بہت معتقد ہوئے عرض کیا حضرت وعظ فرمایئے تاکہ مسلمان منتفع ہوں ماموں صاحب نے اس کا جواب عجیب آزادانہ رندانہ دیا کہا کہ خان صاحب میں اور وعظ صلاح کار کجا من خراب کجا۔ پھر جب زیادہ اصرار کیا تو کہا ہاں ایک طرح کہہ سکتا ہوں اس کا انتظام کر دیجئے عبد الرحمن خان صاحب بے چارے متین بزرگ تھے سمجھے ایسا طریقہ ہوگا جس کا انتظام نہ ہوسکے۔ یہ سن کر بہت اشتیاق ہوا پوچھا کہ حضرت وہ طریقہ خاص کیا ہے ماموں صاحب بولے کہ میں بالکل ننگا ہوکر بازار میں ہونکلوں اس طرح کہ ایک شخص تو آگے سے میرے عضو تناسل کو پکڑ کر کھینچے اور دوسرا پیچھے سے انگلی کرے اور ساتھ میں لڑکوں کی فوج ہو اور وہ یہ شور مچائے جائیں بھڑوا رے بھڑوا بھڑوا ہے رے بھڑوا اس وقت حقائق ومعارف بیان کروں کیونکہ ایسی حالت میں کوئی گمراہ تو نہ ہوگا سب سمجھیں گے کہ کوئی مسخرہ ہے مہمل باتیں کررہا ہے"۔ [1]

دیوبندی موصوف اس واقعہ کے متعلق اپنے چند اعتراض نقل کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

اعتراض نمبر (1): جس عبارت پر ان رضا خانیوں کو اعتراض ہوا وہ "ملفوظات" کی عبارت ہے اور بزرگان دین کے ملفوظات رضا خانیوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے۔

---

[1] دفاع، ج1 ص 242۔243، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

چنانچہ مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ مولوی اشرف سرگودھوی کا لڑکا مولوی نصیر الدین سیالوی اپنی کتاب میں ملفوظات کے حوالے سے لکھتا ہے:

"اس حدیث کو باوجود راویوں کے ثقہ ہونے کے موضوع قرار دیا گیا ہے تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ کے راوی ثقہ ہوں لیکن واقعہ صحیح نہ ہو۔۔۔ بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہوجاتی ہیں"۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ: ج۱ص۳۹۱،۳۹۲، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی) پس جب خود رضا خانیوں کو بھی یہ اصول تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر غلط باتیں ان سے منسوب ہوجاتی ہیں اس لیے ملفوظات پر مشتمل کتب معتبر نہیں ہوتیں اور بعض اوقات ناقل باوجود ثقہ ہونے کے ایسی بات نقل کرتا ہے جو غلط اور بے اصل ہوتی ہے، تو اس سب کے باوجود کیا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات کی اس عبارت کو قطعی اور اس واقعہ کو یقینی باور کرکے علمائے دیوبند پر اتنی گھٹیا الزام تراشی کرنا کیا یہ کھلی ہوئی جہالت، ضد اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں؟"۔ [1]

الجواب نمبر (1): مناظرہ جھنگ میں دیوبندیوں کو عالم آشکار شکست ہوئی تھی، سر زمین جھنگ کے درودیوار آج بھی دیوبندیوں کی ذلت آمیز شکست کی گواہی دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔ مناظرہ جھنگ کا تذکرہ کرکے نہ جانے کیوں دیوبندی حق نواز جھنگوی صاحب کی دُکھی آتما کو مزید دُکھی کرتے ہیں، اس مناظرے میں انہیں ذلت آمیز شکست کے عوض جو کلنک کا ٹیکہ نصیب ہوا تھا اسے کوئی بھی نہیں مٹا سکتا، کسی نے خُوب کہا ہے کہ:

گلیم بخت کہ بافتہ اند سیاہ
بآب تسنیم وکوثر نتواں سفید کرد

---

[1] دفاع، ج1ص244، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

عجلت میں حق نواز جھنگوی صاحب نے مناظرے کے لئے حامی تو بھر لی، مگر پاکستان کے طول وعرض میں کوئی ایک دیوبندی بھی اُن کا معین مناظر بننے کے لئے تیار نہ تھا، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"استاد العلماء حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ محمودیہ ضلع جھنگ فرماتے ہیں کہ ناچیز اس وقت ابھی درجہ عالیہ کا طالب علم تھا ایک ملاقات میں مولانا مرحوم نے فرمایا کہ کوئی میرا معین بننے کو تیار نہیں"۔ [۱]

گستاخانہ عبارات پر مناظرہ کرنے کے لئے پُورے حلقہ دیوبند میں جس طبقہ کو معین مناظر تک نہ ملے اگر وہ فتح کا شُور مچائیں تو انہیں شرم آنی چاہئے، اور پھر خُود انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ:

"بریلوی مناظر اپنے طبقہ کی قدآور شخصیت تھی جبکہ امیر عزیمت اس وقت اپنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے ابتدائی دور میں تھے۔ مناظرہ کو اختتام پر پہنچانا اور درمیان میں ہی کسی بات کا جواب نہ دے سکنے کے باعث مناظرہ کا ختم نہ ہو جانا بھی امیر عزیمت کی کامیابی تھی مگر ثالثوں نے قدآور شخصیت کا لحاظ رکھتے ہوئے بریلوی مناظر کا پلہ بھاری قرار دیا"۔ [۲]

نمبر (2): دیوبندی موصوف کو اپنا لکھا ہوا بھی یاد نہیں انہوں نے (دفاع، ص۲۴۲) تھانوی کی ملفوظات کو علوم ومعارف کا گنجینہ قرار دیا۔ اور (دفاع، ص۲۴۳) بحوالہ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھا کہ:" دورہ حدیث کے فارغ التحصیل علماء کو خاص طور پر جن کتابوں کے مطالعہ کی تلقین کرتے ہیں ان میں سرفہرست ملفوظات حکیم الامت ہے"۔ اور اس مقام پر اسے غیر معتبر وغیر مستند قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں، اب وہ خُود ہی بتائیں کہ ان کا یہ طریقہ ان کے ہی وضع کردہ اُصولوں کا انحراف و پائمالی نہیں۔ تھوڑی دیر پہلے تک جو ملفوظات علوم

[۱] مجلہ نور سنّت دوماہی کا" مناظرہ جھنگ نمبر" ص8، انجمن دعوۃ اہل السنۃ والجماعۃ، کراچی

[۲] مجلہ نور سنّت دوماہی کا" مناظرہ جھنگ نمبر" ص41، انجمن دعوۃ اہل السنۃ والجماعۃ، کراچی

ومعارف کا گنجینہ تھے، وہ اب نا قابل اعتبار قرار پا رہے ہیں۔ کیا یہ دیوبندی موصوف کی واضح بوکھلاہٹ کی ترجمانی نہیں۔

نمبر (3) باقی جو مولانا نصیر الدین سیالوی صاحب کے حوالے سے دیوبندی موصوف نے اُصول نقل کیا ہے ہم اُسے تسلیم کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں کے ملفوظات کو از اوّل تا آخر حرف بحرف مستند و معتبر نہیں سمجھتے، چونکہ وہ صاحب ملفوظ کی تحریر نہیں ہوتی۔ اکثر اوقات متعلقین و مصاحبین کی یادداشت پہ مبنی روایات کو درج کیا جاتا ہے جس میں سہو ونسیان وخطا کا امکان موجود ہوتا ہے، اور وہ بعض اوقات صاحبِ ملفوظ کے مطالعہ سے بھی نہیں گذرتیں اس لئے صاحبِ ملفوظ کی جانب ہم ان کا قطعی انتساب نہیں کرتے، لہٰذا اس بنا پر کوئی ایسی بات جو قرآن وسنّت کے خلاف ہو، کسی سُنّی بزرگ وعالم کے ملفوظات میں نظر آئے تو وہ ہمارے لئے قطعاً حجت نہیں، اور نہ اس سے ہمارے خلاف استدلال ہوسکتا ہے، مگر دیوبندیوں کا یہ اُصول نہیں اس لئے ہمیں پُورا حق ہے کہ ہم اُن کے خلاف ان کی کتب ملفوظات سے استدلال کریں۔

جس طرح ہم کتبِ شیعہ سے شیعوں کے خلاف استدلال کرتے ہیں اب شیعہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب تم ان کتابوں کو تسلیم نہیں کرتے تو ہمارے خلاف استدلال کیوں کرتے ہو؟ اسی طرح دیوبندیوں کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ کہیں کہ جب "ملفوظات" کو تم منسوب الیہم کی جانب قطعی نسبت کے ساتھ تسلیم نہیں کرتے، پھر اعتراض کیوں کرتے ہو۔

ہماری اس وضاحت کے بعد دیوبندی موصوف کے اس دجل وفریب پر مبنی اعتراض کی دھجیاں فضائے بسیط میں اُڑ جاتی ہیں جو اس نے مولانا نصیر الدین سیالوی صاحب کے حوالہ کی بنیاد پر کیا تھا۔

نمبر (4) دیوبندیوں نے تھانوی صاحب کے "ملفوظات" جمع کرنے کا پُورا انتظام کیا تھا حوالہ مُلاحظہ کریں:

"ایک موقع خاص پر چند احباب خاص کا خانقاہ شریف میں اجتماع ہوا اور اس ضرورت شدیدہ کا تذکرہ ہوکر آپس میں ماہوار چندہ ہوا اور ایک صاحب کو جو ثقہ اور با سلیقہ ہیں ۔ ملفوظات کے لئے مقرر کر دیا گیا جنہوں نے محض از راہ خلوص اپنی شان کے خلاف فی الحال بہت قلیل معاوضہ پر قناعت فرما کر اس خدمت کو رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ سے اپنے ذمہ لے لیا ہے" ۔ [۱]

اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندیوں نے تھانوی کے" ملفوظات" قلمبند کرنے کا پورا اہتمام کیا تھا، اور انہوں نے اپنے زعم کے مطابق ثقہ اور با سلیقہ شخص کو" ملفوظات" قلم بند کرنے کے لئے مقرر کیا تھا، اس سے دیوبندیوں کے عقیدہ کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک" افاضات یومیہ" معتبر و مستند کتاب ہے اسی" افاضات یومیہ" کے اندر دیوبندیوں نے عنوان قائم کیا ہے کہ ملفوظات میں زیادہ نفع ہے [۲]

اور لکھا ہے کہ:" ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وعظ زیادہ نافع ہے یا ملفوظ؟ فرمایا کہ ملفوظ زیادہ نافع ہوتے ہیں اس لئے کہ ملفوظ میں خاص حالت پر گفتگو ہوتی ہے۔ البتہ وعظوں میں سے اگر اپنے حسب حال انتخاب کر لیا جائے اس سے بھی انشاء اللہ بہت نفع ہوگا" ۔ [۳]

یعنی تھانوی صاحب" ملفوظات" کو زیادہ نافع قرار دے رہے ہیں، جبکہ دیوبندی موصوف تھانوی کے" ملفوظات" سے جان چھڑانے کے چکر میں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی موصوف کو تھانوی کے" ملفوظات" پڑھنے سے چکر آ گئے ہیں اس لئے وہ اسی چکر میں ہیں کسی طرح تھانوی کے" ملفوظات" سے جان چھڑائی جائے، مگر تھانوی صاحب ان کی جان

---

[۱] ملفوظات حکیم الامت، ج1ص25۔26، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] ملفوظات حکیم الامت، ج2ص109، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۳] ملفوظات حکیم الامت، ج2ص109، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

نہیں چھوڑ رہے، چنانچہ وہ خُود فرماتے ہیں:

"ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میرے مواعظ کثرت سے دیکھا کریں اس سے انشاءاللہ تعالیٰ بہت نفع ہوگا اور جلد ہوگا اور جلد ہوگا، وعظوں میں خُدا کے فضل سے سب کچھ ہے اور ملفوظات مواعظ سے بھی زیادہ نافع ہیں اس لئے کہ ان میں خاص حالت پر گفتگو ہوتی ہے"۔ [1]

کشف المحجوب - فرقہ ملامتیہ - اور دیوبندی موصوف کی جہالت

دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کے ماموں کو ملامتی فرقہ میں شُمار کیا ہے۔ [2] اور پھر حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کی "کشف المحجوب" کے حوالے سے ملامت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مشائخ طریقت کی ایک جماعت نے ملامت کا طریقہ پسند فرمایا ہے۔ کیونکہ ملامت میں خلوص ومحبت کی بڑی تاثیر اور لذت کامل پوشیدہ ہے۔ [3]

الجواب: یہ حوالہ دیوبندی موصوف کے لئے قطعاً مفید نہیں اس لئے کہ حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے اصحابِ ملامت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں، دو قسموں میں مقبولین، اور تیسری قسم کو مَردُودِین میں شُمار کیا ہے، تھانوی صاحب کے ماموں دیوبندی موصوف کے ہی بقول تیسری قسم یعنی مَردُودِین سے تعلق رکھتے تھے (حوالہ آگے آرہا ہے)، لہٰذا حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کا یہ حوالہ موصوف کے لئے قطعاً مفید نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"وملامة الترك هي ان يكون الكفر والضلال الطبيعي متمكنا من شخص

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، ج2 ص165، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] دفاع، ج1 ص244، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[3] دفاع، ج1 ص245، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

حتی یقول بترك الشریعة واتباعها ،ویقول ان ما یفعله ملامة ویکون هذا طریقة فیها . امر(اما) من یکون طریقة(طریقه) الاستقامة وعدمر مزاولة النفاق والکف عن الریاء فلکا(فلا) خوف علیه من ملامة الخلق ویکون فی کل الاحوال علی مسلکه ویستوی لدیه ای اسم یسمونه به ". (کشف المحجوب: ص٢٦١)

ترجمہ: (ملامتیہ کی ایک تیسری قسم ہے) کہ دل میں تو کفر وضلالت سے طبعی نفرت بھری پڑی ہو بظاہر شریعت کی اتباع نہ کرے اور خیال کرے کہ ملامتی طریقے پر ایسا کر رہا ہوں اور یہ ملامت کا طریقہ اس کی عادت بن جائے اس کے باوجود دین میں مضبوط اور راست رو ہو لیکن ظاہر طور پر بغرض ملامت نفاق وریا کے طور طریقے پر دین کی خلاف ورزی کرے اور مخلوق کی ملامت سے بے خوف ہو کر وہ ہر حال میں اپنے کام سے کام رکھے خواہ لوگ اسے جس نام سے چاہیں پکاریں"۔ [1]

الجواب: "کشف المحجوب" کی جو عربی عبارت دیوبندی موصوف نے نقل کی ہے اس کا صحیح ترجمہ یُوں ہے:

"ملامتِ ترک یہ ہے کہ کفر وضلال طبعی کسی شخص میں جاگزیں ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ ترکِ شریعت وترکِ اتباعِ شریعت کی بات کرنے لگے۔ اور وہ یہ بھی کہے کہ وہ از راہِ ملامت ایسا کہہ رہا ہے، اور شریعت کے بارے میں اس کا یہ طریقہ بن جائے (تیسری قسم یہاں پُوری ہوئی) بہر حال وہ شخص جس کا طریقہ استقامت ہو اور نفاق وریا سے مجتنب ہو، پس ایسے شخص پر ملامتِ خلق کا کوئی خوف نہیں، ہر حال میں وہ اپنی دُھن میں پختہ رہتا ہے، چاہے کس نام سے بھی لوگ اُسے پکاریں اس کے نزدیک سب ایک برابر ہے"۔

---

[1] دفاع، ج1 ص245، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

موصوف کی بیان کردہ عبارت اس کے لئے قطعاً مفید نہیں۔

تھانوی کے ماموں کو گمراہ قرار دینے کے متعلق دیوبندی موصوف کا اعتراف

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"پس حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں بھی ملامتیہ کے اسی فرقے سے تھے اور بظاہر اس طرح کی باتیں کر کے ان کا مقصود یہی تھا کہ لوگ ان پر ملامت کریں اور یوں یہ اپنے مقصود کو پہنچے"۔ [1]

الجواب: چلو اچھا ہوا کہ دیوبندی موصوف نے خُود ہی تسلیم کر لیا کہ تھانوی صاحب کے ماموں ملامتیہ کے اسی فرقے سے تعلق رکھتے تھے، ملامتیہ کے اسی فرقے کے متعلق تو حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لکھا ہوا ہے کہ کفر وضلالت ایسے شخص میں جاگزیں ہوتی ہے۔ گویا داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکِ شریعت وترکِ اتباعِ شریعت کا قول کرنے والا کفر وضلالت کا مجموعہ ہے۔

دیوبندی موصوف چلے تھے تھانوی صاحب کے ماموں کو ولی اللہ ثابت کرنے اُلٹا خُود اپنے ہاتھ سے اُن کے اُوپر کفر وضلالت کا فتویٰ لگا دیا، اور جب حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص کے لئے کفر وضلالت کا فیصلہ دے دیا تو پھر وہ شخص ایسی باتیں کر کے مقصود تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟۔

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا الزام

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"آج کے رضا خانی حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داتا صاحب کے نام پر عوام کے

[1] دفاع، ج1 ص245۔246، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ٹکڑے کھا رہی ہے مگر دوسری طرف صوفیہ کے جس فرقے کو وہ اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں اس پر آج کے یہ رضا خانی اس طرح کے بے ہودہ اعتراض کر رہے ہیں"۔ [1]

الجواب: روافض بھی از راہِ غیض وغضب وحسد وعداوت احناف کو" نعمانی " کہتے ہیں۔ دیو بندی موصوف بھی چونکہ روافض کے سچے جانشین ہیں، اور روافض پر کفر کا فتویٰ لگانے والے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے منکر ہیں، روافض کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے از راہِ غیظ وغضب وحسد وعداوت اہلِ سنّت و جماعت کو" رضا خانی " لکھتے ہیں۔

نمبر (2): اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم اولیاء اللہ کے دَر کے ٹکڑے کھاتے ہیں، دیو بندیوں کی طرح انگریزوں کے ٹکڑے نہیں کھاتے۔ دیو بندیوں نے انگریز کے ٹکڑے کھا کر اُمت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا، اُمت مسلمہ کو لڑایا، یہود ونصاریٰ کے ٹکڑے کھانے والے آج ہمیں اولیاء اللہ کے دَر کے ٹکڑے کھانے کا طعنہ دیتے ہیں، شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

نمبر (3) حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے ملامتیہ کے اس فرقے کو اولیاء اللہ میں ہرگز شُمار نہیں کیا، چونکہ موصوف نے یہود ونصاریٰ کے ٹکڑے کھائے ہیں اس لئے حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ پر یہ الزام لگا رہے ہیں، اگر موصوف داتا کے دَر کے ٹکڑے کھاتے تو شاید انہیں یہ الزام لگانے کی جرأت نہ ہوتی۔

حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے تو صاف انداز میں ملامتیہ کے اس تیسرے گروہ کو گمراہ قرار دیا ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"اما آنکه طریقش ترک باشد وبخلاف شریعت چیزے بر دست گیرد وگوید که ایں طریق ملامت می ورزم آں ضلالت واضح باشد وآفت ظاہر وہوس صادق چنانکه اندریں زمانه بسیاری

---

[1] دفاع، ج1ص246، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ہستند کہ مقصود شان از رد خلق قبول ایشاں بود"۔ [۱]

"لیکن وہ شخص جس کا طریقہ ترک ہے اور شریعت کے خلاف کچھ چیزوں کو اختیار کرنا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں اس طرح ہدایت کا طریقہ اختیار کر رہا ہوں، یہ واضح گمراہی، کھلی آفت وہوس پرستی ہے، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ایسے بے شمار لوگ ہیں جن کا مقصود لوگوں کو رَد کرنے سے ان کا رُجحان اپنی طرف بڑھانا ہے"۔

دیکھیں! اس حوالے میں تو حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ نے صاف طور پر ملامتیہ کی تیسری قسم یعنی ترک والوں کو ضلالت واضحہ کا مرتکب قرار دیا ہے، مگر موصوف ایسے لوگوں کو اولیاء اللہ سمجھنے پر تلے ہوئے ہیں جن کو حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ گمراہ قرار دے رہے ہیں اور جن کی مذمت فرما رہے ہیں۔ بہرحال دیوبندی موصوف نے حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ پر جو الزام لگایا تھا وہ غلط ثابت ہوا، حضرت داتا صاحب نے مذکورہ لوگوں کی مذمت فرمائی ہے نہ کہ انہیں اولیاء میں شمار کیا ہے۔ دیوبندی موصوف نے جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اسی ملامتی گروہ کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ ملامتیوں کی طبیعت کسی امر سے اتنی نفرت نہیں کرتی جتنی لوگوں میں عزت ومنزلت پانے سے انہیں نفرت ہوتی ہے:

"اعلم ان هذا الطبع لا یکون اشد نفورا من حضرة الله تعالی بشیئ الا بالقدر الذی یکون کافیا لجاه الخلق"۔ (کشف المحجوب: ص ۲۶۳ (264))"۔ [۲]

الجواب: یہ بھی دیوبندی موصوف نے جھوٹ بولا ہے، حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ نے

---

[۱] کشف المحجوب، ص 77، ناشر: الحاج میاں خوشی محمد، سجادہ نشین دربار حضرت داتا گنج بخش۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 246، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ہرگز اسی ملامتی گروہ کے بارے میں مذکورہ بالا نظریہ نہیں لکھا، آپ کی عبارت کو مزید آگے تک پڑھا جائے تو معاملہ واضح ہو جاتا ہے، آپ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"فینبغی للملامتی اولا ان یقطع الخصومة الدنیویة والاخرویة عن الخلق بما یقولونه وان یعمل لنجاة قلبه عملا لا هو بالکبیرة ولا بالصغیرة فی الشرع لیرده الخلق ". [1]

" سب سے پہلے ملامتی کو چاہئے کہ وہ دُنیوی واخروی خصومتوں کو مخلوق سے قطع کر دے، جس کے بارے میں اس کو وہ کہتے ہیں اور اپنے دل کی نجاۃ کے لئے ایسا عمل کرے جو شریعت میں نہ کبیرہ ہو اور نہ ہی صغیرہ تا کہ مخلوق اس ملامتی کو رَد کر دے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ اس ملامتی کے بارے میں گفتگو ارشاد فرما رہے ہیں جو صغیرہ و کبیرہ کا تارک ہے، ایسا ملامتی حب جاہ سے متنفر ہوتا ہے، دیو بندی موصوف نے حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کی عبارت ملامتیہ کے تیسرے گروہ پر منطبق کر کے اچھا نہیں کیا کیوں کہ داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے تو اس تیسرے گروہ کے متعلق صاف لکھا ہے:

"ومقصودهم من رد الخلق قبول الخلق لانه یحب ان یکون الشخص اولا مقبولا من الخلق حتی یطلب ردهم ". [2]

"یعنی اس تیسرے گروہ کا رَدِّ خلق کا مقصد مخلوق میں مقبولیت حاصل کرنا ہوتا ہے، اور یہ چاہتے ہیں کسی طرح وہ مخلوق میں مقبول بن جائیں اس لئے (حیلۃً) مخلوق کے رَد کے طالب ہوتے ہیں"۔

حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے تو اس تیسرے گروہ کو حبِ جاہ کا طالب قرار دیا ہے، وہ تو مخلوق میں عزت و منزلت پانے کے لئے مختلف ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں ان کا اشد نفوراً

---

[1] کشف المحجوب، ص 264، مکتبۃ السکندریۃ۔

[2] کشف المحجوب، ص 263، مکتبۃ السکندریۃ۔

والے گروہ سے کوئی تعلق نہیں۔ دیوبندی موصوف نے دجل وفریب اور جدّی پشتی بے ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دھوکہ سے کام لیا ہے، اور اس عبارت کو جس کا تعلق ملامتیہ کے تیسرے گروہ سے نہیں اُن پر منطبق کردیا اس طرح لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے کاش! موصوف نے حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ کے در کے ٹکڑے کھائے ہوتے تو اس طرح ان کی کتاب میں دجل وفریب سے کام نہ لیتے۔

حضرت ابراھیم ادھم علیہ الرحمہ کا واقعہ اور دیوبندی موصوف کا مغالطہ

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ سے کسی نے سوال کیا کیا آپ نے کبھی اپنے مقصد میں کامیابی دیکھی؟ انہوں نے فرمایا ہاں دومرتبہ ایک اس وقت جب میں کشتی میں سوار تھا اور کسی نے مجھے نہیں پہچانا کیونکہ میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور بال بھی بڑھ گئے تھے ایسی حالت میں کشتی کے تمام سوار میرا مذاق اڑا رہے تھے ان میں ایک مسخرہ اتنا جری تھا کہ وہ میرے پاس آ کر میرے بال نوچنے لگا اور میرا مذاق اڑانے لگا۔ اس وقت میں نے اپنی مراد پائی اور اس خراب لباس اور شکستہ حالی میں مسرت محسوس ہوئی یہاں تک میری یہ مسرت بایں سبب انتہاء کو پہنچی کہ وہ مسخرا اٹھا اور اس نے مجھ پر پیشاب کردیا۔

غور فرمائیں کہ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے ماموں کی بات اور حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ کے اس واقعہ میں مآل کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ کہہ رہے ہیں کہ وہ شخص اٹھا ننگا ہوا اپنا آلہ تناسل مجھ پر پکڑ کر پیشاب کردیا اور اسی وقت میں مراد کو پہنچا اور اسی قسم کی بات حضرت کے ان ماموں صاحب نے کہی فرق یہ ہے کہ انہوں نے صرف ایسی خواہش کا اظہار کیا اور حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ اس بات کو بالفعل ذکر کر

رہے ہیں"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کا جو واقعہ ذکر کیا ہے اس کا تھانوی صاحب کے ماموں کے واقعہ سے قطعاً کوئی ربط اور تعلق نہیں، اس لئے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کے واقعہ میں یہ چیز واضح ہے کہ ایک بدتمیز و بدنصیب شخص حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ سے بدتمیزی و بے شرمی سے پیش آیا، اور اُس کی بدتمیزی و بے حیائی اس حد تک بڑھ گئی کہ اُس نے حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ پر پیشاب تک کر دیا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ صبر و تحمل کے ساتھ اُس شخص کی بدتمیزیوں کو برداشت کرتے رہے، اور شکایت کا ایک حرف بھی آپ نے اپنی زُبان سے نہیں نکالا، گویا عملی طَور پر آپ صبر و تحمل کا کوہِ گراں بن چکے تھے۔ مسخرہ اپنی مسخری کی وجہ سے آپ سے بدتمیزی سے پیش آ رہا تھا آپ اپنی ذات میں عجز و انکساری محسوس کر رہے تھے، جس کے باعث آپ کے درجات بُلند ہو رہے تھے اور اسی طرح آپ کو ترقی درجات کے باعث اپنا مقصد حاصل ہو رہا تھا۔

بھلا اس واقعے کا ربط تھانوی صاحب کے ماموں کے واقعہ کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟ تھانوی صاحب کے ماموں تو خُود لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے کہ اُن کے آلہ تناسل کو پکڑ کر اُس کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے جو حوالہ میں مذکور ہے، اس کا اس عمل کی ترغیب دینا غیر شرعی وغیر اخلاقی فعل ہے، جس میں خُود تھانوی صاحب کے ماموں کی ترغیب و ہدایت شامل ہیں جبکہ حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کے واقعہ میں ایک بدتمیز شخص کی بدتمیزی کا ذکر ہے، دونوں واقعات کو ایک دُوسرے پر کیسے چسپاں کیا جا سکتا ہے؟

دیوبندی موصوف نے خواہ مخواہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے کتاب کے سفید اوراق کو اپنے

---

[1] دفاع، ج1 ص246۔ 247، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

رہے ہیں"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کا جو واقعہ ذکر کیا ہے اس کا تھانوی صاحب کے ماموں کے واقعہ سے قطعاً کوئی ربط اور تعلق نہیں، اس لئے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کے واقعہ میں یہ چیز واضح ہے کہ ایک بدتمیز و بدنصیب شخص حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ سے بدتمیزی و بے شرمی سے پیش آیا، اور اُس کی بدتمیزی و بے حیائی اس حد تک بڑھ گئی کہ اُس نے حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ پر پیشاب تک کر دیا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ صبر و تحمل کے ساتھ اُس شخص کی بدتمیزیوں کو برداشت کرتے رہے اور شکایت کا ایک حرف بھی آپ نے اپنی زُبان سے نہیں نکالا، گویا عملی طَور پر آپ صبر و تحمل کا کوہِ گراں بن چکے تھے۔ مسخرہ اپنی مسخری کی وجہ سے آپ سے بدتمیزی سے پیش آ رہا تھا آپ اپنی ذات میں عجز و انکساری محسوس کر رہے تھے، جس کے باعث آپ کے درجات بُلند ہو رہے تھے اور اسی طرح آپ کو ترقی درجات کے باعث اپنا مقصد حاصل ہو رہا تھا۔

بھلا اس واقعے کا ربط تھانوی صاحب کے ماموں کے واقعہ کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟ تھانوی صاحب کے ماموں تو خُود لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے کہ اُن کے آلہ تناسل کو پکڑ کر اُس کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے جو حوالہ میں مذکور ہے، اس کا اس عمل کی ترغیب دینا غیر شرعی و غیر اخلاقی فعل ہے، جس میں خُود تھانوی صاحب کے ماموں کی ترغیب و ہدایت شامل ہیں جبکہ حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کے واقعہ میں ایک بدتمیز شخص کی بدتمیزی کا ذکر ہے، دونوں واقعات کو ایک دُوسرے پر کیسے چسپاں کیا جا سکتا ہے؟

دیوبندی موصوف نے خواہ مخواہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے کتاب کے سفید اوراق کو اپنے

---

[1] دفاع، ج1 ص246۔247، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

نامہ اعمال کی سیاہی میں تبدیل کیاہے، اور قارئین کا قیمتی وقت ضائع کیا ہے۔

تھانوی صاحب کے ماموں کو مجذوب ثابت کرنے کی کوشش

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اشرف السوانح جلد اول صفحہ ٥٦، ٥٧ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں "مجذوب" بھی تھے"۔[1]

الجواب: راقم الحروف نے "اشرف السوانح" کو بغور دیکھ لیا ہے اور متعلقہ مقام بھی مُلاحظہ کرلیا ہے مگر "اشرف السوانح" میں کوئی بھی ایسی بات مرقوم نہیں، جس سے تھانوی صاحب کے ماموں کا مجذوب ہونا ثابت ہوتا ہو، اور خُود دیوبندی موصوف نے بھی کوئی عبارت نقل نہیں کی جو اُس کے دعویٰ کی مؤید ہو۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"مجاذیب کے متعلق رضا خانی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں ان سے شطحیات ظاہر ہوتی ہیں بلکہ مفتی حنیف قریشی بریلوی صاحب نے تو "گستاخ کون" میں اپنا پورا ایک رسالہ شطحیات اولیاء کے بارے میں شامل کیا ہے"۔[2]

الجواب: مجاذیب کے متعلق بالکل ہم بھی کہتے ہیں، اور اس بات پر آج بھی قائم ہیں، مگر دیوبندی موصوف کو یہ بات قطعاً مفید نہیں اس لئے کہ وہ تھانوی صاحب کے جس ماموں کی بات کررہے ہیں وہ ہرگز مجذوب نہ تھے، دیوبندی موصوف کو چاہئے کہ اولاً وہ اُن کو مجذوب تو ثابت کرے اُس کے بعد یہ حوالے پیش کرے، مجذوب ثابت کرنے سے پہلے یہ حوالے پیش کرنا آب ندیدہ موزہ کشیدہ کے مانند ہے۔

---

[1] دفاع، ج1 ص 247، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] دفاع، ج1 ص 247، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

اعتراض: حضرت کے یہ ماموں بھی چونکہ مجذوب تھے ،لہٰذا ان کے اس قول کو جو ملفوظات میں مذکور ہے ہمیں اس کو ان کی شطح پر محمول کرنا چاہیے رضا خانیوں کو شرم کرنے چاہیے کہ مجاذیب کے متعلق تو بقول بریلویوں کے فرشتے بھی اپنے قلم روک لیتے ہیں مگر ان کم بختوں کے قلم یہاں بھی چلنا شروع ہو جاتے ہیں"۔

الجواب: تھانوی صاحب کے ماموں کی بات آئی تو دیوبندی موصوف کو مجاذیب اور اُن کی شطحیات یاد آنے لگیں ، اور اُن کو یہ بھی یاد آنے لگا کہ مجاذیب مرفوع القلم ہوتے ہیں، لیکن ہماری کسی کتاب میں مجذوب کا کوئی واقعہ ہو تو اُس کے جملہ اقوال وافعال کو ہمارا عقیدہ بنا دیا جاتا ہے یہ کہاں کا انصاف ہے، بہر حال موصوف کی باتوں کا جائزہ لیتے ہیں

نمبر (1) تھانوی کے ماموں کے مجذوب ہونے کی کہانی بھی دُرست نہیں، اس لئے کہ تھانوی صاحب اپنے اس ماموں کے مُرید بھی رہے ہیں، وہ بھی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ سے بیعت کرنے کے بعد، اور دیوبند کے مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد، جیسا کہ "اشرف السوانح" میں مذکور ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں :

"غرض حضرت والا خبر پاتے ہی اپنے ماموں صاحب قبلہ سے سرائے میں آکر ملے اور باصرار عرض کیا کہ حضرت مکان تشریف لے چلیں کیونکہ اپنے مہمان اور ایسے بزرگ مہمان کا سرائے میں قیام فرمانا کیونکر گوارا فرما[کر(؟)] سکتے تھے۔ پیر جی صاحب نے اپنی اسی آزادمزاجی کی بناء پر جس کا اوپر ذکر کیا گیا فرمایا کہ" میاں تم عالم باعمل ہو مجھے نہ لے چلو۔ دیکھنے والے کہیں گے کہ کس لچے اور شہدے کو اپنے یہاں لے آئے ہیں مگر حضرت والا نے کسی طرح نہ مانا اور اپنے ساتھ لے ہی آئے اور پیر جی صاحب مع اپنے سب ساز وسامان کے جس میں آلات سماع بھی تھے حضرت والا کے یہاں آکر مقیم ہو گئے۔

مدرسہ والوں کو تعجب بھی ہوا لیکن جب پیر جی صاحبؒ کی درویشانہ جلی بھنی باتیں شروع ہوئیں تو سب کے دلوں میں ایک آگ سے لگ گئی اور اس قدر گرویدگی اور خوش عقیدگی

بڑھی کہ سب پیر جی صاحب کا دم بھرنے لگے اور اصرار کر کے کئی دن تک ٹھہرا رکھا۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ماموں صاحب میں اس قدر شورش اور سوزش تھی کہ کلمات سے آگ سی نکلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔بس یہ شعر صادق آتا تھا۔

غلام آں کلما تم آتش افروزو

نہ ب سرد زند در سخن بر آتش تیز

(میں ان باتوں کا غلام ہوں جو آگ بھڑکاتی ہیں، ایسی بات نہ کہہ جو بھڑکتی آگ پر ٹھنڈا پانی ڈال دے)

حضرت والا کے قلب مبارک میں تو پہلے ہی سے آگ لگی ہوئی تھی ۔بس پیر جی صاحب کی آتش بیانی اور اثر سوز و گداز نہانی نے اس آگ کو اور بھی بھڑکا دیا اور بے اختیار قلب میں نہایت شدت کے ساتھ یہ تقاضا پیدا ہوا کہ ان سے تو جس طرح بھی بن پڑے دولت عشق محبوب حقیقی حاصل کی جائے اور رجوع کر کے خاص اہتمام کے ساتھ ذکر و شغل میں لگا جائے اگر کسی کو جنگل میں ایسی پیاس لگے کہ وہ بیتاب ہو جائے اور سامنے کسی گڑھے میں پانی نظر آئے جو کسی قدر خاک آمیز بھی ہو اور گرم بھی تو کیا وہ اپنی طبیعت کو روک سکے گا اور کیا وہ یہ سوچے گا اور انتظار کرے گا کہ ابھی ٹھہریں گھر پہنچ کر ٹھنڈا اور صاف پانی پیئیں گے۔ درآنحالیکہ اس کا گھر ابھی بہت فاصلہ پر ہے۔

عقل کا مقتضا یہی سہی لیکن اس کے ساتھ یہ بھی صحیح ہے کہ ع عشق آمد عقل او آوارہ شد شدت تشنگی میں توریت کو بھی پانی سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کی طرف سبقت کی جاتی ہے پھر یہاں تو پانی تھا گو نسبۃً خاک آمیز سہی۔ یہاں کیونکر صبر آ سکتا تھا اور کیوں نہ سبقت کی جاتی کیونکہ پاک تو وہ بھی ہے اور ایک درجہ بھی منتفع بہ بھی ہے"۔[1]۔مزید ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] اشرف السوانح، ج1 ص248۔249،ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

"پیر جی سے حضرت والا کا رجوع کرنا"

غرض حضرت والا نے دیکھا کہ اپنے پیرو مرشد تو سمندر پار تشریف فرما ہیں اور یہاں شدت وعجلت طلب اور دل کی تڑپ کا یہ تقاضا ہے کہ بس کسی طرح جلد سے جلد مقصود تک رسائی نصیب ہو جائے اور اس کا بظاہر سامان بھی آنکھوں کے سامنے ہی موجود تھا بس پیر جی صاحب کی طرف بے اختیار جھک پڑے اور رجوع کیا"۔ [1]

مزید ملاحظہ فرمائیں:

"غرض اب سب مجموعی حالات کا یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ حضرت والا نے اپنے مشفق مکرم ماموں صاحب قبلہ سے رجوع کر کے خاص اہتمام کے ساتھ ذکر وشغل شروع کر دیا اور اب ۱۳۰۷ھ سے حضرت والا کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ پہلا دور تو علمی پرواز کا تھا اور یہ دوسرا دور عشقی سوز وگداز کا"۔ [2]

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تھانوی صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کی غیر موجودگی کے باعث اپنے ماموں سے رُجوع کر لیا تھا، اور اُن کے زیر نگرانی صوفیانہ اشغال واَوراد بھی شروع کر دیئے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ تھانوی صاحب کے یہ ماموں تھانوی صاحب کے پیر ثانی تھے۔

تھانوی صاحب ان کی تربیت میں اشغال سرانجام دیتے تھے، اگر تھانوی صاحب کے یہ ماموں مجذوب ہوتے تو تھانوی صاحب اُن کی جانب کیوں کر رُجوع کرتے اور اُنہیں اپنا پیر ثانی کیوں تسلیم کرتے، اور اُن کی تربیت میں اشغال کیسے سرانجام دیتے۔ پتہ چلا کہ وہ مجذوب نہ تھے، سمجھ، عقل، شعور سب کچھ موجود تھا، اس کے باوجود اُن کی قلندرانہ وضع قطع اور لا اُبالی پن مکلف ہونے سے مانع نہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کا اُن کو مجذوب قرار دینا

---

[1] اشرف السوانح، ج1 ص250، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] اشرف السوانح، ج1 ص251، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

دُرست نہیں۔

نمبر (2) دیوبندی موصوف کا یہ لکھنا بھی دُرست نہیں کہ تھانوی صاحب کے اس ماموں صاحب کی باتوں کو شطح پر محمول کیا جائے، اس لئے خُود تھانوی صاحب بھی ان کی باتوں کو شطح پر محمول قرار نہیں دیتے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

"شریعت کوضروری سمجھتے تھے اور کوئی فعل صریح شریعت کے خلاف بھی نہ کرتے تھے"۔ [1]

جب تھانوی صاحب نے یہ تسلیم کرلیا کہ ان کا کوئی فعل صریح شریعت کے خلاف نہ ہوتا تھا تو اب حوالہ میں مذکورہ بات کو کس طرح اُن کی شطح سمجھ لیا جائے، اور اس کی توجیہ تو دیوبندی موصوف ہی کر سکتے ہیں کہ تھانوی صاحب اپنے ماموں کو مخالف شریعت قرار نہیں دے رہے اور اُن کے کسی فعل کو بھی صریح شریعت کے خلاف نہیں سمجھ رہے، پھر حوالہ میں مذکور ترغیب کو (جس میں انگلی کا ذکر بھی موجود ہے) کو شریعت کی کون سی دلیل سے مستفاد قرار دیں گے؟ اور کس طرح موافق شریعت قرار دیں گے؟

الغرض! دیوبندیوں کی کتب کی روشنی میں اُن کا مجذوب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ دیوبندی موصوف نے تھانوی کے ماموں کے ساتھ تھانوی صاحب کا بھرم رکھنے کے لئے فرسودہ کہانی سے کام لیا ہے۔

نوٹ ! اگر حقیقتاً کوئی مجذوب ہو اور اُس سے غیر شرعی اُمور کا صدور ہو رہا ہے تو ہم ایسے شخص کو مرفوع القلم سمجھتے ہوئے معذور قرار دیں گے۔

حضرت سیّدی موسیٰ سهاگ علیہ الرحمۃ کا واقعہ اور دیوبندی موصوف کا اعتراض

دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کے ماموں کے دفاع میں مندرجہ ذیل واقعہ کو پیش

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، ج9 ص224، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات میں ایک مجذوب کا واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

" سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ مشہور مجاذیب میں سے تھے احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ وقاضی جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی آہ وزاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی طرف جانب منہ اٹھا کر فرمایا مینہ بھیجیے یا اپنا سہاگ لیجیے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح امڈ آئیں اور جل تھل بھر دیئے۔ ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے اور انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چلیے اس پر انکار ومقابلہ نہ کیا چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتارا مسجد کو ہو لیے خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا خاوند جی لا یموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں"۔ (ملفوظات: حصہ دوم، ص208، فرید بک اسٹال لاہور)"۔ [1]

الجواب: اس واقعہ کو دیوبندی مولوی محمد یوسف متالا نے مشائخ احمد آباد، ص209 پر ذکر کیا ہے یہ یُوسف متالا صاحب مولوی زکریا دیوبندی کے خلیفہ ہیں۔

حبیب الرحمان میواتی دیوبندی نے تذکرہ صوفیائے میوات، ص665 پر ذکر کیا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اختصار کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا ہے

[1] دفاع، ج1 ص247۔248، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ملاحظہ کریں" القول الجلی فی ذکر آثار الولی، ص448۔ اس واقعہ کو ذکر کرنے کی ذمہ داری تنہا سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر عائد نہیں ہوتی بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ سمیت دیوبندیوں کے بھی بڑے نام اس میں شامل ہیں۔

نمبر (2) دیوبندی ہمیشہ اس واقعہ کو معترضانہ رنگ میں پیش کرتے آئے ہیں، اور ہمیشہ ہی اس واقعہ کی وجہ سے اہلِ سنّت وجماعت پر سب وشتم کی گولہ باری کی ہے، مگر عجوبہ روزگار تو دیکھئے کہ جس واقعہ کی وجہ سے ہمیشہ دیوبندی طعن وتشنیع کیا کرتے تھے آج اُسی واقعہ کے سہارے اپنا دامن بچانا چاہتے ہیں، مگر ان شاء اللہ العزیز اُن کی یہ کوشش بھی رائیگاں جائیگی۔

نمبر (3) سیّدی موسیٰ سہاگ علیہ الرحمہ مجذوب تھے، اور مجذوب صادق کے لئے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"مجذوب عقل وہوش دُنیا نہیں رکھتا اس کے افعال اُس کے ارادہ واختیار صالح سے نہیں ہوتے وہ معذور ہے"۔ [1]

لہٰذا سیّدی موسیٰ سہاگ علیہ الرحمہ کے اس واقعہ کو تھانوی صاحب کے ماموں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ صاحبِ ہوش وعقل تھے اور صاحبِ ہوش وعقل دُنیا رکھنے والا ماخوذ ہوتا ہے جبکہ مجذوب مرفوع القلم ومعذور، دونوں کو ایک دُوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اگر تھانوی صاحب کے ماموں بھی مجذوب ہوتے تو ہم انہیں بھی معذور سمجھتے، مگر یہاں تو معاملہ اُلٹ ہے۔ تھانوی صاحب جیسا آدمی بھی ان کی جانب رجوع کر رہا ہے، اور سنّت مریدی قائم رکھ رہا ہے، اشغال واَوراد کی تعلیم حاصل کر رہا ہے اُن کے افعال واعمال کو مطابق شریعت ہونے کی تھانوی صاحب گواہی دے رہے ہیں تو ان واقعات کو ایک دوسرے پر کیسے قیاس

---

[1] فتاویٰ رضویہ شریف، ج21 ص599، مسئلہ 189۔

کیا جا سکتا ہے؟، پھر کیا دیوبندیوں نے مجذوب ہونے کے باعث حضرت سیّدی موسیٰ سہاگ علیہ الرحمۃ کو معاف کر دیا تھا کہ آج تھانوی صاحب کے ماموں کے لئے حیلہ سازی کر کے معافی طلب کی جا رہی ہے۔

دیوبندی موصوف نے حضرت موسیٰ سہاگ علیہ الرحمۃ کے واقعہ کے ضمن میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے، سرخ لباس پہننے، زیورات پہننے، جمعہ کی نماز نہ پڑھنے، کسی کی بیوی ہونے، حی لا یموت کے متعلق خاوند کا دعویٰ کرنے پر اعتراضات کئے ہیں اور لکھا ہے کہ:" ان تمام کفریات وبکواسات کے باوجود بقول نواب بریلی کے یہ موصوف اللہ کے اتنے بڑے ولی اور مستجاب الدعوات تھے کہ لوگ ان سے دعاؤں کی درخواست کرنے آتے تھے ان کی دعاؤں سے بارشیں برستی تھی قحط سالی دور ہوتی تھی، پس ان تمام کفریات وغیر شرعی امور کے ارتکاب کے باوجود جو تاویل ان صاحب کو ولی ثابت کرنے کے لئے رضا خانی صاحبان کریں وہی تاویل ملفوظات کے مندرجہ بالا حوالے کے حاشیہ پر بھی رقم فرمادیں"۔[1]

الجواب: یہاں پر ہم تھانوی صاحب کے" ملفوظات" میں سے کچھ اقتباس نقل کرتے ہیں، جس سے موصوف کے جملہ اعتراضات کا دفعیہ ہو جائے گا، ملاحظہ فرمائیں:

" ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجذوب اور مجنون میں آج کل امتیاز مشکل ہو گیا ہے۔ فرمایا بالکل صحیح ہے کوئی مجذوب ہوتا ہے کوئی مجنون ہوتا ہے اہلِ ادراک کو پہچان ہوتی ہے۔

اس پر ایک واقعہ یاد آیا کہ بزرگوں سے سنا ہے کہ دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوبین کی جماعت کے سردار تھے جس کی تائید بھی ایک واقعہ سے

---

[1] دفاع، ج1ص235، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ہوتی ہے کہ ایک ولایتی مجذوب دیوبند میں وارد ہوئے اور چھتہ کی مسجد میں ٹھہرے مگر ٹھہرنے سے پہلے حضرت مولانا سے اجازت لی۔

پھر فرمایا کہ ہم لوگ طالب علم ان مجذوب سے بعض کفار کے لئے بددعا کرایا کرتے تھے مگر وہ کبھی جواب نہ دیتے صرف یہ کہہ دیتے کہ خیر باشد خیر باشد پھر وہ مر گئے۔

بعد میں اپنے بعض بزرگوں سے معلوم ہوا کہ وہ بعض کفار کے طرفدار تھے اس طرفداری پر فرمایا کہ مجذوبین کی مثال ملائکہ کی سی ہے وہ کفار کی بھی تربیت کرتے ہیں اور اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا کہ وہ گو اس عالم کے اعتبار سے بے سمجھ ہوتے ہیں مگر ان کو اس سمجھ کی ضرورت نہیں دوسری سمجھ کی ضرورت ہے وہ ان میں ہوتی ہے اور میں نے جو اس عالم کے اعتبار سے سمجھ کی نفی کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جماعت میں عقل نہیں ہوتی گو حواس درست ہوں جیسے گھوڑے میں مثلاً عقل نہیں ہوتی مگر حواس ہوتے ہیں۔ یا بچہ کی مثال بلوغ سے پہلے کہ اس وقت عقل نہیں ہوتی مگر حواس ہوتے ہیں تو سلامت حواس مجذوبیت کے منافی نہیں نہ اس سلامت حواس پر نماز وغیرہ کے فرض ہونے کا مدار ہوتا ہے اس کی فرضیت کیلئے عقل شرط ہے پس مجنون اسی طرح مجذوب عقل نہ ہونے کی وجہ سے احکام شرع کا مکلف نہیں ہوتا باقی ان دونوں جماعت میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ بہت ہی نازک مقام ہے کہ ہر مجذوب اور مجنون میں فرق کرلیا جائے ،مگر اس کا ظنی معیار یہ ہے اس مجذوب کے زمانہ کے صلحاء ،اتقیاء کا جو برتاؤ اس کے متعلق ہو وہ معتبر ہے۔

عوام کا خیال اس بارے میں معتبر نہیں۔ یعنی اس زمانہ کے مشائخ جو اس کے ساتھ برتاؤ کریں احترام یا اعراض کا وہی دوسروں کو کرنا چاہئے اپنی رائے سے عوام کچھ نہ کریں

پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اول تو اس جماعت سے کوئی امید نہیں نفع کی نہیں رکھنا چاہئے حتی الامکان ان لوگوں سے الگ ہی رہنا مناسب ہے کیونکہ ان کو عقل تو ہوتی نہیں اس لئے ان سے اندیشہ ضرر ہی کا غالب ہوتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس کی حقیقت کیا ہے یہ مجذوب کیسے ہوجاتے ہیں فرمایا کہ حقیقت اس کی یہ ہے کہ کوئی وارد ایسا قوی ہوتا ہے جس سے عقل مسلوب ہوجاتی ہے اور یہ سب مجاہدہ ہی کی برکت ہے کہ یہ درجہ نصیب ہوجاتا ہے پہلے سے کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہ کرتے کیا تھے اسی وارد سے پیالہ جھلک گیا تب سب نے دیکھ لیا یہ حقیقت ہے مجذوبیت کی اور یہی مجذوب ہیں جن کے سپرد کارخانہ تکوینیہ ہے اور اس کے انتظام کے ذمہ دار ہیں"۔ [1]

اس حوالہ میں تھانوی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ مجذوب احکامِ شرع کا مکلف نہیں ہوتا کسی قوی وارد کے سبب عقل مسلوب ہوجاتی ہے۔ اس سے دیوبندی موصوف کے اُن جملہ اعتراضات کا دفعیہ ہوجاتا ہے جو اس نے سرخ لباس پہننے، یا نماز نہ پڑھنے وغیرہ کے ضمن میں کئے ہیں، اس کے علاوہ تھانوی صاحب نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ کارخانہ تکوینیہ مجذوبوں کے سپرد ہے، اور وہی اس کے ذمہ دار ہیں، اس سے بارش برسانا اور قحط سالی دُور کرنے والی باتوں کا معاملہ بھی حل ہوجاتا ہے، جب اُمورِ تکوینیہ کو مجذوبوں کے سپرد قرار دیا تو ان سے ان تمام اُمور کا تصفیہ ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے دیوبندی شرک وکفر کے فتوے لگاتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

" تکوینی کارخانہ مجذوبین سے متعلق کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی اس لئے تشریع کے مکلف نہیں ہوتے اور ان کی بعض خدمتیں شرع پر منطبق نہیں ہوتی "۔ [2]

لہٰذا موصوف کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مجذوبین تشریع کے مکلّف نہیں ہوتے اس لئے اُن سے جو غیر شرعی اُمور کا ارتکاب ہوتا ہے اُس میں وہ معذور ہیں۔

حضرت سیّدی موسیٰ سہاگ علیہ الرحمۃ بھی چونکہ مجذوب تھے اس لئے باصول دیوبند بھی اُن پر

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، ج1ص 181۔182، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] ملفوظات حکیم الامت (افاضات الیومیہ)، ج1ص86، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

فتویٰ عائد نہیں ہوتا، لیکن تھانوی صاحب کے ماموں کی یہ کیفیت نہ تھی اور نہ ہی تھانوی صاحب نے ان کے افعال واعمال کو غیر شرعی قرار دیا ہے، اس لئے دیوبندی موصوف کا حضرت سیّدی موسیٰ سہاگ علیہ الرحمۃ کے واقعہ کو بطور دلیل پیش کرنا دُرست نہیں، اور نہ ہی اس واقعہ کا کوئی تعلق وربط تھانوی صاحب کے ماموں کے ساتھ بنتا ہے، مکلف کو غیر مکلف پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟ ماخوذ معذور کی نظیر کیسے بن سکتا ہے؟

جب دونوں میں کوئی موافقت موجود ہی نہیں تو پھر حضرت موسیٰ سہاگ علیہ الرحمۃ والے واقعہ کی تاویل وتشریح کو تھانوی صاحب کے ماموں کے واقعہ پر حاشیہ لگا کر کیسے چڑھا سکتے ہیں۔

آج دیوبندی موصوف ہم سے حضرت موسیٰ سہاگ علیہ الرحمۃ کے واقعہ کے تناظر میں تھانوی کے ماموں والے واقعہ کی تاویل کا مطالبہ کررہے ہیں لیکن کبھی دیوبندیوں نے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ملفوظات میں بیان شدہ اس واقعہ کی تاویل کی ہے؟ اور کبھی اعتراض سے کف لسان کیا ہے جو آج ہم سے تھانوی کے ماموں کے لئے منتیں کررہے ہیں، ہمیں محض تھانوی کا ماموں ہونے کی وجہ سے اس شخص سے کوئی ذاتی عناد نہیں، اور نہ کوئی پرخاش ومخاصمت ہے۔ اگر دیوبندی معقول تاویل لے آتے ہیں تو ہم اپنا قلم روک لیں گے، لیکن بات دلائل کی ہونے چاہئے، اتنا عرصہ گذر جانے کے باوجود آج تک کوئی معقول تاویل پیش نہیں کرسکے اگلے پچھلے دیوبندیوں کی جوجمع پونجی تھی وہ سرقہ کرکے دیوبندی موصوف نے اپنی اس کتاب میں درج کرلی لیکن ہوا کیا؟ وہی ڈھاک کے تین پتے۔

وہی جہالت وہی حماقت وہی کتر وبیونت وہی دجل وفریب۔ تقریباً دوسوسال سے وہابیت کی جنگ اسی طرح جیتنے کی کوشش کی جارہی ہے، الغرض موصوف کا یہ اعتراض بھی غلط اور باطل ثابت ہوا۔

مجذوب سے ملاقات پر اعتراض

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" (ایک مرتبہ خود) اعلیٰ حضرت نے فرمایا بریلوی میں ایک مجذوب بشیر الدین اخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے جو کوئی ان کے پاس جاتا تھا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے تھے مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔۔۔۔"۔ (حیات اعلیٰ حضرت: ج۱ ص۔ تجلیات امام احمد رضا: ص ٤٧، برکاتی پبلیشرز کراچی) کہے یہاں تو ایک مجذوب عورتوں کا لباس پہن کر خود کو اللہ کی بیوی معاذ اللہ باور کرا رہے ہیں اور دوسرے مجذوب صاحب ہمیشہ ننگے رہتے اور خوب موٹی موٹی گالیاں لوگوں کو دیتے مگر اس کے باوجود احمد رضا خان صاحب نہ صرف ان کی تائید کرتے ہیں بلکہ ان سے دعائیں لینے جاتے ہیں۔ پس جو جواب رضا خانی ان دو واقعات کا دیں وہی ہماری طرف سے حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے اس ماموں کے متعلق تصور کرلیں"۔ [۱]

الجواب: بثیر شاہ نامی ایک مجذوب تھا، اس کے متعلق دیوبندیوں کی مستند کتاب "ارواح ثلاثہ" میں مرقوم ہے کہ: "یہ مجذوب بالکل ننگے رہتے تھے"۔ [۲]

یہ واقعہ بیان کرنے والا دیوبندیوں کا خان صاحب کہتا ہے کہ:

"میرے پھوپھا ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جاتے تھے"۔ [۳]

مزید تھانوی صاحب کی سوانح حیات "اشرف السوانح" میں مرقوم ہے کہ:

"گھیسن شاہ صاحب جو بہت بوڑھے تھے یہاں تک کہ پلکیں اور بھویں بھی سفید ہوگئی تھیں اور نہایت شاندار سفید داڑھی تھی۔ اکثر اس مکان کے کوٹھے پر رہتے تھے جہاں طوائفیں رہتی تھیں اور کبھی کبھی ایک باغ میں بھی جایا کرتے تھے۔

---

[۱] دفاع، ج1 ص249، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] ارواح ثلاثہ، حکایت (437)، ص300، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

[۳] ارواح ثلاثہ، حکایت (437)، ص300، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

حضرت والا نے ایک بار سنا کہ اس وقت باغ میں ہیں تو اور طالب علموں کو لے کر پہنچے لیکن وہ واپس جا چکے تھے چونکہ اور طالب علم بھی ہمراہ تھے اس لیے حضرت والا کو جرأت ہوئی کہ یہاں نہیں ملے تو آؤ طوائفوں والے مکان ہی پر چل کر مل آئیں کیونکہ بہت دن سے اس فکر میں تھے کہ ان سے ملیں ۔ وہاں بالا خانہ پر پہنچ کر ملے اور مٹھائی پیش کر کے دعا کی درخواست کی ۔شاہ صاحب نے ایک بہت طویل عبارت زبان سے کہنی شروع کی جو کچھ سمجھ میں نہ آئی ۔البتہ صرف ہم قافیہ الفاظ قلم علم وغیرہ سمجھ میں آتے تھے حضرت والا مع اور طلباء کے کھڑے سنتے رہے"۔ [1]

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اکابرینِ دیوبند بھی ان مجاذیب کے پاس حاضری دیتے رہے ہیں جو ننگے تھے یا طوائفوں کے کوٹھوں پر رہتے تھے، اور اُن سے دعائیں طلب کرتے رہے ہیں ۔سیّدی اعلیٰ حضرت رحمة الله عليه کا گالیاں دینے والے مجذوب کے پاس حاضر ہونا، یا تھانوی صاحب کا طوائفوں کے کوٹھے پر رہنے والے مجذوب کے پاس حاضر ہونا، یا دیوبندی امیر خان کا ننگا رہنے والے مجذوب کے پاس حاضر ہونا، ایسی باتیں ہیں جن پر دیوبندیوں کو اعتراض نہیں کرنا چاہیئے ، بلکہ عوام کو آگاہ کرنا چاہیئے کہ اکابرینِ دیوبند بھی مجذوبوں کی تلاش میں رنڈیوں کے کوٹھوں تک چلے جاتے تھے ،اور کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔اس طرح دیوبندیوں کو بھی مجذوبوں کی قدر کرنے چاہیئے۔

باقی ان معاملات کا تھانوی صاحب کے ماموں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ واقعے مجاذیب سے تعلق رکھتے ہیں ،اور تھانوی صاحب کے ماموں مجذوب نہ تھے۔اگر دیوبندی موصوف اُنہیں زبردستی مجذوب بنانے پر تلے ہوئے ہوں تو وہ علیحدہ بات ہے، جب وہ مجذوب ہی نہ تھے تو ان واقعات پر ان کو قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی یہ واقعات

---

[1] اشرف السوانح، ج1 ص 177۔178 ،ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

تھانوی صاحب کے ماموں والے واقعہ کی دلیل بن سکتے ہیں۔

دیوبندی موصوف نے جہالت سے کام لیتے ہوئے خواہ مخواہ قارئین کے قیمتی وقت کو ضائع کرنے کی کوشش کی ہے، اور ہم اُصولی جواب دے چکے ہیں مجذوب بوجہ مسلوب العقل ہونے کے شرعی احکام کے مکلف نہیں، اُن سے صادر ہونے والے غیر شرعی اُمور دوسروں کے لئے حجت نہیں، اور یہ مجاذیب بوجہ مرفوع القلم ہونے کے ان اُمور میں ماخوذ بھی نہیں، لہٰذا موصوف کا اعتراض ہی دُرست نہیں ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف تھانوی صاحب کے ماموں والے واقعہ کے متعلق گوہر افشاں ہیں کہ افاضات یومیہ کی عبارت نقل کرنے میں خیانت کی گئی ہے کیونکہ تھانوی نے انہی باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے ترک تعلق کر دیا تھا، آگے دیوبندی موصوف نے افاضات یومیہ کا حوالہ بھی لگایا ہے جس میں ترکِ تعلق کا ذکر موجود ہے، مُلاحظہ فرمائیں: [1]

الجواب: ترکِ تعلق کے باوجود بھی دیوبندی ان کے مداح ومعترف ہیں، جیسا کہ "اشرف السوانح" میں اُن کے متعلق لکھا ہے کہ:

"حضرت کے حقیقی ماموں پیر جی امداد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے زبردست صاحب حال وقال بزرگ تھے"۔ [2]

لہٰذا خیانت کا الزام لگانا دُرست نہیں گو نسبت مریدی کا تعلق تھانوی صاحب نے اُن سے ختم کیا، لیکن اُن کی تعریف وتوصیف کا تعلق تو دیوبندیوں نے اُن کے ساتھ برقرار رکھا ہے، اس کے علاوہ تھانوی صاحب کے یہ ماموں اسماعیل دہلوی کے معتقدین میں سے تھے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"ابتداء ہی سے قلب میں سوز وگداز تھا اس لئے بحالتِ ملازمت برابر تلاش شیخ میں رہے

---

[1] دفاع، ج1 ص249۔250، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] اشرف السوانح، ج1 ص37، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

چنانچہ جتنے درویش حیدر آباد میں تھے سب سے ملے مگر ان میں سے اکثر تو اس لیے ناپسند آئے کہ وہ حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو برا سمجھتے تھے اور پیر صاحب مولانا کے بے حد معتقد تھے"۔ [۱]

دیوبندیوں کی چیخیں

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"پس جب خود حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے ان مجذوب کے ان افعال کو غیر شرعی قرار دیکر ان سے لاتعلقی کا اظہار کر دیا بلکہ ان کے لیے دعا بھی کی ان کو تنبیہ بھی کی تو اس کے باوجود ان تمام افعال کو ان کے سر تھوپنا اور اس کو بنیاد بنا کر پوری جماعت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا کیا کھلا ہوا دجل و فریب نہیں؟"۔ [۲]

الجواب: یہ تو خود دیوبندیوں کے ہی وضع کردہ اُصول ہیں اُن کے اُصولوں اور قواعد کی روشنی میں اُن پر اعتراض کیا گیا ہے، دیوبندیوں کے اپنے ہی وضع کردہ اُصولوں کی بنیاد پر چیخیں نکلنا شروع ہو گئی ہیں۔

دیوبندیوں کے مُلّاں مانچسٹروی صاحب نے حضرت موسیٰ سہاگ علیہ الرحمہ کے واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰ سہاگ علیہ الرحمہ کے معاملات کا ذمہ دار کسی ایک فرد کو نہیں، بلکہ پُوری اہلِ سنّت و جماعت کو قرار دیا ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"بریلوی تحریرات کے اس آئینے میں اولیاء اللہ کی عظمت و شان بُری طرح مجروح نظر آتی ہے کہیں وہ ان کے لیے شیطان کی سی وسعتِ ارضی ثابت کرتے ہیں اور کہیں انہیں وہ کرشن کنہیا کے رُوپ میں پیش کرتے ہیں خدا کا سہاگ ثابت کرنے کے لیے وہ انہیں زنانہ

---

[۱] اشرف السوانح، ج1 ص38، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] دفاع، ج1 ص250، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

لباس پہناتے دکھائی دیتے ہیں"۔ [1]

دیکھیں اس حوالے میں مُلّاں مانچسٹروی صاحب نے حضرت موسیٰ سہاگ علیہ الرحمۃ کے اعمال کا ذمہ دار اہلِ سنّت کو قرار دیا ہے کہ خُدا کا سہاگ ثابت کرنے کے لئے وہ اُنہیں زنانہ لباس پہناتے دکھائی دیتے ہیں، حالانکہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تو مَردوں کے لئے عورتوں جیسی وضع قطع اختیار کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، چنانچہ آپ "فتاویٰ رضویہ شریف" میں اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"مسلمانوں کو اتباعِ شریعت چاہئے۔ حکم نہیں مگر اللہ و رسول کے لئے۔ سینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام، اور عورتوں سے تشبّہ اور بحکم احادیثِ صحیحہ کثیرہ معاذ اللہ باعث لعنت ہے۔

قال ﷺ لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء ،الخ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ان مَردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کریں (ت) الخ"۔ [2]

دیکھیں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ تو حدیثِ مبارکہ نقل کر رہے ہیں کہ عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مَردوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے، مگر پھر بھی ہمارے اوپر الزام لگایا جاتا ہے، اور مجاذیب کے افعال و اعمال کا ہمیں ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے، لیکن جب خُود دیوبندیوں کی باری آئی ہے تو اب آنسو اور سسکیاں شروع ہو گئی ہیں، نوزائیدہ بچے کی مانند تلملاہٹ شروع ہو گئی ہے کہ تھانوی کے ماموں والے واقعہ کا ذمہ دار اُنہیں کیوں قرار دیا جارہا ہے، اور طعن و تشنیع کا نشانہ اُنہیں کیوں بنایا جارہا ہے۔

یہ پودا تو خُود اُنہی کا لگایا ہوا ہے، ہم نے اپنے جانب سے ابھی کچھ نہیں لکھا اُن کے بنائے ہوئے اُصولوں کو ہی اُن کے سامنے رکھ دیا ہے، تو آہ و فغاں شروع ہو گئی

---

[1] مطالعہ بریلویت، ج2 ص368، حافظی بک ڈپو، دیوبند، یوپی۔

[2] فتاویٰ رضویہ، ج6، ص610، مسئلہ (775)، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

علاوہ ازیں تھانوی صاحب کے ماموں کا مجذوب ہونا بھی ثابت نہیں، تھانوی صاحب نے تو اُن کے افعال واعمال کو شریعت کے مطابق قرار دیا ہے۔ پس اس لحاظ سے دیوبندیوں سے اس واقعہ کی وضاحت طلب کی گئی ہے، اس کے باوجود دیوبندی موصوف اُسے دجل وفریب سمجھتے ہیں تو اس سے خُود دیوبندیوں کا دجل وفریب کا مرتکب ہونا ثابت ہوگا، کیونکہ ہم مانچسٹروی صاحب کا حوالہ لگا چکے ہیں، جس میں اُنہوں نے برصغیر پاک وہند کے اہلِ سنّت پر واقعہ حضرت موسیٰ سہاگ علیہ الرحمۃ کی وجہ سے طعن وتشنیع کی گولہ باری کی ہے۔

کوئی موزوں لفظ ہو تو بتلا دیں

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"باقی جو معترضین اس ملفوظات کی بنیاد پر دشام طرازی کرتے ہوئے حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ سے اپنے دلی بغض کا اظہار کرنے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم تھانوی صاحب کے ماموں کو۔۔۔ یا تھانوی کو ان کے ماموں کی نسبت۔۔۔ ماموں کا بھانجا کہہ دیں تو دیوبندیوں کو برانہیں منانا چاہیے تو اگر اس کے جواب میں ہم احمد رضا خان کے مندرجہ ذیل شعر کو بنیاد بنا کر احمد رضا خان کو" آوارہ کتا" کہنے لگ جائیں تو یقیناً آپ کو برا نہیں لگنا چاہیے:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

(حدائق بخشش: حصہ اول، ص ٤٤، مدینہ پبلیشنگ کراچی)"۔[1]

الجواب نمبر(1): ایک شخص اپنے لئے یہ کہے کہ اُس کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے کہ

[1] دفاع، ج1ص250۔251، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

آگے سے عضو تناسل کو پکڑ کر کھینچا جائے، اور ڈوسرا پیچھے سے انگلی کرے، اور بھڑوا رے بھڑوا کا شور مچایا جائے، اور ڈوسرا شخص اس کی تائید وتصویب یُوں کرے کہ اس کا کوئی فعل صریح شریعت کے خلاف نہیں (تھانوی صاحب کا حوالہ سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے) ان دونوں شخصوں کو آخر کیا کہا جائے؟ ایسے ماموں اور بھانجے کے لئے دیوبند کی مہذب لغت میں اور کوئی موزوں لفظ ہو تو وہ بتلا دیں، ہم کتابوں میں اُسے لکھنا شروع کر دیں گے کہ آلہ تناسل کو کھنچوانے اور پیچھے سے انگلی کرنے کی ترغیب دینے والے، اور اس شخص کی تائید وتصویب کرنے والے کو دیوبندیوں کی لغت میں اس معزز ومکرم لفظ کے ساتھ پکارا جاتا ہے۔

دیوبندی موصوف کو ہم پر ناراض ہونے کی ضرورت نہیں گو ہم کف لسان اختیار کریں لیکن ہر باشعور وغیرت مند انسان وہی کہنے پر مجبور ہوگا جس پر دیوبندی موصوف خفا ہیں، اور ساتھ ہی دیوبندی موصوف کے الفاظ اُن کی جانب لوٹاتے ہیں کہ ہم کسی کے منہ پر تالا تو نہیں لگا سکتے [1] جب تعریف کا موقعہ آیا تو دیوبندی موصوف نے اسی فقرہ سے اپنی گلو خلاصی کی کوشش کی۔ آج اگر دیوبندیوں کی اپنی حرکات کی وجہ سے انہیں کچھ سننا پڑ رہا ہے تو وہ یہاں بھی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم کسی کے منہ پر تالا تو نہیں لگا سکتے، لہٰذا ہم جواب سے صرف نظر کرتے ہیں۔

نمبر (2): باقی سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے شعر کو اس اعتراض پر قطعاً قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ صوفیاء وبزرگانِ دین نے اپنے لئے بطور عجز وانکساری ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، اور اُن کا تعلق عاجزی وانکساری وکسرِ نفسی سے ہے، صلحائے ملت نے محبوب حقیقی کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے لئے کمتر، ادنیٰ، حقیر، لاشئ جیسے

---

[1] دفاع، ج1ص 261، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الفاظ استعمال فرمائے ہیں، اُن کا مقصود اپنی عاجزی وانکساری ہے۔ مگر کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچتا کہ اُن الفاظ کے ساتھ اس مسلم وبرگزیدہ شخصیت کو یاد کرے، ایسے بکثرت نظائر صلحائے ملت کی کتب میں موجود ہیں، اگر اسی طرح اعتراضات شروع کر دیئے جائیں جس طرح دیوبندی موصوف اور اسی ذہنیت کے دوسرے لوگوں نے کیا ہے تو کوئی بھی صوفی بزرگ اس سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

علمائے اسلام وصلحائے ملت خیر الانام کے علاوہ خُود کتبِ دیوبند میں بھی اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔

کیا موصوف قاسم نانوتوی کو "آوارہ کتا" ماننے کو تیار ھیں؟

دیوبندی موصوف کے سامنے ہم ایک ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں لفظ" کتا" بھی اور " پھرتا " بھی موجود ہے، اس بنا پر موصوف اپنے مسلک کے حجۃ الاسلام ،قاسم العلوم والخیرات مولوی قاسم نانوتوی صاحب کو" آوارہ کتا" ماننے کو تیار ہیں؟

موصوف کے معاون ودستگیر مولوی الیاس گھمن صاحب کہتے ہیں:

"ایک غیر مقلد اعتراض کرنے لگا کہ قاسم نانوتوی کا قصہ پڑھا ہے؟ مولانا قاسم نانوتوی فرماتے ہیں میری امیدیں تو لاکھوں ہیں، لیکن سب سے بڑی امید سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ اے کاش! میں مدینہ کا کتا ہوتا، مدینے کی گلیوں میں پھرتا اور مدینے میں مرجاتا، مدینے کے کیڑے مکوڑی مجھے کھا جاتے۔

ذرا اعتراض سننا کہ قاسم نانوتوی کہتا ہے اے کاش میں مدینہ کا کتا ہوتا، اس کو انسان ہونے میں عار ہے، وہ انسان کے بجائے کتا بننا چاہتا ہے، تم نے اسے امام مان لیا ہے۔ قرآن کہتا ہے **ولقد کرمنا بنی آدم . لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** خدا نے عظمت انسان کو دی ہے، قاسم نانوتوی کہتا ہے میں انسان نہیں کتا ہوتا، اس کو انسان بننے میں شرم

آتی ہے، تم اس کو امام کہتے ہو؟

میں نے کہا اس اعتراض کا (جو تو نے قاسم نانوتوی پر کیا ہے) خدا نے جواب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دلوایا ہے۔ پوچھا، وہ کیسے؟ تمہارے علم میں ہونا چاہیے کہ مولانا قاسم نانوتوی کا خاندان صدیقی ہے۔ جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، تو جو اعتراض بیٹے پر ہوتا ہے اس کا جواب خدا نے باپ سے دلوایا ہے۔ کہتا ہے کہ جواب کیا ہے؟ میں نے کہا امام سیوطی رح نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں۔ دیکھا سامنے ایک درخت پر ایک پرندہ ہے۔ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ طوبیٰ لك یا طیر اے پرندے تجھے مبارک ہو۔ انت تاکل شجرة تو درخت سے کھاتا ہے۔ وتظل بها درخت کے سائے میں رہتا ہے۔ وتسیر الی غیر حساب تیرا قیامت کو حساب نہیں ہوگا۔ اے کاش! ابوبکر بھی تجھ جیسا پرندہ ہوتا۔

میں نے کہا، تو کہہ صدیق کو انسان بننے میں عار ہے۔ میں تجھ پر کفر کا فتوی نہ لگاؤں تو مجھے دیوبند کا بیٹا نہ کہنا، تُو کہہ تو سہی۔ کہتا ہے صدیق اکبر نے جو فرمایا وہ خشیتا لٰہی کی وجہ سے تھا۔ میں نے کہا نانوتوی نے جو فرمایا، یہ محبت محمدی کی وجہ سے تھا۔ ہم نے یوں دیوبند کا دفاع کیا ہے"۔ [1]

عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی صاحب، خلیل احمد انبیٹھوی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"حضرت کیسی پیرزادگی میں تو اس دربار کے کتوں کے برابر بھی نہیں" [2]

"ملفوظات شاہ عبد القادر رائے پوری" میں ہے کہ:

"حضرت شاہ صاحب کشمیری (انور شاہ کشمیری) قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ ہمارا نامہء اعمال تو سیاہ ہے ہی، یہ بات یقین کے درجے کو پہنچ چکی ہے کہ ہم سے تو گلی کا کتا بھی

---

[1] خطبات برما، ص 117۔118، ناشر: دار الایمان ۱۷ فرسٹ فلورز بیدہ سنٹر. ٤ اردو بازار، لاہور۔

[2] تذکرۃ الخلیل، ص 73، ناشر مکتبۃ الشیخ، کراچی۔

اچھا ہے"۔ [۱]

محمد رحمت اللہ میر قاسمی کشمیری، حسین احمد ٹانڈوی کا قول نقل کرتا ہے کہ:

"میں تو پیٹ کا کتا ہوں"۔ [۲]

لیکن ان مثالوں کی وجہ سے ہم نے تو کبھی کسی کتاب میں یا ویسے بھی حسین احمد ٹانڈوی کو دُنیا کا کتا نہ کہا نہ لکھا اگر کسی کتاب میں یہ حوالے منقول ہیں تو دیوبندیوں کی دریدہ دہنی کے جواب میں الزامی طور پر نقل کئے گئے ہوں گے، اور نہ ہی ان مثالوں کی وجہ دیوبندی سپوتوں نے اپنے اکابرین کو "کتا" کہا ہے۔ موصوف کو اگر مزید خارش ہوگی تو ہم ان شاء اللہ العزیز اس بارے میں ایک طویل فہرست پیش کر دیں گے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ بات ما بہ النزاع سے خارج ہے اس کو تھانوی والے واقعہ کی نظیر میں پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس واقعہ میں ترغیب موجود ہے، اور اس شخص کے افعال واعمال کی بزبانِ تھانوی صاحب تائید وتصویب موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ دو علیحدہ معاملات ہیں ان کو عاجزی وانکساری والے الفاظ پر قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا، اس کے علاوہ دیوبندی موصوف نے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کا بھی حوالہ ذکر کیا ہے وہ بھی اسی عاجزی وانکساری پر محمول ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اگر ان معاملات کی وجہ سے ہر کس وناکس کو زُبان کھولنے کی اجازت ہو تو خُود دیوبندی بھی محفوظ نہ رہ پائیں گے۔

تھانوی صاحب اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"میں تو واقعی اپنے کو کلب اور خنزیر سے بدتر سمجھتا ہوں"۔ [۳]

---

[۱] ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری، ص16، ادارۃ المعارف، کراچی۔

[۲] مسلک علماءِ دیوبند اور حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص39، ناشر: مکتبہ دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر۔

[۳] ملفوظات حکیم الامت، ج4 ص87، ملفوظ (95)، ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان۔

مولوی زکریا دیوبندی اپنے لئے فرماتے ہیں کہ:

"میرے اکابر نے تو میری اصلاح کی بہت کوشش فرمائی مگر افسوس کہ کتے کی دُم بارہ برس نلکی میں رکھنے کے بعد نکالی تو ٹیڑھی ہی نکلی"۔ [1]

پس اگر دیوبندی موصوف شرم وحیا کا جامہ اُتار کر حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ پر کچھ کہنے کی جرأت کرتے تو اُنہیں بھی وہی سب کچھ سنا پڑتا جو اُنہوں نے کہا ہوتا کیونکہ

یہ ہے گنبد کی صدا جیسا کہو ویسا سنو

خلاصہ کلام! دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کے ماموں والے واقعہ کی تین طرح سے وکالت کی کوشش کی ہے۔

نمبر(۱) یہ ملفوظات کا واقعہ ہے، مگر ہم نے ثابت کر دیا کہ تھانوی صاحب کے ملفوظات دیوبندیوں کے نزدیک مستند ومعتبر ہیں۔

نمبر(۲) داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے حوالے سے ولی کامل ثابت کرنے کی کوشش کی، ہم نے ثابت کر دیا کہ خُود داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ ایسے افراد کو گمراہ قرار دیتے ہیں۔

نمبر(۳) مجذوب وتھانوی صاحب کا لاتعلق ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس کی بھی کتبِ دیوبند سے ہم نے زبردست تردید ثابت کر دی۔

یعنی جس طرف سے بھی دیوبندی موصوف نے راہِ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی ہم نے ہر طرف سے موصوف کا ناطقہ بند کر دیا ہے، اور موصوف کو سابقہ ابحاث کی طرح اس بحث میں بھی زبردست شکست وہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، وللہ الحمد علی ذلک۔

اس بحث کے ساتھ ہی دیوبندی موصوف کی کتاب کا باب اوّل اختتام پذیر ہوتا ہے، لغو وفضول اعتراضات کی لایعنی بھرتی کے ساتھ دیوبندی موصوف کا باب اوّل تقریباً

---

[1] اکابر کا مقام تواضع، ص 76، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

(252)صفحات بمعہ فہرست وتقاریظ پر مشتمل ہے،راقم الحروف نے اللہ عزّوجل کے فضل وکرم سے تقریباً تین جلد کے قریب تک لکھ کر موصوف کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کا صفایا کر کے ویرانہ دیوبندیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے،اور تقریباً کسی اعتراض کو جواب کے بغیر نہیں چھوڑا۔

اُمید ہے قارئین کرام کو ہماری کاوش پسند آئے گی۔اللہ عزّوجل کے فضل وکرم پر توکل کرتے ہوئے بڑھتے ہیں بابِ دوم کی جانب "السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ"۔

بابِ دوم

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"ساری دنیا اس بات کو جانتی ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ عقیدہ توحید پر کاربند ہیں اسی عقیدے کے مبلغ ہیں اور رضا خانی مشرک، شرک کی کھیتی کے کسان ہیں۔ رضا خانیوں کے ساتھ ہمارا بنیادی اختلاف ہی توحید و شرک کا ہے"۔ [1]

الجواب: الحمدللہ! ساری دُنیا جانتی ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں، اور وہابی ہونے کی وجہ سے اہلِ سنّت و جماعت سے خارج ہیں، انہیں اپنے آپ کو اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے کا قطعاً حق نہیں پہنچتا، اور جس قسم کی توحید یہ لوگوں تک پہنچا رہے ہیں مثلاً: اللہ عزّوجل جھوٹ بول سکتا ہے (نعوذ باللہ من ذلک) اس سے تفرقہ وانتشار کی راہ ہی ہموار ہوتی ہے اور جو مسائل اللہ عزّوجل کی توحید کے حوالے سے دیوبندی بیان کررہے ہیں ان کا توحید سے کوئی تعلق نہیں، ان کی تشریحات وتوضیحات توہینِ انبیاء علیہم السلام واولیاء رحمۃ اللہ علیہم پر مشتمل ہیں اور ان سے خُود شانِ ربوبیت میں گستاخی وبے ادبی لازمی آتی ہے۔

مزید جس طرح دیوبندیوں نے اپنے آپ کو توحید کا ٹھیکیدار سمجھا ہوا ہے اس طرح معتزلہ بھی اپنے آپ کو توحید کا علمبردار سمجھتے تھے اور اُنہوں نے اپنا نام ہی "اہل التوحید" رکھا تھا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ:

"وَقَدْ سَمَّى الْمُعْتَزِلَةُ أَنْفُسَهُمْ أَهْلَ الْعَدْلِ وَالتَّوْحِيدِ وَعَنَوْا بِالتَّوْحِيدِ مَا اعْتَقَدُوهُ مِنْ نَفْيِ الصِّفَاتِ الْإِلَهِيَّةِ لِاعْتِقَادِهِمْ أَنَّ إِثْبَاتَهَا يَسْتَلْزِمُ التَّشْبِيهَ وَمَنْ شَبَّهَ اللهَ بِخَلْقِهِ أَشْرَكَ"۔ [2]

---

[1] دفاع، ج1 ص254، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب التوحید، ج13 ص344۔ نقلہ عنہ خلیل احمد السہارنفوری الدیوبندی فی بذل المجہود فی حل سنن أبی داود، باب فی الجہمیۃ

"یعنی معتزلہ نے اپنا نام اہل العدل والتوحید رکھا، اور توحید سے اُن کی مُراد صفاتِ الٰہیہ کی نفی کا عقیدہ ہے جس کے وہ معتقد تھے اُن کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ صفاتِ الٰہیہ کے اثبات سے تشبیہ لازم لاتے ہیں، اور جو اللہ عزّوجل کے لئے تشبیہ بیان کرے وہ مُشرک ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ سنّت و جماعت کو مشرک قرار دینا، اور اپنے آپ کو توحید پرست سمجھنا معتزلہ کا نظریہ ہے۔ دیوبندی موصوف نے بھیبعینہٖ وہی نظریہ اختیار کرتے ہوئے اہلِ سنّت و جماعت کو مشرک اور شرک کی کھیتی کا کسان قرار دیا ہے، اور خُود کو توحید پرست شُمار کیا ہے۔ معتزلہ نے بھی اپنے زعمِ باطل کے مطابق کچھ خُود ساختہ معیار مقرر کر رکھے تھے اور اسی معیار و عقیدہ کی بنا پر وہ اہلِ سنّت کو مشرک قرار دیتے تھے۔

اسی طرح دیوبندیوں نے بھی توحید کی خُود ساختہ تشریحات گھڑ رکھی ہیں اُنہی تشریحات کی بنیاد پر یہ اہلِ سنّت و جماعت پر شرک وغیرہ کا الزام لگاتے ہیں، حالانکہ ان کی تشریحات ہی دُرست نہیں۔

دیو بندیوں کو توحید سمجھنے میں غلطی کیوں لگی

مسائلِ توحید میں دیوبندیوں کی ٹھوکر کھانے کی دیگر وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے جن لوگوں کی اتباع و پیروی کی، اور جن کے اثر کو قبول کیا اُن کو پہلے ہی علمائے اہلِ سنّت رَد کر چکے تھے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

فضلاءِ دیوبند کی فقہی خدمات کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے دیوبندیوں کے محقق لکھتے ہیں کہ:

"دیوبند کا مسلکِ فقہی" حنفیت" ہے، لیکن علم کلام کی تشریح وتوضیح میں اس نے ماتریدی نقطہ نظر پر انحصار نہیں کیا، وہ ماتریدی بھی ہے اور اشعری بھی اور بہت سے مقامات پر صفات

باری وغیرہ کی توضیح میں علمائے دیوبند نے حنبلی نقطہ نظر کو بھی اختیار کیا ہے"۔ [1]

صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق دیوبندیوں کا وہ نقطہ نظر جس کو حنبلی کہا جا رہا ہے اُس کی وضاحت کرتے ہوئے دیوبندیوں کے شیخ الحدیث مولوی احمد رضا بجنوری صاحب لکھتے ہیں کہ: سُرخی!

" متاخرین حنابلہ کے نظریات وعقائد سے متاثر ہونے والے "

بنظرِ افادہ یہاں ہم چند اہم اشخاص کے نام ایک جگہ کئے دیتے ہیں تا کہ اہلِ نظر و تحقیق مطلع رہیں اور اس سے غفلت مضر نہ ہو۔

علامہ ابن الجوزی حنبلیؒ نے" دفع الشبہ ص ۵ " میں لکھا کہ مَیں نے اپنے اصحاب میں مسلکِ حنابلہ متقدمین سے انحراف کرنے والے صاحبِ تالیف افرادتین کو پایا(۱) ابُوعبداللہ بن حامدم ۴۰۳ھ(۲) قاضی ابُویعلی محمد بن الحسین حنبلی م ۴۵۸ھ(۳) ابُوالحسن علی بن عبید اللہ بن نصر الزاغونی حنبلی م ۵۲۷ھ جنہوں نے کتابیں لکھ کر اصل مذہبِ حنبلی کو بٹہ لگایا، وہ عوام وجاہلوں کے مرتبہ پر اُتر آئے۔اورانہوں نے صفاتِ باری کومقتضائے حس پر محمول کر دیا، مثلاً" خلق اللہ آدم علی صورتہ " کی شرح میں اللہ تعالیٰ کے لئے صورت و جھہ زائد علی الذات کوثابت کیااور آنکھیں، ہاتھ، انگلیاں وغیرہ سب ہی مان لیں۔غرض ان کے کلام سے بہ صراحت تشبیہ نکلتی ہے، پھر بھی وہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم اہل[الخ] سنت ہیں تو پھران ہی تینوں کا اتباع علامہ ابن تیمیہ اورابن القیم نے بھی کیا، اوران کے بعدان دونوں کے نظریات سے متاثر ہونے والوں میں حسب ذیل ہوئے۔

محمد بن اسماعیل صنعانی، صاحبِ سبل السلام، علامہ شوکانی، شیخ نذیر حسین دہلوی، شیخ عبدہ، شیخ رشید رضا مصری جن کے بارے میں سلفی حضرات کو بھی اعتراف ہے کہ وہ

[1] فضلاءدیوبند کی فقہی خدمات ایک مختصر جائزہ،ص 30، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، یوپی۔

بہت سے مسائل میں جمہور امت سے ہٹ گئے تھے، ہمارے زمانہ میں سید ابو الاعلیٰ مودودی بھی ان ہی سب کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں ان کے علاوہ ہمارے اکابر میں سے بھی حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ ان متاثرین کی صف میں شامل ہوئے ہیں (ولو بقدر قلیل) واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ واللہ المستعان"۔ [۱]

پس اس حوالے کے مطابق اکابرینِ دیوبند میں سے مولوی اسماعیل دہلوی صاحب نے متاخرین حنابلہ کے مذہب کا صفاتِ باری تعالیٰ کی تشریح وتوضیح میں اثر قبول کیا۔ اب ذرا یہ حوالہ بھی مُلاحظہ کریں کہ متاخرین حنابلہ کا مذہب کیا تھا؟

دیوبندیوں کے ہی شیخ الحدیث مولوی احمد رضا بجنوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ متاخرین حنابلہ کے یہاں تشبیہ، تجسیم، جہت باری، قدمِ عالم، وغیرہ وغیرہ ساری ہی بیماریاں موجود ہیں، اس پر وہ کس منہ سے اہلِ حق کو معمولی معمولی باتوں پر شرک وبدعت کے طعنے دیتے ہیں، پہلے وہ اپنی آنکھ کے شہتیر پر نظر کریں۔ پھر دوسروں کی آنکھوں کے بال پر نظر رکھیں"۔ [۲]

یہ وہ عقائد ونظریات ہیں جن کے متعلق خُود اُن کا دعویٰ ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ وغیرہ کی توضیح وتشریح میں علمائے دیوبند نے حنبلی نقطہ نظر کو بھی اختیار کیا ہے، اور جنھوں نے یہ نقطہ نظر اختیار کیا ہے، مُلا علی قاری علیہ الرحمۃ اُن کو جاہل قرار دے چکے ہیں، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"طائفة من المجسمة وجهلة من الحنابلة القائلين بالجهة"۔ [۳]

"گروہِ مجسمہ اور حنابلہ میں سے جاہل لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت کے قائل ہیں"۔

---

[۱] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج 17 ص 108۔109، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج 17 ص 115، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۳] شرح فقہ الاکبر، ص 114۔

اس کے ساتھ ایک حوالہ اور ملاحظہ فرمائیں، دیوبندیوں کے وہی شیخ الحدیث مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ایسی ہی فروگذاشت ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ سے بھی ہوئی ہے کہ انہوں نے بھی "تقویۃ الایمان" میں "اطیط عرش لاجل الرب تعالیٰ" والی حدیث نقل کر دی ہے، جبکہ وہ نہایت ضعیف، شاذ و منکر ہے اور اس کو باب العقائد میں پیش کرنا دُرست نہ تھا"۔ [1]

مزید لکھتے ہیں کہ:

"ہمارے اکابر میں سے حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ نے اپنی کتاب میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت و عظمت ثابت کرنے کے لئے حدیثِ "اطیط عرش لاجل الرب تعالیٰ و تقدس" کا جو ذکر کیا ہے۔ اس پر بھی اصولی اعتراض ہوا ہے، کیونکہ وہ بھی ضعیف بلکہ منکر و شاذ ہے"۔ [2]

ان حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ عقیدۂ توحید کے نام پر اسماعیل دہلوی صاحب نے مسلمانوں کو عقیدۂ تجسیم کی جانب لے جانے کی کوشش کی ہے، اور وہ بھی ایسی روایت کی بنیاد پر جو اُنہی کے اصاغر کے بقول ضعیف، منکر و شاذ ہے جس سے احکام کا جواز و عدمِ جواز بھی ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ اُسے عقائد کے باب میں پیش کیا جائے، اور اسماعیل دہلوی صاحب کا خاص طَور پر عقائد کے باب میں اُس کا ذکر کرنا ثابت کر رہا ہے کہ وہ عقیدۂ توحید کے نام پر عقیدۂ تجسیم کو پھیلا رہے تھے۔

موصوف کا کہنا کہ اہلِ سنّت و جماعت کے ساتھ اُن کا اصل اختلاف توحید و شرک کا ہے، دجل و فریب پر مبنی ہے، اور موصوف اس طرح اپنے اکابرین کی گستاخیوں پر پردہ ڈالنا

---

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج18 ص260، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج19 ص449، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

چاہتے تھے، سابقہ جلدوں میں وضاحت ہو چکی ہے کہ اکابرینِ دیوبند کی کفریہ و گستاخانہ عبارات کی وجہ سے برصغیر میں بگاڑ پیدا ہوا۔

باقی موصوف عقیدۂ توحید کی خُود ساختہ تشریحات و من گھڑت تاویلات کی بنیاد پر کسی خُوش فہمی کا شکار ہیں تو ہم اُن کی خُود ساختہ تشریحات و من گھڑت توضیحات پر بھی دو دو ہاتھ کرنے کے لئے تیار ہیں، خُود اکابرینِ دیوبند کے حوالوں سے اہلِ سنّت و جماعت کا مؤقف ثابت کر کے دکھائیں گے، ان شاء اللہ العزیز۔ فی الحال دیوبندی موصوف کے بھیجے کی خشکی ختم کرنے کے لئے ایک حوالہ نقل کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سے استغاثہ، توسل واستمداد جائز بِلا ریب ہے، پھر یہ جو سلفی حضرات اس پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کچھ مانگو خدا سے مانگو دوسروں سے استغاثہ وتوسل حرام اور شرک ہے، کیا اس قسم کا شرک انبیاء کی ساری ہی امتوں میں رائج رہا ہے؟ اگر یہ شرک تھا تو حضور علیہ السلام اور صحابہ نے اس پر نکیر کیوں نہیں کی؟ اور یہ کیا ہے کہ صحابہ کرام قحط سالی وغیرہ مصیبتوں کے وقت حضور علیہ السلام کی خدمت میں دوڑ کر آئے، کیا وہ خود براہِ راست اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کر سکتے تھے؟

پھر یہ کہ ایک صحابی نے فراء الی الرسل کی بات حضور علیہ السلام اور صحابہ کی موجودگی میں کہی اور کسی نے اس کو شرک نہ سمجھا نہ اس پر نکیر کی، کیا آج کل کے سلفیوں کا ہم خیال صحابہ میں سے کوئی بھی نہ تھا؟ اور حدیثِ صحیح میں ایک نابینا کا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بینائی کے لئے عرض و معروض کرنا ثابت ثابت ہوا اور آپ کے توسل سے وہ بینا ہوا، کیا جس توحید پر عامل صحابہ کرام تھے، ہم اس سے بھی زیادہ کے مکلّف ہیں؟

بہر حال! مسلک حق یہی ہے کہ صحت عقائد کے ساتھ استغاثہ توسل واستمداد سب درست ہیں اور یوں تو ہر چہ گیرد علتے علت شود کا اصول سب ہی کے نزدیک مسلم ہے، دوسرے یہ کہ

اس بارے میں انبیاء واولیاء کی تفریق بھی صحیح نہیں، کیونکہ جیسے اولیاء اللہ غیر اللہ ہیں، انبیاء علیہم السلام بھی غیر اللہ ہیں"۔ [۱]

اس حوالہ میں توسل، استغاثہ اور استمداد کے الفاظ قابل غور ہیں جن کو احمد رضا بجنوری صاحب نے جائز قرار دیا ہے، اور ساتھ ان لوگوں کی خبر بھی لی ہے جو ان باتوں کو شرک قرار دیتے ہیں، اور اس جواز میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء رحمان رحمہم اللہ کا فرق کرنے والوں کی بھی خُوب تردید کی ہے۔ اُمید ہے کہ دیوبندی موصوف کی عقل ٹھکانے لگ گئی ہو۔

نوٹ: دیوبندی موصوف ہمیشہ حیلہ سازیوں سے کام لیتے ہیں، ممکن ہے اس حوالہ میں بھی وہ کسی حیلہ سازی کی مرتکب ہوں اُن سے گذارش ہے کہ جس طرح احمد رضا بجنوری صاحب نے غیر اللہ سے استغاثہ واستمداد وتوسل کو جائز قرار دیا ہے اسی طرح استغاثہ وتوسل واستمداد کو جائز قرار دیں، اور پھر جو چاہے تاویل کریں۔

الغرض موصوف نے جو شرک کا الزام ہم اہلِ سنّت وجماعت پر لگانے کی کوشش کی تھی وہ غلط ثابت ہوا۔

"کتاب التوحید" امام ابنِ خزیمہ علیہ الرحمۃ کو امام رازی علیہ الرحمۃ نے "کتاب الشرک" قرار دیا

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" رضا خانیوں کو تو "توحید" کے لفظ سے ہی خدا واسطے کا بیر ہے ترجمان رضا خانیت کیوں عوام کو دھوکا دیتا ہے تمہارے نزدیک تو توحید ہے ہی وہابیوں کی ایجاد ہے"۔ [۲]

الجواب: الحمد للہ! ہم تو عقیدۂ توحید کو شریعت کی اساس وبنیاد سمجھتے ہیں۔ ہاں! البتہ دیوبندیوں کی خُود ساختہ تشریحات وتوضیحات سے اختلاف ہے جو اُنہوں نے "توحید" کے

---

[۱] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج 17 ص 115، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 254، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

نام پر لوگوں میں پھیلا رکھی ہیں، جن کا عقیدۂ توحید سے دُور کا بھی تعلق نہیں، اگر ہم اُن خُود ساختہ تشریحات وتوضیحات کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے "توحید" کے منکر قرار پاتے ہیں، اور ہمارے اُوپر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہمیں "توحید" کے لفظ سے بھی خُدا واسطے کا بیر ہے تو پھر دیوبندیوں کے امام کے نزدیک امام فخر الدین رازی ؒ بھی بہت بڑے مشرک ومنکر توحید قرار پاتے ہیں، جنہوں نے امام ابنِ خزیمہ ؒ کی "کتاب التوحید" کا نام "کتاب الشرک" رکھا۔ پہلے دیوبندیوں کے گھر سے ایک حوالہ مُلاحظہ فرمائیں، مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"علامہ قضاعی شافعیؒ نے لکھا کہ علامہ ابن الجوزی کی کتاب "رد الشبہ" سے محدث ابن خزیمہ کی "کتاب التوحید" کا رَد بھی پُوری طرح ہوگیا ہے، جس کا رَد امام رازی نے بھی اپنی تفسیر میں کیا ہے، بلکہ انہوں نے تو ان کی "کتاب التوحید" کو "کتاب الشرک" قرار دیا ہے"۔ [1]

کیا دیوبندی موصوف امام فخر الدین رازی ؒ پر بھی فتویٰ لگائیں گے جنہوں نے امام ابنِ خزیمہ ؒ کے نظریہ توحید سے اختلاف کرتے ہوئے اُن کی کتاب کو "کتاب الشرک" قرار دیا ہے؟۔ پس اسی طرح اگر علمائے اہلِ سنّت وجماعت نے مولوی اسماعیل دہلوی صاحب کی من گھڑت تعبیرات سے اختلاف کرتے ہوئے اُن کی لکھی ہوئی کتاب کو "تفویۃ الایمان" قرار دیا ہے، یا دیتے ہیں، تو کون سا گناہِ کبیرہ ہوگیا؟۔

ثبوت فراہم کرنے میں ناکامی

صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی نے ایک دعویٰ کیا تھا کہ لفظ "توحید" کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے، دیوبندی موصوف نے نجیب اللہ عمر دیوبندی کا ایک پُورا مضمون جو کہ

---

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج19 ص458، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

وانظر: تفسیر الرازی، سورۃ الشوریٰ، ج27 ص582۔

تقریباً ۹ صفحات پر مشتمل ہے، اس دعویٰ کی تردید میں نقل کیا ہے اگرچہ صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی کی باتوں سے ہمیں کلی اتفاق نہیں ہے، اور دیگر علمائے اہلِ سنّت بھی اُن سے عدمِ اتفاق کا اعلان کر چکے ہیں۔ مگر چونکہ دیوبندی موصوف نے نجیب اللہ عمر دیوبندی کا مضمون نقل کیا ہے، اور بزعم خُود اُسے فاتح رضا خانیت اور مفتی بھی قرار دیا ہے، لہٰذا ہم یہاں پر اس مضمون کی علمی کمزوریوں کو ذکر کریں گے، لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی سے ہم کلی اتفاق کرتے ہیں۔ بلکہ یہاں یہ ظاہر وواضح کرنا مقصود ہے کہ دیوبندی جس لفظ کے سہارے عوام کو مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو اس کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں اس سلسلے میں ان کی جمع پونجی کی کیا حیثیت ہے، صرف اتنا بتلانے کے لئے یہاں پر اس مضمون کا علمی تعاقب کیا جاتا ہے۔

تعاقب نمبر (1)

دیوبندی موصوف کے اس جاہل مفتی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ لفظ " توحید " کا ثبوت قرآن سے [1] مگر اس سلسلے میں اُنہوں نے قرآنِ حکیم کی کوئی آیت نہیں لکھی جس میں لفظ " توحید " موجود ہو، بلکہ علّامہ رازی، علّامہ آلوسی اور وھبہ الزحیلی کا قول لکھا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موصوف کے پاس صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی صاحب کا دعویٰ رد کرنے کے لئے قرآنِ حکیم کی ایک آیت بھی موجود نہیں، اور موصوف کے نزدیک علّامہ رازی اور علّامہ آلوسی کے اقوال قرآنِ حکیم کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ موصوف نے عنوان میں لکھا تھا " لفظ توحید کا ثبوت قرآن سے " مگر دلیل میں علّامہ رازی و علّامہ آلوسی کے اقوال نقل کئے ہیں، ایسے بد دماغ اور جاہل آدمی کو ہم کیا کہہ سکتے ہیں جو قرآنِ حکیم اور اقوالِ علماء میں بھی تمیز نہ کر سکتا ہو، یا پھر بوجہ جہالت ان علماء کے اقوال کو وہ معاذ اللہ آیاتِ قرآنیہ سمجھ

[1] ملاحظہ فرمائیں: دفاع، ج 1 ص 255، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

بیٹھا ہو۔

الغرض صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی نے جو دعویٰ کیا تھا کہ لفظ "توحید" کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ دیوبندی موصوف کا جاہل مفتی اس کا ثبوت پیش نہیں کر سکا۔

تعاقب نمبر (2)

دیوبندی موصوف کے جاہل مفتی نے دعویٰ کیا ہے کہ "لفظ توحید کا ثبوت قرآن سے" از راہِ کرم اُس آیت کی نشاندھی کریں جس آیت میں لفظ "توحید" مستعمل ہے۔

تعاقب نمبر (3)

جاہل دیوبندی نجیب اللہ عمر نے امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

"واعلم ان کثرة الالقاب تدل علی مزید الفضیلة والعرف یشھد لما ذکرنا فاحدھا سورة التفرید وثانیھا سورة التجرید وثالثھا سورة التوحید"۔ (تفسیر کبیر: ج۱۱ص ۳۰۷) اس جگہ علامہ رازی علیہ الرحمۃ نے سورۃ اخلاص کے ایک نام سورہ توحید کا بھی ذکر کیا ہے۔ [1]

منیرہ محمد ناصر الدوسری "اسماء سور القرآن وفضائلھا، ص۶۳٤، مطبوعہ دار ابن الجوزی" میں لکھتے ہیں:

"وقد نقل عنه هذه الاسماء بعض المفسرین کالجمل والآلوسی ولم یذکر الرازی لبعض هذه السور اسانید تثبتها انما هی اجتهاد ومنه واستنباط"۔

"یعنی بعض مفسرین جیسا کہ جمل اور آلوسی وغیرہ نے علّامہ رازی علیہ الرحمۃ سے (سورتوں کے) ان ناموں کو نقل کیا ہے اور علّامہ رازی علیہ الرحمۃ نے ان میں سے کچھ ناموں کے متعلق اسانید کو

[1] دفاع، ج1 ص255، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ذکر نہیں کیا جس سے اُن کا ثبوت ظاہر ہو، بیشک یہ نام خُود امام رازی علیہ الرحمہ کا اجتہادو استنباط ہیں"۔

یعنی دیوبندی موصوف جس تفسیر کے سہارے لفظ توحید کو قرآن سے ثابت کرنے پہ تلے ہوئے تھے وہ بقول منیرۃ الدوسری خُود امام رازی علیہ الرحمہ کا اجتہادو استنباط ہے۔

تعاقب نمبر (4)

دیوبندی مولوی مفتی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اغلب یہ ہے کہ امام رازیؒ نے سورۃ فتح تک کی تفسیر خُود لکھی ہے اس کے بعد وہ اسے پورا نہ کر سکے، چنانچہ سورۃ فتح سے آخر تک کا حصہ قاضی شہاب الدین بن خلیل الخولی الدمشقیؒ (متوفی 639ھ) یا شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولیؒ (متوفی ۷۷۷ھ) نے مکمل فرمایا (کشف الظنون ۳ / ٤۷۷)"۔ [1]

یعنی مولوی مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب کے مطابق سورۃ فتح کی تفسیر کے بعد کا حصہ امام رازی علیہ الرحمہ کی تصنیف نہیں، جبکہ نجیب اللہ عمر دیوبندی نے سورۃ اخلاص کے متعلق مذکورہ قول کو امام رازی علیہ الرحمہ کی جانب منسوب کیا ہے۔

تعاقب نمبر (5)

دیوبندی موصوف کے جاہل مفتی نے لکھا ہے کہ:

"وسمیت بہا لما فیہ من التوحید ولذا سمیت ایضا بالاساس فان التوحید اصل لسائر اصول الدین"۔ (روح المعانی: ج ص ٦۹۳) اس مقام پر علامہ آلوسی علیہ الرحمہ نے سورہ اخلاص کو سورہ توحید کے نام سے یاد فرمایا اور اسی طرح تفسیر منیر صفحہ ٤٦١ میں بھی اس کو سورہ توحید کہا گیا"۔ [2]

---

[1] معارف القرآن، ج1ص 57، ادارۃ المعارف، کراچی۔

[2] دفاع، ج1ص 255۔256، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

جاہل مفتی نے یہاں بھی جہالت کا ارتکاب کیا ہے اور وہ " رُوح المعانی " کی مذکورہ آسان عبارت کو سمجھ نہ سکا ہے، اس جگہ سورۃ الاخلاص کی وجہ تسمیہ کو بیان کیا گیا ہے، نہ کہ اس سورۃ کا نام " توحید " بیان کیا گیا ہے، چنانچہ عبارت کا مقصد یہ ہے سورۃ اخلاص کا نام اخلاص اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں توحید کو بیان کیا گیا ہے، اور اس لئے اساس کے ساتھ بھی اس کو موسوم کیا گیا ہے کہ بے شک توحید تمام دین کے اُصولوں کے لئے اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

دیکھیں اس میں تو سورت اخلاص کی وجہ تسمیہ کو بیان کیا گیا ہے لیکن دیوبندی موصوف نے بوجہ جہالت اس عبارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کہ تفسیر " روح المعانی " میں سورت اخلاص کو سورت توحید کے نام سے یاد فرمایا ہے۔

تعاقب نمبر (6)

موصوف کے جاہل مفتی اگر کتبِ تفاسیر کی طرف مراجعت کرتے تو اُنہیں از اجتہاد مفسرین صرف اِس ایک سورۃ کا نام ہی " سورۃ التوحید " نہ ملتا بلکہ سورہ آل عمران، سورہ انعام، سورہ کافرون وغیرہ کے متعلق بھی مل جاتا، مگر موصوف کی طرح شاید موصوف کے جاہل مفتی بھی رسائل تک ہی محدود ہیں، جاہل موصوف اور موصوف کے جاہل مفتی کی معلومات میں اضافہ کے لئے عرض ہے کہ اگر سورہ اخلاص کے نام " سورہ توحید " کی مزید تحقیق کا شوق ہو تو اس کی سند اُنہیں کتبِ اہل سنّت میں نہیں بلکہ کتبِ شیعہ میں حضرت امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی المعروف جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک موقوف ملے گی، اور وہ بھی ضعیف۔

تعاقب نمبر (7)

دیوبندی موصوف کے جاہل مفتی نے احادیث سے لفظ " توحید " ثابت کرنے کے لئے

عنوان قائم کیا ہے کہ " لفظ توحید کا ثبوت احادیث سے " [1] پھر مندرجہ ذیل حدیث کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"ان عائشة قالت کان رسول الله ﷺ اذا ضحی اشتری کبشین .. قال فیذبح احدھما عن امته من اقر بالتوحید .. الخ. (مسند احمد: ص۹۱۲۱رقم الحدیث ۲۵۲۷۱)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبے ذبح فرمائے اور فرمایا ان میں سے ایک توحید کا اقرار کرنے والوں کی طرف سے ہے۔ [2]

موصوف نے جہالت کا ارتکاب کرتے ہوئے یہاں پر " قال " کا قائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو سمجھ لیا ہے، حالانکہ یہ موصوف کی صریح جہالت ہے اس روایت میں " قال " کا فاعل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہی روایت مسند احمد میں دو مزید مقامات پر موجود ہے، ایک روایت مختصر ہے جس کی سند و متن مندرجہ ذیل ہیں:

"حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَوْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ سَمِينَيْنِ عَظِيمَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ مُوجَيَيْنِ". [3]

" (بسند مذکور) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے دو صحت مند اور بڑے مینڈھوں کی قربانی فرمائی جو خوبصورت تھے، سینگ دار تھے اور خصی تھے"۔ [4]

---

[1] دفاع، ج1 ص256، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] دفاع، ج1 ص256، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[3] مسند احمد، ص1870 رقم الحدیث (25560) بیت الافکار الدولیۃ، الریاض۔

[4] مسند احمد بن حنبل مترجم، ج11 ص285، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

جبکہ موصوف نے جو روایت نقل کی ہے، اس کی سند و متن مکمل یوں ہے:

"حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ. قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ، سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوئَيْنِ. قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ، وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ". [1]

"(بسند مذکور) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو مینڈھے خریدتے جو خوب موٹے تازے، صحت مند، سینگدار، خوب صورت اور خصی ہوتے تھے اور ان میں سے ایک اپنی امت کے ان لوگوں کی طرف سے ذبح فرماتے جو توحید کے اقرار پر قائم ہوئے اور اس بات کی گواہی دیتے کہ نبی علیہ السلام نے پیغام الٰہی پہنچا دیا اور دوسرا جانور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وآل محمد کی طرف سے قربان کرتے تھے" [2]

جبکہ تیسرے مقام پر یہی روایت مندرجہ ذیل سند و متن کے ساتھ موجود ہے:

"حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ. قَالَ: أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَوْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ، سَمِينَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، مَوْجَيَيْنِ فذبح (فيذبح) أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ شَهِدَ بِالتَّوْحِيدِ، وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَذَبَحَ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَآلِ مُحَمَّدٍ". [3]

---

[1] مسند احمد، ص 1924 رقم الحدیث (26367) بیت الافکار الدولیۃ، الریاض۔

[2] مسند احمد بن حنبل مترجم، ج 11 ص 499، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

[3] مسند احمد، ص 1927 رقم الحدیث (26411) بیت الافکار الدولیۃ، الریاض۔

"(بسند مذکور) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو مینڈھے خریدتے جو خوب موٹے تازی، صحت مند، سینگدار، خوب صورت اور خصی ہوتے تھے اور ان میں سے ایک اپنی امت کے ان لوگوں کی طرف سے ذبح فرماتے جو توحید کے اقرار پر قائم ہوئے اور اس بات کی گواہی دیتے کہ نبی علیہ السلام نے پیغام الہی پہنچا دیا اور دوسرا جانور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل محمد کی طرف سے قربان کرتے تھے"۔[1]

تینوں اسناد امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ تک اتفاقی ہیں، اُس کے بعد ایک دو اسناد میں "او" سے بیان کیا گیا ہے کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ سے یا سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے، جبکہ تیسری سند میں بدونِ "او" حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہوئے الفاظِ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا گیا ہے، پھر مفصل دونوں روایتوں میں سے ایک میں "قال" موجود ہے، جبکہ دوسری میں "قال" موجود نہیں۔ اب جہاں راوی نے بدونِ "او" بیان کیا وہاں فعل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرنے کے بعد آگے قولِ سیّدنا ابو ہریرہ کو ذکر کرنے کے لئے "قال" کا لفظ استعمال کیا، اور جب لفظ "او" (شک) کے ساتھ روایت کیا، اور الفاظِ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں فعلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کیا تو "قال" کو استعمال نہیں کیا کیونکہ وہاں ایک ہی شخصیت کا قول بیان ہو رہا تھا، اس لئے درمیان میں لفظ "قال" استعمال کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

پس موصوف کی بیان کردہ روایت میں ایسی کوئی تصریح موجود نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ لفظ "توحید" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ادا ہوا ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل مترجم، ج 11 ص 511، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

ثانیاً: موصوف کی نقل کردہ روایت کو" عبداللہ بن محمد بن عقیل علیہ الرحمۃ" سے روایت کرنے والے امام سفیان ثوری علیہ الرحمۃ اور اُن سے روایت کرنے والے امام عبدالرزاق علیہ الرحمۃ [۱]،

احمد بن منیع [۲]

وکیع بن الجراح [۳]

اسحاق بن یوسف [۴]

محمد بن یوسف الفریابی [۵]

موسیٰ بن مسعود ابوحذیفہ [۶]

مؤمل بن اسماعیل [۷]

قبیصہ بن عقبہ سوائی [۸]

اور عبداللہ بن وھب بن مسلم قرشی [۹] وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

پھر مذکورہ بالا راویوں کے بیان کرنے میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے، ان میں سے بعض

---

[۱] مُلاحظہ فرمائیں: مصنف عبدالرزاق، ج4ص379(8130مختصرا)، ومسند احمد ص1927 رقم الحدیث(26411)، وسنن ابن ماجہ(3122)، وغیرہ

[۲] مُلاحظہ فرمائیں: مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجہ، ج3ص222۔

[۳] مُلاحظہ فرمائیں: مسند احمد، ص1870 رقم الحدیث(25560)وغیرہ۔

[۴] مُلاحظہ فرمائیں: مسند احمد، ص1924 رقم الحدیث(26367)

[۵] مُلاحظہ فرمائیں: سنن الصغری، و کبری بیہقی، ج9ص448۔

[۶] مُلاحظہ فرمائیں: سنن الکبری بیہقی، ج9ص448۔

[۷] مُلاحظہ فرمائیں: معرفۃ السنن والآثار،

[۸] مُلاحظہ فرمائیں: احادیث السری بن یحیی

[۹] مُلاحظہ فرمائیں: شرح معانی الآثار

نے بیان کرتے ہوئے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے شک سے بیان کیا، بعض نے بدونِ شک بیان کیا، بعض نے صرف اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور بعض نے صرف ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، بعض نے کہا

"عن عائشة أو عن أبي هريرة"۔ [۱]

جبکہ بعض نے کہا "عن عائشة و عن أبي هريرة "۔ [۲]

بعض نے کہا "عن أبي هريرة أن عائشة "۔ [۳]

بعض نے کہا "عن أبي هريرة ولم يذكر عائشة "۔ [۴]

بعض نے کہا "عن عائشة ولم يذكر أبي هريرة "۔ [۵]

یہ اختلاف امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے روایت کرنے والوں میں ہے۔

ثالثاً: موصوف کی ذکر کردہ روایت کا مرکزی راوی "عبداللہ بن محمد بن عقیل رحمہ اللہ" ہیں جن میں حافظہ کے اعتبار سے کلام کیا گیا ہے اور وہ اس روایت کو بیان کرتے ہوئے

کبھی "عن أبي سلمة عن أبي هريرة وعائشة "۔

کبھی "عن علي بن الحسين عن أبي رافع "۔

کبھی "عن عبد الرحمن بن جابر بن عبد الله عن أبيه "۔

کبھی "عن جابر عن النبي "

کبھی "عن علي بن أبي طالب أن رسول الله ﷺ" بیان کرتے ہے۔

---

[۱] مسند احمد، ص 1870 رقم الحدیث (25560) بیت الافکار الدولیة، الریاض۔

[۲] مُلاحظہ فرمائیں: سنن ابن ماجہ (3122)

[۳] مسند احمد، ص 1924 رقم الحدیث (26367) بیت الافکار الدولیة، الریاض۔

[۴] مُلاحظہ فرمائیں: معرفة السنن والآثار،

[۵] مُلاحظہ فرمائیں: مصنف عبد الرزاق، ج4ص 379 (8130 مختصرا)

پس اسی لئے امام دار قطنی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ:

"رَوَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ، وَاخْتُلِفَ عَنْهُ؛ فَرَوَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ. وَخَالَفَهُمَا الثَّوْرِيُّ، وَمُعْتَمِرٌ فَرَوَيَاهُ عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ. وَخَالَفَهُمْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، فَرَوَاهُ عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ جَابِرٍ. وَخَالَفَهُمْ مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، فَرَوَاهُ عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ جابر بن عَبْدِ اللَّهِ. وَالِاضْطِرَابُ فِيهِ مِنْ جِهَةِ ابْنِ عقيل، والله أعلم." [1]

"اس کو عبداللہ بن محمد بن عقیل نے روایت کیا ہے، اور اس سے روایت کرنے میں اختلاف ہے۔ پس عبید اللہ بن عمر اور قیس بن ربیع نے "عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ" کی سند سے روایت کیا ہے۔

اور ثوری و معتمر نے اس دونوں کی مخالفت کی۔ پس ان دونوں نے "عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ" کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور حماد بن سلمہ نے ان سب کی مخالفت کی، پس اس نے "عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ جَابِرٍ" کی سند روایت کیا ہے۔ مبارک بن فضالہ نے بھی ان تمام کی مخالفت کی، پس اس نے "عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ جابر بن عَبْدِ اللَّهِ" کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور روایت میں یہ اضطراب ابن عقیل کی جانب سے ہے، واللہ اعلم۔

جبکہ دُوسرے مقام پر فرمایا کہ:

"يَرْوِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَوْ عَائِشَةَ. وَخَالَفَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، رَوَاهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

---

[1] العلل الواردة في الأحاديث النبوية ج7 ص19 (1179)

بْنِ جَابِرٍ، عَنْ جَابِرٍ. وَقَالَ مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ: عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ جَابِرٍ.
وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنِ عَمْرٍو: عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ.
وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُقَيْلٍ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَأَسْنَدَهُ، فَلَمْ أَحْفَظْهُ عَمَّنْ هُوَ، قَالَ: ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ... الْحَدِيثَ.
وَالِاضْطِرَابُ فيه من ابن عقيل". [1]

اس کا مفہوم بھی سابقہ عبارت کی مثل ہی ہے سوائے اس کے کہ ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عقیل کو یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا اس نے اس کو مسند بیان کیا پس میں نے اس کو یاد نہ رکھا کہ کس سے وہ روایت کرتا ہے، کہا کہ ضحیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الحدیث۔اوراس میں اضطراب ابن عقیل کی طرف سے ہے"۔

تیسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

"يَرْوِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ، وَاخْتُلِفَ عنه؛
فرواه الثوري، عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عائشة، أو عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَخَالَفَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، فَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ جابِرٍ وَقَالَ مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ: عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ جَابِرٍ وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنِ عَمْرٍو: عَنِ ابْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ وقال معمر: عن ابن عقيل، مُرْسَلًا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ والاضطراب فيه من قبل ابن عقيل". [2]

سابقہ عبارات کی طرح مگر اس میں معمر نے کہا کہ ابن عقیل نے اسے مرسلاً بیان کیا اور اس میں اضطراب ابن عقیل کی جانب سے ہے۔

---

[1] العلل الواردة في الأحاديث النبوية ج9 ص319 (1792)

[2] العلل الواردة في الأحاديث النبوية ج15 ص141 (3901)

امام عبدالرحمن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "عبداللہ بن محمد بن عقیل" کے طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ صدیقہ اُمّ المؤمنین، اور ابو رافع رضی اللہ عنہم سے مروی اس روایت کے متعلق اپنے باپ امام ابو حاتم رازی، اور ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہما سے سوال کیا:

قلتُ لأبي زُرْعَةَ: فما الصَّحيح؟ قال: ما أدري، ما عندي في ذا شيءٌ.

قلتُ لأبي: فما الصَّحيحُ؟ قَالَ أَبِي: ابنُ عَقِيل لا يضبطُ حديثه. [1]

"میں نے ابو زرعہ سے کہا پس صحیح کیا ہے انہوں نے کہا میں نہیں جانتا اس بارے میں میرے پاس کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ کون سی روایت صحیح ہے تو میرے باپ نے ارشاد فرمایا کہ ابن عقیل اپنی حدیث کو صحیح طرح یاد نہیں رکھتے"۔

جبکہ دُوسرے مقام پر اپنے باپ سے حدیث ابو رافع اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بواسطہ ابن جابر اور بدونِ ابن جابر سوال کرتے ہیں:

"قلتُ لأَبِي: أيُّهما الصَّحيحُ؟ قَالَ: هَذَا مِنْ تَخْلِيطِ ابْنِ عَقِيل". [2]

"میں نے اپنے والد سے کہا ان دونوں میں سے کون سی صحیح ہے فرمایا کہ یہ ابن عقیل کے اختلاط میں سے ہے"۔

رابعاً: موصوف کی بیان کردہ روایت ایسی ہے جس کو ابن عقیل کی خطاؤں میں شمار کیا گیا ہے، امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"لما دخل الثوري اليمن؛ أتاه مَعْمَر يسلم عَلَيْهِ، فحدَّث يومًا بحديث عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْن مُحَمَّدِ بْنِ عقيل: "أَنَّ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحَّى بكبشَيْن. وهو حديثٌ يخطئ فيه ابن عقيل، و إنما الخطأ من ابن عقيل، فقَالَ له

---

[1] علل الحديث لابن أبي حاتم، ج4ص 499۔

[2] علل الحديث لابن أبي حاتم، ج4ص 522۔

الثوری: تَعِسْتَ يَا أَبَا عُرْوَةَ . فغضب مَعْمَر من ذاك فما أتاه حَتَّى خرج ولا سلم عَلَيْهِ"۔ [۱]

"یعنی جب (سفیان) ثوری یمن میں داخل ہوئے تو معمر (ملاقات و) سلام کرنے کے لئے ان کے پاس آئے، پس انہوں نے ایک دن عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحیٰ بکبشین ۔۔۔الحدیث۔ بیان کی اور کہا کہ اس حدیث میں ابن عقیل نے خطا کی اور بے شک خطا ابن عقیل کی جانب سے ہی ہے۔ پس ان کو سفیان ثوری نے کہا: اے ابوعروہ تم پھسل گئے ہو۔ پس اس وجہ سے معمر غضب ناک ہوئے پھر اس کے بعد دوبارہ سلام وملاقات کے لئے نہ آئے یہاں تک کہ سفیان ثوری یمن سے چلے گئے"۔

جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَجْهٍ لَا يَثْبُتُ مِثْلُهُ أَنَّهُ ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ. فَقَالَ فِي أَحَدِهِمَا بَعْدَ ذِكْرِ اللهِ: اللَّهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَفِي الْآخَرِ: اللَّهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَأُمَّةِ مُحَمَّدٍ.

قَالَ أَحْمَدُ: وَهَذَا الْحَدِيثُ إِنَّمَا رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ (عبد الله) بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، وَاخْتُلِفَ عَلَيْهِ فِي إِسْنَادِهِ. فَرَوَاهُ عَنْهُ الثَّوْرِيُّ، عَنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَوْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ"۔ [۲]

خامساً: موصوف کا اس روایت سے استدلال دُرست نہیں، چونکہ بحث مخصوص لفظ "توحید" کو ثابت کرنے کی تھی، مگر اس بارے میں موصوف کے پاس کوئی مستند حدیث (جو کہ ثقہ اور ضابط راویوں سے منقول ہو) موجود نہیں۔

---

[۱] التاریخ الکبیر لابن أبی خیثمة، السفر الثالث، ج1 ص 327 (1205)، وتاریخ دمشق لابن عساکر ج59 ص405، وقبول الأخبار ومعرفة الرجال، ج1 ص 347۔

[۲] معرفة السنن والآثار، للبیهقی، ج7 ص222۔223۔

موصوف نے جو روایت نقل کی ہے اُس کو بیان کرنے میں مرکزی کردار" عبداللہ بن محمد بن عقیل" کا ہے، جو ثقہ قوی الحافظ نہیں ہیں، جس کی وجہ سے وہ الفاظ کو بعینہ ضبط نہ کر سکے، اور اُن کی بیان کردہ اس روایت میں" اقر بالتوحید" کے الفاظ متفق نہیں ہیں، یہ خود دُوسرے الفاظ بھی بیان کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

"عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ [عَنْهُ] وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَالآخَرُ عَنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمَّتِهِ".[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھے ذبح فرمایا کرتے تھے ایک اپنی اور اپنے اہل بیت کی طرف سے، اور دوسرا اپنی اور اپنے اُمت کی طرف سے"۔

سادساً: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے اس باب میں مروی روایات میں سے جس کی سند کو سب سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے وہ" صحیح مسلم" کی سند ہے جس کا راوی نہ ہی عبد اللہ بن محمد بن عقیل ہے، اور نہ ہی متن میں ذکر "توحید"، سند و متن مُلاحظہ فرمائیں:

"حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ حَيْوَةُ: أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ، فَقَالَ لَهَا: يَا عَائِشَةُ، هَلُمِّي الْمُدْيَةَ، ثُمَّ قَالَ: اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلَتْ: ثُمَّ أَخَذَهَا، وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ

[1] نسخۃ طالوت بن عباد، ص 29(35)

ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِاسْمِ اللهِ، اللهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحَّى بِهِ". [1]

" (بسند مذکور) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا مینڈھا لانے کا حکم دیا جس کی ٹانگیں، پشت اور آنکھیں سیاہ ہوں اسے پیش کیا تا کہ آپ اس کی قربانی کریں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! چھری لاؤ۔ پھر فرمایا: اسے پتھر پر تیز کرلو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے چھری پکڑی مینڈھے کو پکڑ کر اسے لٹایا اور پھر اسے ذبح کر دیا اور پڑھا: بِاسْمِ اللهِ، اللهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ" پھر اس کو قربان کر دیا۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے قول کو امام بیہقی علیہ الرحمۃ مندرجہ ذیل الفاظ میں روایت کرتے ہیں:

"قَالَ أَحْمَدُ: وَأَصَحُّ إِسْنَادٍ فِيهِ عِنْدَ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ حَدِيثُ ابْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ فِي الْكَبْشِ الَّذِي ذَبَحَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ. ثُمَّ ضَحَّى بِهِ". [2]

پس مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس روایت میں لفظ" توحید" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زُبانِ مبارکہ سے ادا نہیں ہوا، امام سفیان ثوری علیہ الرحمۃ سے بیان کرنے والوں میں بھی کافی اختلاف ہے، پھر اس کے مرکزی راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل علیہ الرحمۃ سے بیان کرنے والوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے امام دارقطنی علیہ الرحمۃ نے اس کو عبداللہ بن محمد بن عقیل کی مضطرب روایات میں شُمار کیا۔

---

[1] صحیح مسلم ،بَابُ اسْتِحْبَابِ الضَّحِيَّةِ، وَذَبْحِهَا مُبَاشَرَةً بِلَا تَوْكِيلٍ، وَالتَّسْمِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ (1967)

[2] معرفۃ السنن والآثار، ج7 ص 224۔

اور امام اُبو حاتم علیہ الرحمۃ نے اسے تخلیط عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے قرار دیتے ہوئے خطا قرار دیا۔ اور امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اس کے ثبوت کا انکار کیا ہے، اور اس میں لفظ "توحید" اتفاقی بھی نہیں، اور اس سے بہتر روایات میں یہ لفظ "توحید" موجود نہیں ہے۔

پس اس سے موصوف کی عاجزی و بے بسی ظاہر ہوتی ہے اور موصوف اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

تعاقب نمبر (8)

دیوبندی موصوف کا جاہل مفتی لکھتا ہے کہ:

"ان عمروا سال النبی ﷺ عن ذالک فقال اما ابوک فلو کان اقر بالتوحید فصمت و تصدقت عنہ نفع ذالک۔

(مجمع الزوائد: ج٤ص١٩٥، مسند احمد: ج١٠ص١٧٦)

عاص بن وائل (جو کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے والد تھے اور زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے) اور ہشام رضی اللہ عنہ (جو کہ عاص بن وائل کے بیٹے اور صحابی تھے) اپنے والد کی طرف سے اپنے حصہ کے پچاس بدنہ کا نحر کر دیا، عمرو بن العاص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا کہ (میں ان کی طرف سے قربانی کر سکتا ہوں یا نہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ توحید کا اقرار کرتا تھا تو اس کی طرف سے صدقہ کر لو اس کو فائدہ پہنچے گا"۔ [1]

الجواب: موصوف کی عبارت میں "عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما" لکھنا بھی بہت سے سوالات کو جنم دے رہا ہے، مگر ہم اس بات اور عبارت سے صرف نظر کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ موصوف کا اس روایت سے استدلال دُرست نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک

---

[1] دفاع، ج1 ص256، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"كَانَ الحَجَّاجُ يُدَلِّسُ, فَكَانَ يُحَدِّثُنَا بِالحَدِيْثِ عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ مِمَّا يُحَدِّثُهُ العَرْزَمِيُّ، وَالعَرْزَمِيُّ مَتْرُوكٌ". [۱]

"یعنی حجاج تدلیس کرتے تھے، پس وہ عمرو بن شعیب سے اُن حدیثوں کو ہم سے بیان کیا کرتے تھے جن کو عزرمی نے" جو کہ متروک راوی ہے" اُس کو بیان کی ہوتی تھیں"۔

اس کے علاوہ محمد بن نصر کہتے ہیں کہ:

"الغالب على حديثه الإرسال والتدليس وتغيير الألفاظ"۔ [۲]

"یعنی حجاج بن ارطاۃ کی روایتوں میں ارسال وتدلیس اور تغیرِ الفاظ بکثرت واقع ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ علّامہ ہیثمی علیہ الرحمۃ نے "مجمع الزوائد" میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد باوجود اس کے کہ اس کی سند میں "حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ الخ۔" ہے، پھر بھی حکم لگاتے ہوئے فرمایا کہ:

"رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَفِيهِ الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، وَهُوَ مُدَلِّسٌ"۔

"یعنی امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے اس کو روایت کیا، اور اس میں حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ مدلس ہے"۔

حجاج بن ارطاۃ کی اس روایت میں بھی تغیرِ الفاظ پایا جاتا ہے، کیوں کہ عمرو بن شعیب سے اس روایت کو بیان کرنے والے دُوسرے راوی حسان بن عطیہ کی روایت میں "اقر بالتوحید" کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ اس کے بجائے "إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ

---

[۱] سیر اعلام النبلاء، ج7ص70، وتھذیب التھذیب، ج2ص172۔

[۲] تھذیب التھذیب، ج2ص175۔

أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذَلِكَ"۔ [1]

"یعنی اگر وہ مسلمان ہوتا پھر تم اس کی جانب سے غلام آزاد کرتے، یا صدقہ کرتے، یا حج کرتے تو اس کا ثواب اس کو پہنچتا"۔

لہٰذا موصوف کا اس روایت سے لفظ "توحید" کو ثابت کرنا دُرست نہیں ہے۔

تعاقب نمبر (9)

دیوبندی موصوف کا جاہل مفتی رقمطراز ہے کہ:

"امام ترمذی؛ حضرت سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت سے آیت "ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین" کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ: قالوا اذا خرج اھل التوحید من النار وادخلوا الجنۃ یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ (ترمذی: ج۲ ص۹۳)"۔ [2]

الجواب:

موصوف نے امام ترمذی علیہ الرحمۃ کی اس باب میں جن جن روایات کی طرف اشارہ فرمایا ہے موصوف نے وہ مکمل عبارت نقل نہیں کی ہم پہلے امام ترمذی علیہ الرحمۃ کی وہ مکمل عبارت نقل کرتے ہیں پھر اُن روایات کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: سَيَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ وَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ هَكَذَا رُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، وَغَيْرِ

---

[1] سنن ابو داود، بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصِيَّةِ الْحَرْبِيِّ يُسْلِمُ وَلِيُّهُ أَيَلْزَمُهُ أَنْ يُنَفِّذَهَا؟ (2883)، وسنن الکبری بیہقی، ج6ص456 (12637)

[2] دفاع، ج1 ص256۔257، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

وَاحِدٍ مِنَ التَّابِعِينَ".

یعنی اس عبارت میں امام ترمذی علیہ الرحمہ نے اس بات کو جن کی طرف منسوب کیا ہے اُن میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود، ابُوذر، عمران بن حصین، جابر بن عبداللہ، ابن عباس، ابُوسعید خدری اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایات کا تذکرہ فرمایا۔

ہم موصوف اور موصوف کے معتمد اس مفتی کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنی علمی قابلیت کا اظہار کریں اور مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے مستدل الفاظ کے ساتھ ان کی روایات کی نشاندہی فرمائیں، مگر ہم وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ ایسا ان کے بس کی بات نہیں۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے ان آثار کو بغیر سند کے معلقاً ذکر کیا ہے، عبد الرحمان مبارکپوری صاحب ان آثار کی تخریج کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"روى الحافظ بن جَرِيرٍ فِي تَفْسِيرِهِ بَعْضَ هَذِهِ الْآثَارِ بِأَسَانِيدِهِ". [1]

ان میں سے کچھ آثار کو حافظ ابنِ جریر نے اپنی تفسیر میں اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تفسیر ابن جریر طبری کی جانب جب ہم نے مراجعت کی تو اس میں حضرت سعید بن جبیر علیہ الرحمہ کا قول تو نہیں مل سکا، البتہ حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کی روایات موجود ہیں لیکن وہ بعینہ اس طرح نہیں جس طرح امام ترمذی علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے جملہ روایات کے مفہوم کو بیان کیا ہے نہ کہ بعینہ الفاظ کو۔

جب ایسی صورتحال ہے تو دیوبندی موصوف کے جاہل مفتی کا امام ترمذی علیہ الرحمہ کے حوالے سے استدلال ہی ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ دیوبندی موصوف کے جاہل مفتی نے لفظ "توحید" کو ثابت کرنے کے لئے پورا مضمون لکھا ہے۔

مفہوم توحید پر صاحبزادہ اقتدار احمد نعیمی نے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ دیوبندی موصوف بھی لفظ

---

[1] تحفۃ الاحوذی، ج7 ص329۔

"توحید" کے ثبوت کے دعویدار ہیں۔

اب یا تو دیوبندی موصوف امام ترمذی علیہ الرحمۃ کے اقوال کی بعینہ تخریج بیان کریں یا تسلیم کریں کہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے مجموعی مفہوم کو بیان کیا ہے۔

علّامہ اویسی علیہ الرحمۃ پر اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی مُلاں نجیب اللہ عمر سے دیوبندی موصوف نقل کرتے ہیں کہ:

" بریلوی حضرات کے کئی القاب والے مولوی فیض احمد اویسی بریلوی لکھتا ہے کہ :" توحیدی عقیدہ رسالت وولایت سے دور کرنے کی ایک یہودیانہ سازش ہے"۔ (فضل الوحید: ص۹) استغفر اللہ والعیاذ باللہ توحیدی عقیدے کو یہودیانہ سازش کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ جملے کی اس طرح توہین کرنا کیا یہ حرکت اسلام دشمنی کا کھلا ثبوت نہیں کیا ایسے توحید دشمنوں کا اسلام میں کوئی حصہ ہے؟[1]

موصوف نے مزید لکھا ہے:

مولوی فیض احمد اویسی بریلوی استعمال توحید کی بدعت کا عنوان بنا کر لکھتا ہے کہ:" جو لوگ توحید پر زور لگا رہے ہیں وہ خود کو بدعت کا دشمن بتاتے ہیں لیکن یہ (توحید کے استعمال کی) بدعت سے اتنی محبت کیوں کہ اسلام کی اصلی اصطلاح کے بجائے نو پید (بدعت) کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے"۔ (فضل الوحید: ص۲)"۔[2]

الجواب: برصغیر میں فرنگی اقتدار کے بعد بے شُمار فرقوں نے سامراجی قوتوں کے ایما پر جنم لیا اور انہوں نے عقیدۂ توحید کی خُود ساختہ تشریحات گھڑیں من مانی تاویلات وتوجیہات کو توحید بنا کر عوام الناس کے سامنے پیش کیا اور یہ تصور قائم کیا کہ پوری امت مسلمہ میں کوئی بھی ان کے نظریے کے مطابق شرک سے محفوظ نہیں، اس ضمن میں توحید کے ٹھیکیداروں میں

---

[1] دفاع، ج1ص260، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1ص260، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

بھی نظریہ توحید پر جھگڑا واقع ہوا اور بے شمار فرقے بھی بن گئے جیسا کہ اہل قرآن، پرویزی، چکڑالوی، مسعودالدین عثمانی کی توحیدی جماعت، غیر مقلد جمعیتی، غیر مقلد غرباء گروپ، جماعت المسلمین، زانی گروپ اشتیاق والا، جماعت المسلمین باغی گروپ (اشتیاق سے بغاوت کرنے والا)، دیوبندی مماتی گروپ، اور دیوبندی حیاتی جس سے تعلق کے موصوف اور اس کے ہمنوا دعویدار ہیں یہ تمام گروہ عقیدۂ توحید پر متفق نہیں اور توحید کی ایسی تشریح کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں سے کوئی بھی گروہ شرک سے محفوظ نہیں رہتا اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان تمام گروہوں نے عقیدۂ توحید کا خوش نما بورڈ آویزاں کر رکھا ہے اور اپنے ماسوا کو توحید پرست سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔

حضرت علّامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی گروہوں کے خُود ساختہ عقیدۂ توحید کو یہودیانہ سازش قرار دیا ہے، ان خُوش نُما سائن بورڈوں سے صرف حضرت علامہ فیض احمد اویسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہی شکایت نہیں بلکہ اکابرین دیوبند بھی اس روش سے نالاں ہیں۔ دیوبندیوں کے ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"وہ مثل معتزلہ وروافض وغیرہ اپنے سائن بورڈ وغیرہ پر حقیقی توحید کا دفتر جماعت مؤحدین حقیقی کاملین اسلام یا اس کے مرادف الفاظ میں لکھتی ہے جس طرح معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل اور اصحاب التوحید کہتے اور لکھتے تھے، شیعہ اپنے آپ کو محبین اہل بیت لکھتے ہیں جس کے معنی یہ سمجھے گئے کہ ہم سے علیحدہ ہونے والے افراد اور فرقے اصحاب عدل نہیں نہ اصحاب توحید ہیں اور نہ اہل بیت سے محبت رکھنے والے ہیں۔ اس قسم کے سائن بورڈوں سے عوام مسلمین میں زمانہ ہائے گذشتہ میں جو زہریلا اثر پھیلا وہ ان تاریخی واقعات سے ظاہر ہے جو کہ ازمنہ سابقہ میں معتزلہ خوارج روافض وغیرہ اور اہل سنّت کے آپس میں پیش آئے اور ازمنہ اخیر میں بھی اسی قسم کی حرکتوں سے غیر مقلدوں اور مقلدوں قرآنیوں نیچریوں قادیانیوں خاکساروں وغیرہ میں ظہور پذیر ہوئے، ہر ایک اپنے اس قسم کے سائن

بورڈوں سے دوسرے فرقوں پر اس قسم کا حملہ کرتا ہے کہ وہ اس کمال سے محروم اور خالی ہے، غیر مقلد اپنے آپ کو اہل حدیث والتوحید کے خُوشنما سائن بورڈ سے مزین کر کے آوازہ بلند کرتا ہے کہ احناف حدیث نبوی سے محروم اور توحید سے خالی ہیں وغیرہ وغیرہ"۔[1]

ٹانڈوی صاحب نے عقیدۂ توحید کے نعروں کو خُوش نُما سائن بورڈ قرار دیا اور معاشرے کے لئے زہریلا اثر پھیلانے کے مترادف قرار دیا، کیا موصوف اپنے مذہب کے شیخ الاسلام کے لئے یہی گوہر افشانی کریں گے کہ انہوں نے بھی توحید کی مذمت کی ہے، یا ان کے جملوں کی یہی توجیہ کریں گے کہ ان کی مراد وہ لوگ ہیں جو عقیدۂ توحید پر امت مسلمہ میں بگاڑ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

پس اسی طرح حضرت علّامہ فیض احمد اویسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے توحیدی عقیدے کی مذمت کی ہے جنہوں نے خُوش نُما سائن بورڈ آویزاں کر کے معاشرے میں زہریلا اثر پھیلانے کی کوشش کی اور ملت اسلامیہ میں تفرق وانتشار کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔ ان کا ہدف صرف ان لوگوں کے نظریات وعقائد ہیں جو عبد الدراہم والدینار بن کر مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں گو وہ توحید کے مدعی ہیں لیکن اسلام کی اصل اساس عقیدۂ توحید سے یکسر غافل وجاہل ہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کا حضرت علّامہ فیض احمد اویسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض دُرست نہیں اور ان پر اعتراض کرنے سے پہلے موصوف کو ٹانڈوی پر اعتراض کرنا چاہئے۔

---

[1] مکتوبات شیخ الاسلام، ج2 ص426، مکتبہ دینیہ، دیوبند۔

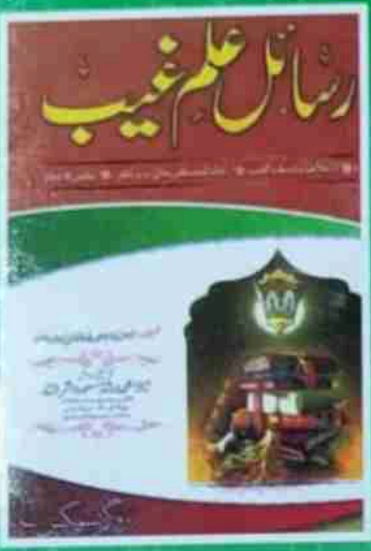

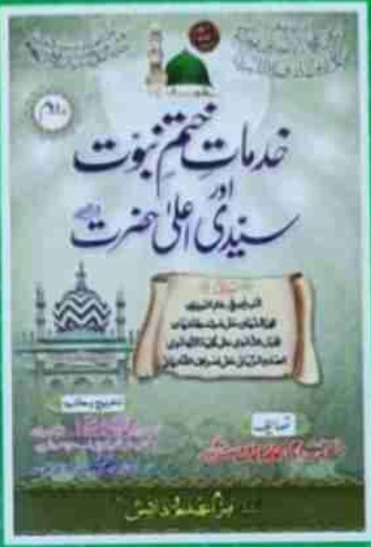

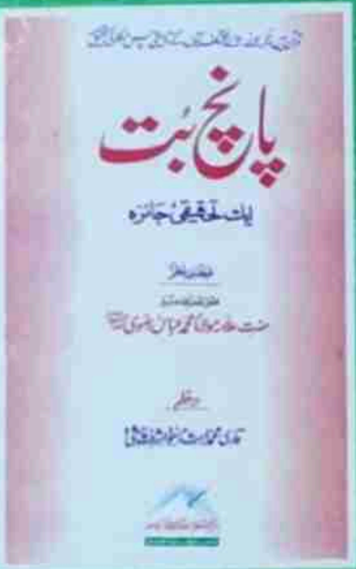

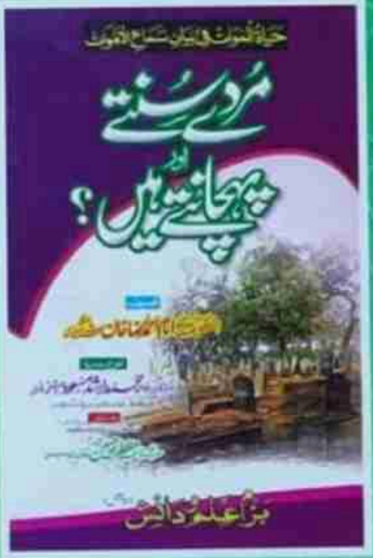

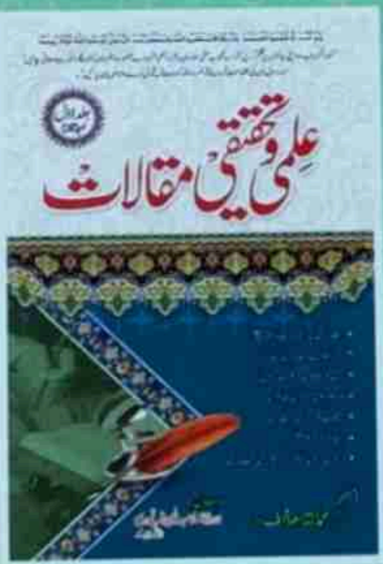

مکتبہ منظر الاسلام